جدید نظر ثانی ایڈیشن

محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری پیاری سنّتیں



اُسوۂ حسنہ

المعروف بہ

شمائلِ کبریٰ

چوبیس گھنٹے کی زندگی کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اور نورانی طریقوں اور اعمال پر مشتمل
ایک نایاب کتاب، جسے پڑھ کر دلوں میں سنّتوں کے اپنانے کا شوق پیدا ہوگا۔

مؤلفہ

مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب القاسمی مدظلہ العالی

پسند فرمودہ

حضرت مفتی نظام الدین شامزئی رحمہ اللہ

زمزم پبلشرز

جدید نظرثانی ایڈیشن

محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری پیاری سنتیں

اُسوۂ حسنہ

المعروف بہ

شمائلِ کبریٰ

جلد چہارم

حصہ ہفتم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے متعلق نہایت واضح اور مفصل بیان جو ۲۳ر مضامین پر مشتمل ہے۔

مؤلفہ

مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب القاسمی مدظلہ العالی

اُستاذِ حدیث مدرسہ ریاض العلوم گوریني جون پور

پسند فرمودہ

حضرت مفتی نظام الدین شامزئی رحمہ اللہ

اُستاذ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

ناشر

زمزم پبلشرز

نزد مقدس مسجد اُردو بازار کراچی

کتاب کا نام ـــــ شمائل کبریٰ جلد چہارم

تاریخ اشاعت ـــــ اپریل ۲۰۱۰ء

باہتمام ـــــ احباب زمزم پبلشرز

کمپوزنگ ـــــ فاروق اعظم کمپوزرز کراچی

سرورق ـــــ احباب زمزم پبلشرز

ناشر ـــــ زمزم پبلشرز کراچی

شاہ زیب سینٹر نزد مقدس مسجد، اُردو بازار کراچی

فون: 021-32760374 - 021-32725673

فیکس: 021-32725673

ای میل: zamzam01@cyber.net.pk

ویب سائٹ: www.zamzampublishers.com

ضروری گزارش

ایک مسلمان، مسلمان ہونے کی حیثیت سے قرآن مجید، احادیث اور دیگر دینی کتب میں عمداً غلطی کا تصور نہیں کرسکتا۔ سہواً جو اغلاط ہوگئی ہوں اس کی تصحیح واصلاح کا بھی انتہائی اہتمام کیا ہے۔ اسی وجہ سے ہر کتاب کی تصحیح پر ہم زر کثیر صرف کرتے ہیں۔

تاہم انسان، انسان ہے۔ اگر اس اہتمام کے باوجود بھی کسی غلطی پر آپ مطلع ہوں تو اسی گزارش کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہوسکے۔ اور آپ "تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى" کے مصداق بن جائیں۔

جَزَاكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى جَزَاءً جَمِيْلاً جَزِيْلاً

ـــــ مِنجانب ـــــ

احباب زمزم پبلشرز

ملنے کے دیگر پتے

- دارالاشاعت، اُردو بازار کراچی
- قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ کراچی
- مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار لاہور

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

ISLAMIC BOOK CENTRE
119-121 Halliwell Road, Bolton Bl1 3NE
Tel/Fax : 01204-389080
Mobile: 07930-464843

AL-FAROOQ INTERNATIONAL
36, Rolleston Street Leicestor
LE5-3SA
Ph: 0044-116-2537640
Fax: 0044-116-2628655
Mobile: 0044-7855425358

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

شمائلِ کبریٰ نئے انداز میں پانچ جلدیں (مکمل دس حصے) شائع ہوچکی ہیں۔ الحمد للہ اب شمائلِ کبریٰ کی چھٹی جلد (گیارہواں حصہ) اور ساتویں جلد (بارہواں حصہ) پیشِ خدمت ہے۔

اُمت میں حضرت مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب کی تالیف شمائلِ کبریٰ کو جو پذیرائی حاصل ہوئی ہے، اس کا ثبوت اس بات سے مل سکتا ہے کہ ہندوستان اور پاکستان میں مختصر سے عرصے میں کئی ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں۔ خود پاکستان میں زمزم پبلشرز کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ پاکستان میں سب سے پہلے زمزم پبلشرز ہی نے یہ کتاب قدرداں قارئین کے سامنے متعارف کرائی اور اب پاکستان میں پہلی بار شمائلِ کبریٰ کے مکمل دس حصے بڑے سائز کی پانچ جلدوں میں پیش کرنے کا اعزاز بھی الحمد للہ زمزم پبلشرز کو حاصل ہورہا ہے۔

اللہ عزوجل سے امید اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نئے انداز کو بھی اُمت میں پذیرائی اور اپنی بارگاہ میں قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

محمد رفیق زمزمی

شمائل کبریٰ کی جلدوں کا اجمالی خاکہ

اسوۂ حسنہ معروف بہ ''شمائل کبریٰ'' جو شمائل وسنن نبوی کا ایک وسیع بیش بہا ذخیرہ اور قیمتی سرمایہ ہے۔ اس کے ایڈیشن ہندو پاک میں شائع ہو کر خواص وعوام میں مقبول ہو چکے ہیں۔ امت نے اسے پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا ہے۔ اور اس پر منامی بشارت نبی پاک ﷺ بھی ہے۔ دوسری زبانوں میں بھی اس کے تراجم ہونے کی اطلاع ہے۔ اس کی دس جلدیں اب تک طبع ہو چکی ہیں۔ بقیہ جلدیں زیر طبع اور زیر ترتیب ہیں۔ دعا ہے کہ خداوند قدوس محض اپنے فضل وکرم سے بعافیت پایہ تکمیل پہنچا کر رہتی دنیا تک اسے قبول فرمائے۔

ان دس جلدوں کا اجمالی خاکہ پیش نظر ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون سی جلد کن مضامین پر مشتمل ہے۔

شمائل کبریٰ جلد اول ...... حصہ اول: ① کھانے ② پینے ③ لباس کے متعلق آپ کے شمائل اور سنن کا مفصل بیان ہے۔

شمائل کبریٰ جلد اول ...... حصہ دوم: ① سونے ② بیدار ہونے ③ بستر ④ تکیہ ⑤ خواب ⑥ سرمہ ⑦ انگوٹھی ⑧ بال ⑨ داڑھی ⑩ لب ناخن ⑪ امور فطرت ⑫ خضاب ⑬ عصا کے متعلق آپ کے شمائل وسنن کا مفصل بیان ہے۔

شمائل کبریٰ جلد دوم ...... حصہ سوم: ① معاملات ② تجارت ③ خرید وفروخت ④ بازار ⑤ ہبہ ⑥ عاریت ⑦ اجارہ اور مزدوری ⑧ ہدیہ ⑨ قرض ⑩ مرغ ⑪ گھوڑے ⑫ بکری ⑬ اونٹ ⑭ سواری ⑮ سفر کے متعلق آپ کے شمائل وسنن کا مفصل بیان ہے۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے بلند پایہ مکارم اخلاق کا نہایت ہی مفصل بیان جو ۵۷ عناوین پر مشتمل ہے۔

شمائل کبریٰ جلد دوم ...... حصہ چہارم: ① اخلاص ② صدق ③ محبت والفت ④ محبت وعداوت خدا کے واسطے ⑤ حب خدا ورسول ⑥ مؤمن کو خوش کرنا ⑦ مسلمانوں کی مدد ونصرت ⑧ پریشان حال کی مدد ونصرت ⑨ مظلوم کی مدد ⑩ یتامیٰ اور بیواؤں کی خدمت ⑪ احباب کی ملاقات اور زیارت ⑫ اولیاء وصلحاء کی زیارت ⑬ عفو ودرگزر ⑭ اہل فضل کی غلطیوں کا درگزر ⑮ سائلین کی رعایت ⑯ اکرام مسلم ⑰ بڑوں کی تعظیم ⑱ اہل فضل کی غلطیوں کا درگزر کرنا ⑲ مؤمن کی عزت ⑳ لوگوں کے مرتبہ کی رعایت ㉑ خاطر مدارات ㉒ مہمان نوازی ㉓ امانت اور دیانتداری ㉔ وعدہ پورا کرنا ㉕ حلم وبردباری ㉖ اعتدال اور میانہ روی ㉗ سنجیدگی ㉘ نرمی سہولت ㉙ پردہ پوشی ㉚ غصہ برداشت کرنا ㉛ توکل ㉜ قناعت ㉝ استغناء ㉞ صبر ㉟ شکر ㊱ سادگی ㊲ قناعت ㊳ تواضع وانکساری ㊴ شرم اور حیا ㊵ سخاوت ㊶ استقامت ㊷ شجاعت اور بہادری ㊸ نیکی پر خوشی، گناہ پر رنج ㊹ زائد پر دوسروں کو ترجیح ㊺ دوسروں کے لئے وہی جو اپنوں کے لئے ㊻ توڑ والوں سے جوڑ ㊼ حق پر ہونے کے باوجود جھگڑے سے پرہیز ㊽ سلامتی صدر ㊾ خوش کلامی ㊿ خندہ پیشانی (۵۱) خاموشی اور قلت کلام (۵۲) شفقت اور رحمت (۵۳) ایثار (۵۴) سفارش (۵۵) حسن ظن (۵۶) مشورہ (۵۷) عدل وانصاف (۵۸) اجتماعیت اور اتحاد (۵۹) اصلاح بین الناس (۶۰) نیکوں کی صحبت (۶۱) بروں سے اجتناب (۶۲) مشتبہات سے بچنا (۶۳) مؤمن کو نفع پہنچانا (۶۴) کھانا کھلانا (۶۵) کپڑا پہنانا (۶۶) راستے سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹانا (۶۷) اہل

محبت کی آمد پر خوشی ⑥⑧ سلام ⑥⑨ مصافحہ ⑦⓪ والدین کے ساتھ حسن سلوک ⑦① اولاد کے ساتھ حسن سلوک ⑦② رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک ⑦③ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک ⑦④ تمام مخلوق کے ساتھ اچھے برتاؤ کے متعلق آپ کی پاکیزہ تعلیمات کا بیان ہے۔

شمائل کبریٰ جلد سوم ...... حصہ پنجم: اس جلد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی احوال واوصاف کا اور آپ کے اخلاق و عادات واطوار کا مفصل بیان ہے جو ۱۰۰ عنوانات پر مشتمل ہے۔ ① چہرہ مبارک ② پیشانی مبارک ③ دندان مبارک ④ آنکھ مبارک ⑤ سر مبارک ⑥ سینہ مبارک ⑦ لعاب دہن ⑧ برکات دہن ⑨ رخسار مبارک ⑩ کان مبارک ⑪ پلک مبارک ⑫ داڑھی مبارک ⑬ گردن مبارک ⑭ کندھا مبارک ⑮ ہڈیوں کے جوڑ ⑯ بغل مبارک ⑰ سینہ مبارک ⑱ پیٹ مبارک ⑲ پیٹھ مبارک ⑳ بال مبارک ㉑ رنگ مبارک ㉒ آواز مبارک ㉓ قلب مبارک ㉔ دست مبارک ㉕ پیر مبارک ㉖ قد مبارک ㉗ سایہ مبارک ㉘ حسن مبارک ㉙ عقل مبارک ㉚ پسینہ مبارک ㉛ مہر نبوت ㉜ خون مبارک ㉝ پاخانہ مبارک ㉞ آپ کا ختنہ شدہ ہونا ㉟ قوت وشجاعت ㊱ فصاحت و بلاغت ㊲ خشیت و بکاء ㊳ ہیبت و وقار ㊴ آپ کے بلند پایہ مکارم اخلاق ㊵ جود وسخا ㊶ آپ کی تواضع کا بیان ㊷ شفقت و رحمت ㊸ حلم و بردباری ㊹ گفتگو اور کلام مبارک ㊺ قصہ گوئی ㊻ آپ کے اشعار ㊼ خوش مزاجی ㊽ مسکراہٹ ㊾ خوشی اور رنج کے موقعہ پر آپ کی عادت طیبہ ㊿ مزاج (۵۱) شرم وحیاء (۵۲) آپ کی مجلس (۵۳) بیٹھنے کا طریقہ (۵۴) بدلہ کے متعلق (۵۵) گرفت کی عادت نہیں (۵۶) صبر کے متعلق (۵۷) اہل خانہ کے متعلق (۵۸) گھر میں داخل ہونے کے سلسلہ میں (۵۹) احباب اور رفقاء کے ساتھ برتاؤ (۶۰) بچوں کے ساتھ برتاؤ (۶۱) خادموں اور نوکروں کے ساتھ برتاؤ (۶۲) خدمت گاروں کا بیان (۶۳) یتیموں کی خدمت (۶۴) غرباء اور مساکین کی خدمت (۶۵) سائلین کے ساتھ برتاؤ (۶۶) مشورہ فرماتے (۶۷) تفاؤل خیر (۶۸) ایثار (۶۹) ٹیک لگانا (۷۰) رفتار مبارک (۷۱) نعل مبارک (۷۲) جوتا چپل پہننے کے متعلق (۷۳) موزے کے متعلق (۷۴) لینے دینے کے متعلق آپ کی عادت (۷۵) بارش کے سلسلے میں آپ کی عادت (۷۶) احباب کی خامیوں کے متعلق آپ کی عادت (۷۷) سیر وتفریح کے متعلق (۷۸) تصویر کے متعلق آپ کی عادت (۷۹) سلام کے متعلق آپ کی عادت (۸۰) مصافحہ کے بارے میں آپ کی عادت (۸۱) معانقہ کے متعلق (۸۲) تقبیل اور بوسہ کے سلسلے میں (۸۳) چھینک کے متعلق (۸۴) نام اور کنیت کے متعلق (۸۵) جنگی سامان کا ذکر (۸۶) گھریلو سامان کا ذکر (۸۷) پہرے داروں کا ذکر (۸۸) رہن سہن کے متعلق آپ کی عادات طیبہ (۸۹) وعظ وتقریر (۹۰) قرأت کا ذکر (۹۱) عبادت میں اہتمام (۹۲) نوافل کے متعلق آپ کی عادات (۹۳) لوگوں کے گھروں میں نفل پڑھنے کے متعلق (۹۴) ذکر الٰہی کرنے کے بارے میں (۹۵) توبہ واستغفار (۹۶) عمر مبارک (۹۷) متفرق پاکیزہ عادتیں۔

شمائل کبریٰ جلد سوم ...... حصہ ششم: ① طہارت ونظافت ② پاخانہ پیشاب کے متعلق ③ مسواک ④ وضو ⑤ مسح موزہ ⑥ تیمم ⑦ غسل ⑧ مسجد ⑨ اذان ⑩ اوقات صلوٰۃ کے متعلق آپ کے شمائل اور طریق مبارک کا مفصل بیان ہے۔

شمائل کبریٰ جلد چہارم ...... حصہ ہفتم: ① آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا مکمل نقشہ ② مستحبات ③ مکروہات وممنوعات

④ سجدہ سہو ⑤ خشوع وخضوع ⑥ سترہ ⑦ جماعت ⑧ امامت ⑨ صف کی ترتیب ⑩ اور سنن راتبہ کے متعلق آپ کے پاکیزہ شمائل کا ذکر ہے۔

شمائلِ کبریٰ جلد چہارم ...... حصہ ہشتم: ① نماز شب وتہجد ② تراویح ③ وتر ④ اشراق ⑤ چاشت ⑥ دیگر تمام نفل نمازیں، صلوٰۃ الحاجہ، صلوٰۃ الشکر، صلاۃ التسبیح والحفظ وغیرہ ⑦ نماز استسقاء ⑧ نماز گہن ⑨ نماز خوف ⑩ جمعہ ⑪ عید بقرعید ⑫ نماز سفر کے متعلق آپ کے پاکیزہ شمائل کا بیان۔

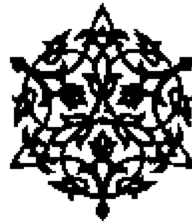
شمائلِ کبریٰ جلد پنجم ...... حصہ نہم: ① زکوٰۃ وصدقات ② رویت ہلال ③ روزہ رمضان ④ افطاری وسحری ⑤ شب قدر ⑥ اعتکاف ⑦ نفلی روزے، ماہانہ اور ہفتہ واری روزے ⑧ ممنوع روزے ⑨ اور سفر کے روزے کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوہ حسنہ اور تعلیم وطریق مبارک کا مفصل بیان۔

شمائلِ کبریٰ جلد پنجم ...... حصہ دہم: موت میت اور برزخ کے متعلق ① قبض روح ② غسل میت ③ کفن میت ④ جنازہ میت ⑤ تدفین میت ⑥ قبر اور اموات پر برزخ ⑦ تعزیت ⑧ وصیت ⑨ وراثت کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوۂ حسنہ اور تعلیم وطریق کا مفصل بیان ⑩ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات مبارک اور تجہیز وغسل وغیرہ کا بیان۔

شمائلِ کبریٰ جلد ششم ...... حصہ یازدہم: نکاح، طلاق، اور اس کے متعلقات کا مفصل بیان۔

شمائلِ کبریٰ جلد ہفتم ...... حصہ دوازدہم: آپ کے حج وعمرہ مبارک وغیرہ کا مفصل ذکر۔

اس کے بعد کی جلدوں میں دیگر بقیہ شمائل وخصائل عیادت، مرض، علاج ومعالج، طب نبوی وغیرہ امور کا مفصل ذکر ہوگا۔ اللہ پاک صحت وعافیت وبرکت کے ساتھ اسے پایہ تکمیل تک پہنچائے امت کے حق میں نافع اور اپنے حق میں باعث رضا بنائے۔ آمین۔



فہرست مضامین



بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

خدائے پاک مولیٰ کریم کا بے انتہا فضل وکرم کہ شمائل کبریٰ کی جلد ششم۔
آپ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے سلسلہ مسائل کی پنجم، ششم، ہفتم، کی یہ جلدیں دیگر جلدوں کے مقابلہ میں اہم اور ممتاز ہے کہ دین کی اساس اور بنیاد طہارت ونماز (جو اقامۃ الصلوٰۃ کے مفہوم میں داخل ہے) پر مشتمل ہے یہ تین جلدیں تقریباً تیرہ سو صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں۔

اس جلد ششم میں "سیّد الکونین فخر الانبیاء والمرسلین محبوب رب العالمین فداہ ابی وروحی صلی اللہ علیہ وسلم" کے نماز کی مکمل تصویر اور اس کے تفصیلی نقشہ کو سنن واثار کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ نماز کے ہر ہر رکن کے طریق وکیفیت کی وضاحت کی گئی ہے آپ کس رکن کو کس طرح کس کیفیت سے ادا فرماتے تھے اسی طرح دیگر متعلقات نماز سجدہ سہو، خشوع وخضوع، سجدہ تلاوت، سترہ، جماعت، امامت اور صفوں کی ترتیب سنن راتبہ وغیرہ کے سلسلے میں آپ ﷺ کے اسوہ اور طریق مبارک کو نہایت بسط وتفصیل سے احادیث وآثار کے بے پایاں ذخیرے سے مرتب کیا گیا ہے جو سات ابواب پر مشتمل ہے۔

حقیر مؤلف نے اہتمام اور سعی بلیغ کی ہے کہ ہر باب اور موضوع کے متعلق آپ کی سنتیں اور روایات واضح طور پر امت کے سامنے آجائیں، تاکہ سنن اور اسوہ رسول کا یہ بیش بہا ذخیرہ جو دونوں جہاں دنیا وآخرت کی بھلائی اور وسعت کا باعث ہے طالبین ومتلاشین سنت پر مخفی نہ رہے۔

امید ہے کہ یہ کتاب ایک جامع ترین کتاب ہوگی جو نماز اور اس کے متعلق مسائل پر ایک اہم مآخذ اور مراجع کی حیثیت سے رکھے گی۔

ترتیب میں روایات سے متعلق ضروری فوائد وتشریح کو مدنظر رکھا گیا ہے، اختلافی مباحث اور مناظرانہ پہلو سے گریز کیا گیا ہے، اور ثبوت میں احادیث پاک ہی کو معیار بنایا گیا ہے۔ ہاں کہیں آثار صحابہ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے جیسا کہ محدثین کرام کی عادت رہی ہے۔

مؤلف کی کوشش رہی ہے کہ متعدد کتب کے حوالے بقید جلد اور صفحات آجائیں تاکہ اہل تحقیق کو مراجعت میں آسانی ہو خیال رہے کہ صحاح ستہ، طحاوی اور مشکوٰۃ کے وہ حوالے درج ہیں جو ہندی مطبوعات کے ہیں چونکہ

دیار ہندو پاک اور مدارس میں یہی نسخے رائج اور متداول ہیں۔

مولیٰ کریم عزوجل کا بے انتہا فضل وکرم کہ پریشان کن مرض اور اہم درسی مصروفیتوں کے ساتھ اس کی تالیف کی توفیق بخشی اور قبول فرمایا"ولله الحمد والمنته"

ہمارے مخلص محترم مولانا محمد رفیق عبدالمجید صاحب، زمزم پبلشرز سے اس کی اشاعت کر کے امت میں سنت کی ترویج اور شیوع کی عظیم خدمت انجام دے رہے ہیں۔ خدائے پاک ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے اوران کو دارین کی سعادت وخوشحالی سے نوازے اور مکتبہ کو فروغ اور ترقی عطا فرمائے احیاء سنت اور ترویج شریعت میں ان کو امتیازی شان حاصل ہو۔ آمین۔

خدائے وحدہ لاشریک سے دعا ہے کہ شمائل کے اس وسیع سلسلہ کو جو امت کے لئے سنت اور دارین کی کامیابی کا ایک قیمتی سرمایہ ہے خلوص و عافیت کے ساتھ پائے تکمیل تک پہنچائے۔ رہتی دنیا تک امت کے ہر طبقہ کو اس سے مستفید فرمائے۔ عاجز کی لغزشوں کو معاف فرما کر ذخیرہ آخرت سرمایہ نجات اپنی رضا وتقرب کا باعث بنائے۔ آمین

والسلام

محمد ارشاد قاسمی بھاگل پوری

استاد حدیث وافتاء مدرسہ ریاض العلوم گورینی۔ جون پور

جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ اگست ۲۰۰۲ء



تقریظ

حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب دامت برکاتہم وفیوضکم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده و نصلی علی رسول الکریم

امابعد! زیرِ نظر کتاب ”شمائل کبریٰ“ کے چیدہ چیدہ مقامات کے مطالعہ سے مشرف ہوا، کتاب کی دو جلدیں زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں تیسری جلد زیر طبع ہے۔ (اب الحمد للہ ششم طبع ہو کر ہفتم زیر طبع ہے۔)

اس کتاب میں حضرت خاتم النبیین محمد عربی ﷺ کے حالات، خصائل اور عادات و اطوار کو عمدہ ترتیب اور دلنشین پیرایہ میں جمع کیا گیا ہے، کتاب کے مؤلف مولانا محمد ارشاد صاحب قاسمی استاذ حدیث مدرسہ اسلامیہ عربیہ ریاض العلوم گورینی (جونپور) صالح و جید الاستعداد فاضل نوجوان ہیں، مختلف موضوعات پر کتابیں تصنیف کر چکے ہیں۔

دعا گو ہوں اللہ رب العزت ان کی اس سعادت مندانہ کاوش کو اپنی شایان شان شرف قبولیت بخشے اور اس کو سبھی مسلمانوں کے لئے نافع اور مؤلف زید فضلہ کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے اور ہم سبھی کو نبی اکرم ﷺ کے اسوہ کو اپنی زندگیوں میں لانے کی توفیق افروز فرمائے۔

فقط والسلام
مظفر حسین المظاہری
ناظم و متولی مدرسہ مظاہر العلوم (وقف)
سہارن پور



تقریظ

رأس العلماء والفاضلین رئیس الاساتذہ والمحققین

حضرت مولانا سیّد برہان الدین صاحب دامت برکاتہم

(صدر شعبہ تفسیر دار العلوم ندوۃ العلماء وناظم مجلس تحقیقات شریعہ ندوۃ العلماء لکھنؤ)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان ﷺ کو جیسے اور جتنے اوصاف وکمالات سے متصف فرمایا وہ نہ آپ ﷺ سے قبل کسی کو عطا ہوئے نہ بعد میں یہ حقیقت ایسی اور اتنی ظاہر و باہر ہے کہ تسلیم کئے بغیر کسی مصنف واقف کو چارہ کار نہیں جس کا اعلان واظہار خود خالق و باری جل مجدہ نے اپنے پاک و برگزیدہ کلام میں "انک لعلی خلق عظیم" فرمایا اور گویا اس کی شرح کرتے ہوئے مداح رسول ﷺ ممتاز صحابی (جنہیں مدحیہ اشعار سنانے کے واسطے آنحضرت ﷺ اپنا مقدس منبر پیش فرما دیا کرتے تھے) حضرت سیّدنا حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یوں

رطب اللسان واحسن منك لم ترقط عيني
واجمل منك لم تلد النساءُ
خلقت مبرأً من كل عيب
كانك قد خلقت كما تشاءُ

اس ذات گرامی کے اوصاف حمیدہ کے بیان سے ہر زمانے میں جس نے بھی اپنے نامۂ اعمال کو منور کرنا چاہا، سعادت مند اور بہرہ آور ہونے کی مبارک سعی کی اس طرح کی مساعی جمیلہ کا سلسلہ زمانۂ نبوت سے آج تک برابر جاری ہے اور امید ہی نہیں یقین ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ تا قیام قیامت رہیگا، ان ہی سعادت مندوں کے اندر ہمارے زمانے کے ممتاز عالم دین کتب حدیث شریف کی تدریس میں عرصۂ دراز سے مشغول اور وسیع النظر کامیاب استاد مولانا محمد ارشاد صاحب قاسمی بھاگل پوری (استاد حدیث جامعہ ریاض العلوم گورینی جونپور) بھی ہیں۔ موصوف کے قلم سے نہ صرف متعدد علمی، دینی واصلاحی کتابیں نکل کر شائع و مقبول ہو چکی ہیں، بلکہ "شمائل

کبریٰ‘‘ عنوان کے تحت آنحضرت ﷺ ’’فداہ روحی وابی وامی‘‘ کے مبارک حالات اور حیات طیبہ کے مختلف گوشوں پر تفصیلی و تحقیقی انداز میں ایک علمی سلسلہ کتابی شکل میں شائع ہو رہا ہے جس کی پانچ (اب تک چھ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔) جلدیں شائع ہو چکی ہیں ہر جلد کئی کئی سو صفحات پر مشتمل ہے، جو حیات طیبہ کے بے شمار پہلوؤں کی پردہ کشائی کر کے خلق کی رہنمائی اور ذات نبوی ﷺ سے ربط و تعلق کا ذریعہ بنی ہیں اور نہ جانے کتنی سعید روحوں کے لئے سعادت ابدی کا سامان فراہم کر چکی ہیں ’’شکرا اللّٰہ مساعیہ وتقبلھا بقبول حسن‘‘ (آمین)۔

مولانا موصوف نے اپنے تحقیقی علمی ذوق کی بنا پر اس متبرک سلسلہ میں بھی تمام باتیں مدلل اور مکمل حوالوں سے کتابوں کے نام مع نمبر صفحہ و جلد کی تعیین کے ساتھ لکھی ہیں، البتہ بعض جگہ کتابوں کے نام اختصار سے لکھے ہیں مثلاً جمع صفحہ نمبر ۱۹۰، سبل صفحہ نمبر ۲۷۰، جس سے ہر قاری کا ذہن صحیح ماخذ کی طرف بآسانی منتقل ہونا ضروری نہیں (مقدمہ میں اس کی وضاحت کر دی گئی ہے) اس کتابی سلسلہ کی افادیت بڑھانے کا سبب مصنف کی طرف سے ہر اہم مضمون کے شروع میں برمحل عنوانات کا اضافہ بھی بنا ہے اس طرز سے سراپائے اقدس و سیرت مقدسہ کے جامع پہلو بآسانی سامنے آجاتے اور قاری کو پڑھنے کی دعوت دینے لگتے ہیں مثال کے طور پر (جلد پنجم سے) چند عنوانات ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔ آپ ﷺ شیریں آواز تھے (آپ ﷺ کی) فصاحت و بلاغت، خشیت و بکاء، شفقت و رحمت جود و سخا تواضع، مسجد کا گرد و غبار صاف فرما لیتے، حلم و بردباری شرم و حیاء، اہل خانہ کے ساتھ آپ ﷺ کا برتاؤ، احباب و رفقاء کے ساتھ کس طرح رہتے؟ اپنے اصحاب کے مزاج اور ضرورت کی رعایت کرتے احباب کی ملاقات کو جاتے بچوں کو سلام کرتے بچوں پر بڑے مہربان، خادموں کے ساتھ برتاؤ، غلاموں اور بیواؤں کے کام میں عار محسوس نہ فرماتے تھے۔

مذکورہ عنوانات نیز دیگر مشتملات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف نے انتخاب و ترتیب میں اصلاحی و تربیتی پہلو کو خاص طور سے ملحوظ رکھا ہے اس طرح کتاب کو زیادہ سے زیادہ مؤثر اور مفید بنانے کی کوشش کی ہے، گمان ہے کہ اس میں بتوفیق خداوندی وہ کامیاب رہے ہیں جس میں ان کے آسان اور عام فہم طرز بیان کا بھی دخل ہے غالباً اسی مصلحت سے پوری کتاب عربی عبارات سے گویا خالی ہے جو کچھ بھی ہے اردو زبان میں ہے البتہ کہیں کہیں کتاب کے اندر تعبیر میں جھول اور خامیوں کا احساس ہوا مثلاً پاکیزہ اسوۂ حسنہ صفحہ ۲۵۵ (’’پاکیزہ‘‘ زائد ہے) سہیلن ۲۶۰ (غالباً سہیلی بمعنی عورت کی دوست خاتون کی جمع حالانکہ اردو میں سہیلیوں مستعمل ہے جسے خود مصنف نے بھی استعمال کیا ہے علاوہ ازیں کتابت و طباعت کی غلطیاں تو کتابوں کا گویا مقدر بن چکی ہیں ان سے خالی ہونے کی توقع امر محال کی توقع کے مرادف ہیں پھر بھی یہ خیال ہے کہ زیر نظر کتاب پورے طور سے تو

نہیں لیکن بڑی حد تک ان سے خالی ہے اگر تھوڑی سی توجہ مزید کی جاتی تو شاید غلطیاں بالکل نہیں ہوتیں بہر حال مجموعی طور پر یہ سلسلہ نہایت مفید اور کارآمد ہے جس میں مصنف کو دلی مبارک باد پیش کی جانی چاہئے مصنف کا ارادہ اسے مزید بڑھانے کا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ ارادہ بھی پورا فرما کر پورے سلسلہ کو نافع ومقبول بنائے نیز قبول فرمالے آمین۔

والسلام
احقر برہان الدین سنبھلی.
۱۴/۱۲/۲۲ھ





تقریظ

استاذ الاساتذہ فخر الاماثل والاکابر

حضرت مولانا اکرام علی بھاگل پوری صاحب

شیخ الحدیث جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل گجرات

علامہ ابن قیم رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے کیا خوب فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اقوال واعمال اور اخلاق کے وہ میزان ہوتے ہیں کہ جو اس پر پورا اترا وہ ہر معیار پر پورا اتر گیا اور جو اس پر نہ اتر سکا وہ ان تمام امور میں بھی ناقص رہ گیا، وجہ اس کی یہ ہے کہ جتنی ضرورت جسم کو جان کی اور آنکھوں کو نور کی ہے، اس سے زیادہ ضرورت عالم کو انبیاء علیہم السلام کی ہے کیوں کہ جسم کو جان اور آنکھ کو نور کی ضرورت صرف دنیوی زندگی تک محدود ہے اور دنیوی زندگی خود بھی محدود ہے لیکن حضرت انبیاء علیہم السلام کی ضرورت دونوں جہاں کے ساتھ وابستہ ہے انسان اپنی عارضی اور دائمی دونوں حیات میں ان کا یکساں محتاج ہے، اسی لئے علامہ ابن تیمیہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے تحریر فرمایا ہے کہ مخلوق کو اپنی دین ودنیا میں جس چیز کی جتنی زیادہ ضرورت ہے، خالق کائنات نے اتنی ہی سخاوت اور بہتات کے ساتھ اس کو پیدا فرمایا ہے، کہ دیکھئے سانس لینے کے لئے ہوا کی ضرورت ہے اور ہر ضرورت سے زیادہ ضرورت ہے، لہٰذا اس کو پیدا بھی اس افراط سے فرمایا ہے کہ اپنی حاجت روائی کے لئے کسی کو کہیں بھی ذرا تکلیف نہیں ہوتی اس سے کم نمبری میں پانی کی ضرورت ہے اس کے بعد پھر کھانے کی اس لئے پانی کو بھی اسی فراوانی سے پیدا فرمایا ہے لیکن اتنی فراوانی سے نہیں جتنی ہوا کو، اسی طرح دینی پہلو کو لیجئے تو یہاں سب سے زیادہ حاجت معرفت ربوبیت کی ہے اس لئے اپنی ربوبیت کے دلائل انسان کو ہر جہت میں اس کثرت کے ساتھ پھیلا دیئے ہیں کہ ذرہ ذرہ اس کی ربوبیت پر شاہد بنا ہوا ہے، اس سے دوسرے نمبر کی حاجت نبوت کی ہے کون نہیں جانتا کہ ایک انسان جب اپنے جیسے دوسرے انسان کی خوشی اور ناخوشی کے ذرائع واسباب اس کے بتائے بغیر نہیں جان سکتا ہے تو خالق کی مرضی ونامرضی کے اسباب اس کے بتائے بغیر بھلا کون جان سکتا ہے اس لئے اللہ نے انبیاء علیہم

السلام بھیجے تا کہ ان کے ذریعہ سے لوگوں کو اپنی مرضی و نامرضی کے اسباب تفصیل سے بیان فرما دے اور انسانوں کو ان کی مکمل پیروی کا پابند بنا دے نبی کے نقش قدم کا پابند ہو جانا یہی عبادت ہے اس لئے قرآن نے اعلان فرمایا "ما اتاکم الرسول فخذوہ ومانھاکم عنه فانتھو" نبی جو کچھ دیں بلا چوں چرا لے لو اور جس چیز سے روک دیں رک جاؤ کہیں فرمایا "ان کنتم تحبون اللّٰه فاتبعونی یحببکم اللّٰه" اگر خدا سے تم کو محبت کا دعوی ہے تو نبی کی پیروی کرو تم بھی خدا کے محبوب بن جاؤ گے کہیں فرمایا گیا "لقد کان لکم فی رسول اللّٰه اسوۃ حسنه" نبی کریم ﷺ کی ہر نقل و ادا امت کے لئے بہترین نمونہ ہے۔

غرض کہ نبی کریم ﷺ کی ہر نقل و حرکت کی پیروی کئے بغیر کوئی دین دار ہو ہی نہیں سکتا اس لئے آپ ﷺ کی سنت انسانی زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے اور اس کو ہوا کی طرح ہر جگہ پھیلا دیا گیا ہے آپ کو ہوا کی ضرورت ہر جگہ ہے دفتر میں ہوں یا سڑک پر چل رہے ہوں آرام خانہ میں ہوں یا بیت الخلاء میں ہوں سو رہے ہوں یا جاگ رہے ہوں ہر وقت ہر جگہ ہر حالت میں آپ کو ہوا کی ضرورت ہے بالکل یہی حال آنحضور ﷺ کے طریقۂ زندگی کا ہے بیت الخلاء میں کس طرح داخل ہوں گے کس طرح باہر آئیں گے بیوی کے پاس کس طرح جائیں گے اور اس سے ازدواجی تعلق کس طرح برقرار رکھیں گے غسل خانہ میں کس طرح نہائیں گے کس طرح پانی بہائیں گے بازار میں فروخت کس طرح کریں گے دام مول کس طرح کریں گے مسجد میں کس طرح جائیں کس طرح نکلیں اور جتنی دیر مسجد میں گزرے کس طرح گزرے گھر میں شادی ہو تو اس کو کس طرح انجام دیں اور کسی کی موت ہو جائے تو اس کی تجہیز و تکفین کے آداب کیا ہیں انسانوں سے برتاؤ کس طرح پر ہو جانوروں کے ساتھ سلوک کیا ہو غیر مسلموں کے ساتھ معاملہ کس طرح پر ہو سونے جاگنے کے آداب کیا ہیں نشست و برخاست کے آداب کیا ہیں کھانے پینے کا طریقہ کیا ہونا چاہئے گفتگو کا انداز کیا ہونا چاہئے غرض کہ آپ کی حیاۃ طیبہ انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں رہنما ہے اور ہوا کی طرح ہر جگہ موجود ہے۔

آپ ﷺ کی زندگی کی جامعیت اسلام کے کٹر مخالف کو بھی کرنا پڑا ہے احادیث کی تقریبا ہر کتاب میں یہ روایت ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طنز کرتے ہوئے مشرکین نے کہا تمہارے نبی ایک طرف تو نبوت کا اتنا اونچا دعوی کرتے ہیں اور دوسری طرف جب وہ تعلیم دینے پر آتے ہیں تو پیشاب، پاخانہ، جیسی گھٹیا چیز کی بھی تعلیم دیتے ہیں جو ان کی شان کے خلاف ہے تو اس پر حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکیمانہ جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہی تو ہمارے نبی اور ان کی تعلیم کا کمال ہے کہ وہ انسانی زندگی کے ہر شعبہ کو حاوی ہے تمہارے خیال میں بھی جب وہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو نظر انداز نہیں کرتے ہیں تو ان کی شریعت بڑی بڑی باتوں کو کیسے نظر انداز کر سکتی ہے اس حقیقت کو حضرات صحابہ کرام نے خوب سمجھا یہی وجہ ہے کہ انہوں نے آنحضور

ﷺ کی زندگی کے ہر گوشہ کی حفاظت فرمائی عبادات و عادات میں اس کی پوری پوری حفاظت کی اور پابندی سے عمل کرتے رہے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھانا تناول فرماتے ہوئے دستر خوان پر گرے ہوئے دانے کو اٹھا کر کھالیا اس پر ان کو کسی نے ٹوکا کہ یہاں کے لوگ اس کو خلاف تہذیب سمجھتے ہیں تو حضرت حذیفہ نے فرمایا "ا اترك سنة حبيبى" "لهو لاء الحمقاء" کہ کیا ان احمقوں کی خاطر اپنی محبوب کی سنت چھوڑ دوں امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ شیخ اسلم نے زندگی بھر تربوز محض اس لئے نہیں کھایا کہ آنحضور ﷺ کے تربوز کھانے کا ان کو انداز معلوم نہ تھا۔

ایک بزرگ نے ایک مرتبہ موزہ سہواً اول بائیں پیر میں پہن لیا تو اس کے کفارہ میں بہت سارا گیہوں انہوں نے خیرات کر دیا تب کہیں ان کو چین آیا ادھر عبادات کے حدود کی اتنی حفاظت فرمائی کہ حضرت عمر اور حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہما بعد عصر نفل پڑھنے والوں کو مارا کرتے تھے کیونکہ آنحضور ﷺ نے امت کو بعد عصر نفل پڑھنے سے روکا ہے ایک شخص کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عید کی نماز سے پہلے نفل پڑھنے سے روکا تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نماز پڑھنے والے سے ناراض نہیں ہوتا تو اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ نماز حضور ﷺ نے زندگی بھر نہیں پڑھی ایسی نماز سے خدا راضی نہیں ہوتا کیونکہ اللہ کی مرضی کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کون جان سکتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آنحضور ﷺ کی ہر نقل و حرکت کی حفاظت میں اپنی جان لگا دی صرف ایک حدیث کی خاطر دو دو ماہ کا سفر کیا اور ان کے بعد حضرات تابعین اور ائمہ حدیث نے حفاظت حدیث کی خاطر اپنی جان و مال کو صرف کر ڈالا بعض محدثین کے حالات میں لکھا ہے کہ انہوں نے پچاس لاکھ کا سرمایہ صرف کر ڈالا اور ان کے پاس پاؤں میں پہننے کے لئے جوتا بھی نہیں تھا یہ انہیں حضرات کی جانی و مالی قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ آج صحیح حدیثوں کا بہت بڑا ذخیرہ امت کے ہاتھ میں ہے اور اس کی وجہ سے صحیح دین اپنی اصلی روپ میں ہمارے پاس موجود ہے انہیں احادیث میں بہت بڑا سرمایہ شمائل کی حدیثوں کا ہے جن میں نبی کریم ﷺ کے رنگ و روپ قد و قامت اور آپ کے حسن و جمال کی حدیثیں ہیں جن کو پڑھ کر ایمان تازہ ہوتا ہے اور ذات گرامی کی طرف جذب و کشش میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ کمال ایمانی کا ایک سنہرا باب ہے اس طرح کی حدیثوں کو بعض محدثین نے مستقل کتاب کی شکل میں مرتب فرمایا جن میں امام ترمذی کی شمائل ترمذی مدارس میں داخل نصاب ہے شمائل کی احادیث میں ایک حصہ ان احادیث کا ہے جن میں آنحضور ﷺ کے خورد و نوش رفتار و گفتار نشست و برخاست کا مفصل تذکرہ ہے جن کو پڑھنے کے بعد عمل کرنے سے انسان کو خدا کا اعلیٰ قرب حاصل ہوتا ہے اسی مقصد کے خاطر صوبہ بہار کے جید عالم اور ریاض العلوم گرینی جونپور کے استاذ حدیث عالم

باعمل جناب مفتی محمد ارشاد صاحب اعلی اللہ درجاتہ نے شمائل کی حدیثوں کی تشریحات کئی جلدوں میں بڑی عرق ریزی اور دل نشین انداز میں مرتب فرمایا ہے، جو اکثر حصے چھپ کر امت کے ہاتھ میں آچکے ہیں، اور باقی جو ہے انشاء اللہ منظر عام پر آنے والا ہے اس دور میں مولانا موصوف کی گرانقدار تالیف کاوشوں کا بھر پور صلہ عطا فرمائے، اور اس گرانقدر تالیف کا فیض عام اور تام فرمادے ؏

این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

فقط والسلام

محمد اکرام علی غفرلہ

خادم جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل گجرات



تقریظ

فقیہ بے مثال جامع فضل وکمال، صاحب معرفت وطریقت

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف صاحب

مدرسہ بیت العلوم سرائے میر اعظم گڑھ

الحمد للّٰہ لحضرۃ الجلالۃ والنعت لخاتم الرسالۃ والرضا والرحمۃ لا صحابہ صلی اللّٰہ واھل بیتہ اصحاب البسالۃ. اما بعد.

فقد قال اللّٰہ تعالیٰ ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ ویغفر لکم ذنوبکم.

اللہ رب العزت نے آیت بالا میں اپنی محبوبیت گو کہ باشد اسی طرح اپنی محبت کو نبی اکرم ﷺ کی اتباع سے منوط اور اس پر موقوف فرمایا ہے اور یہ بات ہرکس وناکس کو معلوم ہے کہ موقوف کا حصول بغیر موقوف علیہ کے محال ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اللہ رب العزت کی محبوبیت اور اسی طرح ان کی محبت نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع پر موقوف ہے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع آپ کے شمائل سیرت کے علم پر موقوف ہے۔ اس لئے شمائل وسیرت شریفہ کا علم ”من اھم الواجبات“ ٹھہرا پھر اس کے علم کا حصول شمائل وسیرت کے مدونات ہی ہو سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جزاء خیر عنایت فرمائے مولانا محمد ارشاد صاحب زاد مجدہ کو کہ انہوں نے سیرت اور شمائل کے عنوان پر ”شمائل کبریٰ“ نامی کتاب کی کئی جلدیں مرتب فرما دی ہیں جس میں سیرت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تقریباً سارے شیون جمع فرمائے ہیں جس کا تعلق دید سے ہے شنید ناکافی ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کے لئے حرز جان بنانے کے لائق ہے۔ **واللّٰہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم.**

انا عبدہ الضعیف محمد حنیف غفرلہ جون پوری

۶،۱۹، ۱۴۲۳ھ



نماز کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوہ اور مبارک طریق وعادات کا بیان

نماز شروع کرتے وقت قبلہ رخ ہوتے

ابوحمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو قبلہ رخ ہوتے۔

(ابن ماجہ صفحہ: ۵۸، ابن حبان فی الزوائد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں نماز پڑھتے تھے تو بیت المقدس اور کعبہ (دونوں) کا رخ فرماتے۔ (یہ مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران کی بات ہے)۔ (تلخیص جلد اصفحہ ۲۲۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم نماز (کے لئے کھڑے ہونے) کا ارادہ کرو تو اچھی طرح وضو کرو، پھر قبلہ رخ ہو جاؤ پھر تکبیر کہو۔ (بیہقی، کنز العمال صفحہ ۴۲۶)

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نماز کا ارادہ کرو تو خوب اچھی طرح وضو کرو، پھر قبلہ رخ ہو جاؤ، پھر تکبیر کہو۔ (کنز العمال صفحہ ۴۲۵، الفتح الربانی صفحہ ۱۱۹)

فائدہ: تمام نمازوں میں قبلہ رخ ہونا فرض ہے اگر سینہ وسر قبلہ سے پھر جائے تو نماز نہیں ہوتی اگر قبلہ کا علم نہ تھا، تحری اور سوچ کر یقین ہوا کہ قبلہ یہ ہے نماز پڑھ لی معلوم ہوا کہ غلط ہو گیا تو نماز ہو گئی البتہ نفل نماز سواری یا گاڑی پر رخ قبلہ شروع کیا پھر گاڑی یا سواری کا رخ قبلہ سے پھر گیا تو گاڑی اور سواری ہی کے رخ پر نماز پڑھتا رہے نماز ہو جائے گی آپ سفر میں ایسا ہی کرتے مزید قبلہ کے مسائل کتب فقہ میں دیکھئے۔

دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے وقت تکبیر کہتے

حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے قبلہ رخ ہوتے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تکبیر کہتے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۵۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے۔ (ترمذی صفحہ ۵۶، دارمی صفحہ ۲۸۱)

حکم بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کو نماز سکھلاتے تھے۔ (فرماتے) جب تم

نماز کے لئے کھڑے ہوتو اپنے ہاتھوں کو اٹھاؤ ہاتھوں کو کان سے مت ہٹاؤ (یعنی متصل رکھو) اور اللہ اکبر کہو۔ (مجمع صفحہ ۱۰۲)

فائدہ: خواہ کوئی بھی نماز ہو شروع کرنے کے لئے تکبیر تحریمہ اللہ اکبر کہنا شرط اور فرض ہے علامہ حلبی نے شرح منیۃ میں اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ (السعایۃ:۱۰۶)

فائدہ: دیکھئے اس روایت میں ذکر ہے کہ آپ حضرات صحابہ کو نماز سکھلاتے تھے اسی طرح حضرات صحابہ کرام بھی سکھلاتے تھے نماز سیکھنے سے آتی ہے، پڑھنے سے اور کتاب سے نہیں آتی، افسوس آج ہم لوگوں نے عملاً نماز سکھانا چھوڑ دیا اس لئے آج نماز سنت کے مطابق نہیں ہو رہی ہے ہاتھ اٹھانے پیر رکھنے تک کا طریقہ لوگوں کو معلوم نہیں اور نہ سیکھنا چاہتے ہیں آخر کیسے نماز درست ہوگی۔

تکبیر کہتے ہوئے آپ ﷺ ہاتھوں کو اٹھاتے

حضرت وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ تکبیر کہتے ہوئے ہاتھوں کو اٹھا رہے تھے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۰۵، تلخیص صفحہ ۲۳۲)

حضرت وائل کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی آپ ﷺ دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے ہوئے تکبیر کہتے۔ (تلخیص صفحہ ۲۳۲)

فائدہ: خیال رہے کہ آپ ﷺ سے حضرات صحابہ نے ہاتھ اٹھانے اور تکبیر کہنے کے متعلق تین طریقے سے روایت کی ہے، حضرت ابوحمید کی روایت میں ہے، ہاتھ اٹھاتے پھر تکبیر فرماتے، یعنی اولاً ہاتھ اٹھانا پھر تکبیر کہنا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۵۸)

اور وائل ہی سے دوسری روایت ہے کہ آپ ﷺ جب نماز پڑھتے تو تکبیر کہتے پھر ہاتھوں کو اٹھاتے چنانچہ حافظ نے تلخیص میں ان مختلف روایتوں کو بیان کیا ہے۔ (تلخیص جلد ۱ صفحہ ۲۳۲، ابوداؤد صفحہ ۱۰۵)

علامہ عبدالحیٔ فرنگی محلی نے السعایہ میں بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ سے یہ تینوں طریقے ثابت ہیں علماء ہر صورت کے جواز کے قائل ہیں صرف اولویت میں اختلاف ہے۔

چنانچہ پہلا قول: دونوں ساتھ کا ہے اس کے قائل امام طحاوی ہیں یہی امام ابو یوسف سے مروی ہے اسی کو شیخ الاسلام قاضی خاں صاحب خلاصہ تحفہ، بدائع، محیط نے اختیار کیا ہے بقالی نے کہا ہے کہ یہی ہمارے تمام اصحاب کا قول ہے قاضی خاں نے ساتھ کا مطلب یہ بیان کیا کہ دونوں کی ابتداء انتہاء ایک ساتھ ہو، یعنی ہاتھ اٹھاتے ہی تکبیر شروع ہو اور ہاتھ باندھتے ہی تکبیر پوری ہو جائے۔

دوسرا قول: تکبیر سے قبل ہاتھ اٹھانے کا ہے، صاحب مجمع نے اسے طرفین کا قول بیان کیا ہے غایۃ البیان

میں ہے کہ یہ عام علماء احناف کا قول ہے مبسوط میں ہے کہ اکثر مشائخ کا قول ہے۔ صاحب ہدایہ نے اسی کی تصحیح کی ہے صاحب سعایہ نے اسی کو اصح قرار دیا ہے اسی کو مؤید بالصحیحین بروایت عمر کہا ہے اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے کہا کہ اولاً ہاتھ اٹھا کر غیر اللہ سے بڑائی کی نفی ہے پھر تکبیر سے خداوند کی کبریائی اور بڑائی کا ثبوت ہے۔

تیسرا قول: اول تکبیر کہے پھر دونوں ہاتھوں کو اٹھائے اس کی تائید مسلم کی اس روایت سے ہوتی ہے جس میں ہے کہ "اذا صلی کبر ثم رفع یدیه" نماز پڑھتے تو پہلے تکبیر کہتے پھر دونوں ہاتھ اٹھاتے۔

(السعایہ جلد ۲ صفحہ ۱۵۰)

خیال رہے کہ تکبیر یعنی اللہ اکبر ادا کرنے میں اکبر کی راء پر سکون یعنی جزم ہوگا پیش پڑھنا درست نہیں چنانچہ بنایہ شرح ہدایہ میں ہے اکبر کی راء کو ساکن پڑھا جائے گا کہ ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ تکبیر کی راء کو ساکن رکھا جائے گا۔ (البنایہ جلد ۲ صفحہ ۱۷۸)

ہاتھ اٹھاتے وقت انگلیوں کا رخ اور ہتھیلی قبلہ رخ رہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی نماز شروع کرے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھائے اور اپنی ہتھیلیوں کو قبلہ رخ کرے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے (گویا کہ)۔

(مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۰۲، طبرانی اوسط، کنز العمال صفحہ ۴۳۰)

فائدہ: نماز شروع کرتے وقت جب تکبیر تحریمہ کے لئے ہاتھ اٹھائے تو ہتھیلیاں کھلی رہیں انگلیاں اپنی حالت پر کھڑی اور کشادہ رہیں الگ الگ نہ رہیں۔ اور ہتھیلیوں کے سامنے والا حصہ قبلہ کی جانب رہے اور پشت ہتھیلی مشرق کی جانب رہے اور ہتھیلی کان کے قریب تک پہنچی ہو یہ نماز کا مسنون طریقہ ہے "کذا فی الشروح وکتب الفقه." (السعایہ، الفتح الربانی جلد ۳ صفحہ ۱۷۰)

افسوس در افسوس کہ آج نماز جیسی اہم اور اسلام کی معیاری دولت بھی سنت اور شریعت کے مطابق ادا نہیں ہو رہی ہے اہل علم اور پڑھا لکھا طبقہ بھی جو دین اور علم میں ممتاز سمجھا جاتا ہے سنتوں کی رعایت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے گو کتابوں میں سرسری پڑھ لی گئی ہیں مگر عمل کے دائرے میں نہیں۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ نماز سیکھنے سے اور کسی واقف سنت کو دکھا کر کہ ہماری نماز کا ہر ہر جز سنت کے مطابق ہے یا نہیں اس طرح دکھا کر تعلیم سے آتی ہے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو نماز سکھاتے تھے صحابہ کرام تابعین کو، اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہا افسوس علمی جگہوں، مدارس و مکاتب میں بھی سنت کے مطابق نماز سکھانے کا طریقہ مفقود ہے اولاً تو یہ اصحاب تعلیم خود ہی واقف نہیں اگر کوئی واقف ہے تو سکھانے کا ذہن نہیں اکثر و بیشتر لوگوں کی نمازیں

سنت و مستحب کی رعایت کے ساتھ نہیں ہوتی کچھ تو فرائض اور واجبات سے بھی غافل ہیں خدائے پاک ہی دین کی قیمت ذہن میں ڈالے آپ دیکھیں گے نماز کی ابتداء بھی سنت کے مطابق اکثر و بیشتر لوگ ہاتھ اٹھاتے وقت ہتھیلی کا رخ بجائے قبلہ کے کانوں کی طرف تلوار کے مانند رکھتے ہیں یہ طریقہ خلاف سنت ہے جس میں اچھا خاصا طبقہ گرفتار ہے پھر ہاتھ کو باندھنے میں سنت کی رعایت نہیں مٹھی کی طرح ہاتھ باندھتے ہیں اسی طرح پیروں کو بھی خلاف سنت ٹیڑھا کر کے تکون بنا کر رکھتے ہیں حالانکہ دونوں پیروں کا بالکل سیدھا ہونا انگلیوں کا قبلہ رخ ہونا سنت ہے اسی طرح تمام حالتوں میں انگلیاں قبلہ رخ رکھنی سنت ہے۔

سنت کے مطابق نماز کو ماحول میں رائج کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ مساجد کے ائمہ اور اہل علم سنت سے پوری طرح واقف ہوں اور وہ کسی ایک وقت نماز کے بعد نماز کے فرائض واجبات وسنن و مستحبات کو بتائیں اور کر کے دکھلائیں اسی طرح مدارس و مکاتب میں بچوں کو، تب کچھ کام ہوگا۔

عورتیں اپنے ہاتھوں کو کہاں تک اٹھائیں گی

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ان سے آپ ﷺ نے فرمایا: اے وائل جب تم نماز پڑھو تو اپنے ہاتھوں کو کانوں کے مقابل اٹھاؤ اور عورتیں اپنے ہاتھوں کو سینہ کے مقابل اٹھائیں۔

(مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۱۰۳، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۴۳۱، طبرانی)

ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ عورتیں اپنے ہاتھوں کو (تکبیر تحریمہ کے وقت) کندھے تک اٹھائیں گی۔

(ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۳۹)

عاصم الاحول کہتے ہیں کہ میں نے حفصہ بنت سیرین کو دیکھا کہ سینہ کے مقابل ہاتھ کو اٹھایا۔

حضرت ام درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق مروی ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں کو جب نماز شروع فرماتیں تو کندھے تک لے جاتیں۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۳۹)

حضرت حماد عورتوں کے متعلق فرماتے تھے کہ وہ سینے کے مقابل ہاتھ اٹھایا کریں۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۳۹)

فائدہ: عورتوں کے لئے سنت اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ وہ تکبیر تحریمہ نماز کے شروع کی تکبیر میں اپنے ہاتھوں کو مردوں کی طرح کانوں کے مقابل نہ اٹھائیں بلکہ کندھے اور سینہ تک ہی اٹھائیں آپ ﷺ نے یہی حکم عورتوں کو دیا ہے حضرات صحابہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ علامہ عینی نے البنایہ میں ذکر کیا ہے کہ ام درداء، عطاء، زہری، حماد وغیرہ سے یہی طریقہ منقول ہے اور یہی صحیح ہے پردہ اور ستر کی رعایت کرتے ہوئے یہی مناسب ہے۔ (البنایہ صفحہ ۱۲۰)

عورتیں اپنے ہاتھ سینے پر رکھیں گی

عورت اپنے ہاتھوں کو مردوں کی طرح ناف کے نیچے نہیں رکھیں گی بلکہ سینہ پر رکھیں گی۔

(شرح منیہ، البحر، بنایہ شرح ہدایہ صفحہ ۱۳۴)

عورتیں اپنے ہاتھوں کو سینے پر رکھیں گی اور یہی حکم مخنث کا بھی ہے۔ (اعلاء السنن جلد ۱ صفحہ ۱۷۲)

ہاتھ اٹھاتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم انگلیاں کس طرح رکھتے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے تکبیر فرماتے تو انگلیوں کو پھیلائے رکھتے۔ (ترمذی صفحہ ۹۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں داخل ہوتے تو انگلیوں کو کھلا رکھتے۔ عبداللہ بن سعید الاشجؒ کی روایت میں ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو انگلیوں کو کھلا پھیلا کر رکھتے۔ (صحیح ابن خزیمہ صفحہ ۲۳۴)

فائدہ: حدیث پاک میں جو مذکور ہے کہ انگلیوں کو نشر کرتے اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ انگلیوں کو بالکل الگ الگ رکھتے اور نہ ملا کر رکھتے بلکہ اپنی حالت پر رکھتے۔ ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں ذکر کیا ہے کہ گھٹنوں پر انگلیوں کو کشادہ کر کے (رکوع کی حالت میں) رکھا جائے گا اور ملا کر سجدہ میں رکھا جائے گا، باقی تحریمہ کے وقت اور تشہد میں بیٹھنے کے وقت نہ بالکل کشادہ اور نہ بالکل ہی ملا کر رکھا جائے گا۔ (مرقات صفی، السعایہ صفحہ ۱۵۲)

خیال رہے کہ ہاتھ اٹھاتے وقت ہتھیلیوں کا رخ قبلہ کی جانب رہے گا۔ اکثر لوگ ہتھیلیوں کا رخ کان کی طرف رکھتے ہیں غلط ہے۔ (السعایہ صفحہ ۱۵۲)

کان کے قریب تک ہاتھ اٹھائے

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے نماز شروع کی تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا یہاں تک کہ وہ دونوں کانوں تک آ گئے۔ (مسند احمد، الفتح الربانی: ۱۶۵، مجمع جلد ۱ صفحہ ۱۰۱)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ دونوں انگوٹھے کان کے مقابل آ جاتے۔

(مسند احمد صفحہ، الفتح الربانی جلد ۳ ج صفحہ ۱۶۹، ابوداؤد، دارقطنی صفحہ ۲۹۰، طحاوی صفحہ ۱۱۶)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے تکبیر کہی اور دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھایا۔ (تلخیص صفحہ ۲۳۱)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب وہ نماز شروع فرماتے تو دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ انگوٹھے کان کی لوتک پہنچ جاتے۔ (نسائی صفحہ ۱۴۱، تلخیص جلد ا صفحہ ۲۳۱)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھوں کو کان کے مقابل اٹھانا سنت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ کی روایت میں جو کان کے بجائے کندھے تک اٹھانے کا ذکر ہے بظاہر اس میں تعارض نہیں السعایہ میں ہے کہ ہتھیلی کندھے تک اور انگلیاں کان کے مقابل تک آ جاتی تھیں چنانچہ اس طرح دونوں روایتوں پر عمل ہو جاتا ہے۔ (صفحہ: ۱۵۳)

اس کی تائید اس روایت سے بھی ہو جاتی ہے جو ابوداؤد میں حضرت وائل سے اس طرح مروی ہے، ہاتھوں کو اٹھایا یہاں تک کہ کندھے تک ہو گئے اور انگلیاں کانوں تک۔ (السعایہ: ۱۵۳)

تکبیر کے بعد ہاتھ کس طرح باندھتے

حضرت قبیصہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تو بائیں ہاتھ کو دائیں سے پکڑ لیتے۔

(ترمذی صفحہ ۵۹)

حضرت غضیف بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں بھولا نہیں ہوں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے ہوئے ہیں۔ (مسند احمد الفتح الربانی جلد ۳ صفحہ ۱۷۲، طبرانی مجمع صفحہ)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بائیں ہاتھ (ہتھیلی) کو دائیں ہاتھ (ہتھیلی) سے پکڑ لیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۰۵)

اسی طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ سے پکڑ رکھتے تھے۔ (دار قطنی جلد ا صفحہ ۲۸۳)

حضرت عاصم بن کلیب کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھا۔

(ابوداؤد صفحہ ۱۰۵)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ وہ نماز میں بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر رکھے ہوئے تھے جب آپ نے دیکھا تو ان کے بائیں پر دائیں ہاتھ کو رکھ دیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۱۰)

فائدہ: خیال رہے کہ تمام نمازوں میں اکثر علماء کے نزدیک سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھے تقریباً ۱۸ اصحابہ اور ۲ تابعی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرح ہاتھ رکھنے کو نقل کرتے ہیں۔

(نیل الاوطار صفحہ ۸۶، الفتح الربانی صفحہ)

ابن عبدالبر مالکی نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اس کے خلاف (ارسال) تو ثابت ہی نہیں۔

ہاتھ رکھنے کا مشروع طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی اور انگوٹھے سے بائیں ہاتھ کے گٹے کو پکڑے۔ وضع اور اخذ دونوں روایتوں کا یہ جامع طریقہ ہے۔ (کذا فی السعایہ جلد۲ صفحہ ۱۵۷)

دونوں ہاتھوں کو کہاں رکھے؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ سنت یہ ہے کہ نماز میں ہتھیلی کو ہتھیلی پر رکھ کر ناف کے نیچے رکھے۔
(الفتح الربانی صفحہ ۱۷۱، نیل الاوطار صفحہ ۱۸۸، دار قطنی صفحہ ۲۸۶، ابوداؤد صفحہ ۲۷۵)

جریر الضبی نے کہا کہ میں نے حضرت علی کو دیکھا کہ بائیں ہاتھ کو دائیں سے پکڑے ہوئے ناف کے نیچے رکھے ہوئے ہیں۔ (السعایہ صفحہ ۱۵۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ دونوں ہاتھوں کو باندھ کر ناف کے نیچے رکھے۔ دوسری بعض روایتوں میں سینے پر رکھنا بھی منقول ہے۔

ابن ہمام کہتے ہیں سینہ اور ناف کے نیچے دونوں ثابت ہے۔ (سعایہ صفحہ ۱۵۶)

حضرات احناف نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو اختیار کیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ ناف کے نیچے ہتھیلی پر ہتھیلی رکھنا ہے۔
(ابوداؤد صفحہ ۲۷۵)

حضرت وکیع نے بواسطہ ربیع حضرت ابراہیم نخعی کا یہ معمول نقل کیا ہے کہ وہ بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔ (آثار السنن صفحہ ۷۱، اعلاء السنن صفحہ ۱۶۶، ابن ابی شیبہ)

بلوغ الامانی میں ہے کہ امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری، اسحاق راہویہ اور ابواسحاق مروزی شافعی اسی کے قائل ہیں۔ (الفتح الربانی جلد۳ صفحہ ۱۷۴)

امام ترمذی نے بھی اسے ذکر کیا ہے۔

آپ تکبیر تحریمہ کے بعد کیا پڑھتے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع فرماتے تو "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ" پڑھتے۔ (نسائی صفحہ ۱۴۳)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کو سکھلاتے تھے کہ جب ہم نماز شروع کریں تو یہ پڑھیں "سبحانك اللهم" آخر تک۔ (دار قطنی صفحہ، ترمذی صفحہ ۵۷، مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ ۱۰۶)

فائدہ: تکبیر کے بعد ثناء پڑھنا تمام نمازوں میں سنت ہے فرائض کی امامت مین صرف اسی ثناء کو پڑھ کر اعوذ باللہ بسم اللہ کے بعد قرأت شروع کرنا ہے البتہ نوافل میں اور رات کی نمازوں میں طویل دعائیں اور اذکار بھی پڑھ

سکتے ہیں جیسا کہ آپ سے ثابت ہیں۔

نوافل میں تکبیر تحریمہ کے بعد کیا پڑھتے؟

حضرت محمد ابن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نوافل پڑھتے تو اللہ اکبر فرماتے اور پھر یہ پڑھتے:

"اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِکُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ." (نسائی صفحہ ۱۴۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عبدالرحمٰن بن عوف نے پوچھا کہ رات کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح شروع فرماتے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو نماز کی ابتداء تکبیر تحریمہ کے بعد اس سے شروع فرماتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۱۱)

"اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَئِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ وَاِسْرَافِیْلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْکُمُ بَیْنَ عِبَادِکَ فِیْمَا کَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ اِهْدِنِیْ لِمَا اخْتُلِفَ فِیْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِکَ اِنَّکَ اَنْتَ تَهْدِیْ مَنْ تَشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ."

ترجمہ: "اے جبرائیل! میکائیل اور اسرافیل کے رب، آسمان و زمین کو پیدا کرنے والے غیب و حاضر کے جاننے والے، آپ ہی بندوں کے درمیان فیصلہ کرتے ہیں جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں ہمیں حق کی ہدایت دیجئے ان باتوں میں جس میں یہ اختلافات کرتے ہیں آپ کی اجازت سے آپ جسے چاہتے ہیں سیدھے راستے کی ہدایت دیتے ہیں۔"

فائدہ: نوافل اور رات کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم مختلف جامع دعاؤں سے شروع فرماتے تفصیل کے لئے "الدعاء المسنون" عاجز کا تالیف کردہ دیکھئے۔

ثناء کے بعد قرأت سے پہلے اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھتے

ابن منذر سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ قرأت سے پہلے "اعوذ باللّٰه من الشیطان الرجیم" پڑھتے۔

اسود نے کہا: ہم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ نماز شروع کرتے تو "سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا اِلٰهَ غَیْرُکَ" پڑھتے پھر "اعوذ باللّٰه" پڑھتے۔ (سنن کبریٰ

صفحہ ۳۶، نیل صفحہ ۱۹۷، دار قطنی صفحہ ۱۲۶، السعایہ تلخیص الجبیر صفحہ ۲۲۵)

جبیر بن مطعم کی روایت میں ہے کہ آپ قرأت سے پہلے اعوذ باللہ پڑھتے۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کے بعد یہ پڑھتے "سبحانك اللهم" آخر تک پھر "لا اله الا الله" ۳ مرتبہ پڑھتے پھر اللہ اکبر ۳ مرتبہ پڑھتے پھر "اعوذ بالله السميع العليم من الشيطن الرجيم من همزه ونفخه و نفثه" پڑھتے پھر قرأت شروع فرماتے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سورہ الفاتحہ پڑھتے تو پہلے بسم اللہ الخ پڑھتے۔ (تلخیص صفحہ ۲۲۷، ابوداؤد صفحہ ۱۱۳)

فائدہ: تمام نمازوں میں خواہ فرض ہو یا نفل پہلی رکعت میں ثناء کے بعد اعوذ باللہ پڑھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اسی وجہ سے صرف پہلی رکعت میں پڑھا جائے گا۔ حافظ ابن حجر تلخیص میں فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلی ہی رکعت میں شہرت کے ساتھ اعوذ باللہ منقول ہے اور باقی رکعتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں۔ (تلخیص الجبیر صفحہ ۲۲۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے تھے۔ (دار قطنی صفحہ ۳۰۲)

حضرت علی بن ابی طالب سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے۔ (دار قطنی صفحہ ۳۰۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جب الحمد پڑھو تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھو۔ (دار قطنی: ۳۱۲، سنن کبریٰ صفحہ ۴۵)

لہٰذا الحمد سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مسنون ہے۔

اعوذ باللہ اور بسم اللہ آہستہ پڑھنا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو تکبیر اور الحمد سے (جہراً) شروع فرماتے ہیں۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۵۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما زور سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں پڑھتے تھے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۵۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ الخ آہستہ پڑھتے تھے اسی طرح ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ (مجمع صفحہ: ۱۰۸، ابن خزیمہ جلد ۱ صفحہ ۲۴۹)

حضرت وائل کہتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ نہ بسم اللہ الخ نہ اعوذ باللہ نہ آمین زور سے پڑھتے تھے۔ (مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ ۱۰۸)

فائدہ: تمام نمازوں میں خواہ فرض ہو یا نفل، سنت، تنہا ہو یا امام ہو اعوذ باللہ بسم اللہ اور ثناء کو آہستہ پڑھنا سنت ہے۔ آپ سے جو جہراً بعض روایات میں ہے وہ تعلیماً تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے۔

ہر رکعت میں الحمدللہ (سورہ فاتحہ) پڑھتے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (نماز میں) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور الحمدللہ رب العلمین آخر تک پڑھتے پھر ہر آیت کو الگ الگ پڑھ کر دکھایا۔ (دارقطنی صفحہ ۳۰۷، ابوداؤد صفحہ ۲۴۷)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔ (تلخیص صفحہ ۲۴۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ آپ یا تو امام ہوتے تھے یا منفرد اس لئے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھی جائے۔ (تلخیص الجبیر صفحہ ۲۷۴)

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ جب امام ہو یا تنہا نماز پڑھتا ہو تو اسے سورہ فاتحہ پڑھنا ہے۔ فرض ہے تو شروع کی دو رکعت میں پڑھنا واجب ہے اور باقی میں مستحب۔ سنت اور نفل کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا لازم ہے۔ (عمدۃ القاری جلد۲ صفحہ ۲۱)

سورہ فاتحہ کے بعد سورہ ملاتے

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور سورہ ملا کر پڑھتے تھے اور آخر کی دو رکعت میں صرف سورہ فاتحہ ہی پڑھتے تھے۔ اسی طرح عصر میں کرتے تھے۔ (بخاری صفحہ ۱۰۷، مسلم صفحہ ۱۷۵)

حضرت اغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے سورہ روم پڑھی۔ (مجمع صفحہ ۱۱۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ مفصل کی کوئی سورہ چاہے چھوٹی ہو یا بڑی ہر ایک کو میں نے ہر نماز میں پڑھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۱۴)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کم از کم دو آیتوں کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ (مجمع جلد۲ صفحہ ۱۱۵، کنز العمال صفحہ ۴۴۳، طبرانی)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو فرض اور اس کے علاوہ (سنتوں و نوافل) میں سورہ فاتحہ اور سورہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۴۴۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس میں فاتحہ اور کوئی دو آیت نہ پڑھی جائے وہ نماز نہیں ہوتی۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۴۴۴)

فائدہ: ان روایتوں کے پیش نظر فقہاء کرام نے بیان کیا کہ فرائض کے دو شروع کی رکعتوں میں اور نفل و سنت کی تمام رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ کم از کم ۳ آیتوں کا یا چھوٹی سورت کا ملانا ضروری ہے اس کے بغیر نماز ناتمام رہتی ہے کہ آپ نے اس کا حکم بھی دیا ابونفرہ کہتے ہیں آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ہم فاتحہ کے ساتھ جو آسان ہو قرآن وہ بھی پڑھیں۔ (عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۳۳)

فرض کی تیسری اور چوتھی میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ہمیں ظہر وعصر کی نماز پڑھتے تو شروع کی دو رکعت میں آپ سورہ فاتحہ اور سورہ ملاتے۔ اور آخر کی دو رکعت میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۸۵، ابوداؤد، زاد المعاد صفحہ ۲۱۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ شروع کی دو رکعت میں (فاتحہ اور سورہ) پڑھتے اور آخر کی دو رکعت میں (سورہ) نہیں پڑھتے تھے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۱۷، اعلاء السنن صفحہ ۱۰۸)

امام محمد فرماتے ہیں کہ فرض نماز کی دو پہلی رکعتوں میں فاتحہ اور سورہ پڑھی جائیں گی اور آخر کی دو رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھی جائے گی اگر کچھ نہ پڑھے یا تسبیح پڑھ لی جائے تب بھی ٹھیک ہے۔ (اعلاء السنن جلد ۲ صفحہ ۱۰)

عبیداللہ بن ابی رافع نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرض کی شروع دو رکعتوں میں فاتحہ اور سورہ دونوں پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں کچھ نہیں پڑھتے تھے۔ (اعلاء صفحہ ۱۰۹)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ظہر وعصر کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ اور سورہ پڑھتے تھے اور آخر کی دو رکعت میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔ (کنز العمال صفحہ ۱۰۹)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ ظہر، عصر، عشاء کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورہ پڑھا کرتے تھے اور مغرب کی آخری رکعت میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔ (کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۱۱۰)

حضرت علی اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ فرض کی آخری دو رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھی جائے گی۔ (کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۱۱۵)

فائدہ: خیال رہے کہ نفل سنت کی تمام نمازوں میں ہر رکعت میں یعنی تیسری اور چوتھی میں بھی سورہ فاتحہ اور کوئی

سورت پڑھی جائے گی اور یہ پڑھنا واجب ہے اور فرض کی تمام نمازوں میں پہلی اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ ضرور پڑھی جائے گی۔ اور تیسری اور چوتھی میں اختیار ہے خواہ صرف سورہ فاتحہ پڑھے یا ذکر تسبیح کرے یا خاموش رہے۔

نماز کی حالت میں نگاہ کہاں رہے؟

حضرت ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ (ابتدا میں) آسمان کی جانب نگاہ رکھتے تھے (وحی کے انتظار میں واشتیاق میں) تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

"الذین ھم فی صلوتھم خاشعون" تو آپ نے سر جھکا لیا (یعنی سجدہ گاہ کی طرف نظر رکھنا شروع کر دیا)۔ سعید بن منصور کے سنن میں ہے کہ حضرات صحابہ نماز میں (قیام کی حالت میں) مستحب سمجھتے تھے کہ ان کی نگاہ سجدہ گاہ سے آگے نہ جائے۔ (نیل الاوطار صفحہ ۱۸۹)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب تشہد میں بیٹھتے تو دائیں ہاتھ کو دائیں گھٹنے پر اور بائیں کو بائیں گھٹنے پر رکھتے شہادت کی انگلی سے اشارہ فرماتے اور آپ کی نگاہ انگلی سے باہر نہ جاتی (یعنی انگلیوں اور گھٹنوں کی حد سے آگے نہ جاتی)۔ (نیل صفحہ ۱۸۹، نسائی، ابوداؤد)

فائدہ: حضرت امام شافعی اور علماء کوفہ نے بیان کیا کہ نماز پڑھنے والے کی نگاہ نماز کی حالت میں مستحب ہے کہ سجدہ گاہ کی جانب رہے، اسی طرح یہ بھی مستحب ہے کہ بیٹھنے کی حالت میں گھٹنوں اور انگلیوں سے آگے نہ بڑھے۔

ام سلمہ بنت امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ عہد نبوت میں نماز پڑھنے والا جب کوئی نماز پڑھتا تو ان کی نگاہ دونوں قدم سے آگے نہ بڑھتی۔ (مختصراً، ترغیب صفحہ ۳۷۳)

ابن قیم نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ نماز میں آنکھوں کو بند نہ رکھتے۔ (زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۲۹۳)

آپ کی نگاہ نماز کی حالت میں کہاں رہتی؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی نگاہ مبارک مقام سجدہ سے کہیں الگ نہ ہوتی۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۳۰۸)

فائدہ: حافظ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ حضرت امام مالک تو فرماتے ہیں کہ نمازی کی نگاہ قبلہ کی طرف رہے۔ شوافع اور علماء کوفہ اس بات کے قائل ہیں کہ نمازی کی نگاہ مقام سجدہ کی جانب رہے۔ حافظ نے اسی کو قول راجح قرار دیتے ہوئے کہا کہ نگاہ کا مقام سجدہ کی جانب رکھنا مستحب اس وجہ سے ہے کہ یہ اقرب الی الخشوع ہے۔ خیال رہے کہ امام ومنفرد کے لئے موضع سجدہ ہی مستحب ہے۔ بخلاف مقتدی فی الجماعۃ کہ اسے بھی مقام

سجدہ ہی کی جانب نگاہ رکھنا مستحب ہے مگر امام کے اٹھنے اور بیٹھنے کی جانب نگاہ رکھے۔ (فتح الباری صفحہ:۲۳۴)

علامہ عینی نے بعض حضرات کے قول کو نقل کیا ہے کہ اگر کعبہ مبارک سامنے بالکل نگاہ کے ہو تو کعبہ کو دیکھو۔ (عمدۃ القاری جلد۵ صفحہ ۳۰۶)

نگاہ مصلیٰ کے متعلق علامہ عینی نے لکھا ہے کہ قیام کی حالت میں موضع سجدہ کی جانب نگاہ رہے اور رکوع کی حالت میں دونوں قدم کی طرف اور سجدہ کی حالت میں ناک کی طرف اور تشہد کی حالت میں گود کی طرف نگاہ رکھے۔ (عمدۃ القاری جلد۵ صفحہ ۳۰۶)

نماز میں نگاہ اِدھر اُدھر کرنا ہلاکت ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بیٹے خبردار، نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے سے بچو، نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا ہلاکت ہے۔ (ترمذی، عمدۃ القاری جلد۵ صفحہ ۳۱۹، ترغیب جلد۱ صفحہ ۳۷۱)

اِدھر اُدھر دیکھنے اور نگاہ کرنے سے خدا بھی رخ پھیر لیتے ہیں

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدمی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اللہ پاک اس کی جانب متوجہ ہوتے ہیں جب وہ اِدھر اُدھر دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے آدم کی اولاد! کس کی جانب متوجہ ہوتے ہو کون مجھ سے بہتر ہے جب بندہ دوبارہ اِدھر اُدھر دیکھتا ہے تو پھر یہی فرماتے ہیں جب تیسری بار یہی کرتا ہے تو خدائے تعالیٰ بالکل رخ پھیر لیتے ہیں۔ (عمدۃ القاری، ترغیب)

اِدھر اُدھر نگاہ کرنے پر ملائکہ کی تنبیہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز پڑھنے والے کے سر کے اوپر سے خیر کی بوچھاڑ اس کے سر کی مانگ تک آتی رہتی ہے۔ اور ایک فرشتہ اعلان کرتا رہتا ہے اگر بندہ جان لیتا کہ وہ کس سے ہم کلام ہے تو ہرگز اِدھر اُدھر نہ متوجہ ہوتا۔ (عمدۃ القاری جلد۵ صفحہ ۳۱۱)

اِدھر اُدھر نگاہ کرنے والوں سے اللہ کا خطاب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ نماز کی جانب کھڑا ہوتا ہے تو وہ خدائے رحمٰن کے سامنے کھڑا ہوتا ہے پس جب وہ اِدھر اُدھر متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کہتے ہیں کس کی طرف متوجہ ہوتے ہو کون ہے جو مجھ سے بہتر ہے میری جانب متوجہ رہو، اے آدم کی اولاد میں اس سے بہتر ہوں جس کی جانب تم توجہ کر رہے ہو۔ (ترغیب صفحہ ۳۷۰)

اِدھر اُدھر نگاہ کرنے والے کی نماز ہی خدا واپس کر دیتے ہیں

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ بندہ جب نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور اِدھر اُدھر دیکھتا

ہے تو اللہ پاک اس کی نماز واپس کر دیتے ہیں۔ (طبرانی، ترغیب جلد ا صفحہ ۳۷۲)

فرض میں تو گنجائش ہی نہیں البتہ نفل میں کچھ توسیع

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر نگاہ پھیرنے کی ضرورت ہو جائے تو نفل میں پھیرو فرض میں نہیں۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۳۱۱، ترغیب جلد ا صفحہ)

فائدہ: خیال رہے کہ نماز میں اِدھر اُدھر نگاہ سے دیکھنا مکروہ ہے۔ گو بعض شوافع اسے حرام کہتے ہیں اگر قبلہ سے چہرہ پھر جائے تو یہ ناجائز ہے۔ اگر قبلہ سے پورا بدن پھر جائے تو عمل کثیر ہو جانے کی صورت میں حرام ہے۔ اگر آنکھ کے کنارے سے دیکھا تو کراہت نہیں آئے گی۔ (عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۳۱۱)

نماز میں آپ آنکھیں بند نہ فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ایک خوبصورت تصویر دار کپڑا تھا جسے گھر کے جانب پردہ کے طور پر ڈال دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پردہ کو ہٹاؤ اس کی تصویریں ہماری نماز میں خلل پیدا کرتی ہیں۔ (بخاری صفحہ ۵۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خوشنما منقش چادر اوڑھ کر نماز پڑھی آپ کی نگاہ اس کی خوشنمائی اور نقش و نگار پر پڑی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا لے جاؤ یہ چادر اور ابوجہم کو واپس کر دو (انہوں نے آپ کو ہدیہ دیا تھا) لاؤ میری موٹی سادی چادر اس چادر نے میری نماز میں خلل پیدا کر دیا۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۵۴)

فائدہ: اس روایت میں نماز کی حالت میں چادر پر نگاہ پڑنے اور دیکھنے کا ذکر ہے جس کی وجہ سے خلل پیدا ہوا، اگر آنکھ بند کر کے پڑھتے تو پتہ ہی نہ چلتا چنانچہ ابن قیم نے زاد المعاد میں اس روایت سے ثابت کیا ہے کہ آپ آنکھ بند کر کے نماز نہ پڑھتے تھے۔ (صفحہ: ۲۹۳)

پس معلوم ہوا کہ نماز میں آنکھیں کھلی رکھنا سنت ہے۔ ابن قیم نے لکھا ہے کہ آنکھوں کا بند رکھنا یہود کا طریق ہے۔ گو بعض نے خشوع کے پیش نظر اجازت بھی دی ہے۔ (زاد المعاد صفحہ ۲۹۴)

علامہ عینی نے شرح بخاری میں اس حدیث کے ذیل میں متعدد فوائد بیان کئے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ مسجد کے قبلہ کی جانب اور اس کی دیواروں کو نقش و نگار اور ہر ایسی چیز سے دور رکھا جائے گا جس سے نمازی کا ذہن خلل میں پڑے۔ چنانچہ آج کل مسجد کے قبلہ جانب اعلانات اور اشتہارات جو خوش نما اور مزین ہوتے ہیں لگائے اور آویزاں کئے جاتے ہیں یہ ممنوع ہیں اور درست نہیں اس دور میں مدارس کے اشتہار جو دیدہ زیب ہوتے ہیں اولاً تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مدرسہ کی رقم سے ایسا خوشنما اشتہار طبع کرنا درست ہے؟ پھر ان کو مساجد میں آویزاں کرنا

خلل نماز کی وجہ سے درست نہیں۔

ظہر کی نماز میں قرأت کی مقدار کیا ہوتی؟

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کے شروع کی دو رکعتوں میں ۳۰ آیتوں کی مقدار قرأت فرماتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۶۴، ابوداؤد صفحہ ۱۱۷، داری صفحہ ۲۹۵)

حضرت ابوسعید خدری کی ایک روایت میں ہے کہ سورہ الم سجدہ کے مثل قرأت فرماتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۶۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر میں "سبح اسم ربك الاعلی" پڑھتے۔
(طحاوی صفحہ ۳۴)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر وعصر میں سورہ طارق اور سورہ بروج پڑھتے۔
(سنن کبریٰ صفحہ ۳۹۱)

علامہ نووی نے بیان کیا کہ تمام علماء نے ظہر میں اور صبح میں طوال مفصل کا پڑھنا مسنون قرار دیا ہے۔
(نیل صفحہ ۳۳۲)

عصر میں کیا مقدار ہوتی؟

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی دو پہلی رکعتوں میں ۱۵ آیتوں کی مقدار قرأت فرماتے۔ (طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۲۲)

جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر وعصر میں سورہ طارق، سورہ بروج اور اسی کے مثل پڑھتے۔ (طحاوی صفحہ ۱۲۲)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر وعصر میں والشمس اور واللیل اور اسی کے مثل پڑھتے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۲۵۷)

علامہ نووی نے ذکر کیا کہ تمام علماء کے یہاں سنت یہ ہے کہ عصر وعشاء میں اوساط مفصل پڑھتے۔
(نیل صفحہ ۲۳۳)

مغرب میں قرأت کی مقدار کیا ہوتی؟

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب میں سورہ طور پڑھ رہے تھے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عشاء کی نماز تھی۔

(ابن خزیمہ صفحہ ۲۶۳، بخاری صفحہ ۱۰۵، طحاوی صفحہ ۲۴، داری صفحہ ۲۹۶)

ام الفضل نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مغرب میں سورہ مرسلات پڑھتے ہوئے سنا تو کہا تم نے مجھے یاد دلا دیا میں نے مغرب میں آخری موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرسلات پڑھتے ہوئے سنا۔

(بخاری صفحہ ۱۰۵، طحاوی صفحہ ۱۲۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب میں سورہ کافرون اور سورہ احد پڑھ رہے تھے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۶۰)

جابر بن سمرہ کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شب جمعہ کی مغرب میں کافرون اور احد پڑھتے۔

(عمدۃ صفحہ ۲۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب میں قصار مفصل پڑھتے تھے۔

(طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۲۶)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مغرب کی نماز پڑھائی تو قل ہو اللہ احد پڑھی۔

(عمدۃ القاری صفحہ ۲۵، سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۳۹۱)

حضرت ابوموسیٰ اشعری کو حضرت عمر بن خطاب نے یہ لکھ کر بھیجا کہ وہ مغرب میں قصار مفصل کی سورتوں کو پڑھا کریں۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۲۵، طحاوی صفحہ ۱۲۶)

حافظ ابن حجر نے ابن دقیق العید کا قول ذکر کیا ہے کہ اسی پر استمرار تعامل چلا آرہا ہے کہ صبح میں طوال مفصل اور مغرب میں قصار مفصل پڑھتے ہیں۔ (فتح الباری صفحہ ۲۴۸، الفتح الربانی صفحہ ۲۲۹)

ابن مبارک، امام احمد، امام اسحاق، امام مالک اور ایک قول میں امام شافعی کے نزدیک طوال مفصل پڑھنا مکروہ ہے۔ (الفتح الربانی صفحہ ۲۲۸)

احناف کے یہاں بھی مستحب یہی ہے کہ قصار سے پڑھے۔

عشاء میں قرأت کی مقدار کیا ہوتی؟

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا سورہ "والتین والزیتون" عشاء میں پڑھ رہے تھے۔ (بخاری صفحہ ۱۰۶، سنن کبریٰ صفحہ ۳۹۳، ابن خزیمہ صفحہ ۲۶۳)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو عشاء سورہ طور پڑھ کر پڑھا رہے تھے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۲۶۳)

حضرت عبداللہ بن بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز میں "والشمس وضحٰها" کے مثل پڑھتے تھے۔ (مسند احمد صفحہ ۳۳۰)

حضرت براء کی ایک روایت میں آپ ﷺ نے سفر کے موقع پر "والتین" پڑھا تھا۔
(الفتح الربانی صفحہ ۲۳۰)

علامہ نووی نے بیان کیا کہ تمام علماء کے یہاں سنت یہ ہے کہ عشاء میں اوساط مفصل سے پڑھے۔
(نیل الاوطار صفحہ ۲۳۵)

علامہ شوکانی نے ذکر کیا ہے کہ احادیث سے ثابت ہے کہ آپ عشاء میں سورہ الشمس اور ضحیٰ کے مثل پڑھتے تھے۔ (نیل اولا طار صفحہ ۲۳۶)

فجر کی نماز میں کون سی سورت پڑھتے اور اس کی مقدار کیا ہوتی؟

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ صبح میں سورہ قاف پڑھ رہے تھے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ فجر میں سورہ واقعہ اور اسی کے مثل پڑھتے تھے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۲۵۶، مسند احمد صفحہ ۳۳۳)

حارثہ بن النعمان کی صاحبزادی ام ہشام کہتی ہیں کہ میں نے سورہ "ق والقرآن مجید" فجر کی نماز میں آپ ﷺ ہی سے سن کر یاد کیا ہے۔ (مسند احمد، الفتح جلد ۱ صفحہ ۲۳۲)

جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ صبح کی نماز میں سورہ یٰسین پڑھ رہے تھے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۱۹)

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ صبح کی نماز میں ساٹھ سے سو تک آیتیں پڑھتے تھے۔ (مسند احمد، الفتح جلد ۳ صفحہ ۲۳۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے سفر میں فجر کی نماز میں سورہ کافرون اور قل ھو اللہ احد کے ساتھ نماز پڑھائی۔ (مجمع جلد ۳ صفحہ ۱۲۰)

فائدہ: تمام نمازوں کے مقابلہ میں آپ ﷺ فجر میں طول فرماتے، سورہ قاف، سورہ یٰسین پھر اس سے کم سورہ واقعہ جیسی سورتیں پڑھتے عموماً ۶۰ سے سو آیتوں تک پڑھنے کی مقدار ہوتی۔ البتہ اگر سفر میں ہوتے یا بچوں کے رونے وغیرہ کی آواز آتی تو مختصر پر بھی اکتفا فرماتے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۳۲)

حضرات صحابہ کرام سے بھی طویل اور قصیر دونوں قسم کی سورتوں کا پڑھنا منقول ہے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورہ یوسف اور سورہ کہف پڑھیں تو ایک موقع پر حضرت ابن عوف نے سورہ "اذا جاء نصر اللہ" اور سورۂ کوثر پڑھیں۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ یہ اختلاف احوال اور زمان کے اعتبار سے ہے۔
(عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۳۲)

ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ تمام نمازوں کے مقابلہ میں صبح کی نماز خوب لمبی پڑھتے اور پہلی رکعت زیادہ لمبی کرتے دوسری رکعت کے مقابلہ میں چونکہ یہ وقت لیل ونہار کے ملائکہ کی حاضری کا وقت ہوتا۔ (صفحہ:۲۱۶)

سورہ فاتحہ کے ختم پر آمین کہتے

حضرت وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ نے جب "غیر المغضوب علیھم والضالین" پڑھا تو آمین زور سے آواز میں کہا۔

(دار قطنی، صفحہ۳۲۴، الفتح الربانی جلد۳ صفحہ۲۰۵، ابن ماجہ صفحہ۲۱)

حاکم اور دار قطنی نے ذکر کیا ہے کہ جب آپ ﷺ سورہ فاتحہ سے فارغ ہوتے تو آمین کہتے۔

(تلخیص صفحہ۲۵۴)

ابن شہاب کہتے ہیں کہ آپ ﷺ آمین کہتے۔ (بخاری صفحہ۱۰۸)

آمین کہنے کا حکم فرماتے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب امام "غیر المغضوب علیھم ولا الضالین" کہے تو تم آمین کہو۔ (ترمذی صفحہ۵۸، مسلم صفحہ۱۷۶)

حضرت سمرہ بن جندب سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب امام "غیر المغضوب علیھم ولا الضالین" کہے تو تم آمین کہو۔ (طبرانی، السعایہ صفحہ۱۷۳)

آمین کہنے کی فضیلت اور ثواب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب امام "غیر المغضوب علیھم ولاالضالین" کہے تو تم آمین کہو، ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں، جس کا آمین ملائکہ کے آمین سے موافقت کر جائے گا اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

(بخاری صفحہ۱۰۸، مسلم صفحہ۱۷۶، ابوداؤد، نسائی، سنن کبریٰ، دارمی صفحہ۲۸۴، مجمع صفحہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی نماز میں آمین کہتا ہے تو فرشتے آسمان میں آمین کہتے ہیں۔

سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب امام "ولا الضالین" کہے تو تم آمین کہو اللہ تم سے محبت کرے گا۔ (طبرانی، السعایہ صفحہ۱۷۳)

سورہ فاتحہ کے ختم پر آمین کہنا جمہور علماء کے نزدیک مستحب ہے۔ امام مقتدی ہر ایک کے لئے جمہور علما قائل

ہیں۔ (السعایہ صفحہ ۱۷۲)

حافظ نے بیان کیا کہ نماز کے علاوہ میں بھی فاتحہ کے ختم پر آمین کہنا مستحب ہے۔ (تلخیص صفحہ ۱۱)

آمین آہستہ سے کہنا

حضرت وائل بن حجر کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی جب "غیر المغضوب علیھم ولا الضالین" پڑھا تو آمین کہا اور آہستہ کہا۔ (دار قطنی صفحہ ۳۴، حکم، مسند ابویعلی، مسند طیالسی، طبرانی، السعایہ صفحہ ۱۴۳)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتے ہیں کہ چار چیزوں میں امام اخفا کرے گا۔ تعوذ، بسم اللہ، آمین، اور "ربنا لك الحمد" میں۔ (السعایہ صفحہ ۱۷۴)

آمین میں اخفا کرنا جہر سے بہتر ہے

آمین سے متعلق دونوں قسم کی روایت ہے جہراً اور اخفاءً، مگر اخفا یعنی آہستہ سے کہنا بہتر ہے۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ یہ دعا ہے۔ اور دعا میں اخفا اصل ہے آمین قرآن نہیں جیسے کہ تعوذ، لہٰذا جس طرح تعوذ میں اخفا ہے اسی طرح آمین میں بھی اخفا ہونا چاہئے۔ (السعایہ صفحہ ۱۷۴)

علامہ زیلعی اور عینی نے بیان کیا کہ جہراً آپ نے تعلیم اور جانکاری کے لئے کیا تھا۔

ظہر و عصر میں قرأت آہستہ فرماتے

ابو معمر نے حضرت خباب سے پوچھا کیا آپ ﷺ ظہر و عصر میں قرأت فرماتے تھے کہا ہاں تو پوچھا کہ کیسے پہچانتے تھے (چونکہ آواز نہیں آتی تھی) فرمایا: داڑھی کی حرکت سے۔

(بخاری صفحہ ۱۰۵، ابن خزیمہ صفحہ ۲۵۵، ابوداؤد صفحہ ۱۱۶، طحاوی صفحہ ۱۲۳، ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۶۲)

خارجہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ ظہر میں طویل قرأت فرماتے اور اپنے ہونٹوں کو ہلاتے اسی سے ہم لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ یہ قرأت کی وجہ سے ہے اور ہم بھی اسی طرح (آہستہ) پڑھتے تھے۔
(مجمع صفحہ ۱۱۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی قرأت کا پتہ داڑھی کے ہلنے سے ہوا کرتا تھا۔ (مجمع صفحہ ۱۱۶)

فائدہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ ظہر و عصر میں قرأت آہستہ آہستہ فرماتے تھے، اس کے برخلاف مغرب، عشاء و فجر میں زور سے فرماتے، اسی وجہ سے فقہاء نے سراً قرأت کو واجب کہا ہے اسی وجہ سے اس کے خلاف پر سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ظہر میں قرأت عصر مغرب و عشاء سے کچھ طویل ہوتی

تھی، چنانچہ حسن بصری نے کہا جہاں جہر نہیں وہاں جہر کرنے سے سجدہ سہو واجب ہو جائے گا۔
(ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۳۶۴)

بلا ہونٹوں کے ہلے من من میں پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی

خارجہ بن زید کی روایت میں ہے کہ ظہر وعصر کی قرأت میں (آہستہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ) آپ کے دونوں ہونٹ ہلتے تھے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۱۶)

حضرت ابوالاحواص نے حضرات صحابہ سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ کی قرأت ظہر وعصر میں داڑھی کی حرکت سے معلوم ہوتی تھی۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۶۲)

فائدہ: خیال رہے کہ قرأت کے آہستہ کی حد یہ ہے کہ منہ سے آواز نکلے اور خود سنے دوسرے کو آواز نہ آئے اس کی علامت یہ ہے کہ ہونٹ حرکت کرے چنانچہ آپ کے آہستہ پڑھنے کا علم ہونٹوں کی حرکت سے ہوا من من میں پڑھنا، دل ہی دل میں اس طرح پڑھنا کہ اس سے نماز نہیں ہوتی، چنانچہ محدث بیہقی نے حدیث خباب سے استنباط کرتے ہوئے کہا کہ قرأت میں ہونٹوں کا ہلنا ضروری ہے۔ (صفحہ:۵۴)

صاحب ہدایہ نے آہستہ کی حد ذکر کرتے ہوئے کہا: سر کی حد یہ ہے کہ اپنے آپ کو سنائے یعنی اسے صاف حروف کی ادائیگی محسوس ہو علامہ عینی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے منہ کے پاس کوئی کان لے جائے تو اسے سنائی دے۔ ذخیرہ کے حوالے سے ہے کہ زبان کا متحرک ہونا اور حروف کا صاف اور صحیح طور پر ادا ہونا ضروری ہے۔ (البنایہ جلد ۲ صفحہ ۲۷۴)

ابن ہمام نے لکھا ہے کہ ہندوانی کا قول ہے کہ اس طرح حروف نکالے کہ خود سن لے اور اسے آواز محسوس ہو، یہی صحیح ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ نماز پڑھتے ہیں اور ان کے ہونٹ اور زبان بھی حرکت نہیں کرتے ان کی قرأت ہی نہیں ہوتی لہٰذا ان کی نماز صحیح نہیں ہوتی۔

حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ زبان اور ہونٹوں کے بلا ہلے سری قرأت ادا نہیں ہوتی۔ (جلد ۲ صفحہ ۲۴۵)

امام کے پیچھے قرأت نہیں کی جائے گی

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو امام کے پیچھے ہو سو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔ یعنی اس کے لئے امام کی قرأت کافی ہے۔ (دار قطنی صفحہ ۳۲۳)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جس نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نماز ناقص ہے ہاں مگر یہ کہ امام کے پیچھے ہو۔ (دار قطنی صفحہ ۳۲۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: امام اس لئے بنایا گیا ہے تاکہ تم

اس کی اقتداء کرو۔ جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو، اور جب قرأت کرے تو خاموشی سے سنو۔
(دارقطنی صفحہ ۳۲۹، مسند احمد الفتح جلد ۳ صفحہ ۱۹۷)

حضرت شعبی کہتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے۔ (دارقطنی صفحہ ۳۳۰)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ امام کے پیچھے قرأت کروں یا خاموش رہوں۔ آپ نے فرمایا۔ خاموش رہو یہی تمہارے لئے کافی ہے۔ (دارقطنی صفحہ ۳۳۰)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں آپ ﷺ ہمیں وعظ فرماتے نماز سکھلاتے، اس کی سنتوں کو بیان فرماتے فرماتے صفوں کو درست کرو۔ تم میں سے کوئی امامت کرے۔ جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ جب وہ قرأت کرے تو تم خاموشی سے سنو۔ (دارقطنی صفحہ ۳۳۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: جس کا کوئی امام ہو سو اس کی قرأت اس کے لئے کافی ہے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۱۱)

عبادہ بن صامت کی روایت میں ہے کہ نماز بلا سورۃ کے نہیں ہوتی۔ اس کے متعلق سفیان بن عیینہ جو اس کے راویوں میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ یہ تنہا نماز پڑھنے والوں کے حق میں ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۱۳)

موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ رسول پاک ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم امام کے پیچھے پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔ (عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۱۳)

تمہید میں ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ حضرت علی، سعد، زید بن ثابت امام کے پیچھے خواہ سری ہو یا جہری پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔ (عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۱۳)

عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ دس صحابہ، حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، عبدالرحمان بن عوف، سعد بن وقاص، ابن سعد، زید بن ثابت، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، نہایت شدت سے پڑھنے کو منع فرماتے تھے۔ (عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۱۳)

ابن ابی لیلیٰ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے فطرت کے خلاف کیا۔ (دارقطنی صفحہ ۳۳۱)

عبداللہ بن مقسم نے ابن عمر، زید بن ثابت اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا تو ان سب نے کہا امام کے پیچھے قرأت نہ کرو۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۳)

علامہ عینی نے ۸۰ بلند پایہ صحابہ کرام کا امام کے پیچھے ترک قرأت پر اتفاق نقل کیا ہے جو گویا ایک قسم کا اجماع ہے: "ومثل هذا يسمى اجماع عندنا فكان اتفاقهم بمنزلة الا جماع" (عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۵ صفحہ ۱۳)

اسی طرح اہل حدیث کے امام علامہ شوکانی نے بھی لکھا ہے کہ:

"ان الموتم لا يقرا خلف الامام فی الصلوة الجهرية وهم زيد بن علی والهادی والقاسم واحمد بن عيسی وعبيدالله بن الحسن العنبری واسحق بن راهويه واحمد و مالك والحنفية. ومن جملة ما استدل به القائلون بوجوب السكوت خلف الامام فی الجهرية بما تقدم من قول جابر من صلی ركعة لم يقرأ فيها بام القران فلم يصل الاوراء الامام" (نیل الاوطار جلد۲ صفحہ ۲۱۶)

رکوع میں جاتے وقت اسی طرح ایک حالت سے منتقل ہونے پر تکبیر کہتے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جھکنے، اٹھنے، کھڑے ہونے اور بیٹھنے پر اللہ اکبر کہتے تھے اسی طرح حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کرتے تھے۔

(ترمذی صفحہ ۵۸، سنن کبریٰ صفحہ ۶۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ (رکوع وسجدہ کے لئے) جھکتے تو تکبیر کہتے۔

(ترمذی صفحہ ۵۸، بخاری صفحہ ۱۰۹)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نماز میں اٹھنے بیٹھنے میں اللہ اکبر کہتے۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۶۷، بخاری: ۱۰۸)

حضرت عمران بن حصین کی روایت ہے کہ آپ ﷺ اٹھتے بیٹھتے تکبیر (اللہ اکبر) کہتے۔ (بخاری صفحہ ۱۰۸)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ رکوع میں جاتے ہوئے، سجدہ میں جاتے ہوئے اور اس سے اٹھتے ہوئے، تشہد سے تیسری رکعت کے لئے اٹھتے ہوئے غرض ہر اٹھنے بیٹھنے کے موقع پر آپ ﷺ تکبیر یعنی اللہ اکبر کہتے، یہ تکبیر ہر ایک کے لئے ہر حالت میں سنت ہے امام کے لئے، مقتدی کے لئے اور تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے۔ اس کا جلدی کی وجہ سے یا تغافل کی وجہ سے چھوڑ دینا مکروہ اور خلافِ سنت ہے۔

رکوع اور سجدہ کو اعتدال واطمینان سے ادا کرنا

حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ جب رکوع کرتے تو اعتدال سے کرتے نہ سر کو زیادہ جھکاتے اور نہ اٹھاتے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھتے۔ (نسائی صفحہ ۵۹، دارمی صفحہ، ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۰۶)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا رکوع اعتدال کے ساتھ کرو اپنے دونوں بازؤں کو زمین پر اس طرح نہ رکھو جس طرح کتا رکھتا ہے۔ (نسائی صفحہ ۱۵۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا رکوع اور سجدہ جب کرو تو اعتدال کے

ساتھ کرو۔ (نسائی صفحہ ۱۶۱)

سر کو پیٹھ کے برابر رکھتے نہ اوپر اٹھاتے نہ زیادہ جھکاتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع فرماتے تو سر کو نہ جھکاتے نہ اوپر کرتے بالکل برابر بین بین رکھتے۔

(ابن ماجہ صفحہ ۱۹۴، مسلم صفحہ ۱۹۴، بلوغ الامانی شرح مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۲۵۸، السعایہ جلد ۲ صفحہ ۱۸۰، بنایہ جلد ۲ صفحہ ۱۸۰)

ابوحمید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں آپ رکوع میں سر کو نہ اٹھا رکھتے نہ سر کو جھکا رکھتے۔

رکوع کرتے ہوئے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھتے

حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع فرماتے تو دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھتے اس طرح جیسے گھٹنوں کو پکڑے ہوئے ہوں۔ (طحاوی صفحہ ۱۳۵)

حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع فرماتے تو دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۲۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع فرماتے تو دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھتے اور بازوؤں کو جدا رکھتے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۶۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب رکوع کرو تو اپنی ہتھیلی کو اپنے گھٹنوں پر رکھو۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۸۴۴)

فائدہ: رکوع کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر اس طرح رکھتے گویا آپ اسے پکڑے ہوئے ہیں۔

چنانچہ فقہاء ومحدثین بھی اسی طریق کو سنت قرار دیتے ہیں۔ سعایہ میں ہے "**یضع راحتیہا علیہما ویاخذھما بالاصابع**" (صفحہ: ۱۷۸)

رکوع میں انگلیوں کو کشادہ رکھتے ملا کر نہ رکھتے

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع فرماتے تو انگلیوں کو کشادہ رکھتے (گھٹنوں پر رکھتے ہوئے) جب سجدہ فرماتے تو انگلیوں کو ملا لیتے۔ (سبل الہدیٰ، مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۱۳۵)

حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع فرماتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنے پر رکھتے اور انگلیوں کو نیچے رکھتے اور انگلیوں کے درمیان کشادگی رکھتے (ابوداؤد صفحہ ۱۲۶، نسائی صفحہ ۱۵۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رکوع کرو تو اپنی انگلیوں کو

کشادہ رکھو۔ (کنزالعمال جلد ۷ صفحہ ۴۵۴)

رکوع کی حالت میں انگلیاں گھٹنوں پر کشادہ رہیں گی دائیں بائیں پھیلی نہ رہیں گی۔

رکوع میں کہنیوں کو بدن سے جدا رکھتے

حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع فرماتے تو اپنی کہنیوں کو جدا رکھتے۔ (نسائی صفحہ ۱۵۹، مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۱۹)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی (کہنیوں کو) بغل سے جدا رکھتے۔

(نسائی صفحہ ۱۵۹)

فائدہ: سنت یہ ہے کہ اپنی کہنیوں کو سینے سے نہ ملائے علیحدہ رکھے۔

عورتوں کے لئے رکوع کا طریقہ کار

عورتوں کے رکوع کا طریق مردوں سے جدا ہے:

❶ رکوع میں تھوڑا جھکیں گی مردوں کی طرح پیٹھ اور سرین کو برابر نہیں کریں گی۔

❷ انگلیوں کو گھٹنوں پر ملا کر رکھیں گی۔

❸ پاؤں کو کچھ جھکائے رکھیں گی مردوں کی طرح سیدھے نہیں رکھیں گی۔

❹ بازوؤں کو پہلوؤں سے جدا رکھیں گی۔

❺ جہاں تک ہو سکے سکڑ کر رکوع کریں گی۔ (عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۱۰۱، ہندیہ جلد ۱ صفحہ ۳۶، شامی صفحہ ۴، ۵)

رکوع میں پیٹھ کو بالکل برابر رکھتے

حضرت وابصہ بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا آپ نے رکوع کیا تو پیٹھ کو بالکل برابر رکھا کہ اگر اس پر پانی ڈالا جائے تو ٹھہر جائے (یعنی کسی رخ جلدی نہ کرے)۔

(ابن ماجہ صفحہ ۱۲)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے تو اس طرح کرتے کہ اگر کسی پیالہ میں پانی رکھ کر پشت مبارک پر رکھ دیا جائے تو پانی نہ گرے۔

(مجمع جلد ۲ صفحہ ۱۲۳، الفتح ربانی صفحہ ۲۵۷، سبل الہدیٰ صفحہ ۱۳۶، مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۱۳۳)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع فرماتے تو پشت مبارک بالکل برابر رکھتے۔ (السعایہ صفحہ ۱۷۹، بنایہ صفحہ ۱۷۹)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ رکوع میں پشت مبارک کی کیفیت بالکل برابر اور سیدھی ہوتی تھی۔ دیکھنے

والے راوی نے اس کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا کہ اگر پانی یا پانی سے بھرا برتن رکھ دیا جاتا تو پانی ٹھہر جاتا کسی جانب نہ بہتا۔

جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ سنت یہ ہے کہ پیٹھ بالکل برابر اور معتدل رکھے کسی جانب جھکاؤ یا اٹھان نہ رکھے اب ذرا لوگوں کی نمازوں پر غور کیجئے ان کے رکوع کی حالت کو دیکھئے۔ بیشتر نمازیوں کی پیٹھ کو کچھ اوپر اٹھا پائیں گے۔ کچھ کو جھکاتے پائیں گے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ اس کا اہتمام نہیں کرتے نہ معلوم کرتے ہیں نہ سیکھتے ہیں نہ کسی واقف اور عامل سنت کو اپنی نماز سنت کے مطابق کرنے کے لئے دکھلاتے ہیں کوئی معمولی کام بلا سیکھے نہیں آتا تو نماز جیسی اہم دولت بلا سیکھے صرف دوسروں کو دیکھنے سے آجائے گی؟

سنت کے مطابق نماز پڑھنے کے لئے اہل علم جو متبع سنت ہوں ان کو دکھلا کر اپنی نماز سنت کے مطابق کیجئے۔

رکوع میں پہلوؤں کو الگ رکھتے ملاتے نہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع فرماتے تو اپنے پہلوؤں کو الگ رکھتے۔ (مجمع، ابن ماجہ صفحہ ۸۴)

حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھوں کو پہلوؤں سے الگ رکھتے۔ (ترمذی صفحہ ۶۰، السعایہ صفحہ ۱۸۰)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ آپ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اے میرے بیٹے! جب رکوع کرو تو اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنے پر رکھو انگلیوں کو کشادہ رکھو اپنے ہاتھوں کو پہلوؤں سے الگ رکھو۔ (طبرانی صغیر، السعایہ جلد ۲ صفحہ ۱۸۷)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ رکوع کی حالت میں ہر عضو ایک دوسرے سے الگ رکھتے چنانچہ ہاتھوں کو پہلوؤں سے جدا رکھتے اسی وجہ سے سنت یہ ہے کہ مرد اپنی نماز میں ہاتھ اور کلائیوں کو پہلوؤں سے علیحدہ رکھے۔ سنن ترمذی میں حدیث ابوحمید کے تحت ہے۔ "**وهو الذى اختاره اهل العلم ان يجا فى الرجل يديه عن جنبيه فى الركوع والسجود**" اسی طرح سنن نماز کو شمار کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "**ومنها تنحية اليدين عن جنبيه**" (السعایہ صفحہ ۱۸۰)

رکوع سے اٹھتے ہوئے پیٹھ کو اوپر کرتے ہوئے "سمع اللّٰه" کہتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا نقشہ کھینچتے ہوئے بیان کیا آپ جب رکوع کے لئے پیٹھ اٹھاتے تو "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" کہتے اور جب سیدھے کھڑے ہوجاتے تو "رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ"

کہتے۔ (بخاری صفحہ۱۰۹، ابوداؤد، نسائی، عمدۃ القاری صفحہ۶۲، صحیح ابن خزیمہ صفحہ۳۰۹)

فائدہ: علامہ عینی اور حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ رکوع سے اٹھتے ہوئے کا ذکر "سمع اللّٰہ" ہے۔ اور جب ٹھیک سے کھڑا ہو جائے تو "ربنا لک الحمد" چنانچہ اٹھتے ہوئے "سمع اللّٰہ" کہنا سنت ہے۔ ایک قول میں یہاں تک ہے اگر اٹھتے ہوئے نہ کہہ سکا تو کھڑے ہو کر نہ کہے۔ (السعایہ صفحہ۱۸۵)

قومہ میں آپ ﷺ کیا پڑھتے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو "سمع اللّٰہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد" کہتے۔ (السعایہ جلد۲ صفحہ۱۸۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے جب رکوع سے سر اٹھایا تو رفع یدین کیا اور "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ" کہا۔ (نسائی صفحہ۱۶۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے آپ "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" "رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ" کہتے۔ (عمدۃ صفحہ۷۹)

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ تنہا نماز پڑھنے والا "تسمیع" اور "تحمید" دونوں کہے گا۔ البتہ امام امامت کی حالت میں دونوں کہے گا یا صرف "تسمیع" اس میں فقہا کا اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف و امام محمد فرماتے ہیں کہ امام بھی "ربنا ولک الحمد" آہستہ سے کہے گا۔ امام ثوری، امام اوزاعی اور امام احمد بھی ایک روایت میں اسی کے قائل ہیں۔ امام فضلی امام طحاوی اور متاخرین کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے۔ (عمدہ صفحہ۶۲)

علامہ عینی نے ذکر کیا ہے کہ تحمید کے الفاظ "رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ، رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ، اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ" ہر ایک منقول ہے اور سب صحیح ہیں۔ (بخاری صفحہ۱۰۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب امام "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" پڑھے تو تم "اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ" پڑھو۔ جس کا قول ملائکہ کے قول کے مثل ہو جاتا ہے اس کے اگلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (بخاری صفحہ۱۰۹)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ امام جب "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" کہے تو جو لوگ اس کے پیچھے ہوں "ربنا لک الحمد" کہیں۔ (کنز العمال صفحہ۱۲۳)

امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ اس حدیث کے پیش نظر اس کے قائل ہیں کہ امام "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" اور مقتدی صرف "ربنا لک الحمد" کہے گا۔ (عمدہ صفحہ۷۱)

مقتدی "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" نہیں کہے گا۔ حافظ ابن حجر نے کہا کہ مقتدی کے لئے کوئی صحیح روایت

نہیں جس سے جمع کا ثبوت ہو رہا ہو۔ (السعایہ صفحہ ۱۸۷)

رکوع میں پیٹھ کو اعتدال واطمینان سے برابر رکھنے کی تاکید

علی بن شیبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا جو رکوع میں پیٹھ کو اطمینان واعتدال سے نہیں رکھ رہا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس آدمی کی نماز ہی نہیں جو رکوع وسجود میں پیٹھ درست نہ رکھے۔ (ترغیب صفحہ ۳۳۶، کنز العمال صفحہ ۴۴۸)

اس کی نماز کو اللہ دیکھتے بھی نہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس آدمی کی نماز کو نہیں دیکھتے جو رکوع وسجود میں اپنی پیٹھ کو ٹھیک سے نہیں رکھتا، اسی طرح طلق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے۔
(مجمع جلد ۲ صفحہ ۱۲۰، طبرانی، ترغیب صفحہ ۹۱)

فائدہ: رکوع وسجود کو اطمینان سے ادا کرنا ضروری ہے۔ امام یوسف فرماتے ہیں کہ تسبیح کے برابر اطمینان سے رکنا ضروری ہے۔ امام شافعی اور امام احمد بھی اسی کے قائل ہیں۔ (عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۶۵)

سب سے بڑا نماز کا چور

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بڑا چور وہ ہے جو نماز میں چراتا ہے۔ لوگوں نے کہا نماز میں کیسے چرائے گا فرمایا جو رکوع وسجود کو اطمینان سے نہیں کرتا۔ اور جو رکوع وسجود میں اپنی پیٹھ کو ٹھیک سے نہیں رکھتا۔ (ترغیب صفحہ ۳۴۵، مجمع صفحہ ۱۲۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے جلدی جلدی نماز پڑھتا ہے۔ رکوع وسجود میں اپنی پیٹھ کو اطمینان سے نہیں رکھتا پیٹھ سیدھی بھی نہیں ہوتی کہ دوسرے سجدہ میں چلا جاتا ہے جیسا کہ بعض لوگ جلد بازی یا تغافل وتکاسل کی وجہ سے کرتے ہیں۔

نماز ہی صحیح نہیں ہوتی

حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کی نماز ہی درست نہیں ہوتی جب تک کہ وہ اپنی پیٹھ کو رکوع وسجود میں درست نہ رکھے۔ (ترغیب صفحہ ۳۳۴)

ساٹھ سال سے نماز پڑھتا ہے مگر مقبول بارگاہ نہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی (بعض) ساٹھ سال تک نماز پڑھتا ہے مگر اس کی نماز قبول نہیں کی جاتی۔ کہ رکوع ٹھیک سے کرتا ہے تو سجدہ نہیں۔ سجدہ کرتا ہے تو رکوع ٹھیک سے نہیں کرتا۔ (یعنی اعتدال واطمینان کے ساتھ نہیں کرتا)۔ (ترغیب صفحہ ۳۳۷)

گویا کہ نماز ہی نہیں پڑھی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک طویل روایت میں ہے کہ جس نے نماز میں ٹھیک سے رکوع سجدہ وغیرہ ادا نہیں کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے نماز ہی نہیں پڑھی جاؤ پھر سے نماز پڑھو۔

(بخاری صفحہ ۱۰۹، مسلم صفحہ ۱۷۰، ترغیب صفحہ ۳۴۰)

ایسے محروم کی مثال

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اے علی اس شخص کی مثال جو نماز میں پیٹھ کو ٹھیک اور اطمینان سے نہیں رکھتا اس حاملہ عورت کی طرح ہے کہ ولادت کا زمانہ آیا اسقاط ہوگیا، نہ تو حاملہ ہی رہی نہ بچے والی رہی۔ (ترغیب صفحہ ۳۳۸)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ رکوع وسجدہ میں پیٹھ کو اطمینان اور ٹھیک سے رکھنا بہت ضروری ہے۔ اس کے بغیر نماز ناقص اور بلاثواب رہتی ہے۔ بہت سے لوگ جلد بازی اور کسل وسستی کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں جو انتہائی بری بات ہے۔ مزید مسائل کتب فقہ میں دیکھئے۔

رکوع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا پڑھتے

جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں "سبحان ربی العظیم" پڑھتے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں یہ پڑھتے تھے "سبحان ربی العظیم."

(ابوداؤد صفحہ ۱۲۷)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم عموماً فرائض میں یہی ذکر فرماتے، البتہ رات کے نوافل میں خصوصاً دوسرے اذکار بھی پڑھ لیتے اس لئے فرائض اور امامت میں تو یہی ذکر پڑھے جیسا کہ رائج اور تعامل ہے تنہا اور نوافل میں دیگر اذکار کی اجازت ہے۔

بسا اوقات نوافل میں یہ پڑھتے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب "اذا جاء نصراللّٰہ والفتح" نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع فرماتے تو بکثرت یہ پڑھتے:

"سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ"

(مجمع صفحہ ۱۲۷، سبل الہدیٰ صفحہ ۱۳۸، مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۳۹۴)

ترجمہ: "پاک ہیں آپ اے اللہ آپ ہی کی تعریف، اے اللہ میری مغفرت کیجئے بے شک آپ مہربان، توبہ قبول کرنے والے ہیں۔"

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب رکوع فرماتے تو یہ پڑھتے:

"اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ اَنْتَ رَبِّيْ خَشَعَ لَكَ سَمْعِيْ وَبَصَرِيْ وَلَحْمِيْ وَدَمِيْ وَمُخِّيْ وَعَصَبِيْ وَعَظْمِيْ وَشَعْرِيْ وَبَشَرِيْ وَمَا اسْتَقَلَّتْ بِهٖ قَدَمِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ" (نسائی صفحہ ۱۶۱، نزل الابرار)

ترجمہ: "اے اللہ آپ ہی کے لئے سر جھکا آپ ہی پر ایمان لایا، آپ ہی پر بھروسہ کیا آپ ہی میرے رب ہیں جھک گئے آپ کے لئے میرے کان، میری آنکھ، میرا گوشت، میرا خون، میرا مغز، میرے پٹھے، میری ہڈی، میرے بال، میری کھال اور جس کے ساتھ قائم ہے میرا قدم، اس اللہ کے لئے ہے جو دونوں جہانوں کا رب ہے۔" (عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۷۰)

علامہ عینی نے ذکر کیا ہے کہ نوافل میں توسیع ہے۔ (مزید الدعاء المسنون میں ملاحظہ کیجئے)۔

تسبیح کتنی مرتبہ پڑھتے

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ رکوع میں ۳ مرتبہ "سبحان ربی العظیم" پڑھتے۔ (دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۳۴۲)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سنت یہ ہے کہ رکوع میں ۳ مرتبہ "سبحان ربی العظیم" کہے۔ (مجمع جلد ۱ صفحہ ۱۲۸، ابوداؤد صفحہ ۱۲۹)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب کوئی رکوع میں "سبحان ربی العظیم" ۳ مرتبہ کہے تو اس کا رکوع مکمل ہوگا اور یہ اس کی ادنیٰ مقدار ہے۔ (ترمذی صفحہ ۱۶۰، ابوداؤد ج صفحہ ۲۹)

فائدہ: خیال رہے کہ امامت کی حالت میں تو بہتر ہے کہ ۳ مرتبہ پڑھے اس سے کم پڑھنا خلاف سنت ہے ۵؍ مرتبہ پڑھے تو یہ بھی ٹھیک ہے اور تنہا ہو تو ۳؍۵؍۷؍ جیسا انشراح اور اس کا موقع ہو پڑھے ۷؍ مرتبہ یہ مقدار کمال ہے ابن کمال نے کہا کہ ادنیٰ کمال ۳؍ مرتبہ اور اکمل ۷؍ مرتبہ ہے حضرت ابن مسعود اور حضرت علی ۳؍ مرتبہ پڑھتے تھے۔ حضرت عمر ۵؍ مرتبہ پڑھتے۔ (عمدہ القاری جلد ۶ صفحہ ۷۰)

ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ آپ دس مرتبہ تسبیح پڑھتے۔ (زاد صفحہ ۲۱۷، حاشیہ ابن داود صفحہ ۱۲۹)

رکوع کے بعد قومہ کے لئے کب اٹھے؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک صحابی کو نماز کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا رکوع کرو یہاں تک کہ اطمینان سے ادا ہو جائے تو پھر سر اٹھاؤ (قومہ کے لئے)۔

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۲۴)

یحییٰ بن خلاد کے چچا کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے نماز سکھاتے ہوئے فرمایا کہ رکوع کرو یہاں تک کہ تمام جوڑ (اعضاء) اپنے مقام رکوع میں صحیح طور پر بیٹھ جائے تو (کھڑے ہوتے ہوئے) "سمع اللہ لمن حمدہ" کہو۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۲۵)

خوب اطمینان سے رکوع ادا کرنے کے بعد آپ اٹھتے

حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ جب رکوع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو گھٹنے پر رکھتے انگلیوں کو اس کے نیچے رکھتے انگلیوں کو کشادہ رکھتے کہنیوں کو الگ رکھتے یہاں تک کہ ہر عضو اپنی جگہ (رکوع کی حالت میں ہونا چاہئے) بالکل درست بیٹھ جاتا۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۶۲، نسائی مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۱۹)

رکوع اطمینان سے ادا کرنے کے بعد قومہ کا حکم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: رکوع کرو تو گھٹنے پر ہاتھ رکھو پھر ذرا رکے رہو یہاں تک کہ اطمینان کے ساتھ تمام جوڑ صحیح بیٹھ جائیں پھر ۳ مرتبہ تسبیح کہو (تب اٹھو)۔

(کنز العمال صفحہ ۴۵۱)

قومہ میں بالکل سیدھے ہو جاتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ جب رکوع سے سر اٹھاتے تاوقتیکہ خوب اچھی طرح کھڑے نہ ہو جاتے سجدہ میں نہ جاتے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۸۹۳، مسلم صفحہ ۱۹۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک طویل روایت میں ہے "پھر رکوع سے سر اٹھاؤ، اطمینان سے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ کرو"۔ (بخاری صفحہ ۱۰۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک ﷺ کی نماز کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ نماز پڑھتے پھر جب رکوع سے سر اٹھاتے تو کھڑے ہوتے (اور خوب اطمینان سے کھڑے ہوتے) تو ہم لوگ یہ سمجھتے کہ آپ ﷺ (سجدہ میں جانا) بھول گئے ہیں۔ (بخاری صفحہ ۱۱۰، ابن خزیمہ صفحہ ۳۰۸)

فائدہ: علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصد یہ ہے کہ آپ اطمینان اور اعتدال حاصل کرنے کے لئے دیر تک کھڑے ہوتے یہ نہیں کہ جھٹ کھڑے ہوئے جھٹ سجدہ میں گئے۔

(عمدہ القاری جلد ۶ صفحہ ۷۶)

بسا اوقات قومہ میں یہ بھی پڑھتے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو یہ پڑھتے:

"سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا

وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ" (نسائی صفحہ۱۶۲)

ترجمہ: "سن لیا اللہ نے جس نے اس کی تعریف کی اور آسمان بھر، زمین بھر اور اس کے درمیان بھر اور اس کے بعد آپ کی مشیت پھر آپ کی تعریف ہے۔"

حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے سر اٹھاتے تو یہ دعاء پڑھتے:

"اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمَاءِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ اَللّٰهُمَّ طَهِّرْنِيْ بِالثَّلْجِ وَالْبَرْدِ وَالْمَاءِ الْبَارِدِ اَللّٰهُمَّ طَهِّرْنِيْ مِنَ الذُّنُوْبِ وَنَقِّنِيْ مِنْهَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْوَسَخِ" (الفتح الربانی صفحہ۲۷۲)

ترجمہ: "اے اللہ آپ کے لئے تعریف ہے آسمان بھر زمین بھر اور بھر کر وہ شئے جو آپ اس کے بعد چاہیں۔ اے اللہ ہمیں پاک کر دیجئے، برف سے اولے، ٹھنڈے پانی سے۔ اے اللہ ہمیں گناہوں سے پاک کر دیجئے اور اس طرح صاف کر دیجئے جس طرح سفید کپڑا میل سے صاف کیا جاتا ہے۔"

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم "سمع اللہ لمن حمدہ" کہتے تو یہ کہتے:

"اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمَاءِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ اَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ اَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ" (الفتح الربانی صفحہ۲۷۴، السعایہ صفحہ۱۸۰، نسائی صفحہ۱۶۵)

ترجمہ: "اے ہمارے رب آپ کے لئے آسمان بھر زمین بھر اور بھر کر وہ جو اس کے بعد آپ چاہیں آپ تعریف و بزرگی کے لائق ہیں آپ مستحق ہیں جو بندے نے کہا ہم سب آپ کے بندے ہیں جسے آپ روک دیں کوئی نہیں دے سکتا اور مالدار کو مالداری نفع نہیں دے سکتی۔"

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ یہ طویل اذکار نوافل میں پڑھتے تھے کبھی کبھار فرض میں پڑھتے تھے، بیان جواز کے لئے۔ (السعایہ جلد۲ صفحہ۱۹۰)

سجدہ میں جاتے ہوئے اللہ اکبر کہتے

حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب آپ سجدہ کے لئے جھکتے تو اللہ اکبر کہتے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے بیٹھتے کی حالت میں اللہ اکبر فرماتے۔

(نسائی صفحہ ۱۶۴، الفتح صفحہ ۲۷۷)

فائدہ: محدثین نے باب قائم کیا ہے۔ "التکبیر للسجود" اس سے اشارہ اس کی جانب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں جاتے ہوئے تکبیر کہتے چنانچہ سنت یہ ہے کہ اطمینان اور بالکل ٹھیک سے کھڑے ہونے کے بعد سجدہ کی جانب اللہ اکبر کہتا ہوا جائے۔

تکبیر اس طرح کہے کہ پوری ہیئت انتقال کو شامل ہو، یہ نہیں کہ تکبیر شروع یا قیام یا جھکتے ہی ختم ہو جائے۔ اللہ کے لام کو بہت معمولی سا کھینچے اس لئے فقہاء ومحدثین نے لکھا ہے تکبیر کہتا ہوا جائے، مراقی میں ہے کہ تکبیر پیشانی رکھنے پر ختم کرے۔ (السعایہ صفحہ ۱۹۳)

علامہ عینی نے البنایہ میں لکھا ہے کہ جیسے سجدہ کی جانب جھکے تکبیر شروع کرے اور اسے دراز کرے یہاں تک کہ پیشانی سجدہ میں ٹک جائے۔

سجدہ میں جاتے ہوئے تکبیر کہاں شروع کرے کہاں ختم کرے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اکبر فرماتے جب سجدہ میں جاتے۔

(بخاری صفحہ ۱۰۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہتے ہوئے جھکتے۔

(دار قطنی، بیہقی جلد ۲ صفحہ ۲۵۳)

فائدہ: سجدہ میں جاتے ہوئے تکبیر کا مسنون طریقہ یہ ہے، کہ تکبیر پوری ہیئت انتقال کو شامل ہو۔ یہ نہیں کہ اللہ اکبر کہا تب گئے، اور نہ یہ کہ جھکنے کے بعد سجدہ سے قبل ختم ہو جائے۔ بلکہ اللہ کے لام کو تھوڑا دراز کرے تا کہ قیام سے لے کر سجدہ تک کو شامل ہو جائے۔ بعض لوگ فقط اللہ کے لام کو کھینچنے سے منع کرتے ہیں جس کی وجہ سے تکبیر سجدہ سے قبل ختم ہو جاتی ہے سو یہ صحیح نہیں۔ امام بخاری نے باب قائم کیا ہے کہ "باب یھوی بالتکبیر حین یسجد" جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ تکبیر کہتا ہوا جھکے۔ علامہ عینی اس کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ویبدأ بالتکبیر حین یشرع فی الھوی الی السجود ویمدہ حتی یضع جبھتہ علی الارض ثم یشرع فی تسبیح السجود" اسی طرح تشہد سے اٹھتے ہوئے تکبیر کو اس قدر دراز کرے کہ قیام کی حالت ہو جائے۔ "وفیہ انہ یشرع فی التکبیر للقیام من التشھد الاول یمدہ حتی ینتصب قائماً."

کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ صرف ان کی رائے ہے بلکہ لکھتے ہیں "ھذا مذھب العلماء کافة" (عمدۃ القاری صفحہ ۸۰)

حافظ ابن حجر نے بھی فتح الباری میں لکھا ہے "فیبتدأ بہ حین یشرع فی الھوی بعد اعتدال الی

حين يتمكن جالسا" (جلد۲صفحہ۲۹۱)

ظاہر ہے کہ قیام سے لے کر سجدہ تک تکبیر کا کھینچنا اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ اللہ کے لام کو کچھ نہ کچھ طویل کیا جائے۔ چونکہ بلا مد کے تو وسط ہی میں ختم ہو جائے گا۔

اسی طرح فقہاء کرام نے بھی اس کی تصریح کی ہے کہ سجدہ تک تکبیر ادا ہو۔ مراقی الفلاح میں ہے "ثم يكبر كل مصل خارا للسجود ويختم عند وضع جبهة للسجود" (صفحہ۵۳)

اور علامہ عبدالحیٔ فرنگی محلی نے تفصیل کرتے ہوئے السعایہ میں لکھا ہے، "ساجدا اشارة الى ان وقت التكبير عند الخرور كما صرح به فى المحيط والتحفة والا يضاح وغيرها وذكر الشر نبلالى فى مراقى الفلاح انه تختمه عند وضع جبهة للسجود" (جلد۲صفحہ۱۹۳)

اسی طرح حاشیہ شرح وقایہ میں ہے، "ليفيد مقارنته التكبير مع السجود تنبيها على ان ابتداء التكبير عند ابتداء الانخفاض والانتهاء عند وضع جبهته للسجود صرح به فى المحيط"

(حاشیہ شرح وقایہ صفحہ۱۴۶)

اسی طرح ابن نجیم بحر الرائق میں راجح قول کو محقق کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "وعبارة الجامع الصغير ويكبر مع الانحطاط قالوا وهو الاصح لئلا تخلو حالة الانحناء عن الذكر، ولما قدمنا من حديث الصحيحين." (بحر جلد۱صفحہ۳۲۳)

ان تمام محدثین وفقہاء کرام کی عبارت سے یہ بات بالکل واضح اور مصرح ہو جاتی ہے کہ تکبیر کی ابتداء حالت قیام سے لے کر ابتداء سجدہ تک ہوگی اور اس کی کوئی صورت نہیں کہ اللہ اکبر کی لام کو کچھ کھینچا جائے، اس لئے کہ کوئی ایسا کلمہ نہیں جس میں مد اور اطالۃ کی گنجائش ہو، جو حضرات ایک الف سے زائد بالکل ممنوع قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک یہ مسنون طریقہ کس طرح ادا ہوگا۔ چونکہ یہ بالکل واضح ہے کہ ایک الف مد کی صورت میں قیام سے لے کر سجدہ تک ادا ہی نہیں ہوسکتا۔ وہ تو وسط قیام ہی میں ختم ہو جائے گا۔ دیکھئے ابن نجیم صحیحین کی حدیث سے حالت انحناء میں ذکر کو ثابت کر رہے ہیں۔ اور اس کو واضح قرار دے رہے ہیں کہ تکبیر کو قیام سے لے کر انحناء کی حالت تک لائے جس کی تصریح دیگر فقہاء کر رہے ہیں، اور یہی آثار صحابہ سے ثابت ہے، چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ وہ تکبیر کہتے ہوئے جھکتے۔ (ابن ابی شیبہ جلد۱صفحہ۲۵۵)

پس معلوم ہوا کہ اللہ اکبر کو اس طرح ادا کرنا کہ تکبیر کی ابتداء قیام سے لے کر سجدہ میں پیشانی رکھنے تک ہو۔ اگر اللہ کے لام کو ایک الف سے زائد منع کیا جائے گا اور قال، مال، لام صاد اور نام کی طرح ایک الف کی مقدار تک ادا کیا جائے گا تو یہ مسنون طریقہ جو احادیث و آثار و کلام فقہاء سے ثابت ہے، کس طرح ادا ہوگا۔ لہٰذا ایک

الف سے کچھ زائد کھینچنا اقتضاء ثابت اور جائز ہوگا۔ اور جب تکبیر میں اس کی زیادتی ثابت ہوگی تو اذان جس میں شارع علیہ السلام نے ''ترسیل'' کا حکم دیا ہے وہاں بھی گنجائش یقینا ہوگی، جس پر امت کا تعامل ہے، ہاں گانے کی طرح یا طول فحش کی اجازت ہرگز نہ ہوگی۔

سجدہ میں کس طرح جاتے، سنت طریقہ کیا ہے

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ میں جاتے تو دونوں گھٹنے ہاتھوں سے پہلے رکھتے، اور جب اٹھتے تو ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے۔ (نسائی صفحہ ۱۶۵، ابوداؤد، ترمذی صفحہ ۶۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کے لئے جھکتے پھر دونوں گھٹنے پھر ہاتھ رکھتے۔ (بیہقی، تلخیص الحبیر صفحہ ۲۷۱، سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۹۹، دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۳۴۵)

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ (سجدہ میں جاتے ہوئے) پہلے دونوں ہاتھوں کو رکھتے پھر گھٹنوں کو، تو ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم پہلے گھٹنوں کو رکھیں۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۳۱۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی سجدہ کو جائے تو پہلے اپنے گھٹنوں کو رکھے پھر ہاتھ کو۔ اس طرح نہ بیٹھے جس طرح اونٹ بیٹھتا ہے۔ (طحاوی صفحہ ۱۴۹، السعایہ)

فائدہ: ان احادیث کی وجہ سے جمہور علماء اس بات کے قائل ہیں کہ سجدہ میں جانے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ جاتے ہوئے اولاً گھٹنے رکھے پھر دونوں ہاتھ رکھے پھر پیشانی پھر ناک، اور اٹھنے میں اس کے عکس۔

(عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۷۹)

اور ہاتھوں میں اولاً دائیں گھٹنے کو رکھے پھر بائیں کو رکھے۔ (کذا فی السعایہ صفحہ ۱۹۳)

اگر عذر کی وجہ سے مثلاً ضعف کی وجہ سے ہاتھ پہلے رکھنا چاہئے تو اولاً دایاں ہاتھ پھر بایاں ہاتھ رکھے۔

(السعایہ جلد ۱ صفحہ ۱۹۳)

جھکتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو ملاتے نہیں جدا رکھتے

حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اکبر کہتے ہوئے زمین کی جانب جھکتے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو پہلے سے جدا رکھتے۔ (ابن خزیمہ جلد ۱ صفحہ ۳۱۸)

سجدہ میں دونوں ہاتھوں کو کس کے مقابل اور کہاں رکھتے

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا کہ آپ کے دونوں ہاتھ کانوں کے مقابل قریب تھے۔ (ترمذی صفحہ ۶۲، الفتح الربانی صفحہ ۲۸۲، ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۶۰)

حضرت وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ سجدہ میں آپ کا سر

مبارک دونوں ہاتھوں کے مابین تھا۔ (صحیح ابن خزیمہ صفحہ ۳۲۳، دارقطنی صفحہ ۳۴۵، ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۶۰)

حضرت وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، سجدہ کی حالت میں آپ کے دونوں انگوٹھے کان کے مقابل تھے۔ (نسائی، السعایہ جلد۲، صفحہ ۱۹۵، البنایہ صفحہ ۱۹۷)

حضرت براء کی روایت ہے کہ سجدہ میں آپ کا سر دونوں ہتھیلیوں کے بیچ ہوتا۔ (نسائی: ۱۶۶، کنز العمال صفحہ ۱۲۸)

فائدہ: سجدہ میں دونوں ہتھیلیوں کو دونوں کانوں یا سر کے مقابل رکھنا مسنون ہے۔ عموماً لوگ اس کا خیال نہیں کرتے۔ ہاتھ کو گلے یا کندھے کے مقابل رکھتے ہیں۔ ہدایہ میں ہے پیشانی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان ہاتھ کانوں کے مقابل رکھے۔ (بنایہ صفحہ ۱۹۷)

سجدہ میں انگلیوں کو ملا کر رکھتے

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں انگلیوں کو ملا کر رکھتے۔

(ابن خزیمہ صفحہ ۳۲۴، تلخیص صفحہ ۲۷۲، ابن حبان)

حضرت سفیان کہتے تھے، رکوع میں انگلیوں کو پھیلا کر رکھو۔ اور سجدہ میں ملا کر رکھو۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۶۰)

فائدہ: تمام فقہاء نے تصریح کی ہے کہ سجدہ میں انگلیوں کو ملا کر رکھے۔ ہاتھ کی انگلیوں میں انگوٹھا سیدھا قبلہ کی جانب اہتمام سے رکھے۔ عموماً انگوٹھے کا رخ ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔ بالکل سیدھی ملا کر رکھنے میں انگوٹھا بھی جانب قبلہ ہوگا۔ (السعایہ صفحہ ۱۹۶)

انگلیوں کا رخ سجدہ میں بالکل قبلہ کی جانب ہوتا

حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا دونوں ہاتھوں کو نہ زمین پر بچھایا نہ ان کو موڑا اور انگلیوں کے سروں کا رخ قبلہ کی طرف تھا۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۳۲۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ فرماتے تو انگلیوں کا رخ قبلہ کی جانب کرتے۔ (دارقطنی صفحہ ۳۴۴، ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۶۴)

حفص ابن عالم نے کہا کہ سنت یہ ہے کہ (سجدہ میں) ہتھیلیوں کو زمین پر بچھائے اور انگلیوں کو ملا دے اور ان کے رخ کو قبلہ کی جانب کرے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۶۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے تھے جب تم سجدہ کرو تو ہاتھوں (ہتھیلیوں) کا رخ قبلہ کی جانب کرو اس لئے کہ چہرہ کے ساتھ دونوں ہاتھ بھی سجدہ کرتے ہیں۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۶۴)

ابن قیم نے لکھا ہے کہ مسجد میں آپ پیروں کی انگلیوں کے سروں کو قبلہ رخ رکھتے۔ (زاد المعاد صفحہ ۲۳۲)

سجدہ میں پیروں کی انگلیوں کا سرا قبلہ کی جانب رکھتے

حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اپنے ہاتھوں کو نہ بچھایا نہ موڑا اور پیر کی انگلیوں کا سرا قبلہ کے رخ پر کیا۔ (بخاری صفحہ ۱۱۴، السعایہ: ۱۹۶، ابن خزیمہ صفحہ ۳۲۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بستر پر تھے میں نے آپ کو گم پایا (تلاش کیا) تو سجدہ کی حالت میں پایا اپنی انگلیوں کو قبلہ رخ کیے ہوئے دعا کر رہے تھے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۳۲۸)

فائدہ: معلوم ہوا کہ پیر کی انگلیوں کے سروں کو قبلہ رخ رکھنا مسنون ہے، اسی وجہ سے امام بخاری نے باب قائم کیا ہے کہ انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی جانب رکھے۔ (عمدہ صفحہ ۸۹)

سجدہ کی حالت میں دونوں ایڑیوں کو کھڑی رکھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (سجدہ کی حالت میں دیکھا) میرا ہاتھ آپ کے باطن قدم پر پڑا تو آپ کے قدم مبارک کو اٹھا ہوا کھڑا دیکھا۔ (صفحہ: ۳۲۹)

ہاتھوں کی انگلیوں کی طرح پیروں کی انگلیاں بھی قبلہ کی طرف رکھنا سنت ہے۔ (السعایہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۶)

فائدہ: مستحب یہ ہے کہ سجدہ میں پیروں کو کھڑا رکھے اور انگلیوں کو قبلہ کی جانب موڑ کر رکھے۔ تمام فقہاء و محدثین نے اسے سنت قرار دیا ہے۔

بازو کو زمین پر نہ بچھاتے

حضرت ابوحمید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ فرماتے تو ہاتھوں کو زمین پر نہ بچھاتے اور نہ ان کو سکوڑے رہتے (بلکہ ہر ایک عضو کو الگ رکھتے)۔ (بخاری صفحہ: ۱۱۴، تلخیص صفحہ ۲۷۳)

نہ سکوڑنے کا مطلب علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں بیان کیا ہے کہ اپنی انگلیوں کو نہ موڑتے۔

(عمدۃ القاری جلد ۲ صفحہ ۹۷)

حضرت عطا منع کرتے تھے کہ سجدہ کی حالت میں بازوؤں کو زمین پر بچھایا جائے۔

(مصنف ابن عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۱۷۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بازو کو زمین میں بچھانے سے منع کیا ہے جیسے کتا بچھا کر بیٹھتا ہے۔ (مسلم صفحہ ۱۹۳، نسائی صفحہ ۳۲۵، ابن شیبہ صفحہ ۲۵۹، بخاری صفحہ ۱۱۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے درندوں کی طرح ہاتھوں کو بچھا کر سجدہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۳۲۵)

فائدہ: سجدہ کی حالت میں مردوں کو زمین پر بازوؤں کا رکھنا اور بچھانا مکروہ ہے۔

کہنیوں کو ران اور پیٹ سے جدا رکھتے

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز (میں سجدہ) کرتے تو ران کو پیٹ سے جدا رکھتے۔ (صحیح ابن خزیمہ صفحہ ۳۲۶)

سالم بن براد کہتے ہیں کہ ہمیں ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز سکھائی تو جب سجدہ کیا تو رانوں کو جدا رکھا یعنی کہنیوں اور بازوؤں سے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۵۷)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب سجدہ کرو تو ہتھیلیوں کو زمین پر رکھو اور کہنیوں کو بلند رکھو۔ (ملاؤ نہیں)۔ (الفتح الربانی صفحہ ۲۸۱، صحیح ابن خزیمہ صفحہ ۳۲۹)

بازوؤں کو بغل اور پہلو سے جدا رکھتے

حضرت مالک ابن بحینہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ فرماتے تو دونوں ہاتھوں کو جدا رکھتے یہاں تک کہ بغل نظر آ جاتا۔ (بخاری صفحہ ۱۱۲، سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۱۴)

طحاوی میں ہے کہ دونوں بازو اور پہلو کے درمیان خلا رکھتے۔ (جلد ۱ صفحہ: ۱۳۶)

ابوصالح جہنی کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو بازوں کو بغل اور پہلو سے جدا رکھتے۔ (سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۱۴)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اعضاء کو (ہاتھوں کو پہلو سے) الگ رکھتے یہاں تک کہ بغل کی سفیدی نظر آتی۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۳۲۶، مجمع صفحہ ۱۲۵)

سجدہ میں ہر عضو کو دوسرے سے جدا رکھتے ملاتے نہیں

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو (سجدہ میں) ہر عضو کو جدا رکھتے۔ (نسائی صفحہ ۱۶۶)

حضرت مالک ابن بحینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ فرماتے تو ہر عضو کو ایک دوسرے سے جدا رکھتے۔ (الفتح الربانی صفحہ ۲۷۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سجدہ میں اعضاء کو کشادہ (الگ الگ) رکھو۔ (کنز العمال صفحہ ۴۶۶)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کی حالت میں ایک عضو کو دوسرے سے ملاتے نہیں۔ الگ رکھتے یہی مردوں کے لئے سجدے کا مسنون طریقہ ہے بخلاف عورتوں کے وہ ہر عضو کو ایک دوسرے سے ملائیں گی۔ محدثین نے "التجا

فی فی السجود" کا باب قائم کر کے اس کی تصریح کی ہے۔

ران، پیٹ اور سینہ کے درمیان اتنا فاصلہ ہوتا کہ بکری کا بچہ گزر جاتا

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو (پیٹ ران سے) اتنا جدا اور فاصلے پر رکھتے کہ ایک بکری کا بچہ گزر جائے۔ (نسائی صفحہ ۱۶۷، ابوداؤد صفحہ ۱۳۰)

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح (اعضاء کو الگ رکھ کر) سجدہ فرماتے اگر بکری کا بچہ گزرتا تو گزر جاتا۔ (داری جلد ا صفحہ ۳۰۶)

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ فرماتے تو ہاتھوں کو اس طرح جدا رکھتے کہ پیچھے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغل مبارک نظر آتے۔ (داری صفحہ ۳۰۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغل مبارک بالکل صاف نظر آتے۔ (عمدہ جلد ۶ صفحہ ۹۸)

سرین کو سجدہ میں اٹھائے رکھتے پنڈلیوں یا پیروں سے نہ ملاتے نہ اس پر رکھتے

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ (سجدہ میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتھیلیوں کو رکھا اور سیرین (پیچھے کے حصے) کو اٹھایا اور پیٹ کو زمین سے جدا رکھا۔ اور کہا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا۔ (الفتح الربانی، ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۵۸)

سجدہ میں دونوں پیروں کو کھڑا رکھتے

حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو زمین پر اپنی ہتھیلیوں کو، دونوں گھٹنوں کو اور دونوں پیروں کی انگلیوں کو ٹیکتے۔ (سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۶۱)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں پیروں کو بچھاتے نہیں بلکہ کھڑا رکھتے اور پیروں کی انگلیاں جانب قبلہ ہوتیں یہی سنت طریقہ ہے۔ بچھانا عورتوں کے لئے ہے۔ چنانچہ عامر بن سعد کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ میں پیروں کو کھڑا رکھنے کا حکم دیا ہے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۲۶۱)

پیشانی کے ساتھ ناک بھی زمین پر رکھتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کے دن سجدہ کیا تو اس کا اثر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی اور ناک پر دیکھ رہا تھا۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۱۲۶)

حضرت وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ فرماتے تو ناک بھی پیشانی کے ساتھ زمین

پر لگاتے۔ (البنایہ صفحہ ۱۲۸، ابویعلی، طبرانی)

نماز اچھی طرح نہ پڑھنے والے کو آپ ﷺ نے فرمایا: زمین پر پیشانی کے ساتھ ناک بھی ٹیکو۔

(السعایہ صفحہ ۲۰۰)

پیشانی کے ساتھ ناک بھی رکھنے کا حکم فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں اہل خانہ میں سے ایک عورت نماز پڑھ رہی تھی اور ناک زمین پر نہیں رکھ رہی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا زمین پر ناک ٹیکو پیشانی کے ساتھ جو ناک نہیں رکھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔ (البنایہ جلد ۱ صفحہ ۱۹۹، دار قطنی صفحہ ۳۴۸)

سجدہ میں پیشانی کے ساتھ ناک کا رکھنا ہی نہیں بلکہ زمین پر ٹیکنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر نماز خلاف سنت اور مکروہ ہوگی۔ اگر پیشانی نہیں رکھی صرف ناک رکھا تو نماز ہی نہ ہوگی۔ (البنایہ صفحہ ۲۰۰)

امام مالک کے نزدیک دونوں کا رکھنا واجب ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۹ صفحہ ۹۰)

بہتر یہ ہے کہ سجدہ میں پہلے پیشانی رکھے پھر ناک جیسا کہ علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے، السعایہ میں ہے کہ بعض نے پہلے ناک پھر پیشانی رکھے، بحر الرائق، درمختار اور معراج نے پہلے ناک ہی رکھنا ذکر کیا ہے اس کے برخلاف بدائع میں ہے کہ پہلے پیشانی رکھے۔ (السعایہ صفحہ ۱۹۵)

علامہ عینی نے لکھا ہے پیشانی کھلی زمین پر رکھے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۹۰)

لہٰذا اگر پیشانی رومال یا ٹوپی وغیرہ سے ڈھکی ہوئی ہو تو اسے کھول لینا چاہئے، علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اگر کچھ معمولی غبار پیشانی پر لگ جائے تو اسے صاف نہ کرے۔ (عمدہ صفحہ ۹۴)

پیشانی کے اوپری حصہ کو زمین پر ٹیکتے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول پاک ﷺ کو دیکھا کہ پیشانی کے اوپری حصہ اور بال اگنے کے نیچے کے حصہ کو سجدہ میں رکھے ہوئے ہیں۔

(دار قطنی صفحہ ۳۴۹، مجمع صفحہ ۱۲۵، تلخیص صفحہ ۲۶۸، طبرانی)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ سجدہ میں پیشانی کا نچلا حصہ جو دونوں آنکھوں کے مابین ہے وہ نہ زمین پر ٹیکتے بلکہ اوپری حصہ جو وضو میں منہ دھونے کی آخری حد ہے وہ زمین پر رکھتے۔ پیشانی رکھنے کا یہی طریقہ مسنون ہے۔ بہت سے لوگ نادانی کی وجہ سے پیشانی کے نچلے حصہ کو زمین پر رکھتے ہیں۔ چنانچہ چہرہ پر نشان سے آپ اندازہ لگالیں گے، ویسے پیشانی کے کسی بھی حصہ کو ٹیکے خواہ بیچ کا یا نیچے کا تو سجدہ صحیح ادا ہو جائے گا۔

پیشانی کو کسی سخت چیز پر جو زمین پر مستقر ہو ٹیکے

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سجدہ کرو تو پیشانی کو زمین پر ٹیکو۔

(تلخیص الحبیر صفحہ ۲۶۸)

فائدہ: وہ نرم چیز یا بہت موٹی روئی جو زمین پر نہ ٹکے اس پر سجدہ ادا نہیں ہوتا منع ہے۔ ابن قیم نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ سجدہ کرتے تو پیشانی اور ناک کو زمین پر ٹیکتے۔ (زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۲۳۲)

سردی میں چادر کے اندر ہاتھ رکھتے ہوئے سجدہ کرے یا ہاتھ نکال کر

حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ تشریف لائے ہم لوگوں نے مسجد بنی عبدالاشہل میں نماز پڑھی تو میں نے دیکھا کہ سجدہ کرتے ہوئے آپ کے ہاتھ کپڑے کے اندر تھے۔ حضرت مجاہد نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا چادر میں ہاتھ اندر رکھتے ہوئے سجدہ کرتے تھے۔

(الفتح ربانی جلد ۳ صفحہ ۲۸۹، سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۰۸، ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۶۵)

حمید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن کو دیکھا کہ جاڑے میں کوٹ پہنے ہوئے تھے اور ہاتھ باہر نہیں کئے (اور سجدہ کیا)۔

ہشام حسن بصری سے نقل کرتے ہیں حضرات صحابہ کرام اپنی چادروں کے اندر ہاتھ رکھے ہوئے سجدہ کرتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۶۶)

فائدہ: سخت جاڑ اور سردی ہو، چادر یا کوٹ پہنے ہو ہاتھ اندر رکھے ہوئے سجدہ کر سکتے ہیں حضرت وائل کی روایت جو طحاوی صفحہ ۱۱۵ میں ہے اس سے بھی پتہ چلتا ہے ہاتھ اندر رکھے ہوئے سجدہ کر سکتے ہیں اس کے خلاف بعض صحابہ و تابعین سے یہ بھی مروی ہے کہ وہ سجدہ کرتے وقت ہاتھ اندر سے باہر نکال لیتے تھے چنانچہ حضرت اسامہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت سالم کو دیکھا کہ وہ سجدہ کرتے ہوئے کوٹ کے اندر سے ہاتھ نکال لیتے تھے اسی طرح مغیرہ نے ابوالہذیل سے نقل کیا ہے کہ وہ سجدہ کرتے تو چادر سے ہاتھ باہر نکال لیتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۲۶)

فائدہ: سخت سردی ہو باہر ہاتھ نکالنے سے خشوع میں فرق پڑتا ہو مثلاً ٹھنڈ ہو تو ہاتھ باہر نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں، نوافل میں گنجائش ہے ورنہ تو مکروہ ممنوع ہے۔

بھیڑ اور ازدحام کی وجہ اگلے کی پیٹھ پر سجدہ کرنے کی اجازت

حضرت سیار بن معرور رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ خطبہ دیتے

ہوئے فرمارہے تھے رسول اللہ ﷺ نے اس مسجد کی تعمیر فرمائی، ہم مہاجرین وانصار آپ کے ساتھ تھے تو آپ نے فرمایا: جب بھیڑ ہوجائے تو آدمی اپنے بھائی کی پیٹھ پر سجدہ کرے۔ (الفتح الربانی جلد۳ صفحہ۳۸۹)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب جمعہ (عید وغیرہ) کے دن زمین پر (سجدہ) نہ کرسکے تو اپنے بھائی کی پیٹھ پر سجدہ کرلے۔ حضرت طاؤس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب جمعہ کے دن زمین پر سجدہ نہ کرسکے تو اپنے بھائی کی پیٹھ پر سجدہ کرلے۔ (ابن ابی شیبہ جلد۱ صفحہ۲۶۴)

فائدہ: خیال رہے ازدحام اور بھیڑ ہوجائے جگہ تنگ ہوجائے تو اگلی صف والے کی پیٹھ پر بھی سجدہ کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ بھی نماز میں ہو۔

تہجد اور نوافل کے سجدہ میں گنجائش

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرات صحابہ کرام نے سجدہ میں اعضاء کو الگ الگ رکھنے پر مشقت کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا گھٹنوں سے مدد حاصل کرلو۔ (ابوداؤد صفحہ۱۳۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ نوافل میں دیر تک سجدہ یا بکثرت سجدہ کرنے کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہو تو آپ نے اجازت دے دی کہ کہنیوں کو گھٹنوں میں لگالیا کریں تاکہ سہارا ہوجائے یا گھٹنوں کے سہارے اٹھ جایا کریں تاکہ مشقت میں کچھ کمی ہوجائے۔

سجدے میں سات اعضاء کا استعمال

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو اس کے ساتھ سات اعضاء سجدہ کرتے ہیں چہرہ، دونوں ہتھیلیاں، گھٹنے دونوں پیر۔ (مسلم:۱۹۳، ابن ماجہ ۶۳، ترمذی صفحہ۶۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا مجھے سات ہڈیوں کے ساتھ سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پیشانی کے ساتھ اور آپ نے اپنے ہاتھ سے ناک کی جانب اشارہ کیا (یعنی پیشانی اور ناک کو ایک عضو فرمایا) اور دونوں ہاتھوں سے اور گھٹنوں سے اور دونوں پیروں کی انگلیوں کے سروں سے اور یہ کہ کپڑے اور بالوں کو نہ سمیٹیں۔ (بخاری صفحہ۱۱۲)

فائدہ: سجدہ میں ۷/اعضاء کا استعمال ضروری ہے۔ پیشانی اور ناک کا شمار ایک ہی عضو میں ہے۔ ابن ماجہ نے طاؤس کا قول نقل کیا ہے کہ آپ دونوں کو ایک شمار کرتے تھے۔ (ابن ماجہ صفحہ۶۳)

کوّے کے چونچ مارنے کی طرح سجدہ کرنے سے منع فرماتے

عبدالرحمٰن بن شبل فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ کوے کی طرح ٹھونگ، چونچ مار کر سجدہ کرے۔ (یعنی اتنی جلدی کرے کہ جاتے ہی اٹھ جائے)۔ (ابوداؤد صفحہ۱۲۵، سنن کبریٰ صفحہ۱۱۸، ابن خزیمہ جلد۱ صفحہ۳۳۱)

سجدہ میں آنکھوں کو بند کرنے سے منع فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت سجدہ میں آنکھوں کو بند کرنے سے منع فرمایا ہے کہ یہ یہود کی عادت ہے۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۴۶۵)

فائدہ: یہود سجدہ میں آنکھیں بند رکھتے تھے اس سے آپ نے منع فرمایا ہے۔

سجدہ میں پیر کو زمین سے اٹھانا منع ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (سجدہ میں) اپنے دونوں پاؤں کو بالکل لگائے رکھو۔ (ابن ماجہ صفحہ ۸۹۶، کنز العمال صفحہ ۴۶۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے دونوں پیروں کو زمین پر لگائے رکھو۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۴۶۷)

فائدہ: حضرت سفیان کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں دونوں پیروں کو کھڑا رکھتے اور انگلیوں کو زمین پر رکھتے۔ (عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۱۷۴)

فائدہ: سجدہ کی حالت میں دونوں پیروں کا زمین پر ٹیکے رہنا ضروری ہے۔ عموماً لوگ پیروں کو اٹھا لیتے ہیں یا ہلاتے رہتے ہیں، یہ مکروہ تحریمی ہے، دونوں زمین سے الگ رہیں سجدہ ہی نہ ہوگا۔

آپ سجدہ نہایت اطمینان سے ادا فرماتے

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سجدہ رکوع اور جلسہ سب برابر (یعنی اطمینان سے اور یکساں ہوتا تھا جلدی نہیں) ہوتا تھا۔ (بخاری)

حضرت براء ابن عازب کی روایت میں ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو دیکھا تو میں نے آپ کے قیام کو، رکوع اور سجدہ کے مثل پایا۔ اور رکوع مثل سجدہ کے فرماتے۔ اور سجدہ کے درمیان بیٹھنا سارے امور قریب قریب برابر ہوتے۔ (یعنی جلدی اور عجلت سے کوئی رکن ادا نہ فرماتے اور سجدہ خوب اطمینان سے ادا فرماتے، جتنا وقت کھڑے ہونے میں معلوم ہوتا اتنا ہی وقت سجدہ میں معلوم ہوتا۔ (ابوداؤد صفحہ ۸۵۴)

اطمینان سے سجدہ کرنے کا حکم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سجدہ کرو تو خوب اطمینان سے کرو۔ (بخاری صفحہ ۱۱۲، سنن کبریٰ صفحہ ۱۱۷)

علی بن شیبانی کی روایت میں ہے کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے ایک آدمی کو دیکھا

جو رکوع اور سجدہ میں پیٹھ کو ٹھیک سے نہیں رکھتا تھا، تو آپ نے نماز پوری کرنے کے بعد فرمایا اے مسلمانوں کی جماعت اس کی نماز ہی نہیں جس کی پیٹھ رکوع وسجدہ میں درست نہ ہو۔

فَائِدَہ: بعض لوگوں کی پیٹھ سجدہ میں ٹھیک اطمینان سے بیٹھ بھی نہیں پاتی کہ سر سجدہ سے اٹھا لیتے ہیں۔ یہ مارے جلدی کے ایسا کرتے ہیں اس سے آپ نے منع فرمایا اور تاکید کی کہ ارکان طمانیت سے ادا کریں۔

اطمینان سے رکوع وسجدہ نہ کرنے والے کے متعلق سخت وعید

ابووائل کہتے ہیں کہ حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع وسجود کو ٹھیک سے ادا نہیں کر رہا تھا تو حضرت حذیفہ نے ان سے پوچھا، کتنے دنوں سے ایسی نماز پڑھ رہے ہو؟ کہا چالیس سال سے تو فرمایا تم نے خدا کے واسطے نماز نہیں پڑھی (کہ اپنے من کے واسطے من کے مطابق جلدی جلدی پڑھی) اگر تمہارا اسی حالت میں انتقال ہوگیا تو خلاف سنت (نماز پڑھتے) مروگے۔

(بخاری صفحہ ۱۰۹، سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۱۸، ابن خزیمہ صفحہ ۳۳۲)

عبداللہ اشعری کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کو نماز پڑھائی پھر مجلس میں بیٹھ گئے ایک شخص آیا اور نماز پڑھتے ہوئے رکوع وسجود میں کوے کے چونچ مارنے کی طرح جلدی کرنے لگا آپ نے فرمایا دیکھتے ہوا سے، جو شخص ایسی حالت میں انتقال کر جائے تو ملت محمدی کے غیر پر انتقال کرے گا۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۳۳۲)

فَائِدَہ: خلاف سنت نماز پڑھتے انتقال ہوا تو خلاف سنت طریقہ پر نماز پڑھتے ہوئے انتقال ہوا، اللہ کی پناہ کیسی بری بات ہے۔

سجدہ میں تسبیح پڑھتے اور کس مقدار میں پڑھتے

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں ۳ رمرتبہ **"سبحان ربی الاعلی"** پڑھتے۔ (صحیح ابن خزیمہ جلد ۱ صفحہ ۳۳۴، ابوداؤد صفحہ ۱۲۷)

دار قطنی وغیرہ کی روایت میں ہے کہ "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی وَبِحَمْدِہٖ" ۳ رمرتبہ پڑھتے (دار قطنی صفحہ ۳۴۲)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے سجدہ میں ۳ رمرتبہ "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" پڑھ لیا اس کا سجدہ پورا ہوگیا اور یہ کم مرتبہ ہے۔ (مسند طیالسی مرتب جلد ۱ صفحہ ۱۰۰)

حضرت سعدی کی ان کے والد یا چچا سے روایت ہے کہ میں نے آپ کی نماز میں رکوع اور سجدہ کا اندازہ لگایا تو آپ "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ" ۳ رمرتبہ کہنے کے برابر رکتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۸۸۵)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ سجدہ میں یا رکوع میں ۳ رمرتبہ سے زائد مقدار میں طاق عدد کے موافق مستحب ہے لیکن امام کے لئے اگر مقتدی کے حق میں گراں ہو جائے تو ۳ رہی بہتر ہے۔ (کبیری صفحہ ۲۸۳)

ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ رکوع وسجدہ میں قریب دس مرتبہ تسبیح ادا فرماتے۔ (جلد اصفحہ ۲۱۷)

بسا اوقات سجدہ میں یہ دعائیں بھی پڑھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے سجدہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پڑھتے پایا:

"اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَاَعُوْذُ بِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ، اَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ"

(ابن خزیمہ صفحہ ۳۳۵، نسائی: ۱۶۹، ابوداؤد صفحہ ۱۲۸)

ترجمہ: "اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں آپ کی رضا کے ذریعہ آپ کی ناراضگی سے آپ کی معافی کے ذریعہ آپ کی سزا سے پناہ مانگتا ہوں آپ سے میں آپ کی تعریف کا احصار وشمار نہیں کر سکتا جیسا کہ آپ نے اپنی تعریف کی ہے اسی کے آپ لائق ہیں۔"

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں یہ دعا فرمارہے تھے:

"سَجَدَ لَكَ سَوَادِيْ وَخِيَالِيْ وَآمَنَ بِكَ فُؤَادِيْ اَبُوْءُ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَمَا جَنَيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ" (مجمع جلد ۲ صفحہ ۱۲۸)

ترجمہ: میرے دل اور خیال نے آپ کو سجدہ کیا۔ میرا قلب آپ پر ایمان لایا ان نعمتوں کی وجہ سے جو آپ کی ہمارے اوپر ہے رجوع کرتا ہوں میں اپنے نفس پر کوئی ظلم نہ کروں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات بستر پر سے گم پایا۔ میرا ہاتھ آپ پر پڑا تو سجدہ میں آپ یہ دعا فرمارہے تھے:

"رَبِّ اَعْطِ نَفْسِيْ تَقْوٰهَا، وزَكِّهَا اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكّٰهَا اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا" (مجمع: ۱۲۸)

ترجمہ: "اے اللہ میرے نفس میں تقویٰ عطا فرما اس کا تزکیہ فرما۔ آپ بہتر تزکیہ فرمانے والے ہیں آپ ہی ولی وآقا ہیں۔" (الفتح صفحہ ۲۹۲)

فائدہ: فرائض میں اور امامت کی حالت میں تو "سبحان ربی الاعلی" پر اکتفا کرنا بہتر ہے خواہ تین مرتبہ ہو یا پانچ مرتبہ البتہ نوافل میں اور صلوٰۃ اللیل میں دیگر اذکار ودعائیں مسنون ہیں مزید "الدعاء المسنون" میں ملاحظہ کیجئے۔

عورتیں کس طرح سجدہ کریں گی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا کہ عورتیں سجدہ کس طرح کریں گی تو فرمایا تمام اعضاء کو ملا کر جمع کریں گی۔

حضرت ابراہیم نخعی نے کہا کہ عورتیں سجدہ میں اپنی رانوں کو ملالیں گی اور پیٹ کو رانوں سے لگالیں گی۔

یزید بن حبیب سے مرسلاً مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ کا گزران دو عورتوں پر ہوا جو نماز پڑھ رہی تھیں تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کے بعض حصوں کو زمین سے چمٹالو۔ عورتیں سجدہ مردوں کی طرح نہ کریں گی۔ (مراسیل ابی داؤد، اعلاء السنن جلد۳ صفحہ۲۰، البحر الرائق جلد۱ صفحہ۳۳۹)

حضرت حسن فرماتے ہیں عورتیں سجدہ میں اعضاء کو سمیٹ لیں گی اور ملالیں گی۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۷۰)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ عورتیں جب سجدہ کریں گی تو اپنے اعضاء کو رانوں سے ملالیں گی۔ (اعلاء السنن جلد۳ صفحہ۲۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے کہ عورتیں جب سجدہ کریں گی تو اپنے پیٹ کو رانوں سے ملالیں گی کہ یہ اس کے لئے زیادہ ستر کا باعث ہے۔ (کنز العمال: اعلاء السنن صفحہ۲۵)

ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ جب عورتیں سجدہ کریں گی تو اپنی رانوں کو پیٹ سے ملالیں گی اور اپنی سرین کو (مردوں کی طرح) نہ اٹھائیں گی اور نہ الگ الگ عضو کو (مردوں کی طرح) رکھیں گی بلکہ ملالیں گی۔

(ابن ابی شیبہ جلد۱ صفحہ۲۷۰)

علامہ ابن نجیم نے کنز الدقائق کی شرح البحر الرائق میں لکھا ہے کہ عورتوں کی نماز مردوں کی نماز سے ان چند امور میں مختلف ہے۔ (یعنی ان امور میں مردوں کی طرح نہیں ہے)۔

1. عورتیں اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھائیں گی۔
2. دونوں ہاتھوں کو سینہ پر رکھیں گی۔
3. سجدہ میں پیٹ کو رانوں سے جدا نہ رکھیں گی۔
4. اپنے دونوں ہاتھوں کو رانوں پر رکھیں گی۔
5. ان کی انگلیاں گھٹنوں پر رہیں گی (تشہد کی حالت میں)۔
6. سجدہ میں اپنی بغل کو بازو سے ملائے رکھیں گی۔
7. سرین پر بیٹھ کر دونوں پیروں کو باہر نکال لیں گی۔
8. رکوع میں انگلیوں کو کشادہ نہ رکھیں گی بلکہ ملا کر رکھیں گی۔
9. مردوں کی امامت نہ کریں گی۔
10. ان کے لئے فجر کی جماعت مکروہ ہے۔
11. پیروں کی انگلیاں اٹھائیں گی نہیں۔

⓬ ان کے لئے فجر میں اسفار (روشنی میں) مستحب نہیں۔
⓭ نماز میں جہر بالکل نہ کریں گی۔ (البحر الرائق جلد ا صفحہ ۳۳۹)

سجدہ سے آپ ﷺ کس طرح اٹھتے

حضرت ابوحمید الساعدی کی روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ سجدہ سے اٹھتے تو اللہ اکبر کہتے۔ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نماز پڑھی جب دوسرے سجدہ سے اٹھے تو اللہ اکبر کہا اور سلام پھیرنے کے بعد فرمایا آپ ﷺ اسی طرح نماز پڑھتے تھے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۲۴۲)

فَائِدَۃ: سجدے سے اٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے سر اٹھائے پھر دونوں ہاتھوں کو اٹھائے۔

خیال رہے کہ سر اٹھانے میں اولاً پیشانی یا ناک دونوں میں سے کسی کو اٹھائے اجازت ہے مگر اولاً پیشانی آسان ہے۔ (کذا فی السعایہ صفحہ ۲۰۹)

شرح منیہ میں ہے کہ گھٹنوں کے سہارے یعنی اس پر ہاتھ رکھتے ہوئے زور لگاتے ہوئے اٹھ جائے۔
(حلبی صفحہ ۳۲۳)

جلسہ یعنی دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھتے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سجدہ سے سر اٹھاتے جب تک ٹھیک سے نہ بیٹھتے سجدہ (دوسرا) نہ فرماتے۔ (الفتح الربانی صفحہ ۲۹۳، سنن کبریٰ صفحہ ۱۳۱)

حضرت عامر بن عقبہ آپ ﷺ کی نماز کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ سجدہ سے سر اٹھاتے پھر بیٹھتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۲۱)

فَائِدَۃ: دونوں سجدہ کے درمیان بیٹھنا جسے جلسہ بھی کہتے ہیں نماز کے لوازمات سے ہے۔

سجدوں کے درمیان کتنی مقدار بیٹھتے

حضرت براء بن عازب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا رکوع، سجدہ اور جلسہ قریب برابر ہوتا (یعنی سجدہ، رکوع اطمینان سے ٹھہر کر ہوتا اسی طرح دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا ہوتا)۔
(سنن کبریٰ صفحہ ۱۲۲، ابن خزیمہ صفحہ ۳۴۰)

حضرت میمونہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ بیٹھتے تو نہایت اطمینان سے بیٹھتے۔
(نسائی، السعایہ صفحہ ۲۰۷)

حضرت حذیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سجدوں کے درمیان "رب اغفر لی رب اغفرلی" فرماتے اور سجدہ کی مقدار بیٹھتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۲۲)

فَائِدَہ: سنت طریقہ یہ ہے کہ جلسہ میں نہایت اطمینان سے بیٹھے جس طرح اطمینان سے سجدہ کیا جاتا ہے۔

سجدوں کے درمیان کس طرح بیٹھتے

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ سے سر اٹھاتے تو بائیں پیر کو بچھا کر بیٹھتے۔

حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ تکبیر کہتے (سجدہ سے اٹھتے ہوئے) پھر ایک پیر کو بچھاتے دوسرے کو کھڑا کرتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۱۸، السعایہ صفحہ ۲۰۷، تلخیص الحبیر جلد ۱ صفحہ ۲۷۷)

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو سجدوں کے درمیان بائیں پیر پر بیٹھتے۔

(دارمی جلد ۱ صفحہ ۳۰۶)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ دو سجدوں کے درمیان تشہد کی طرح بیٹھے، ایڑیوں پر نہ بیٹھے کہ یہ منع ہے۔

دو سجدوں کے درمیان بیٹھتے ہوئے کیا پڑھتے؟

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو سجدوں کے درمیان یہ پڑھتے۔ "رب اغفرلی. رب اغفرلی" (دارمی صفحہ ۳۰۴، نسائی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں سجدوں کے درمیان یہ پڑھتے "رَبِّ اغْفِرْلِیْ، وَارْحَمْنِیْ. وَاجْبُرْنِیْ. وَارْفَعْنِیْ وَارْزُقْنِیْ. وَاهْدِنِیْ" پھر سجدہ میں جاتے۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۱۲۲، الفتح الربانی صفحہ ۲۹۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں سجدوں کے درمیان یہ پڑھتے "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِی. وَارْحَمْنِیْ. وَاجْبُرْنِی. وَاهْدِنِی وَارْزُقْنِی" (ترمذی جلد ۱ صفحہ ۶۳)

دو سجدوں کے درمیان ایڑیوں کو کھڑا رکھ کران پر بیٹھنا ممنوع ہے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی جو اپنے لئے ناپسند کرتا ہوں وہی تمہارے لئے ناپسند سمجھتا ہوں اور جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں وہی تمہارے لئے۔ تم دو سجدوں کے درمیان اقعاء (ایڑیوں کو کھڑا کر کے پنجوں کے بل بیٹھنا) نہ کرنا۔ (ترمذی صفحہ ۶۳)

فَائِدَہ: یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سجدوں کے درمیان ایڑیوں کو کھڑا کر کے پنجوں کے بل بیٹھنے سے منع فرمایا اس طرح بیٹھنا خلاف سنت ہے مسنون یہ ہے کہ بائیں کو بچھائے دائیں کو کھڑا رکھے۔ البتہ کوئی تکلیف ہو تو اس کی گنجائش ہے۔

عذر کی وجہ سے گنجائش ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ وہ نماز میں چہار زانو بیٹھتے ہیں تو اس کی نقل ان کے صاحبزادے نے کی تو ان کے والد حضرت ابن عمر نے ان کو منع کیا اور فرمایا کہ نماز میں سنت کا طریقہ یہی ہے کہ دائیں پیر کو کھڑا رکھے اور بائیں کو بچھا دے اور میں جو کرتا ہوں سو میرا پیر اس طرح بیٹھنے کو برداشت نہیں کرتا۔ (عذر کی وجہ سے ایسا کرتا ہوں)۔ (طحاوی صفحہ ۱۵۲)

فائدہ: معلوم ہوا کہ سنت طریقہ تو اسی طرح تشہد میں اور سجدوں کے درمیان بیٹھنا ہے۔ مگر پیر میں تکلیف ہو یا اور کوئی بھی عذر ہو تو اس کے علاوہ ایڑی کے بل یا چہار زانو بھی بیٹھا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ثابت ہے۔

پہلی رکعت اور تیسری رکعت کے لئے آپ کس طرح اٹھتے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے سیدھے پیروں کے سہارے کھڑے ہو جاتے (بیٹھ کر کھڑے نہ ہوتے)۔ (ترمذی صفحہ ۶۴، سنن کبریٰ صفحہ ۱۲۴، بنایہ صفحہ ۲۱۴)

حضرت وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب دوسرے سجدہ سے اٹھتے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے۔ (تلخیص الجبیر صفحہ ۲۶۹)

عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ سیدھے پیر کے بل کھڑے ہو جاتے تھے۔

فائدہ: پہلی اور تیسری رکعت جس کے بعد تشہد نہ ہو سیدھے کھڑے ہو جائے۔ کچھ بیٹھ کر پھر کھڑا نہ ہو کہ یہ عذر کی حالت میں ہے محدث بیہقی اور علامہ عینی نے بیان کیا کہ اسی طرح حضرات صحابہ میں حضرت ابن عمر، ابن عمرو، ابن عباس، ابن زبیر، ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی عمل تھا۔ (بیہقی صفحہ ۱۲۵، بنایہ صفحہ ۲۱۴۔ سعایہ صفحہ ۲۱۰)

اور وہ روایت جو ابو حمید اور مالک بن الحویرث وغیرہ سے منقول ہے کہ کچھ بیٹھتے پھر اٹھتے تو وہ ضعف اور مرض کی حالت میں ہے۔ (بنایہ صفحہ ۲۱۴، السعایہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۹)

حافظ کے حوالہ سے سعایہ میں ہے کہ اکثر علماء نے اسے مستحب کے خلاف کہا ہے۔ ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے۔ (زاد المعاد صفحہ ۲۴۰)

کس ترتیب سے سجدہ سے اٹھتے

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کو جاتے تو ہاتھ سے قبل گھٹنوں

کو رکھتے۔ اور جب سجدہ سے اٹھتے تو گھٹنوں سے قبل ہاتھ اٹھاتے۔ (نسائی صفحہ ۱۶۵، ابوداؤد، جلد، زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۲۲۳)

عبداللہ بن یسار سے منقول ہے کہ جب سجدہ سے اٹھتے تو پہلے سر کو اٹھاتے پھر ہاتھوں کو پھر گھٹنوں کو۔

(مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۱۷۷)

السعایہ میں ہے کہ آپ ﷺ اسی ترتیب سے اٹھتے کہ اولاً سر پھر دونوں ہاتھ پھر گھٹنے۔ (السعایہ صفحہ ۲۰)

اور گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھتے، زمین پر ہاتھ رکھ کر سہارا لے کر نہیں اٹھتے۔

ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ جب اٹھتے تو اولاً سر اٹھاتے پھر دونوں ہاتھ پھر دونوں گھٹنے۔ (صفحہ: ۲۲۴)

اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ سے اٹھنے کا مسنون طریقہ یہی ہے۔ ہاں اگر ضعف اور کمزوری ہو تو پہلے گھٹنے کو سہارا لگاتے ہوئے اٹھا جا سکتا ہے۔

سجدہ سے قیام کی طرف اٹھتے ہوئے ہاتھوں کا سہارا لینا ممنوع ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ نماز میں اٹھتے وقت دونوں ہاتھوں پر ٹیک لگاتے ہوئے اٹھے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۴۲)

حضرت وائل کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ جب اٹھتے تو گھٹنوں پر اٹھتے، اور اپنی ران کا سہارا لیتے۔

(اعلاء السنن صفحہ ۴۳)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب آدمی قیام کی طرف آئے تو ہاتھوں سے ٹیک لگا کر، زمین پر رکھ کر نہ اٹھے، ہاں مگر یہ کہ ضعیف اور بوڑھا ہو۔

فائدہ: دوسرے سجدہ سے اٹھتے ہوئے قیام کی طرف سنت یہ ہے کہ گھٹنوں کے سہارے اٹھے۔ (حلبی صفحہ ۳۲۲)

گھٹنوں پر دونوں ہاتھ رکھ کر اٹھے آپ ﷺ اسی طرح اٹھتے، گھٹنوں کو پہلے اٹھا کر ہاتھوں کو زمین پر رکھ کر سہارے سے اٹھنا خلاف سنت ہے عموماً لوگ اسی طرح اٹھنے کے عادی ہیں۔ مرض، ضعف اور بڑھاپے کی وجہ سے ایسا کریں تو گنجائش ہے ورنہ بلا کسی عذر کے ایسا کرنا خلاف سنت اور مکروہ ہے۔ (سعایہ جلد ۱ صفحہ ۲۱۰)

چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ وہ دونوں ہاتھوں کے سہارے سے اٹھتے تھے۔

(مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۱۷۸)

ابن قیم نے لکھا ہے کہ آپ گھٹنوں کے سہارے کھڑے ہوتے۔ (زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۲۲۵)

یعنی گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے اٹھتے۔

دوسری رکعت کس طرح شروع کرے

خیال رہے کہ دوسری رکعت کے لئے جب کھڑا ہو اور قیام کرے تو قرأت اور سورۃ پہلی رکعت کی طرح پڑھے ہاں ثنا اور تعوذ یعنی "اعوذ باللّٰه من الشیطان الرجیم" نہ پڑھے۔ (ہدایہ، شرح وقایہ)

البتہ پہلی رکعت کے علاوہ دوسری رکعت وغیرہ کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا بہتر ہے۔

(السعایہ صفحہ ۲۱۲، الحلیہ صفحہ ۳۱۲)

ابن قیم نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ جب اٹھتے تو فوراً قرأت شروع کر دیتے (وقفہ یا کچھ دیر خاموش نہ رہتے)۔ (زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۲۴۱)

دوسری رکعت پہلی سے لمبی نہ کرتے

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے کم کرتے۔ یعنی پہلی کے مقابلہ میں دوسری رکعت کو کچھ کم کرتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۱۶، ابن ماجہ صفحہ ۵۹، نسائی صفحہ ۱۵۳، السعایہ صفحہ ۲۱۲)

علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ ہر نماز کی پہلی رکعت کو دوسری کے مقابلہ میں لمبی کرتے۔

(زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۲۱۳)

تشہد میں کس طرح بیٹھتے

حضرت وائل بن حجر کہتے ہیں کہ میں مدینہ حاضر ہوا اور میں نے یہ ارادہ کیا کہ نبی پاک ﷺ کی نماز کو دیکھوں چنانچہ آپ ﷺ جب تشہد کے لئے بیٹھے تو اپنے بائیں پیر کو بچھا لیا اور اس پر بایاں ہاتھ رکھا یعنی بائیں ران پر، اور دائیں پیر کو کھڑا کر لیا۔ (ترمذی صفحہ ۶۵، ابن خزیمہ صفحہ ۳۴۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ بائیں پیر کو بچھا لو اور دائیں پیر کو کھڑا کر لو۔

(دارقطنی صفحہ ۳۴۹، ابوداؤد صفحہ ۱۴۲)

فائدہ: قعدہ اولیٰ ہو یا قعدہ ثانیہ احناف نے اسی طریقہ کو مسنون قرار دیا ہے۔

آپ ﷺ تشہد میں دایاں پیر کھڑا اور بایاں پیر بچھا لیتے

حضرت وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رویت میں ہے میں آپ ﷺ کے پیچھے نماز میں شریک ہوا جب آپ تشہد کے لئے بیٹھے تو بائیں پیر کو بچھا کر اس پر بیٹھے۔ (طحاوی صفحہ ۱۵۲، اعلاء السنن، سعید بن منصور)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ بائیں پیر کو بچھا لیتے اور دائیں پیر کو کھڑا رکھتے۔

(مسلم صفحہ ۱۹۵)

حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ تشہد کے لئے بیٹھے تو

بائیں پیر کو بچھالیا اور اس پر بیٹھ گئے۔ بائیں ہاتھ کو ران پر رکھا اور دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھا۔ (جلد ا صفحہ ۱۵۲)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ تشہد پڑھنے کے وقت بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ بائیں پیر کو بچھا کر اس پر بیٹھ جائے اور دائیں کو کھڑا رکھے اور دونوں پیروں کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف رہے۔

پیروں کی انگلیوں کو رخ قبلہ رکھتے

حضرت ابوحمید کی حدیث میں ہے کہ آپ بائیں پیر کو بچھا کر بیٹھتے اور دائیں پیر کے اوپری حصہ کو رخ قبلہ فرما لیتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۳۹، ۲۵۴، عمدۃ القاری صفحہ ۱۰۴)

فائدہ: پیروں کی انگلیوں کا رخ جانب قبلہ رکھنا مسنون ہے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۰۶)

ہاتھوں کی انگلیاں کس طرح رکھتے

دونوں گھٹنوں پر ہاتھ کی انگلیاں کشادہ اور سیدھی قبلہ کی جانب رکھے انگلیوں سے گھٹنوں کو نہ پکڑے کہ انگلیوں کا رخ زمین کی طرف ہو جائے یہی مسنون طریقہ ہے۔ (اعلاء السنن صفحہ ۸۹، بحرالرائق جلد ا صفحہ ۳۴۲)

اگر تیسری رکعت کے لئے اٹھنا ہو تو درود وغیرہ نہ پڑھے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت پر اس طرح بیٹھتے جیسے گرم پتھر پر یعنی بہت جلد اٹھ جاتے۔ (نسائی صفحہ ۱۷۵)

فائدہ: یعنی جس طرح گرم پتھر پر آدمی بیٹھتا ہے تو جلد اٹھ جاتا ہے اسی طرح آپ بہت جلد صرف تشہد پڑھ کر بلا درود و دعا پڑھے اٹھ جاتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت پر تشہد سے زیادہ نہ پڑھتے۔
(ابویعلی، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۴۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں وسط صلوٰۃ (دو رکعت پر) اور آخر میں تشہد سکھاتے ...... پھر فرمایا اگر وسط صلوٰۃ ہو تو تشہد سے فارغ ہوتے ہی آپ اٹھ جاتے اگر آخری تشہد ہوتا تو تشہد کے بعد جو اللہ چاہتا دعا فرماتے۔ پھر سلام پھیرتے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۴۲، تلخیص الحبیر جلد ا صفحہ ۱۹۸)

فائدہ: اگر فرض اور واجب نماز ہو تو تشہد کے بعد فوراً اٹھنا واجب ہے تاخیر کرنے سے اور درود پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہو جائے گا کبیری شرح منیۃ المصلی میں ہے کہ اگر التحیات کے بعد "اللھم صلی علی محمد" بھولے سے پڑھ لیا تو سجدہ سہو واجب ہو جائے گا۔ (صفحہ ۳۳۰)

نفل میں دو رکعت پر تشہد کے بعد درود اور دعا وغیرہ کی اجازت ہے

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کی نماز پڑھتے تو ۹ رکعت پڑھتے اور آٹھویں رکعت میں بیٹھتے، حمد کرتے ذکر

کرتے پھر دعا کرتے پھر کھڑے ہو جاتے اور سلام نہ کرتے۔ (یعنی تشہد کے بعد دعا پڑھ کر پھر مزید رکعت کے لئے کھڑے ہو جاتے)۔ (ابن حبان، اعلاء السنن صفحہ ۱۰۵)

فائدہ: نفل نماز کے قعدہ اولیٰ کے بعد درود دعا وغیرہ پڑھ کر تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہونا درست ہے اس سے سجدہ سہو لازم نہ آئے گا۔

تشہد میں دائیں گھٹنے پر دایاں اور بائیں گھٹنے پر بایاں ہاتھ رکھتے

حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں گھٹنے پر دایاں ہاتھ، بائیں گھٹنے پر بایاں ہاتھ رکھتے اور انگشت شہادت سے اشارہ کرتے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۳۴۳)

مالک بن نمیر الخزاعی کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھے ہوئے تھے۔ (کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۱۲۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشہد کے لئے بیٹھتے تو دائیں ہاتھ کو دائیں گھٹنے پر اور بائیں ہاتھ کو بائیں گھٹنے پر رکھتے۔ (مسلم صفحہ ۲۱۶، سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۳۰)

فائدہ: تشہد میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کو دائیں گھٹنے پر اور بائیں ہاتھ کو بائیں گھٹنے پر اس طرح کر کے رکھے کہ انگلیوں کا رخ سیدھے قبلہ کی طرف رہے۔ لوگوں کی انگلیاں نیچے کی جانب جھکی رہتی ہیں۔ اس طرح انگلیوں کا رخ خلاف سنت ہے۔

ابن ہمام نے لکھا ہے کہ انگلیوں کے اطراف (سرے) گھٹنے کے کنارے پر رہیں۔ (فتح القدیر صفحہ ۳۱۳) یعنی ران پر نہ رہیں۔

تشہد میں انگلیوں سے اشارہ کرتے

حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو موڑا، انگشت شہادت اور انگوٹھے کا حلقہ بنایا۔ پھر اشارہ کیا۔ (طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۵۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشہد کے لئے بیٹھتے تو دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھتے پھر اپنی انگلیوں کو موڑ لیتے۔ اور انگوٹھے کے بغل والے سے اشارہ فرماتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۴۲)

حضرت مالک بن زبیر الخزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھے ہوئے انگشت شہادت کو اٹھائے (اشارہ) کر رہے ہیں۔ اور اسے تھوڑا جھکائے ہوئے تھے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۴۲)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ تشہد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم انگلیوں سے اشارہ فرماتے۔ اور یہ اشارہ کرنا

مسنون ہے اور بکثرت صحیح روایتوں سے ثابت ہے۔

انگلی سے اشارہ کرنے کا مسنون طریقہ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشہد کے لئے بیٹھتے تو دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے اشارہ کرتے۔ اور انگوٹھے کو بیچ والی انگلی پر رکھتے۔

(دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۳۵۰، مسلم صفحہ ۲۱۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں بیٹھتے تو دائیں ہاتھ کو دائیں گھٹنے پر رکھتے، اور ۵۳ ر عدد کے مطابق انگلیاں کرتے اور سبابہ، انگشت شہادت سے اشارہ کرتے۔ (مسلم صفحہ ۲۱۶)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو نقل فرماتے ہوئے یہ کیا کہ دو انگلیوں کو سمیٹ لیا۔ اور اس کا حلقہ بنایا (اس کی تشریح کرتے ہوئے) بشر راوی نے ابہام اور وسطی کا حلقہ بنایا اور انگشت شہادت سے اشارہ کیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۳۸، اعلاء السنن صفحہ ۸۴)

فائدہ: ان روایتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں تشہد کے وقت میں کلمہ شہادت کے وقت انگلیوں سے اشارہ کرنے کی کیفیت کا بیان ہے۔ اشارہ کی یہ روایتیں صحاح اور سنن میں بکثرت رواۃ سے مروی ہیں۔ جس کے سنت ہونے پر جمہور علماء کا اتفاق ہے۔

ان احادیث کو سامنے رکھ کر فقہاء و محدثین نے اشارہ کے مسنون و ماثور طریقہ کی جو تشریح کی ہے وہ ۳ ر طریقے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے یہ طریقہ ماخوذ ہے کہ چھوٹی اس کے بعد والی اور بیچ والی کو موڑ کر رکھے، انگشت شہادت کو چھوڑ دے، انگوٹھے کو انگشت شہادت کی جڑ میں رکھے۔ (مرقات جدید صفحہ ۶۲۴)

حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ طریقہ معلوم ہوتا ہے کہ انگوٹھے کو بیچ والی انگلی سے جو مڑی ہوئی ہے ملالے۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے یہ طریقہ معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹی انگلی اور اس کے بعد والی انگلی موڑے۔ بیچ والی اور انگوٹھے سے حلقہ بنالے۔

ملا علی قاری نے مرقات میں علامہ رافعی کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ احادیث میں یہ سب طریقے وارد ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اس طریقہ سے کبھی اس طریقہ سے اشارہ فرماتے تھے۔ (مرقات جدید صفحہ ۶۲۴)

ابن زبیر کی ایک روایت میں ہے کہ انگلیوں کو ران پر رکھتے ہوئے اشارہ فرماتے۔ (نیل الاوطار صفحہ ۲۸۵)

ملا علی قاری نے اشارہ کی کیفیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہمارے جمہور اصحاب کے نزدیک مختار طریقہ یہ ہے کہ ہتھیلی کو ران پر، گھٹنے پر رکھے، پھر جب لا الہ الا اللہ پڑھنے لگے تو چھوٹی اور اس سے بغل والی انگلی

موڑ لے اور انگشت شہادت اور انگوٹھے کا حلقہ بنائے۔ پھر لا کے وقت انگشت شہادت کو تھوڑا اٹھائے الا اللہ کے وقت گرا دے۔ (اعلاء السنن جلد ۳ صفحہ ۸۷)

اشارہ کے لئے انگلیوں کا حلقہ کب بنائے

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ جب کلمہ توحید پر آئے تو حلقہ بنائے۔ (اعلاء السنن جلد ۳ صفحہ ۸۶)

احادیث کے الفاظ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب اشارہ کا وقت آتا تب انگلیوں سے حلقہ بناتے۔ چنانچہ عاصم بن کلیب کی روایت میں ہے آپ ﷺ نے انگلیوں کو موڑا اور انگشت شہادت سے اشارہ کیا۔

(اعلاء السنن جلد ۳ صفحہ ۹۱)

حضرت وائل کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے دائیں کہنی کو دائیں ران پر رکھا، پھر دو انگلیوں کو موڑ لیا، حلقہ بنایا پھر انگلی کو اٹھایا (اور اشارہ کیا)۔ (نیل جلد ۲ صفحہ ۲۸۳، الفتح الربانی صفحہ ۱۴)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ اشارہ کے لئے انگلیاں شروع تشہد ہی سے موڑے لیکن جب کلمہ شہادت پر پہنچے تو حلقہ بنا کر اشارہ کرے۔ چنانچہ علامہ شامی نے شرح کبیر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اشارہ کے وقت انگلیوں کا حلقہ بنائے۔ امام محمد اور امام ابو یوسف سے یہی مروی ہے۔ (شامی صفحہ ۵۰۹)

اٹھاتے وقت انگلی کو حرکت نہ دیتے

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب انگلی سے اشارہ فرماتے تو اسے حرکت نہ دیتے۔ اور آپ ﷺ کی نگاہ انگلی کے مقام سے اِدھر اُدھر نہ جاتی۔

فائدہ: ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ اشارہ کرتے وقت انگلی ہلائے نہیں۔ (مرقات جدید جلد ۲ صفحہ ۶۳۳، ابوداؤد صفحہ ۱۴۲)

اشارہ کے لئے انگلی کس کلمہ پر اٹھائے اور رکھے

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ لا الہ کے وقت اشارہ کیلئے انگشت شہادت اٹھائے اور "الا اللّٰہ" کے وقت رکھ دے۔ (مرقات جدید جلد ۲ صفحہ ۶۲۴، اعلاء السنن صفحہ ۸۶)

درمختار اور شامی میں بھی ہے کہ لا کے وقت انگلی اٹھائے اور "الا اللّٰہ" کے وقت گرا دے۔ (صفحہ: ۵۰۹)

اعلاء السنن میں ہے کہ فتویٰ اس پر ہے کہ "لا" نفی کے وقت اٹھائے اور اثبات کے وقت گرا دے۔

(جلد ۳ صفحہ ۸۶ تا ۸۹)

ابن ہمام نے علامہ حلوانی کا قول لکھا ہے کہ "لا الہ" پر انگلی اٹھائے اور "الا اللّٰہ" پر انگلی گرا دے۔

(فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۲۱۳)

انگشت شہادت کا رخ قبلہ کی طرف رکھے آسمان کی طرف نہیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشہد میں بیٹھتے تو انگلیوں کو (گھٹنے پر) بچھا کر رکھتے (یعنی پکڑتے نہیں کہ انگلیوں کا رخ فرش کی طرف ہو جائے)۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۸۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشت شہادت سے قبلہ رخ اشارہ کیا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۳۲)

حافظ ابن حجر کے حوالہ سے ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ سنت یہ ہے کہ اٹھاتے وقت انگلی قبلہ رخ رہے۔

(مرقات جدید جلد ۲ صفحہ ۶۲۴)

یعنی زیادہ اوپر نہ اٹھائے کہ آسمان کی طرف ہو جائے۔ امام نووی نے بھی لکھا ہے کہ رخ قبلہ کرتے ہوئے اشارہ کرے۔ (شرح مسلم صفحہ ۲۱۶)

انگلیوں کا حلقہ آخر نماز تک باقی رکھے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں بیٹھتے تو ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھتے۔ اور انگوٹھے کے بغل والی انگلی سے اشارہ کرتے اور آپ کا بایاں ہاتھ گھٹنے پر پھیلا ہوا رہتا۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۱۳۱)

مالک ابن نمیر خزاعی کی روایت میں ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں قعدہ کی حالت میں دیکھا کہ دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھے ہوئے انگشت شہادت کو تھوڑا اٹھائے ہوئے دعا پڑھ رہے تھے۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۱۳۱)

فائدہ: ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ انگلیوں کا حلقہ آخری تشہد تک باقی رہے اور اسی طرح رہنے دے۔

(مرقات جدید صفحہ ۶۳۵)

حضرت عقبہ ابن مکرم کی حدیث بھی دلالت کرتی ہے کہ یہ حلقہ انگلیوں کا آخری نماز تک باقی رہے۔ محلی شرح موطا میں بھی ہے کہ یہ حلقہ آخری تشہد تک باقی رکھے ابن حجر مکی نے بھی ذکر کیا کہ یہ حلقہ آخری تشہد تک باقی رکھے۔ (اعلاء السنن صفحہ ۸۹)

یعنی اشارہ کرنے کے بعد انگلیوں کا حلقہ کھول کر گھٹنوں پر پھیلائے نہیں۔

اشارہ کرتے ہوئے نگاہ انگلی پر رکھے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب نماز میں بیٹھتے تو اپنے ہاتھوں کو گھٹنے پر رکھتے اور انگلی سے اشارہ

کرتے اور نگاہ اسی پر رکھتے۔ اور کہتے فرمایا رسول پاک ﷺ نے یہ (اشارہ) شیطان پر لوہے سے بھی زیادہ سخت ہے۔ (مسند احمد، الفتح جلد۳ صفحہ۱۵)

فائدہ: تشہد میں بیٹھتے وقت نگاہ دونوں گھٹنوں کے درمیان یا گھٹنوں پر رہے اور اشارہ کرتے وقت انگلی پر نگاہ رکھنا مسنون ہے، اِدھر اُدھر نگاہ رکھنا خلاف سنت ہے۔

اشارہ ایک انگلی سے کرنا سنت ہے دو سے نہ کرے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نماز میں دو انگلیوں سے اشارہ کیا تو آپ نے فرمایا ایک سے، ایک سے۔ (ترمذی صفحہ۶۵، نسائی صفحہ۱۸۷، بیہقی)

فائدہ: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ نے ایک انگلی سے اشارہ کیا۔ (نسائی صفحہ۱۷۳، سنن کبریٰ جلد۲ صفحہ۱۳۰)

حضرت صالح کی روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت سعد بن وقاص کو دیکھا کہ وہ دو انگلیوں سے اشارہ کر رہے تھے تو آپ نے ان سے فرمایا ایک سے ایک سے۔ (سنن کبریٰ جلد۲ صفحہ۱۳۱)

فائدہ: صرف انگشت شہادت سے اشارہ کرے، دو انگلی سے اشارہ کرنا ممنوع ہے۔ (اعلاء السنن صفحہ۸۹)

اگر کسی کی انگلی شہادت کٹی ہوئی ہو، یا کچھ عذر ہو تو اسے دوسری کسی انگلی سے اشارہ کرنے کی اجازت نہیں بلکہ اشارہ چھوڑ دے۔ (کذافی شرح المسلم للنووی جلد۱ صفحہ۲۱۶)

اشارہ کرتے وقت کیا نیت کرے

ابوالقاسم مقسم کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ جب تشہد میں بیٹھتے تو انگلی سے اشارہ فرماتے مشرکین کہتے یہ ہم پر جادو کرتے ہیں حالانکہ آپ ﷺ توحید کا ارادہ فرماتے تھے۔ (سنن کبریٰ جلد۲ صفحہ۱۳۳)

علامہ نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ انگلی سے جب اشارہ کرے تو اللہ کی وحدت کی نیت کرے۔ (جلد۱ صفحہ۲۱۶)

تشہد میں عورتوں کے بیٹھنے کا طریقہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ عورت جب نماز پڑھے تو سرین کے بل بیٹھے اور اپنی رانوں کو ملائے رکھے۔ (مغنی ابن قدامہ جلد۱ صفحہ۵۶۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ وہ عورتوں کو حکم دیتے تھے کہ وہ تربع اختیار کریں۔

حضرت عطا فرماتے ہیں کہ عورتوں کی ہیئت اور حالت بیٹھنے میں مردوں کی طرح نہیں ہے۔ (ابن ابی شیبہ جلد۱ صفحہ۲۳۹)

محمد بن اسحاق نے ابن لجلاج سے نقل کیا ہے کہ عورتیں مردوں کی طرح نہ بیٹھیں گی بلکہ اپنی سرین پر۔
(ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۲۷، عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۱۰۱)

عطا کہتے ہیں عورتیں بائیں رخ پر (سرین پر) بیٹھیں گی۔ (ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۲۷۱)

ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں کہ عورتیں تورک کریں گی یعنی اپنے دونوں پیروں کو دائیں جانب نکال لیں گی اور بائیں سرین پر بیٹھیں گی چونکہ اس طرح بیٹھنے میں پردہ زیادہ ہے۔ (فتح القدیر جلد ا صفحہ ۳۱۲)

اسی طرح علامہ طحطاوی مراقی الفلاح کی شرح میں لکھتے ہیں: عورت کے لئے تورک کی شکل بہتر ہے اس طرح کہ اپنی ران کو ران پر رکھیں گی۔ اور سیرین کے بل بیٹھیں گی اور پیروں کو نکال لیں گی چونکہ اس ہیئت میں بیٹھنے سے ستر کی رعایت زیادہ ہے۔ (طحطاوی جلد ا صفحہ ۱۴۶)

علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ عورتیں مردوں کی طرح نہ بیٹھیں گی۔ (عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۱۰۱)

حضرت نافع نے حضرت ابن عمر کے متعلق بیان کیا کہ ان سے پوچھا گیا کہ عورتیں کس طرح نماز آپ ﷺ کے زمانہ میں پڑھتی تھیں حضرت ابن عمر نے بیان کیا کہ چہارزانو بیٹھتی تھیں پھر ان کو حکم دیا گیا کہ سرین پر بیٹھیں (ستر کی وجہ سے)۔ (جامع المسانید جلد ا صفحہ ۴۰۰، اعلاء السنن صفحہ ۲۰)

ابن نجیم نے البحر الرائق میں لکھا ہے کہ عورت تورک کرے گی اور یہ کہ اپنی انگلیوں کو کھڑی نہ رکھیں گی۔
(البحر الرائق جلد ا صفحہ ۳۳۹)

تشہد کون سا پڑھنا بہتر ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری ہتھیلی آپ کی ہتھیلی کے درمیان تھی اور آپ ﷺ تشہد سکھا رہے تھے جس طرح کہ قرآن سکھاتے تھے جب تشہد میں بیٹھے تو یہ پڑھا:

"التَّحيَات للّٰه والصَّلوات والطيبَّاتُ السّلامُ عَلَيْكَ أيها النَّبِى وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكاته السلام عَلَينَا وعَلٰى عِبَادِاللّٰهِ الصَّالِحِينَ أشهد أن لا الٰه إلا اللّٰه وأشهد ان محمدًا عبده ورسولُه"

(بخاری صفحہ ۱۱۵، مسلم صفحہ ۱۷۴، ابوداؤد صفحہ ۱۳۹، ترمذی صفحہ ۶۵، ابن ماجہ صفحہ ۶۴)

تشہد کے متعلق مختلف صیغے آپ ﷺ سے منقول ہیں ان میں تشہد ابن مسعود سب سے زیادہ بہتر ہے اور بقول امام ترمذی "اصح ما فی الباب" ہے آپ نے اس کو قرآن پاک کے اہتمام کی طرح یاد کرایا اور سکھایا ہے خود آپ نے اسے اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ خصیف سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی پاک ﷺ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا لوگ تشہد کے بارے میں بہت اختلاف کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا تم پر ابن مسعود

والا تشہد لازم ہے۔ جو صیغے اور کلمے ابن مسعود کی روایت میں ہیں علامہ نووی نے اس کی صحت پر محدثین کا اتفاق نقل کیا ہے۔ (عمدۃ القاری جلد۶ صفحہ۱۱۵)

آپ ﷺ نے اس کو سکھایا اور پھر لوگوں کو سکھانے کا حکم بھی دیا۔

تشہد کے بعد درود شریف پڑھے

آپ ﷺ نے حضرت ابو بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا جب تم نماز میں بیٹھو تو تشہد اور مجھ پر درود نہ چھوڑو۔ یہ نماز کی زکوۃ ہے تمام انبیاء ورسل پر سلام بھیجو۔ اللہ کے برگزیدہ بندوں پر سلام بھیجو۔ (دارقطنی صفحہ۳۵۵)

سہل بن سعد سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اس کی نماز نہیں جو اپنے نبی پر درود نہ پڑھے۔ (دارقطنی صفحہ۳۵۵)

فائدہ: اگر آخری قعدہ ہے تو تشہد کے بعد درود پاک کا پڑھنا سنت ہے اور درود ابراہیمی کا پڑھنا بہتر ہے۔ (کبریٰ صفحہ۳۳۴)

نماز میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنے کو فرماتے

فضالہ بن عبید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جس نے نماز پڑھی مگر نہ خدا کی حمد و بڑائی بیان کی اور نہ نبی پاک ﷺ پر درود پڑھا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس نے جلد بازی کی اور اسے بلایا اور فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اولاً خدا کی حمد وثنا کرے (جیسا کہ شروع رکعت میں پڑھا جاتا ہے) پھر درود شریف پڑھے پھر دعا پڑھے۔ (سنن کبریٰ جلد۲ صفحہ۱۴۸)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم دو رکعت پر بیٹھو (اور یہ قعدہ اخیرہ ہو) التحیات پڑھو پھر نبی پاک ﷺ پر درود بھیجو پھر دعا کرو۔ (سنن کبریٰ جلد۱ صفحہ۱۴۸)

ابوالاحوص اور ابوعبید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ تشہد پڑھے پھر درود پاک پڑھے پھر دعا کرے۔ (سنن کبریٰ صفحہ۱۴۹)

حضرت سہیل بن سعد کی روایت میں ہے کہ جو بسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو نہیں اور اس کی نماز نہیں جو درود پاک نہ پڑھے۔ اور اس کی نماز نہیں جو انصار سے محبت نہ کرے۔ (ابن ماجہ صفحہ۳۲)

درود پاک کے بعد کیا دعا پڑھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نماز میں (تشہد و درود کے بعد) یہ دعا پڑھتے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ" (بخاری صفحہ۱۱۵، نسائی صفحہ۱۹۳، بخاری مسلم)

ترجمہ: ''اے اللہ میں عذاب قبر سے اور مسیح دجال کے فتنے سے اور میں گناہ سے اور بوجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔''

فائدہ: نماز کی دعا میں ان امور اربعہ سے پناہ مانگنے کا حکم ہے چنانچہ مسلم میں مرفوعا یہ حدیث ہے کہ تشہد کے بعد چار چیزوں سے پناہ مانگو۔ (کبریٰ صفحہ ۳۳۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشہد کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے:

''اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ'' (ابوداؤد صفحہ ۱۴۱)

ترجمہ: ''اے اللہ عذاب دوزخ سے عذاب قبر سے دجال کے فتنہ سے اور زندگی اور موت کے فتنہ سے پناہ مانگتا ہوں۔''

حضرت صدیق اکبر کو ایک دعا کی تعلیم

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کوئی دعا مجھے بتا دیجئے جو میں نماز میں پڑھا کروں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دعا پڑھو:

''اَللّٰھُمَّ اِنِّی ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِی مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ''

(بخاری صفحہ ۱۵۵، نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۹۲، ابن خزیمہ جلد ۲ صفحہ ۳۰)

ترجمہ: ''اے اللہ میں نے اپنے نفس پر بہت ظلم کیا اور کوئی گناہ کو معاف نہیں کر سکتا، مگر آپ، پس آپ اپنی طرف سے میری مغفرت فرما دیجئے اور رحم فرمایئے یقیناً آپ بخشنے والے نہایت مہربان ہیں۔''

معاذ بن جبل کو ایک دعا کی تعلیم

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاقات فرمائی تو مجھ سے فرمایا: اے معاذ میں تم سے محبت کرتا ہوں تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا خدا کی قسم اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں بھی آپ سے محبت کرتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تم اس دعا کو ہر نماز میں پڑھا کرو۔

''اَللّٰھُمَّ اَعِنِّی عَلٰی ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ''

ترجمہ: ''اے اللہ اپنے ذکر اور شکر اور اچھی عبادت سے میری مدد فرما۔'' (الفتح مسند احمد صفحہ ۳۷)

نماز میں تشہد کے بعد دعا اور تعوذ کا حکم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (تشہد کے بعد) جو بہتر دعا ہو اسے پڑھو۔ (بخاری جلد اصفحہ ۱۱۵، سنن کبریٰ صفحہ ۱۵۳)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تشہد پھر درود پھر اپنے لئے دعا کرے۔ (صفحہ ۱۵۳)

فضالہ بن عبید سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر درود بھیجو پھر اپنے لئے جو چاہو دعا کرو۔
(نسائی صفحہ ۱۹۱، بیہقی، حاکم، الفتح جلد ۲ صفحہ ۲۲)

فائدہ: خیال رہے نماز میں سلام سے قبل درود کے بعد دعا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم بھی دیا ہے اور مسنون بھی ہے نماز میں دعا عربی میں ہوگی ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی ایسی دعا نہ ہو جو کلام الناس کے مشابہ ہو بہتر ہے کہ جو دعا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے وہ پڑھے جس کا ذکر الدعاء المسنون میں ہے جو دعاؤں پر بہت جامع کتاب ہے۔

دعا کے بعد دائیں بائیں جانب سلام فرماتے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں جانب سلام پھیرتے ہوئے فرماتے السلام علیکم ورحمۃ اللہ یہاں تک کہ دایاں رخسار مبارک نظر آجاتا پھر بائیں جانب رخ پھیرتے اور فرماتے السلام علیکم ورحمۃ اللہ یہاں تک کہ بایاں رخسار مبارک نظر آجاتا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۸۸، ابن ماجہ نسائی صفحہ ۱۹۵)

حضرت عامر بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں بائیں جانب سلام اس طرح پھیرتے کہ رخسار مبارک کی سفیدی نظر آجاتی۔ (مسلم صفحہ ۲۱۶، مشکوٰۃ صفحہ ۸۷)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں بائیں جانب دونوں طرف سلام پھیرتے اوّلاً دائیں جانب پھر بائیں جانب اور یہ کہ رحمۃ اللہ تک ہی کہتے، نماز کے سلام میں برکاتہ کہنا درست نہیں بدعت اور ممنوع ہے۔ (اعلاء السنن صفحہ ۱۴۳)

آپس کے سلام میں اس کی اجازت ہے۔

سلام میں چہرہ مبارک پورا دائیں بائیں موڑتے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں بائیں جانب اس طرح سلام پھیرتے کہ رخسار مبارک کی سفیدی نظر آجاتی۔ (نسائی صفحہ ۱۹۵)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ سلام پھیرتے وقت چہرے کو پوری طرح دائیں کندھے اور بائیں کندھے کی طرف موڑے بعض لوگ تھوڑا سا رخ کرتے ہیں اور سلام پھیر دیتے ہیں گردن پوری طرح نہیں موڑتے سو یہ خلاف سنت ہے۔

سلام میں اللہ کے زیر کو ادا نہ کرے اور نہ سلام پر مد کرے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حذف سلام سنت ہے۔
(ترمذی جلد ۱ صفحہ ۶۶، ابن خزیمہ جلد ۱ صفحہ ۳۶۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ رحمۃ اللہ کی ہا پر سکون، وقف کرے، زیر نہ پڑھے بعض جاہل اماموں کو دیکھا گیا ہے کہ پہلے سلام میں اللہ کی ہا پر زیر پڑھتے ہوئے دوسرے سلام سے ایک سانس میں ملا دیتے ہیں یہ درست نہیں، دونوں سلام الگ الگ سکون کے ساتھ ہونا چاہئے اور سلام میں الف کو زیادہ مد کی طرح نہ کھینچنا چاہئے کہ یہ منع ہے۔

سلام پھیرتے وقت کیا نیت کرے

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم امام کو سلام کریں اور ایک دوسرے پر سلام کریں۔ (ابن ماجہ صفحہ ۶۶، تلخیص صفحہ ۱۰۵)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر دائیں بائیں جانب سلام پھیرتے ہوئے اپنے بھائی کی نیت کرے۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۸۱)

فائدہ: سلام پھیرتے وقت اس طرح نیت کرنا مسنون ہے مقتدی سلام اول میں دائیں جانب کے مقتدی اور فرشتوں کی نیت کرے اور بائیں جانب میں بائیں جانب کے مقتدی اور فرشتوں کی نیت کرے مقتدی امام کی بھی نیت کرے اگر امام بالکل سامنے بیچ میں ہی ہے تو دائیں سلام میں اس کی نیت کرے اگر دائیں یا بائیں جانب ہے تو پھر اس رخ میں جس رخ میں امام ہو سلام کی نیت کرے۔ (ہدایہ بنایہ جلد ۲ صفحہ ۲۵۷)

سلام کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں جانب کا رخ فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ دائیں جانب رخ پھیر لیتے تھے (نماز سے فارغ ہونے کے بعد)۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۴۷)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ تمنا کرتے تھے کہ نماز میں دائیں جانب رہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ ہماری جانب رہے۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۴۷)

فائدہ: نماز سے فارغ ہونے پر اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں جانب رخ فرما لیتے تھے اسی وجہ سے حضرات صحابہ یہ تمنا کرتے تھے کہ ہم دائیں جانب رہیں تا کہ آپ کا مواجہ ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنا مبارک ہو۔

کبھی دائیں اور بائیں دونوں جانب حسب موقع رخ فرماتے

قبیصہ بن ہلب کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امامت فرماتے دائیں جانب کبھی بائیں جانب رخ

فرماتے۔ (ترمذی صفحہ ۶۶، عمدۃ القاری صفحہ ۱۴۳)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نماز پڑھ لیتے تو ہماری جانب رخ فرماتے۔ (بخاری صفحہ ۱۱۸)

عمر بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ دائیں اور بائیں جانب رخ پھیر لیتے تھے۔

فائدہ: علامہ عینی ان روایات مذکورہ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے متعلق دونوں قسم کی روایتیں ہیں، کبھی دائیں جانب کبھی بائیں جانب نماز سے فراغت پر رخ فرما لیتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ اکثر دائیں جانب رخ فرماتے تھے۔ (عمدۃ صفحہ ۱۴۳)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں اگر آپ کو دائیں جانب کوئی ضرورت ہوتی تو دائیں رخ اور بائیں جانب کوئی ضرورت ہوتی تو بائیں رخ مڑ جاتے (عمدۃ صفحہ ۱۴۳)

فائدہ: خیال رہے کہ دائیں بائیں جانب رخ کرنے کی متعدد وجہیں ہوتی تھیں:

❶ کبھی امور آخرت، مسائل دینیہ کی باتیں بتاتے تھے۔ علامہ عینی لکھتے ہیں جو حضرات پند ونصیحت کے اہل ہیں ان حضرات کے لئے ہے کہ وہ مصلیٰ کی طرف دائیں یا بائیں رخ کر کے بیان کریں۔ (عمدۃ جلد ۲ صفحہ ۱۳۶)

❷ کبھی اس لئے مڑتے کہ نماز کے بعد مجلس وعظ ونصیحت مسجد میں منعقد فرماتے۔ اور دائیں رخ اس لئے اختیار فرماتے کہ اس کو شرف حاصل ہے۔ (فتح الباری صفحہ ۲۸۰، اعلاء السنن صفحہ ۱۵۱)

کبھی آپ ﷺ حجرہ مبارکہ میں جانے کے لئے بائیں رخ اختیار فرماتے کہ مسجد کے بائیں جانب حجرہ تھا۔ (اعلاء السنن صفحہ ۱۵۱)

فجر کے بعد عموماً خواب معلوم کرنے اور بتانے کے لئے بھی رخ موڑ لیتے تھے علامہ طحطاوی فرماتے ہیں امام کے لئے یہ ہے کہ جن نمازوں کے بعد سنت نہیں ہے خواہ دائیں جانب یا بائیں جانب متوجہ ہو جائے۔

(صفحہ: ۳۶۳)

مراقی الفلاح میں ہے کہ مستحب یہ ہے کہ امام سلام ودعا کے بعد دائیں جانب سنن ونوافل کے لئے ہو جائے۔ عصر اور فجر کے بعد دائیں یا کبھی بائیں جانب متوجہ ہو کر ذکر ودعا کرے، اور جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں، متصلاً بلا بیٹھے مختصر دعا مانگ کر سنتوں میں مشغول ہو جائے۔ (کبریٰ صفحہ ۳۴۱، اعلاء السنن جلد ۳ صفحہ ۱۵۲)

فرض نماز کے بعد کتنی مقدار دعا مانگتے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب نماز کے بعد سلام پھیرتے تو صرف

اس دعا کی مقدار بیٹھتے:

"اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ"

(ابن خزیمہ صفحہ ۳۶۳)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ استغفار فرماتے اور یہ دعا پڑھتے۔"اللھم انت السلام یا ذالجلال والاکرام"۔

(ابوداؤد صفحہ ۲۱۳، ابن خزیمہ صفحہ ۳۶۳)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے جب سلام پھیرتے تو یہ دعاء پڑھتے:

"اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَالْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ" (ابوداؤد صفحہ ۲۱۲)

ترجمہ: "اے اللہ ہمارے اگلے پچھلے مخفی ظاہر اور ہماری زیادتی کو معاف فرما آپ ہم سے خوب واقف ہیں آپ ہی اول آپ ہی آخر ہیں آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔"

فائدہ: فرض نماز کے بعد دعائیں آپ سے بکثرت روایات میں ثابت ہیں۔ سلام سے فارغ ہونے کے بعد دعاء مانگنا سنت ہے۔ خیال رہے کہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان کے بعد دعا مختصر مانگنی چاہئے۔ مثلاً "اللھم انت السلام" کے مقدار جیسی دعائیں، طویل دعا مانگنا خلاف سنت ہے۔ شرح منیہ میں کبیری نے اور الدر المختار میں علامہ حصکفی نے لکھا ہے جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں "اللھم انت السلام الخ" کی مقدار سے زائد رکنا اور دعا کرنا مکروہ ہے۔ بلکہ جلد ہی سنتوں کی ادائیگی میں لگ جائے۔ (صفحہ: ۳۴۱، شامی صفحہ ۵۳)

خیال رہے کہ یہ امام کے حق میں ہے۔ تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے گنجائش ہے۔ (کبریٰ صفحہ ۳۴۲)

جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں اس میں کچھ طویل کی اجازت ہے احادیث میں جو نماز کے بعد طویل اور مختلف دعائیں ثابت ہیں وہ ان نمازوں کے بعد ہیں جن کے بعد سنتیں نہیں ہیں۔ (اعلاء السنن صفحہ ۱۵۴)

شمس الائمہ حلوانی نے فرض کے بعد اذکار اور اوراد کی اجازت دی ہے اور کہا کہ "لاباس بہ"۔

(طحطاوی مراقی الفلاح: اعلاء السنن جلد ۳ صفحہ ۱۵۴)

اسی طرح علامہ شامی اور دیگر فقہاء نے بھی فرض کے بعد اذکار وظائف کی اجازت دی ہے۔

(شامی جلد ا صفحہ ۵۳)

سلام کے بعد استغفار فرماتے

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ

استغفار فرماتے۔ (مسلم صفحہ ۲۱۸، نسائی صفحہ ۱۹۶، ابن خزیمہ جلد ۱ صفحہ ۳۶۳)

امام اوزاعی نے کہا کہ آپ "اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ استغفر اللّٰہ" کہتے تھے۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۱۸)

حضرت عبداللہ بن زبیر سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نماز کے بعد "لا الٰہ الا اللّٰہ" فرماتے۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۱۸)

سلام کے بعد تکبیر کہتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کا علم ہم لوگوں کو تکبیر کی آواز سے ہوتا۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۱۶، نسائی صفحہ ۱۹۶)

فائدہ: اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے ایک مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ نماز کے بعد ایک مرتبہ یا تین مرتبہ اللہ اکبر فرماتے۔ (حاشیہ نسائی صفحہ ۱۹۶)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا کہ ممکن ہے آپ تسبیح وتحمید سے قبل اللہ اکبر ادا فرماتے ہوں۔ (فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۳۲۶)

سلام کے بعد کا ایک عمل

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو دائیں ہاتھ کو سر پر رکھتے ہوئے یہ دعا پڑھتے:

"بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمِ اَللّٰهُمَّ اذْهِبْ عَنِّی الْهَمَّ وَالْحُزْنَ" (الدعاء للطبرانی: ع ۱۰۹۶، زاد المعاد صفحہ ۳۰۳)

سلام کے بعد آیت الکرسی

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے گا اس کے لئے جنت سے روکنے والی چیز صرف موت ہے۔ (عمل الیوم، نسائی صفحہ ۱۸۲، زاد المعاد صفحہ ۳۰۳)

حضرت عبداللہ بن حسن کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے گا وہ دوسری نماز کے آنے تک خدا کی حفاظت میں رہے گا۔ (الدعاء صفحہ ۱۱۰۳، مجمع جلد ۲ صفحہ ۱۵۱، زاد المعاد صفحہ ۳۰۴)

فرض نماز کے بعد آپ ﷺ کیا ذکر فرماتے

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ سلام کے بعد یہ پڑھتے:

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ

قَدِيْرٌ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ"

(ابوداؤد صفحہ ۲۱۱، مسلم صفحہ ۲۱۸)

ترجمہ: "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے تعریف ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کے لئے خالص تعریف ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کے لئے خالص دین ہے اگرچہ کافر کو پسند نہ ہو۔"

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد یہ پڑھتے:

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ" (بخاری صفحہ ۱۱۷)

ترجمہ: "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی بادشاہت اسی کے لئے تعریف وہ ہر شے پر قادر ہے۔ اے اللہ جسے آپ دیں اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے نہ دیں اسے کوئی دینے والا نہیں۔ اور مالداروں کو مالداری نفع نہیں دیتی۔"

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اسے فرض نماز کے بعد پڑھے گا قیامت کے دن اس پر میری شفاعت واجب ہے:

"اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُحَمَّدَ اِلْوَسِيْلَةَ وَاجْعَلْهُ فِي الْمُصْطَفِيْنَ مُحَبَّتَهٗ وَفِي الْعَالِيْنَ دَرَجَتَهٗ وَفِي الْمُقَرَّبِيْنَ دَارَهٗ" (مجمع الزوائد صفحہ ۱۱۲)

ترجمہ: "اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ سے نوازیئے۔ اور منتخب لوگوں میں ان کو محبوب بنا دیجئے اور بلند مقام میں ان کو درجہ دیجئے اور مقربین میں ان کا ٹھکانہ بنا دیجئے۔"

کعب بن عجرہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ نماز کے بعد ایسے اذکار ہیں جس کا پڑھنے والا نامراد نہیں ہوگا۔ ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر۔ (ترغیب جلد ۲ صفحہ ۴۵۰، مسلم صفحہ ۲۹۱)

فائدہ: نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد اذکار و دعائیں مروی ہیں۔ جن کا مفصل بیان "الدعاء المسنون" میں مذکور ہے۔ وہاں اس کی تفصیل دیکھئے۔ اکثر و بیشتر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ۳ مرتبہ استغفار فرماتے۔

فرض کی جگہ سنت ادا نہ فرماتے جگہ بدل دیتے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ سنت یہ ہے کہ امام سلام پھیرے تو اسی جگہ نفل نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ اس جگہ سے ہٹ جائے یا گفتگو سے فصل نہ پیدا کر دے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۹۱)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی فرض کے بعد نفل پڑھنے کا ارادہ کرے تو آگے پیچھے یا دائیں بائیں ہو جائے۔ (سنن کبریٰ جلد۲ صفحہ ۱۹۰، فتح جلد۲ صفحہ ۳۳۵)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مرفوعاً روایت ہے کہ امام اسی جگہ نماز نہ پڑھے (جس جگہ فرض ادا کیا ہے) (فتح الباری صفحہ ۳۳۴ جلد۲)

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ جب ادا فرما لیتے (فرض نماز) تو فوراً ہٹ جاتے یا تو کھڑے ہو جاتے یا منحرف ہو جاتے دائیں جانب یا بائیں جانب۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۲۹)

حضرت عطا نے حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا میں نے نبی پاک ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی جیسے آپ نے نماز پڑھی فوراً ہی کھڑے ہوئے۔

(یعنی اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ آ گئے۔ پھر میں نے حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی نماز سے فارغ ہوئے تو فوراً ہٹے گویا تیزی سے کود کر ہٹ گئے۔ (عمدۃ صفحہ ۱۳۹)

فرض کی جگہ نفل وسنت نہ پڑھتے

حضرت مغیرہ بن شعبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا امام اسی جگہ نماز (نفل نہ پڑھے جس جگہ فرض پڑھا ہے)۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۹۰)

حضرت عطا کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو دیکھا کہ ایک شخص کو دھکا دیا جو اسی فرض کی جگہ نفل پڑھ رہا تھا اور فرمایا کہ میں نے اسی وجہ سے دھکا دیا تاکہ آگے یا پیچھے ہو جاؤ۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۹۱)

حفص ابن غیاث کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا جب نماز سنت پڑھتے تو اسی جگہ سے ہٹ جاتے جہاں فرض نماز پڑھتے۔ (سنن کبریٰ جلد۲ صفحہ ۱۹۲)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی اس بات سے عاجز ہے کہ جب سنت ونفل پڑھنے کا ارادہ کرے تو آگے پیچھے ہو جائے۔ دائیں جانب یا بائیں جانب سے ہٹ جائے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۹۰ جلد۲)

حضرت معاویہ نے سائب بن یزید سے کہا کہ (جب کہ وہ فرض کی جگہ سنت ادا کر رہے تھے) جب تم جمعہ پڑھ لو تو اسی جگہ دوسری نماز نہ پڑھو یا وہاں سے ہٹ جاؤ یا بات وغیرہ کر لو کہ رسول پاک ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ایک نماز کے ساتھ دوسری نماز کو نہ ملائیں چاہے گفتگو کر لیں یا ہٹ جائیں۔

(مسلم جلد۱ صفحہ ۱۸۸، سنن کبریٰ صفحہ ۱۹۱)

فائدہ: ان تمام روایتوں کا حاصل یہ ہے کہ جس مقام پر فرض ادا کیا گیا ہے اسی مقام پر نفل وسنت نہ ادا کرے

بلکہ ذرا ہٹ جائے۔ امام کے لئے تو اسی جگہ سنت کا ادا کرنا مکروہ ہے چنانچہ اعلاء السنن میں ہے۔ حدیث اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ امام کا فرض کی جگہ سنت ادا کرنا ممنوع ہے کم از کم اس سے کراہت آئے گی جوہرہ میں ہے کہ اسی جگہ سنت امام کے لئے مکروہ ہے۔ صاحب المراقی نے کہا کہ امام کے لئے مستحب ہے کہ سنت ونفل کے لئے اس مقام سے ہٹ جائے اسی طرح مقتدی کے لئے بھی۔ (اعلاء صفحہ ۳۴۴)

اسی طرح درمختار اور شامی میں بھی ہے اسی جگہ سنت ادا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ (شامی صفحہ ۵۳۱)

امام کے مقابلہ میں مقتدی کے لئے کچھ گنجائش ہے گو اس کے لئے بھی مستحب ہے یہی ہے کہ فرض کے بعد سنت کے لئے الگ ہٹ جائے۔ (شامی جلد ۱ صفحہ ۵۳۱)

حضرت سائب اور ابوہریرہ اور آثار ابن مسعود حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ مقتدی بھی فرض کی جگہ سے ہٹ کر سنت ونوافل ادا کرے چنانچہ سائب اور ابوہریرہ کی حدیث سے مقتدی کے لئے بھی تحول ثابت کیا گیا ہے' کما فی اعلاء صفحہ ۳۳۰ چنانچہ طحطاوی میں ہے کہ قوم یعنی مقتدی کے لئے مستحب ہے کہ ہٹ جائے تاہم اگر بھیڑ اور ازدحام ہو تو اسی جگہ پڑھ لے گردنوں کو پھاند کر نمازیوں کو اس مستحب کی ادائیگی میں پریشان نہ کرے، نہ کسی نماز پڑھنے والے کے آگے سے گزرے۔

عموماً لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ جگہ بدلنے کے لئے جو ایک امر مستحب اور بہتر ہے کوئی واجب و لازم نہیں نمازیوں کے آگے سے گزرتے ہیں لوگوں کی گردنوں کو پھاندتے ہیں سو یہ درست نہیں اس سے لوگوں کو اذیت ہوتی ہے مسبوق کو بقیہ نماز ادا کرنے میں زحمت ہوتی ہے ایک امر مستحب کی ادائیگی کے لئے مصلی کے آگے سے گزرنے کا گناہ اور لوگوں کو اذیت کا گناہ حاصل کرنا تقاضۂ ایمانی اور عقل شرافت کے خلاف ہے اسی مقام پر سنت ونوافل ادا کریں کوئی مکروہ تحریمی اور ناجائز نہیں ہے۔ چنانچہ بخاری میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسی جگہ سنت ادا کر لیتے تھے۔ ان سے دونوں قسم کی روایت ثابت ہے، ہٹ کر پڑھنا، اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دینا اور اسی جگہ پڑھ لینا۔ جیسا موقع دیکھا ویسا کر لیا مثلاً تنگی، بھیڑ ازدحام دیکھا وہیں پڑھ لیا یا اس وجہ سے کہ لوگ لازم اور ضروری قرار نہ دے دیں وہیں پڑھ لیا کرتے۔

فرض نماز کے بعد دعا کے متعلق ایک تحقیق

سلام کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا فرماتے

محمد بن یحییٰ اسلمی کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ انہوں نے ایک شخص کو

دیکھا کہ سلام سے پہلے کی دعا میں ہاتھ اٹھا کر دعا کر رہا ہے تو اس شخص سے فراغت نماز پر کہا کہ نبی ﷺ ہاتھ اٹھا کر دعا اس وقت فرماتے جب نماز سے فارغ ہو جاتے۔ (ابن ابی شیبہ: اعلاء السنن جلد ۳ صفحہ ۱۶۱)

اسود عامری نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں نے نبی پاک ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی۔ جب سلام پھیرا تو دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کی۔ (ابن ابی شیبہ، اعلاء السنن جلد ۳ صفحہ ۱۶۴)

حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ ہمارے والد نے کہا جب آپ ﷺ دعا فرماتے تو دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے پھر دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیر لیتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۸۷)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا فرض نماز سے فارغ ہو کر جو بندہ ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگے، تو اللہ پاک کا حق ہے کہ اسے نامراد اور خالی ہاتھ نہ لوٹائے:

"اَللّٰهُمَّ اِلٰهِي وَاِلٰهَ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْحَاقَ وَيَعْقُوْبَ وَاِلٰهَ جِبْرِئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ اَسْئَلُكَ اَنْ تَسْتَجِيْبَ دَعْوَتِي فَاِنِّي مُضْطَرٌّ وَتَعْصِمَنِيْ فِي دِيْنِي فَاِنِّي مُبْتَلًى وَتَنَالَنِي بِرَحْمَتِكَ فَاِنِّي مُذْنِبٌ وَتَنْفِي عَنِّي الْفَقْرَ فَاِنِّي مُتَمَسْكِنٌ"

(ابن سنی صفحہ ۱۳۸، اعلاء السنن صفحہ ۱۶۴)

تَرْجَمَہ: "اے اللہ! میرے اللہ ابراہیم اسحاق یعقوب کے، اور جبرائیل، میکائیل اسرائیل کے اللہ، آپ سے سوال کرتا ہوں آپ دعا قبول کیجئے میں پریشان حال ہوں مرے دین کی حفاظت کیجئے۔ میں آزمائش میں پڑا ہوں۔ آپ کی رحمت مجھے حاصل ہو کہ میں گنہ گار ہوں اور فقر و غربت دور فرما دیجئے کہ میں مسکین ہوں۔"

فَائِدَہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ فرض نماز کے بعد دعا آپ ﷺ سے روایات صحیحہ سے ثابت ہے۔ ارباب حدیث نے الدعاء بعد السلام پر باب قائم کر کے اس کے سنت ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ کہ ہاتھ اٹھا کر بھی ثابت ہے اور یہ ہاتھ اٹھانا دعا کے آداب میں بھی ہے۔ ابوطیب سندھی ثم المدنی کی شرح ترمذی کے حوالہ سے اعلاء السنن میں ہے، "اذا فرغت فسلم وارفع یدیك بعدها سائلاً" (جلد ۳ صفحہ ۱۶۵)

فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث سے ثابت ہے کہ سلام کر و اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگو۔ مزید تفصیل "الدعاء المسنون" میں دیکھئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر قبلہ رخ متوجہ ہوتے ہوئے یہ دعا مانگی: "اللھم اخلص الولید بن الولید" (تحفۃ الاحوذی: صفحہ ۲۴۵)

محمد بن یحییٰ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک آدمی کو دیکھا

کہ فراغت نماز سے پہلے ہاتھ اٹھا کر مانگنے لگا تھا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہو گیا تو حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اسے بتاتے ہوئے کہا کہ جب تک آپ ﷺ نماز سے (سلام پھیر کر) فارغ نہ ہو جاتے ہاتھ اٹھا کر دعا نہ مانگتے۔ (مجمع الزوائد، تحفۃ الاحوذی صفحہ ۲۴۵)

اسود عامری نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ میں نے آپ ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی آپ نے جب سلام پھیرا تو دونوں ہاتھوں کو اٹھایا پھر دعا کی۔ (ابن ابی شیبہ، تحفۃ الاحوذی صفحہ ۲۴۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی ہے۔ لہٰذا اس کی سُنّیت ثابت ہو گئی، اور قاعدہ ہے کہ سنت سے ثبوت کے بعد تاوقتیکہ ممانعت و نسخ وغیرہ ثابت نہ ہو جائے اس کی مسنونیت باقی رہتی ہے۔ بھلا بتائیے جو طریقہ سنت سے ثابت ہو بدعت اور رسم سے اسے موسوم کیا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

کیا فرض نماز کے بعد دعا مانگنا خصوصاً ہاتھ اٹھا کر بدعت ہے

خیال رہے کہ فرض نمازوں کے بعد دعاؤں کا مانگنا احادیث سے ثابت ہے۔ اس سلسلے میں آپ ﷺ سے ہر قسم کی روایتیں منقول ہیں۔ آپ ﷺ سے اس کے متعلق فضائل تاکید تعلیم بھی ثابت ہیں اور آپ ﷺ سے عملاً بھی ثابت ہے۔ آپ ﷺ نے فرض کے بعد دعا کی اور اس کی تاکید اور فضائل بھی بیان فرمائے اور آپ سے دعاؤں میں ہاتھ اٹھانا بھی ثابت ہے اس کی فضیلت اور روایتیں بھی منقول ہیں۔ اہل علم و اہلِ فہم پر یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جو آپ ﷺ نے کیا خواہ چند ہی مرتبہ کیا ہو اور اس کی فضیلت اور ثواب بیان فرمایا جس کی تاکید کی ہو بھلا وہ بدعت ہو سکتی ہے اور خلاف سنت کہا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں چنانچہ اس کے متعلق روایتیں اور آثار ذکر کئے جاتے ہیں تاکہ اس کا استحباب و سُنّیت دلائل سے معلوم ہو جائے۔

❶ وہ روایتیں جس میں فضائل و تاکید ہیں:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس دعا کو فرض نماز کے بعد پڑھے گا، قیامت کے دن اس پر میری شفاعت ضرور ہوگی۔

"اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُحَمَّدَ ﹰالْاُوْسِيْلَةَ وَاجْعَلْهُ فِي الْمُصْطَفِيْنَ مُحَبَّتَهٗ وَفِي الْعَالِيْنَ دَرَجَتَهٗ وَفِي الْمُقَرَّبِيْنَ دَارَهٗ" (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۱۲)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے مجھے یہ حکم دیا کہ ہر نماز کے بعد میں معوذتین پڑھوں۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۱۳، اذکار نووی صفحہ ۱۰۱)

فائدہ: معوذتین استعاذہ اور دعا ہے۔

نماز کے بعد دعا کے سلسلے میں آپ کی عملی روایتیں

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو یہ دعا فرماتے اور اس مقدار سے زیادہ نہ بیٹھتے۔

"اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ"

(مسلم صفحہ ۲۱۸، ابوداؤد صفحہ ۲۱۲، ترمذی صفحہ ۶۶، النسائی صفحہ ۱۹۶، مطالب عالیہ عن ابن عمر جلد ۱ صفحہ ۱۳۰)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو تین مرتبہ استغفار فرماتے پھر یہ دعا فرماتے:

"اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ"

(روی ابن ابی شیبہ عن ابن عمر، مسلم صفحہ ۲۱۸، ترمذی صفحہ ۶۶، دارمی: ۳۱۱، نسائی)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے:

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ" (بخاری صفحہ ۱۱۷، ابوداؤد صفحہ ۲۱۱، مسلم، نسائی صفحہ، دارمی جلد ۱ صفحہ ۳۱۱)

مصنف ابن عبدالرزاق میں ہے کہ مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط میں لکھا کہ میں نے خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کے بعد یہ دعا فرماتے ہوئے سنا، چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر (خطبہ اور تقریر کے دوران) لوگوں کو حکم دیتے تھے اور ان کو یہ دعا سکھاتے تھے کہ نماز کے بعد پڑھا کریں۔

(مصنف ابن اشیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۵، نسائی صفحہ ۱۹۷)

دیکھئے حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ روایت حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتائی تو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ برسرعام منبر پر لوگوں کو اس کا حکم اور اس کی تعلیم فرمانے لگے، اب بتایا جائے کہ یہ خلاف سنت تھا، اس واقعہ سے تو صحابہ کے ایک جم غفیر کی اس کی سُنّیت پر تصدیق ہوگئی۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو یہ دعا کی:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْئَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهٖ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّرِ كُلِّهٖ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَالَمْ اَعْلَمْ" (مطالب عالیہ صفحہ ۱۳۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے سلام کے بعد یہ دعا پڑھتے:

"سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ" (تحفۃ المعبود مسند طیالسی صفحہ ۱۰۶، الدعاء جلد ۲ صفحہ ۱۰۹۱)

حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کہتے ہیں کہ میرے والد ہر نماز کے بعد یہ دعا فرماتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ"

میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ آپ اسے نماز کے بعد پڑھتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ اس دعا کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد پڑھتے تھے۔ (نسائی صفحہ ۱۹۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ کوئی نماز ایسی نہیں (خواہ فرض یا نفل) جس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا نہ فرماتے ہوں:

"رَبِّ جِبْرَئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ اَعِذْنِیْ مِنْ حَرِّ النَّارِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ"

(نسائی جلد ا صفحہ ۱۹۷، الطبرانی)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی فرض نماز نہیں پڑھی مگر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف رخ فرماتے اور یہ دعا پڑھتے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ كُلِّ عَمَلٍ يُخْزِيْنِیْ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ كُلِّ صَاحِبٍ يُرْدِيْنِیْ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ كُلِّ عَمَلٍ يُلْهِيْنِیْ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ كُلِّ فَقْرٍ يُنْسِيْنِیْ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ كُلِّ غِنًى يُطْغِيْنِیْ" (مجمع جلد ا صفحہ ۱۱۰، سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۱۷۰، مجمع الزوائد، ابویعلی، ابن سنی صفحہ ۱۰۷)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی تو فارغ ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا سنی:

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ خَطَايَایَ وَذُنُوْبِیْ كُلَّهَا وَاَجِرْنِیْ وَاهْدِنِیْ لِصَالِحِ الْاَعْمَالِ وَالْاَخْلَاقِ لَا يَهْدِیْ لِصَالِحِهَا وَلَا يَصْرِفُ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ"

(سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۱۷۰، مجمع الزوائد صفحہ ۱۰، وبزار، نزل الابرار صفحہ ۱۰۰)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:

"اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ خَيْرَ عُمْرِیْ آخِرَهٗ وَخَيْرَ عَمَلِیْ خَوَاتِمَهٗ وَاجْعَلْ خَيْرَ اَيَّامِیْ يَوْمَ اَلْقَاكَ" (مجمع صفحہ ۱۱۰، اذکار صفحہ ۶۰، ابن سنی، نزل الابرار صفحہ ۱۰۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز کے بعد یہ دعا کر رہے تھے:

"اللھم اخلص الولید وسلمة ابن ھشام الخ" (تحفۃ الاحوذی صفحہ ۲۴۵)

فجر کی نماز کے بعد خاص کر یہ دعا فرماتے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے بعد یہ دعا فرماتے: "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِزْقًا طَیِّبًا وَّعِلْمًا نَافِعًا وَّعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا" (ابن ماجہ صفحہ ٦٦، مسند احمد جلد ٦ صفحہ ۲۹۴، مجمع، ابن سنی صفحہ ۴۴)

فجر اور مغرب کے بعد دعا کی تاکید

ابوحارث تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا کہ جب تم مغرب کی نماز سے فارغ ہو جاؤ تو ۷ مرتبہ یہ پڑھو "اللھم اجرنی من النار" یعنی اگر تم اسی دن وفات پا گئے تو آزادی جہنم کا خلاصی نامہ خدائے پاک مرحمت فرمائے گا۔ اسی طرح صبح کی نماز سے جب تم فارغ ہو جاؤ تو ۷ مرتبہ یہ کہو۔ اگر انتقال کر گئے تو آزادی جہنم کا پروانہ تمہارے لئے لکھ دیا جائے گا۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۹۳، ابن سنی صفحہ ۱۲۲)

فائدہ: دیکھئے ان دو فرضوں کے بعد بھی دعاؤں کا ثبوت عملاً وقولاً بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک سے ہو رہا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی فضیلت اور تاکید فرما رہے ہیں۔ اب آپ بھی سنجیدگی سے اور طمانیت قلب سے غور کیجئے جس پر آپ نے عمل کیا، جس کی آپ نے فضیلت اور تاکید فرمائی وہ سنت اور مستحب ہوگی یا بدعت اور منکر ہوگی اور کیا اس پر رد اور نکیر کرنا درست ہوگا۔ ہاں اگر مزاج ہی بدل جائے تو دوسری بات ہے۔ خیال رہے کہ حدیث پاک میں بعد الصلوٰۃ سے مراد فرض نماز کے بعد مراد ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ المفاتیح میں ہے: "المراد بالصلوة عند الاطلاق المكتوبة" (جلد ۳ صفحہ ۳۱۹)

نماز کے بعد دعاؤں کے ثبوت میں قولی روایتیں

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ ایک دن پکڑا اور فرمایا اے معاذ میں تم سے محبت رکھتا ہوں۔ حضرت معاذ نے فرمایا، میرے ماں باپ آپ پر قربان میں بھی آپ سے محبت رکھتا ہوں آپ نے فرمایا اے معاذ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کسی نماز کے بعد اس دعا کو نہ چھوڑنا: "اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ۔" (ابوداؤد صفحہ ۲۱۳، نسائی، ابن خزیمہ)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے پوچھا کون سی دعا زیادہ باعث قبول ہے آپ نے فرمایا شب اخیر کی دعا اور فرض نماز کے بعد کی دعائیں۔ (نسائی، وترمذی صفحہ ۵۶۳)

فضالۃ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم نماز پڑھ لو تو اولاً خدا کی تعریف، حمد وثناء، بیان کرو، پھر مجھ پر درود پڑھو، پھر جو چاہو دعا کرو۔ (اذکار صفحہ ۹۷)

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز دو دو رکعت ہے ہر

رکعت میں تشہد ہے پھر تخشع، تخضع، تواضع کی ہیئت بناؤ، پھر نماز کے بعد دونوں ہاتھوں کی ہتھیلی کا رخ کو اپنی طرف کرتے ہوئے قبلہ رخ دعا مانگو کہو اے رب اے رب...... (تحفۃ الاحوذی جلد ۱ صفحہ ۲۴۶، ترمذی صفحہ ۸۷)

فرض نماز کے بعد کی دعا باعث قبولیت

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کس وقت دعا زیادہ قبول ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب آخیر میں اور فرض نماز کے بعد۔ (ترمذی صفحہ ۵۶۳)

حضرت جعفر الصادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرض نماز کے بعد کی دعا نفل نماز کے بعد کی دعا سے اسی طرح افضل ہے جیسے فرض نماز کو فضیلت ہے نفل نماز پر۔ (تحفۃ الاحوذی صفحہ ۲۴۵)

حضرت فضالۃ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو خدا کی حمد و ثناء کرو۔ پھر درود پڑھو، پھر جو چاہو دعا کرو۔ (ابن سنی صفحہ ۱۱۳، نزل الابرار صفحہ ۱۰۱)

فائدہ: ان روایتوں سے بھی نمازوں کے بعد دعاؤں کا ثبوت ہو رہا ہے، جب فرض کے بعد دعاء کی قبولیت کا وقت ہوگا تو اس دعا کا حکم اور فضیلت ثابت ہو جائے گی۔

مختلف مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بادیہ نشین اعرابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمعہ کے دن آیا اور کہا اے اللہ کے رسول جانور پریشان ہو گئے، لوگ ہلاک ہو گئے (بارش نہ ہونے کی وجہ سے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ اپنے اپنے ہاتھوں کو اٹھایا۔ (تحفۃ الاحوذی صفحہ ۲۴۶)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا دعا میں ہاتھ اٹھاتے تھے؟ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ہاں آپ سے جمعہ کے دن کہا گیا بارش کی وجہ سے قحط کا سامنا پڑ رہا ہے زمین خشک ہو رہی ہے جانور ہلاک ہو رہے ہیں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا اور اتنا اٹھایا کہ بغل کی سفیدی نظر آئی۔ (طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۹۱، تحفۃ صفحہ ۲۴۶، بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۲۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ طفیل بن عمر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آئے اور کہا کہ قبیلہ دوس نے نافرمانی کی آپ ان پر بددعا فرما دیجئے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ رخ ہوئے اور ہاتھوں کو اٹھایا اور دعا فرمائی: "اللھم اھد دوسا" اے اللہ قبیلہ دوس کو ہدایت دیجئے۔ (ادب مفرد، تحفۃ الاحوذی صفحہ ۲۴۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہاتھ اٹھائے دعا مانگ رہے ہیں۔ (مسلم صفحہ ۲۹۶، تحفۃ الاحوذی صفحہ ۲۴۶)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے تو دونوں ہاتھوں کو

اٹھاتے اور دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیر لیتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۰۹)

فَائِدَۃ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ دعا میں ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔ آپ ﷺ سے ثابت ہے اسی وجہ سے تمام محدثین وفقہاء نے دعا کے آداب میں شمار کیا ہے، اہل حدیث کے محقق عالم محدث عبدالرحمٰن اعظمی نے تحفۃ الاحوذی میں لکھا ہے: "ان رفع اليدين من آداب الدعاء قد ثبت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم رفع اليدين فى كثير من الدعاء" (جلد ۱ صفحہ ۲۴۶)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں عرفات میں آپ ﷺ کا ردیف تھا، آپ دونوں ہاتھوں کو اٹھائے دعا فرما رہے تھے۔ (نسائی صفحہ ۴۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا فرما رہے تھے۔ (ادب مفرد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ طفیل بن عمرو دوسی نے آپ ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ قبیلہ دوس نے نافرمانی اور انکار کیا ہے آپ ان کے لئے بددعا فرما دیجئے۔ تو آپ ﷺ قبلہ رو ہوئے اور دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کی۔ لوگوں نے گمان کیا کہ آپ ان کے لئے بددعا فرمائیں گے مگر آپ نے ان کے لئے دعا کی اے اللہ قبیلہ دوس کو ہدایت دیجئے اور ان کو میرے پاس لائیے۔ (ادب مفرد)

ان تمام روایتوں سے دعا کے موقعہ پر آپ ﷺ کا ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت ہے، اسی وجہ سے نماز کے بعد یا اور کسی عبادت کے بعد مطلقاً کسی دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا سنت ہے جو دعا کے آداب میں سے ہے۔ تمام فقہاء ومحدثین نے اسے آداب دعا میں شمار کیا ہے، محدثین نے باب قائم کر کے اس کی سُنّیت اور مشروعیت کی طرف اشارہ کیا ہے، چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ادب مفرد میں باب قائم کیا ہے "رفع الايدى فى الدعاء" اسی طرح امام ترمذی نے "باب رفع الايدى عند الدعاء" قائم کیا ہے۔ (جلد ۲ صفحہ ۱۷۶)

اہل حدیث کے محقق عالم صاحبِ تحفۃ الاحوذی نے شرح ترمذی میں خود اسے ثابت کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "ان رفع اليدين من اداب الدعاء قد ثبت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم رفع اليدين فى كثير من الدعاء" (جلد ۱ صفحہ ۲۴۶)

تعجب ہے پھر کس طرح ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے پر رد اور انکار کرتے ہیں۔

دعا میں ہاتھ اٹھانے کی فضیلت اور حکم

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک ﷺ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا رب بڑا ہی حیاء دار کریم ہے جب کوئی ہاتھ اٹھا کر اس سے کوئی دعا کرتا ہے تو خالی ہاتھ واپس کرنے میں اسے شرم

محسوس ہوتی ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۷۵، ابوداؤد صفحہ ۲۰۹)

فائدہ: دیکھئے اس روایت میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کی منقبت اور فضیلت ہے اور خدائے پاک کو ایسے ہاتھوں کو نامراد واپس کرنے سے شرم محسوس ہوتی ہے اور جس عمل کی فضیلت اور منقبت حدیث و سنت سے ثابت ہو اس پر رد و انکار درست نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ دعا مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو کندھے تک اٹھاؤ۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۰۹)

حضرت مالک بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم دعا کرو تو ہتھیلیوں کو اندر کی جانب کرتے ہوئے مانگو۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۰۹)

ابن ابی وداعۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز دو دو رکعت ہو تو ہر دو رکعت پر تشہد پڑھو، خضوع اور مسکنت کا اظہار کرو، اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر (سلام کے بعد) دعا کرو، اور کہو اے اللہ اے اللہ...... (ابوداؤد صفحہ ۱۸۳، ابن ماجہ صفحہ ۹۴)

فائدہ: دیکھئے ان روایتوں میں دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا مانگنے کی فضیلت اور تاکید ہے اور جن روایتوں میں فضیلت اور حکم ہو اسے اختیار کرنا مشروع اور مسنون ہوگا۔

محدثین کرام نے ابواب قائم کر کے اس کے سنت ہونے کو ثابت کیا ہے

محدثین نے نماز کے بعد دعاؤں کی سُنّیت اور مشروعیت پر باب قائم کیا ہے، تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ فرض اور دیگر نمازوں کے بعد دعا کرنی سنت یا مستحب ہے۔

1. امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے "استحباب الذکر بعد الصلوة"
2. امام ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ نے "ما یقول اذا سلم" (صفحہ:۲۱۱)
3. امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "الدعاء بعد التسلیم" (صفحہ ۱۹۷ اور "الدعاء عند الانصراف من الصلوة" (صفحہ:۱۹۷)
4. امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے "باب ما یقال بعد التسلیم" (جلد ۱، صفحہ ۶۴)
5. امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "باب ما یقول الرجل اذا سلم" (جلد ۱ صفحہ ۶۴)
6. امام دارمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "القول بعد السلام" (جلد ۱ صفحہ ۳۱۱)
7. مطالب عالیہ میں حافظ ابن حجر نے "القول عقب الصلوة"
8. علامہ منذری رحمہ اللہ تعالیٰ نے الترغیب میں "اذ کار بعد الصلوة المکتوبات" (جلد ۱ صفحہ ۴۵۰)

⑨ نیل الاوطار میں علامہ شوکانی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے "فی الدعاء والذکر بعد الصلوة" (جلد۲صفحہ۳۰۶)

⑩ ابوبکر ہیثمی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے مجمع الزوائد میں "الدعاء عقیب الصلوة" (جلد۲صفحہ۱۴۷)

ان کے علاوہ اور بہت سے محققین محدثین نے نماز کے بعد دعا کی سُنّیت مشروعیت پر باب قائم کیا ہے۔

امام بخاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ بھی اس کی سُنّیت اور مشروعیت کے قائل ہیں، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں "واستدل به البخاری رحمه اللّٰه تعالیٰ علی فضل الدعا عقب الصلٰوة کما سیاتی فی الدعوات" (جلد۳صفحہ۲۳۱)

انتباہ

فرض نماز کے بعد دعا مانگنے پر انکار کرنے والے حضرات عموماً ابن قیم رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کی اس عبارت سے استدلال کرتے ہیں "اما الدعاء بعد السلام من الصلوة مستقبل القبلة او المامؤمنین فلم یکن من هدیه ولا روی عنه باسناد صحیح ولا حسن."

یہ تحقیق اور رائے ابن قیم رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کے منفردات میں سے ہے، مطلقاً آپ ﷺ سے ثبوت اور اس کے سنت و مستحب ہونے کا انکار صحیح نہیں ہے، ماقبل میں اس کی تحقیق آچکی ہے، خیال رہے کہ جس عمل کی فضیلت ومنقبت اور تاکید وحکم اسی طرح آپ ﷺ کے عمل سے ثابت ہو جائے خواہ ایک دو ہی مرتبہ سہی تو وہ سنت و مستحب ہو جاتی ہے تاوقتیکہ اس کی ممانعت یا اس کا نسخ ثابت نہ ہو جائے، فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا آپ ﷺ سے ثابت ہے لہٰذا اس کا سنت اور مستحب ہونا ثابت ہو جائے گا اس پر نکیر کرنا بدعت قرار دینا جہالت ہے، ہاں چونکہ واجب و لازم نہیں لہٰذا اس کے نہ کرنے والے پر رد کرنا طعن کرنا درست نہ ہوگا، حافظ ابن حجر ابن قیم رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کے قول پر فتح الباری میں رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وما ادعاه النفی مطلقاً مردود فقد ثبت عن معاذ ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال له یا معاذ واللّٰه انی لأحبك فلاتدع دبر کل صلاةٍ ان تقول اللهم اعنی علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك الخ" (فتح الباری جلد۱۱، صفحہ۱۳۸)

علامہ ابوصالح دمشقی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے بھی سبل الهدیٰ میں علامہ ابن قیم کی رائے پر اختلاف کرتے ہوئے حافظ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کی رائے کو نقل کر کے دعا کی مشروعیت کو محقق قرار دیا ہے۔

(سبل الهدیٰ والرشاد جلد۸، صفحہ۱۷۱)

پس حد اعتدال و راہ مستقیم اس سلسلے میں یہ ہے کہ واجب و لازم نہیں (کہ نہ آپ نے حکم دیا نہ دواماً عمل فرمایا) کہ نہ کرنے والے پر نہ ملامت کی جائے اور کرنے والے پر نہ رد و نکیر کی جائے۔

نماز کے مجموعی سنن مستحبات کا بیان

صاحب نورالایضاح نے نماز کی ۵۱ سنتوں کو بیان کیا ہے۔ جس کی تفصیلی وضاحت اور اس کی تحقیق مستند حوالوں سے ذکر کر رہے ہیں۔

نماز جو ایمان و اسلام کی اساس ہے اور مسلمانوں کا اولین فریضہ ہے، اسے سنن و مستحبات کی رعایت کے ساتھ ادا کرے، اسے بوجھ سمجھ کر جلدی سے سر سے پھینکنے کی کوشش نہ کرے، اطمینان سکون طمانیت کے ساتھ سنن و آداب کی رعایت کرتے ہوئے ادا کرے تاکہ یہ بنیادی اور اساسی فریضہ کامل مکمل طور پر ادا ہو کر خداوند قدوس کی رضا و خوشنودی کا سبب بنے اور اس کے نفع و برکات آخرت کے علاوہ اس دنیا میں بھی حاصل ہو کر سعادت دارین کا باعث ہو۔

ہاتھوں کو کانوں کی لو تک اٹھانا سنت ہے

① رفع اليدين للتحريمة حذاء الاذنين للرجل الخ: (نورالایضاح صفحہ ۷۱، طحطاوی: ۱۳۹)

تکبیر تحریمہ کے وقت مردوں کو دونوں ہاتھوں کا کان کے مقابل تک اٹھانا۔

یعنی جب نماز شروع کرے تو نیت کے بعد اپنے دونوں ہتھیلیوں کو کان کے مقابل اس طرح اٹھائے کہ انگوٹھے کان کی لو تک آجائیں۔ (طحطاوی صفحہ ۱۳۹، فتح القدیر صفحہ ۲۸۱)

یہ انگوٹھے کان کی لو کو چھو جائیں۔ (بحر صفحہ ۳۲۲، الشامی صفحہ ۴۸۲)

یا انگوٹھے اس کے محاذاۃ اور مقابل میں آجائیں۔ خواہ کان کی لو کو نہ لگیں۔

(کنز الدقائق۔ طحطاوی علی المراقی صفحہ ۱۵۲)

دونوں صورتیں مسنون ہیں۔ یعنی انگوٹھوں کا کان کی لو سے لگنا اور اس کے مقابل میں ہونا۔

ہاتھ اٹھانے کے بعد فوراً تکبیر کہنا

✦ دونوں ہاتھوں کے اٹھانے کے بعد فوراً تکبیر اللہ اکبر کہے۔ (طحطاوی صفحہ ۱۱۱، الشامی صفحہ ۴۸۲)

اور یہ بھی سنت ہے کہ اللہ اکبر کہے اور ہاتھ اٹھائے۔

"كذا في البحر فيكبر اولاً ثم يرفع يديه" (صفحہ ۳۲۲)

اسی طرح یہ بھی مسنون ہے کہ ہاتھ کا اٹھانا اور تکبیر کا کہنا دونوں ایک ساتھ ہو۔

(طحطاوی صفحہ ۱۱۱، بحر صفحہ ۱۱، السعایہ جلد ۲ صفحہ ۱۴۹)

✧ اگر کسی عذر کی وجہ سے ہاتھ کان تک نہ اٹھا سکے مثلاً ہاتھ میں درد ہو، کندھے میں درد ہو یا جاڑے کے کپڑے میں ٹھنڈک کی زیادتی کی وجہ سے ملبوس ہو تو جہاں تک اٹھ سکے اٹھائے۔ "فلو لم یقدر علی الرفع المسنون ...... رفع بما قدر، مجمع الانہر" (طحطاوی صفحہ ۱۳۹)

✧ اگر دونوں ہاتھوں کو اس طرح اٹھائے کہ ہتھیلی تو کندھے کے مقابل ہو اور انگلیاں کان کے مقابل آجائیں تو یہ بھی مسنون ہے۔ "عند المحاذاة الیدین للمنکبین من الرسغ تحصل المحاذاة للاذنین بالابھامین" (الشامی صفحہ ۴۸۳، السعایہ جلد ۲ صفحہ ۱۵۳)

✧ اسی طرح عید و بقر عید کی زائد تکبیروں میں اور قنوت کی تکبیر میں ہاتھ اٹھانا مسنون ہے۔ (طحطاوی صفحہ ۱۳۹)

ہاتھوں کا کندھے تک اٹھانا مردوں کے لئے خلاف سنت ہے

✧ اس سے معلوم ہوا کہ بعض لوگ جو تغافل اور سستی سے ہاتھ کندھے سے بھی نیچے اٹھاتے ہیں، یا جلدی سے سینے کے مقابل ہی میں ہاتھ اٹھا کر باندھ لیتے ہیں، بالکل خلاف سنت طریقہ ہے

عورتوں کو کندھے تک اٹھانا سنت ہے

✧ عورتیں اپنے ہاتھوں کو کندھے ہی تک اٹھا کر باندھ لیں گی۔ (بحرالرائق صفحہ ۳۲۰، طحطاوی صفحہ ۱۳۹، الشامی صفحہ ۴۸۳)

قیام کی حالت میں نظر سجدے کی جگہ کی جانب کرنا سنت ہے

✧ تکبیر تحریمہ کے بعد قیام کی حالت میں نماز کے لئے مسنون و مستحب یہ ہے کہ نگاہ سجدہ گاہ کی جانب رکھے۔

❷ **نشر الاصابع:** (نورالایضاح، طحطاوی صفحہ ۱۳۹)

انگلیوں کا (سیدھا) کھلا ہونا

یعنی انگلیوں کا تکبیر تحریمہ کے وقت نہ بالکل الگ الگ کشادہ رکھنا اور نہ بالکل ملا کر رکھنا۔ (طحطاوی صفحہ ۱۳۹)

✧ مطلب یہ ہے کہ انگلیاں اپنی اصلی حالت پر کھلی رہیں گی۔ بالکل ملی اور سمٹی نہ رہیں گی جیسا کہ سجدہ میں اور نہ بالکل کشادہ اور الگ الگ جیسا کہ رکوع میں۔ بلکہ ان دونوں حالتوں کے بیچ بیچ رہیں گی۔

(الشامی جلد ۱ صفحہ ۴۷۵)

ہتھیلیوں کا رخ قبلہ کی جانب رکھنا

✧ ہتھیلیوں اور انگلیوں کا اندرونی رخ قبلہ کی جانب رہے۔ پوری ہتھیلی اور انگلیاں اس طرح سیدھی اور کھلی رہیں گی کہ مکمل ہتھیلی کا رخ بالکل سیدھے قبلہ کی جانب رہے۔ (طحطاوی صفحہ ۱۳۹، الشامی صفحہ ۴۷۵، بحر صفحہ ۳۲۰)

✧ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ ہتھیلی کا رخ کان کی طرف رکھتے ہیں جس سے چھوٹی انگلی کا رخ تو قبلہ کی جانب اور انگوٹھے کا رخ پورب کی طرف ہوتا ہے جیسا کہ اکثر لوگ کرتے ہیں عوام تو کیا خواص بھی اس میں گرفتار ہیں، خلاف سنت ہے۔

خیال رہے کہ پوری ہتھیلی کا رخ قبلہ کی جانب رکھنا مسنون ہے اکثر لوگ اس سے تساہل اور غفلت برتتے ہیں۔ کچھ تو بالکل تلوار کی طرح اور کچھ ٹیڑھا رکھتے ہیں سب غلط ہے۔ "ویکون بطن الکف والاصبع الی القبلة، طحطاوی حتی تکون الاصابع مع الکف مستقبل القبلة" (الشامی صفحہ ۱۱)

تکبیر کے وقت سر جھکانا خلاف سنت ہے

✧ تکبیر تحریمہ کے وقت بعض لوگ سر کو ذرا جھکا دیتے ہیں۔ اور سوچتے ہیں کہ اس میں تواضع اور مسکنت کا اظہار ہے، یہ طریقہ غلط خلاف سنت بدعت مکروہ ہے۔ (الشامی صفحہ ۱۱، بحر صفحہ ۳۲۰)

③ ومقارنة احرام المقتدی لا حرام امامه: (طحطاوی صفحہ)

مقتدی کی تکبیر تحریمہ کا امام کی تکبیر تحریمہ کے ساتھ ہونا

یعنی جیسے ہی امام اللہ اکبر کہے ویسے ہی مقتدی بھی اللہ اکبر اس کے بعد متصلاً کہے، نیت وغیرہ کی وجہ سے تاخیر نہ کرے یہ خلاف سنت ہے۔ (طحطاوی صفحہ ۱۴۰)

اور یہ بھی درست اور صحیح یعنی مسنون ہے کہ جیسے ہی امام تحریمہ کی تکبیر شروع کرے تو اس کے بعد یہ کرے اس طرح کے امام اللہ اکبر کہے تو یہ اللہ شروع کر دے "فیصل الف اللّٰه من المقتدی براء اکبر من الامام." (طحطاوی صفحہ ۱۴۰)

✧ خیال رہے کہ امام کے ساتھ تکبیر میں احتیاط کی ضرورت ہے، ایسا نہ ہو کہ امام کے اللہ ختم کرنے سے پہلے مقتدی کا اللہ ختم ہو جائے، یا امام کے اکبر سے پہلے مقتدی اکبر کہہ دے تو یہ درست نہ ہوگا۔ اسے دوبارہ تکبیر کہنی پڑے گی۔ (طحطاوی صفحہ ۱۴۰، سعایہ صفحہ ۱۵۱)

✧ افضل یہ ہے کہ امام کے اللہ کے بعد مقتدی اللہ کہنا شروع کرے۔ "والمختار للمقتدی فی التحریمة افضیلة التعقیب" (طحطاوی صفحہ ۱۴۰)

تکبیر تحریمہ پانے کی حد کا بیان

✧ تکبیر تحریمہ کے پانے کی حد کے سلسلے میں فقہاء کے متعدد اقوال ہیں، ① امام کے اللہ اکبر سے متصلاً مقتدی کا بلا تاخیر کے اللہ اکبر کہنا، ② ثناء تک ③ نصف سورہ فاتحہ تک، ④ پوری سورہ فاتحہ تک، ⑤

رکوع سے پہلے اللہ اکبر کہہ کر شریک ہونے والا۔ (طحطاوی صفحہ ۱۴۰)

- تکبیر کے بعد جس قدر متصلاً اور جلدی شریک ہو جائے گا اسی قدر فضیلت کا حامل ہوگا۔
- آخری قول یہ ہے کہ جو شخص رکوع میں جانے سے پہلے شریک ہو گیا وہ تحریمہ کی فضیلت پانے والا ہو گیا۔
- تکبیر تحریمہ میں شریک ہونے کی بڑی فضیلت حدیث پاک میں وارد ہے، اس کا اہتمام کرے، اس فضیلت کو پانے کے لئے شروع نماز سے ہی شرکت کا اہتمام کرے اور اقامت سے قبل مسجد میں حاضر ہو جائے۔

ہاتھ رکھنے کا مسنون طریقہ

۴ **وضع الرجل يده اليمنى على اليسرى تحت سرته:** (نور الایضاح، طحطاوی صفحہ ۱۴۰)

مردوں کا اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔

یعنی مردوں کے لئے ہاتھ باندھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کے گٹے پر اس طرح رکھے کہ دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنائے اور بائیں ہاتھ کے گٹے پر رکھے، اور پکڑے اور باقی دائیں ہاتھ کی تین انگلیاں بائیں ہاتھ کی کلائی پر پھیلی رہیں گی یعنی انگلیاں لمبائی میں کہنی کے رخ رہیں گی۔

(طحطاوی صفحہ ۱۴۱، شامی صفحہ ۴۸۷، کبیری)

- اگر چھوٹی انگلی اور اس کے بعد والی انگلی سے اور انگوٹھے سے حلقہ بنا کر بائیں ہاتھ کے گٹے کو پکڑا اور بائیں ہاتھ کی کلائی پر دو انگلی بیچ والی اور شہادت والی رکھی تو بھی ٹھیک ہے، خلاف سنت نہیں "**كذا في البدائع**"

(الشامی صفحہ ۴۸۷)

مگر افضل اور بہتر پہلا ہی طریقہ ہے۔

بہر صورت ناف کے نیچے ہاتھوں کو باندھنا اور رکھنا احناف کے نزدیک مسنون ہے۔

(طحطاوی: بحر، الشامی وغیرہ)

ہاتھ باندھنے کا غلط طریقہ

- بعض لوگ چاروں انگلیوں اور انگوٹھے سے بائیں کلائی کو پکڑتے ہیں، خلاف سنت ہے۔
- بعض لوگ گٹے پر رکھنے کے بجائے بیچ ہاتھ میں حلقہ باندھنے اور رکھتے ہیں یہ بھی خلاف سنت ہے۔
- اسی طرح ۳ر انگلیوں اور انگوٹھے سے حلقہ بنا کر صرف انگشت شہادت کو رکھنا یہ بھی خلاف سنت ہے۔
- اسی طرح ۳ر انگلیوں کو یا ۲ر انگلیوں کو کلائی پر سیدھی رکھنے کے بجائے بڑھا اور مڑا رکھنا غلط ہے۔
- بلا حلقہ بنائے یوں ہی رکھنا جیسا کہ بعض کو دیکھا جاتا ہے خلاف سنت ہے۔

- اکثر و بیشتر لوگ غفلت اور تساہل سے ہاتھ پیٹ پر رکھتے ہیں۔ یہ بھی خلاف سنت ہے، سینہ پر رکھنا تو حضرات شوافع کے یہاں ہے مگر پیٹ پر رکھنا کسی امام کے یہاں نہیں ہے۔
- بائیں ہاتھ کی ہتھیلی دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے نیچے رہے گی لٹکی نہ رہے گی جیسا کہ بعض لوگ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو نیچے لٹکا دیتے ہیں خلاف سنت ہے۔ یہ سب طریقے احادیث اور فقہاء کرام کے بیان کردہ طریقہ کے خلاف ہے، جو جہالت اور غفلت کی وجہ سے لوگوں میں رائج ہو گئے ہیں۔
- تکبیر سے فارغ ہوتے ہی ہاتھوں کو بلا نیچے گرائے باندھا جائے گا۔

(بحر الرائق صفحہ ۳۲۶، الشامی جلد ۱ صفحہ ۲۸۷، فتح القدیر صفحہ ۲۸۷)

ہاتھ گرا کر باندھنا خلاف سنت ہے

- بعض لوگ ہاتھ گرا کر پھر باندھتے ہیں احناف کے یہاں یہ طریقہ خلاف سنت ہے۔ **يضع كما فرغ من التكبير ولا يرسل وبه جزم قاضيخان۔** (السعایہ جلد ۲ صفحہ ۱۵۷)

عیدین اور قنوت میں ہاتھ باندھنے کا طریقہ

- عیدین کی تکبیروں میں بھی بلا ہاتھ گرائے ہاتھ باندھا جائے گا۔ (السعایہ صفحہ ۱۵۹)
- ہاتھ باندھنے اور رکھنے کا یہی طریقہ قنوت کی حالت میں اور جنازہ کی نماز میں بھی ہے۔

(بحر الرائق صفحہ ۳۲۶، السعایہ صفحہ ۱۱)

- بیٹھ کر نماز پڑھنے میں بھی ہاتھ کے باندھنے کا یہی طریقہ مذکورہ مسنون ہے۔

(بحر الرائق جلد ۱ صفحہ ۳۲۶، طحطاوی علی الدر صفحہ ۲۱۸، فتح القدیر صفحہ ۲۸۸)

قبر اطہر پر ہاتھ باندھنے کا طریقہ

- نبی پاک ﷺ کی قبر اطہر کی زیارت کے وقت بھی مواجہہ میں اسی طرح ہاتھ باندھ کر قبلہ رخ پشت کر کے کھڑے ہو کر صلاۃ وسلام کیا جائے گا، البتہ کسی صحابی اور بزرگ کی قبر پر ایسا نہیں کیا جائے گا مکروہ و ممنوع ہے۔ **"في فتاویٰ عالمكيرى نقلا عن الاختيار شرح المختار في بحث الزيارة فتوجه الى قبره عليه الصلوة والسلام فيقف عند راسه ...... ويقف كما يقف في الصلوة"**

(السعایہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۰)

عورتوں کے لئے ہاتھ باندھنے کا طریقہ

۵ **وضع المراة يديها على صدرها من غير تحليق:** (نور الایضاح: صفحہ ۷۱، طحطاوی صفحہ ۱۴۱)

عورتیں اپنے ہاتھوں کو بلا حلقہ بنائے سینہ پر رکھیں گی۔

یعنی عورتوں کے لئے ہاتھ باندھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ اپنی دائیں ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی پر بلا حلقہ بنائے سینہ پر رکھیں گی۔ (الشامی صفحہ ۴۸۷، طحطاوی صفحہ ۱۴۱)

✧ عورت اپنی ہتھیلی کو صرف رکھیں گی پکڑیں گی نہیں۔ (السعایہ صفحہ ۱۵۶، طحطاوی صفحہ ۱۴۱)

خنثیٰ کے لئے مسنون طریقہ

✧ یہی حکم خنثیٰ کا بھی ہے۔ (الشامی صفحہ ۴۸۷، طحطاوی علی الدر جلد ۱ صفحہ ۲۱۷)

ثنا ہر ایک کے لئے پڑھنا سنت ہے

۶ الثناء:

ثناء پڑھنا۔

یعنی اللہ اکبر تکبیر تحریمہ کے بعد خواہ امام ہو یا منفرد یا مقتدی ہو یہ پڑھے، "**سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا اله غيرك**" مراقی الفلاح، ہر نماز پڑھنے والا شروع نماز میں ثناء پڑھے گا، مسبوق بھی رکعت جب پوری کرے گا تو ثناء سے شروع کرے گا۔

اگر امام نے قرأت شروع کردی تو اب ثنا نہ پڑھے

✧ اگر امام نے قرأت شروع کر دی ہو تو مقتدی ثنا اب نہیں پڑھے گا، "**فالمقتدى ياتي به مالم يشرع الامام في القراءة**" (طحطاوی صفحہ ۱۴۱، الشامی صفحہ ۴۸۸)

✧ اگر مقتدی سری نماز میں ظہر عصر میں شریک ہو رہا ہے تو بہر صورت ثناء پڑھے گا۔

"**وان كان في صلوة المخافة يثني وعليه الفتوى.**" (نفع المفتی والسائل: صفحہ ۸۱)

امام اور منفرد اعوذ باللہ پڑھیں

۷ والتعوذ للقرأة:

اور تلاوت کے لئے "**اعوذ بالله من الشيطان الرجيم**" پڑھنا۔ (بحر الرائق صفحہ ۳۲۸)

یہ تعوذ پڑھنا امام اور منفرد تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے ہے، مقتدی کے لئے نہیں ہے۔ "**الامام والمنفرد لا المقتدي**" (طحطاوی)

✧ ہاں اگر مقتدی امام کے پیچھے شیطانی وساوس کے دور کرنے کے لئے "**اعوذ بالله الخ**" پڑھنا چاہے تو اس کی اجازت اور گنجائش ہے۔ (طحطاوی علی المراقی صفحہ ۱۴۱، علی الدر صفحہ ۲۱۸)

اگر ثنا اور تعوذ خلاف ترتیب ہو جائے تو

✧ اگر کسی نے ثنا سے پہلے بھولے سے اعوذ باللہ پڑھ لیا تو دوبارہ صحیح کرتے ہوئے اولاً ثنا پڑھے پھر اعوذ باللہ پڑھے۔ (صفحہ ۲۲۹)

✧ اگر اعوذ باللہ سے پہلے بسم اللہ پڑھ لیا تو پھر سے ترتیب صحیح کرتے ہوئے اعوذ باللہ پھر بسم اللہ پڑھے۔
(شامی صفحہ ۴۸۹)

✧ اگر اعوذ باللہ پڑھنا بھول گیا یہاں تک سورہ فاتحہ پڑھنے لگا تو اب اعوذ باللہ نہ پڑھے گا۔
(بحر الرائق صفحہ ۳۲۹)

✧ اسی طرح تکبیر کے بعد قرأت شروع کر دی ثنا اور بسم اللہ بھول گیا تو اب دوبارہ نہ لوٹائے۔
(الشامی جلد ا صفحہ ۱۸۹)

عیدین میں تکبیرات زوائد کے بعد اعوذ باللہ پڑھے

✧ عید اور بقرعید کی نماز میں امام تکبیرات زوائد کے بعد اعوذ باللہ پڑھے گا۔

"ان الامام یاتی بالتعوذ بعد تکبیرات الزوائد فی الرکعة الاولی" (بحر صفحہ ۳۲۸)

"ھکذا فی الدر المختار وقال الشامی وبہ ناخذ" (الشامی صفحہ ۴۹۰)

ہر رکعت کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا

❽ التسمیہ فی اول کل رکعة:

اور ہر رکعت کے شروع میں (اعوذ باللہ کے بعد) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا۔
یعنی امام اور منفرد تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے سنت یہ ہے کہ اعوذ باللہ کے بعد بسم اللہ پڑھے۔
(طحطاوی صفحہ ۱۴۱)

البتہ مقتدی بسم اللہ نہ پڑھے گا۔ (درمختار، الشامی صفحہ)

"اما المقتدی فلا دخل فیھا فانہ لا یقرا" (بحر صفحہ ۳۲۹)

امام کے ساتھ نماز پڑھنے والا ثنا پڑھ کر خاموش ہو جائے گا۔

مسبوق بھی ہر قرأت سے پہلے بسم اللہ پڑھے گا

✧ اسی طرح مسبوق بھی اپنی نماز کے شروع میں قرأت سے قبل بسم اللہ پڑھے گا۔

بسم اللہ ہر صورت میں آہستہ پڑھنا سنت ہے

✧ نماز جہری ہو یا سری بہر صورت بسم اللہ پڑھنا آہستہ سے سنت ہے۔ "تشمل الصلاة الجھریة

والسریة" (بحر صفحہ ۳۳۰)

منفرد و تنہا نماز پڑھنے والا ہر رکعت کے شروع میں بسم اللہ پڑھے گا۔

سورت سے پہلے بھی بسم اللہ پڑھ سکتا ہے

اگر سورہ فاتحہ کے بعد اور سورۃ سے پہلے بسم اللہ پڑھ لے تو اس کی اجازت ہے مگر احناف کے نزدیک سنت نہیں ہے [illegible]

"کذا فی الدر لاتنس بین الفاتحه والسورة وفی الشامیة ان سمی بین الفاتحه والسورة البقرة سرا او جهرا کان حسنا عند ابی حنیفة ورجحه المحقق ابن همام وتلمیذه الحلبی" (صفحہ ۴۹۰)

فرض، سنت اور نفل کی ہر رکعت میں بسم اللہ سنت ہے

✧ فرض سنت نفل کی ہر رکعت میں الحمد للہ سے پہلے بسم اللہ الخ پڑھنا سنت ہے، **"یسمی فی کل رکعة فرضا او نفلا"** (مراقی طحطاوی صفحہ ۱۵۴)

فاتحہ کے ختم پر آمین کہنا

۹ والتامین:

سورہ فاتحہ کے ختم پر آہستہ سے آمین کہنا۔

یعنی امام جب سورہ فاتحہ کو پوری کرے تو مقتدی آمین آہستہ سے ادا کرے، اسی طرح تنہا نماز پڑھنے والا بھی سورہ فاتحہ کے ختم پر آمین آہستہ سے کہے۔ (طحطاوی، الشامی جلدا صفحہ ۴۹۲)

اسی طرح جمعہ اور عیدین میں بھی ختم فاتحہ پر آہستہ سے آمین کہے۔ (الشامی صفحہ ۱۱)

ربنا لک الحمد آہستہ سے کہنا

۱۰ والتحمید:

(اور امام کے سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد) آہستہ سے تحمید (ربنا لک الحمد) کہنا بہتر ہے کہ **"اللهم ربنا ولك الحمد"** پڑھے۔ اسی طرح **"اللهم ربنا لك الحمد"** بلا واو کے ساتھ بھی پڑھ سکتا ہے اسی طرح **"ربنا ولك الحمد"** بھی پڑھ سکتا ہے اور **"ربنا لك الحمد"** بلا واو کے سب سنت سے ثابت ہے۔

ترتیب کے اعتبار سے سب سے بہتر اول پھر دوم پھر سوم ہے۔ **"افضله اللهم ربنا ولك الحمد"** (شامی صفحہ ۴۹۷)

⓫ والاسرار بها:

ان سب یعنی "ثناء، تعوذ، بسم اللہ آمین" اور "ربنا لك الحمد" کا آہستہ پڑھنا سنت ہے خواہ امام ہو یا مقتدی، مسبوق ہو یا منفرد خواہ فرض نماز ہو یا سنت۔ (مراقی الفلاح طحطاوی صفحہ۱۴۲)

آہستہ سے پڑھنے کی حد کیا ہے؟

✧ آہستہ پڑھنے کی حد یہ ہے کہ خود پڑھنے والے کے کان میں آواز محسوس ہو رہی ہو، اور حروف ایک دوسرے سے صحیح اور ممتاز ہو کر نکلے۔ "فشرط الهند واني والفضلي لوجودها خروج صوت يصل الى اذنه انه لا يجزيه مالم تسمع اذ ناه ...... واكتفيا بتصحيح الحروف" (الشامی صفحہ۵۳۴)

دل میں پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی

بعض لوگ من من یعنی دل میں پڑھتے ہیں ان کے ہونٹوں سے حرکت محسوس نہیں ہوتی ہونٹ نہیں ہلتے ان کی قرأت صحیح نہ ہونے کی وجہ سے نماز نہیں ہوتی بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اسی طرح چپ چاپ نماز پڑھتے ہیں کہ ان کے ہونٹوں میں بھی حرکت نہیں ہوتی اور نماز پڑھتے ان کی عمر گزر گئی۔ "اللهم اهدنا"

⓬ والاعتدال عند التحريمة من غير طاطاة الراس:

تکبیر تحریمہ کے وقت ٹھیک سے سیدھا کھڑا ہونا، بلا سر کے جھکائے ہوئے۔ (نور الایضاح، طحطاوی صفحہ۱۴۳)

یعنی جس وقت تکبیر تحریمہ اللہ اکبر کہے اس وقت بالکل سیدھا کھڑا ہو نہ سر کو جھکائے اور نہ گردن جھکائے اور نہ جسم جھکائے اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ تحریمہ کے وقت ذرا سر کو جھکا ڈالتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس میں تواضع اور مسکنت کا اظہار ہے اور تخشع اور تخضع ہے یہ غلط ہے خلاف سنت اور بدعت ہے اگر یہ سر جھکانا بہتر اور آداب اور تواضع کا مظہر ہوتا تو آپ ﷺ کرتے اور احادیث میں اس کا ذکر ہوتا فقہاء کرام اسے آداب میں ذکر کرتے۔ لہٰذا جو لوگ ایسا کرتے ہیں خلاف سنت اور امر بدعت کا ارتکاب کرتے ہیں۔ "ومن السنن ان لا يطاطي راسه عند التكبير كما في المبسوط وهو بدعة" (بحر الرائق صفحہ۳۲۰، الشامی صفحہ۴۷۵)

تکبیر تحریمہ سے پہلے ہاتھ نہ باندھے

✧ اسی طرح تکبیر تحریمہ سے قبل جب تکبیر کے وقت کھڑا ہو تو ہاتھ کو کھلا سیدھا رکھے تکبیر تحریمہ سے قبل ہاتھ کا باندھے رکھنا خلاف سنت و منع ہے۔

اللہ اکبر اور سمع اللہ امام زور سے کہے

⓭، ⓮ وجهر الامام بالتكبير والتسميع:

امام کا تمام تکبیر اور "سمع الله لمن حمده" زور سے پڑھنا سنت ہے۔ (نور الایضاح صفحہ۱۷)

یعنی امام کے لئے تکبیر تحریمہ کا اور اسی طرح تمام تکبیریں جو رکوع وسجود میں آتے جاتے ہوتی ہیں اسی طرح "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" کا اتنے زور سے پڑھنا سنت ہے کہ مقتدی سن لیں اور ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف جانے کا علم مقتدی کو ہو جائے۔ (شامی صفحہ ۴۷۵)

اس زمانہ میں چونکہ لاؤڈ اسپیکر کی سہولت ہے لہٰذا ازدحام اور بھیڑ کے موقعہ پر اس کا بہتر انتظام کر دیا جائے اور مکبّرین کا انتظام بھی رکھا جائے۔ تاکہ لوگوں کی نماز خراب نہ ہو خصوصاً جمعہ اور عیدین میں اس کا معقول اور بہتر انتظام رکھا جائے۔

امام کا اتنا آہستہ تکبیر ادا کرنا کہ مقتدی نہ سن سکے خلافِ سنت اور مکروہ ہے۔

کھڑے ہونے میں قدم کا فاصلہ چار انگلی کا ہو

۱۵ وتفريج القدمين في القيام قدر اربع اصابع:

قیام کھڑے ہونے کی صورت میں دونوں قدموں کے درمیان ۴ر انگل کا فاصلہ ہونا۔

(نور الایضاح صفحہ ۷۱، طحطاوی صفحہ ۱۴۲)

قیام کا مسنون طریقہ

نماز میں قیام اور کھڑے ہونے کا مسنون اور سنت طریقہ یہ ہے کہ دونوں پیر قبلہ کی جانب سیدھے رہیں اور دونوں قدم کے درمیان قریب ہاتھ کی انگلی سے ۴ر انگل کا فاصلہ رہے بالکل ملا کر رکھنا اور بہت زیادہ پھیلا کر رکھنا خلاف سنت ہے۔ "يستحب ان يكون بين الرجلين عند القيام مقدار اربعة اصابع كما في البزازيه والسعايه ص۱۱۱ طحطاوي: ص۱۴۳، نفع المفتي والسائل ص۸۱"

✧ عموماً لوگ اس سنت میں بہت بے پرواہی کرتے ہیں عموماً یا تو فاصلہ کم رکھتے ہیں یا زائد رکھتے ہیں جو سنت یا مستحب کے خلاف ہے۔

پاؤں کا ٹیڑھا رکھنا خلافِ سنت ہے

✧ اسی طرح کھڑے اور قیام کی حالت میں پیروں کو ٹیڑھا رکھتے ہیں حالانکہ دونوں قدموں کو بالکل سیدھا رکھنا سنت ہے تاکہ انگلیوں کا رخ سیدھا قبلہ کی جانب ہو، اکثر لوگوں کو آپ اسی طرح دیکھیں گے اس طرح انگلیوں کا رخ قبلہ سے مڑ جاتا ہے مکمل طور پر بجانب قبلہ نہیں ہوتا حالانکہ نماز میں بہر صورت ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں کا رخ قبلہ ہونا مستقل سنت ہے۔ "ومن سنن الصلاة توجيه اصابع رجليه الى القبله" (الشامی صفحہ ۵۰۴)

✧ ہاں اگر موٹے ہونے کی وجہ سے یا اور کسی عذر کی وجہ سے قدمین کے درمیان ۴ر انگل کا فاصلہ مشکل ہوتا ہو

زائد فاصلہ جس میں سہولت ہو کوئی حرج نہیں۔ "اما اذ کان به سمن او ادرة يحتاج الى تفريج واسع فالامر عليه سهل" (طحطاوی صفحہ ۱۴۴، السعایہ صفحہ ۱۱۱)

ایڑی کے بل کھڑا ہونا خلاف سنت ہے

✧ قیام کی حالت میں پورے قدم کا زمین پر رکھنا ضروری ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص بلا عذر کے پیر کی انگلیوں کے بل کھڑا رہا یا ایڑی کے بل کھڑا رہا تو یہ درست نہیں مکروہ تحریمی ہے۔ (السعایہ جلد ۲ صفحہ ۱۱۱)

دائیں بائیں ہلنا جلنا مکروہ ہے

✧ قیام کی حالت میں دائیں بائیں ہلنا اور جھومنا مکروہ ہے۔ (طحطاوی صفحہ ۱۴۳)

ایک پیر کے سہارے کھڑا ہونا مکروہ

✧ ایک پیر کے بل نماز میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ "ويكره القيام على احد القدمين فى الصلوة" (الشامیہ صفحہ ۴۴۴)

✧ البتہ طویل قیام ہو لمبی سورت پڑھ رہا ہو جیسا کہ نوافل میں تو اس کی گنجائش ہے کہ کبھی ایک پیر کا سہارا لے لے اور کبھی دوسرے پیر کا۔ (طحطاوی جلد ۱ صفحہ ۱۴۳)

کس نماز میں کونسی سورت پڑھے

⓰ ان تكون السورة المضمومة للفاتحه من طوال المفصل فى الفجر والظهر:
مقیم کے لئے فجر اور ظہر میں سورۃ فاتحہ کے بعد طوال مفصل کی سورتوں کا پڑھنا اور عصر اور عشاء میں اوساط مفصل سے پڑھنا، اور مغرب میں قصار مفصل سے پڑھنا سنت ہے۔

یعنی سورہ فاتحہ کے بعد سورتوں کے ملانے میں مسنون طریقہ ان کے لئے جو مقیم ہیں اپنے گھر اور علاقے میں ہیں سفر میں نہیں ہیں یہ ہے کہ فجر میں لمبی سورتیں ملائیں۔

طوال مفصل: سورہ حجرات سے لے کر سورہ بروج تک ہے الشامی صفحہ ۵۴۰ بعضوں نے سورہ محمد سے، سورہ فتح سے، اور سورہ قاف سے لے کر سورہ بروج کی سورتوں کو کہا ہے۔ (طحطاوی صفحہ ۱۴۴)

✧ اسی طرح چالیس، پچاس، ساٹھ آیتوں کی مقدار کو پڑھا تو بھی مسنون مقدار ادا ہوگئی۔ (طحطاوی ۱۴۳، شامی)

اوساط مفصل: سورہ بروج سے لے کر سورہ لم یکن تک ہے۔ شامی صفحہ ۵۴۰ اسی طرح بیس، پچیس کی مقدار پڑھ لیا تو مقدار مسنون ادا ہوگئی۔ (طحطاوی صفحہ ۱۴۳)

قصار مفصل: سورہ لم یکن سے سورہ ناس تک ہے۔ (طحطاوی صفحہ ۱۴۴، الشامی صفحہ ۵۴۰)

✧ مغرب میں کوئی چھوٹی سورت یا پانچ آیتوں کی مقدار پڑھنا مسنون ہے۔ (طحطاوی صفحہ ۱۴۳، الشامی صفحہ ۵۴۰)
ظہر میں بھی طویل قرأت نماز فجر کی طرح ہوگی۔ "والظهر كالفجر" (طحطاوی صفحہ، الشامی صفحہ ۵۴۱)
اکثر و بیشتر امام ظہر میں مختصر اور چھوٹی سورتوں پر ہی اکتفا کرتے ہیں، یہ خلاف سنت ہے پوری ایک سورۃ کا پڑھنا مسنون ہے۔ "ان الا فضل في كل ركعة الفاتحه وصورة تامة" (الشامی صفحہ ۵۴۱)

اگر وقت تنگ ہو یا عذر ہو تو

✧ وقت اگر تنگ ہو یا اور کوئی عذر ہو تو چھوٹی سورتوں پر اکتفا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (الشامی صفحہ ۵۴۱)
✧ اگر قوم کو انشراح ہو اور گرانی نہ ہو تو اس مقدار سے زائد بھی پڑھ سکتا ہے۔ "وتارة يقرأ اكثر ما ورد اذا لم يمل القوم" (الشامی جلد ا صفحہ ۵۴۱)
✧ فرائض میں سورتوں کی یہی مقدار مسنون ہے۔
کبھی کبھار اس مقدار مذکور سے کم پر اکتفا کر لینا، یعنی اتفاقاً کبھی ایسا کرنا درست ہے۔
✧ وقت اور حال کے پیش نظر مثلاً بارش، دھوپ یا اور کسی عذر کی وجہ سے اس مقدار مسنون کے خلاف چھوٹی سورتیں پڑھ لینے کی اجازت ہے، خلاف سنت نہیں ہوگا۔ "او اقصر سورة من قصاره عند ضيق وقت او نحوه من الاعذار" (الشامیہ جلد ا صفحہ ۵۴۱)
✧ مسافر حسب سہولت جو سورت چاہے پڑھے اجازت ہے۔ (طحطاوی، شامی جلد ا صفحہ ۵۳۹)

فرض نماز میں قرأت کا مسنون طریقہ

✧ فرض میں فاتحہ اور سورہ ذرا ترتیل سے قرأت کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھے، جلدی حدر کے ساتھ نہ پڑھے، نفل میں تہجد کی نماز میں جلدی جلدی پڑھ سکتا ہے، اور تراویح میں نہ آہستہ آہستہ اور نہ جلدی جلدی بلکہ بیچ درمیانی قرأت کی صورت اختیار کرے۔ (الشامی صفحہ ۵۴۱)
✧ فرض نماز میں امام کو چاہئے کہ مشہور اور رائج قرأت کرے، عوام کی رعایت کرتے ہوئے کہ وہ بھڑک نہ جائیں۔
"لا يقرا الروايات الغريبة والامالات ...... ولا يقرا عندهم مثل قرأة ابن جعفر وابن عامر، وعلى بن حمزة والكسائى" (الشامی صفحہ: ۵۴۱)

فجر کی پہلی رکعت کو ذرا طویل کرنا مسنون ہے

⓮ واطالة الاولى في الفجر:
اور فجر کی پہلی رکعت کو ذرا لمبی کرنا:

یعنی سنت ہے کہ فجر کی پہلی رکعت میں قرأت ذرا زیادہ کرے کہ دوسری رکعت کے مقابلہ میں لمبی ہو جائے۔

تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ پہلی رکعت پالیں۔ (طحطاوی صفہ، والشامی صفحہ۵۴۲)

اسی طرح بہتر ہے کہ دیگر نمازوں میں بھی مثلاً ظہر میں، عصر میں بھی پہلی رکعت دوسری رکعت کے مقابلہ میں ذرا لمبی ہو۔ (الشامی: صفہ۵۴۲)

✧ دوسری رکعت کا پہلی کے مقابلہ میں لمبی کر دینا مکروہ ہے، "اطالة الثانية على الاولى مكروه"

(الشامی صفحہ۵۴۲، کبیری صفحہ۳۱۴)

✧ البتہ ایک دو آیت کا فرق ہو جائے تو کراہت نہیں، "ان كان مقدار آية او آيتين لا يكره"

(السعایہ صفحہ۳۰۹)

✧ البتہ نفل میں اس کی اجازت ہے کہ دوسری رکعت لمبی ہو جائے پہلی کے مقابلہ میں۔ "فی النفل عدم الكراهة مطلقاً" (درمختار، الشامی صفحہ۵۴۳) یہی حکم سنت کا بھی ہے۔

"واطلق فی جامع المحبوبی عدم كراهة اطالة الاولى على الثانية فی السنن والنوافل."

(الشامی صفحہ۵۴۳، طحطاوی صفحہ۱۴۴)

✧ دو چھوٹی سورتوں کے درمیان ایک چھوٹی سورت کو چھوڑ کر پڑھنا مکروہ ہے۔ (الشامی صفحہ۵۴۶)

✧ ایک ہی رکعت میں دو سورتوں کو جمع کرنا مکروہ ہے۔ (الشامی جلد ا صفحہ۵۴۶)

✧ ترتیب کے خلاف پڑھنا فرض میں مکروہ ہے، مثلاً پہلے "تبت" پڑھا پھر "اذا جاء" پڑھا۔ (شامی صفحہ۵۴۶)

✧ اگر پہلی رکعت خیال نہ رہا سورہ ناس پڑھ دی تو پھر دوسری رکعت میں قل اعوذ برب الفلق نہ پڑھے بلکہ دوبارہ پھر سورہ ناس ہی پڑھ لے، "بان قرأ فی الاولیٰ قل اعوذ برب الناس اعادها فی الثانية"

(الشامی صفحہ۵۴۶)

✧ اگر کسی لمبی ایک آیت کو دو رکعت میں پورا کیا تو یہ درست ہے جیسے "يا ايها الذين آمنوا اذا تداينتم ولو قرا آية طويلة فی الركعتين فالاصح الصحة اتفاقاً" (الشامی صفحہ۵۴۷)

رکوع میں اللہ اکبر کہتا ہوا جائے

⑱ **وتكبيرة الركوع:**

اور رکوع کی تکبیر سنت ہے، یعنی جب فاتحہ اور سورہ سے فارغ ہو جائے تو رکوع میں جانے کے لئے اللہ اکبر کہتے ہوئے جانا سنت ہے، رکوع میں جاتے ہوئے تکبیر کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ جھکتے ہی تکبیر شروع کر دے اور

رکوع میں جب پیٹھ برابر ہو جائے، تو تکبیر ختم ہو جائے۔ (طحطاوی صفحہ۱۴۴)

"فیبتدی بالتکبیر مع ابتداء الا نحناء ویختمه بختمه" (طحطاوی صفحہ۱۵۴)

"ان السنة کون ابتداء التکبیر من الحزور وانتهائه عنه استواء الظهر" (الشامیہ جلد۱صفحہ۴۹۳)

✧ پس معلوم ہوا کہ اللہ اکبر کہہ کر جھکنا یا جھکتے ہی تکبیر اللہ اکبر کا ختم کر دینا سنت کے خلاف ہے۔
بلکہ جھکنے کی ابتداء وانتہا، اللہ اکبر کی حالت میں ہو، اور اس کے بعد رکوع کی تسبیح شروع ہو جائے۔

(مراقی صفحہ۱۴۵)

رکوع کی حالت میں تکبیر کے سلسلے میں اکثر یہ غلطی ہوتی ہے کہ رکوع متحقق ہونے سے قبل یعنی پیٹھ برابر ہونے سے قبل تکبیر ختم ہو جاتی ہے، دھیان رکھا جائے تو یہ سنت پر عمل علی وجہ الکمال ہو سکتا ہے ورنہ نہیں یہی حال سجدہ میں ہے، جیسا کہ اس کے ذیل میں آ رہا ہے۔

✧ بہتر ہے کہ قرأت اور تکبیر میں وصل نہ کرے، اور بعضوں نے یہ بھی کہا کہ قرأت ختم کرتے ہوئے رکوع کے لئے اللہ اکبر کہہ دے، "لا یصل التکبیر بالقراء ة، والافضل الوصل" (الشامی صفحہ۴۹۳)
پس معلوم ہوا دونوں طریقے ٹھیک ہیں۔

تین تسبیح سے کم مکروہ ہے

⓳ **وتسبیحه ثلاثاً:**

اور رکوع کی تسبیح کا ۳/مرتبہ پڑھنا۔
تمام تسبیحات یعنی رکوع اور سجدے کا ۳/مرتبہ پڑھنا سنت ہے، اگر ایک مرتبہ پڑھے گا۔
تو سنت کا ثواب نہ پائے گا، (طحطاوی صفحہ۱۴۴، بحرالرائق صفحہ۳۲۱)
۳/مرتبہ سے کم مکروہ ہے۔ (کبیری صفحہ۲۸۲)
۳/مرتبہ سے زائد پڑھنا مستحب ہے، "صرحوا بانه یکره ان ینقص عن الثلاث وان الزیادة مستحبة" (الشامی صفحہ۴۹۴)

✧ تسبیح کا طاق عدد میں ۳/۵/۷/۹/ میں پڑھنا سنت ہے۔ (الشامی صفحہ۴۹۴، بحرالرائق صفحہ۳۳۴)

✧ "سبحان ربی العظیم" کا کہنا سنت ہے۔

اگر کوئی ظا صحیح طرح ادا نہ کر سکے تو

✧ اگر کوئی عظیم کی ظاء کو ادا نہ کر سکتا ہو تو وہ "سبحان ربی الکریم" پڑھ لے، "ان کان لا یحسن الظاء

فیبدل به الکریم لئلا یجری علی لسانه العزیم فتفسد به الصلوۃ"

(الشامی صفحہ ۴۹۴، السعایہ جلد ۲ صفحہ ۱۸۴)

✧ بہتر ہے کہ امام ۵ مرتبہ تسبیح کہے تا کہ مقتدی کا ۳ مرتبہ پورا ہو جائے جو سنت ہے، "ونقل فی الحلیة، یستحب للامام ان یسبح خمس تسبیحات لیدرك من خلفه الثلاث" (الشامی جلد ۱ صفحہ ۴۹۵)

✧ مقتدی کی ۳ / مرتبہ تسبیح ہوئی نہیں کہ امام نے رکوع سے سر اٹھا دیا تو مقتدی بھی سر اٹھا دے گا، تسبیح کے لئے رکا نہیں رہے گا۔

"لو رفع الامام راسه من الرکوع والسجود قبل ان یسبح المقتدی ثلاثا الصحیح انه یتابع الامام" (قاضی خاں سعایہ صفحہ ۱۸۴)

رکوع میں گھٹنوں کو پکڑنا سنت ہے

⓴ واخذ رکبتیه بیدیه:

اور رکوع میں اپنے دونوں گھٹنوں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑنا۔

مطلب یہ ہے کہ ہاتھ کی انگلیوں کو صرف رکھنا نہیں ہے بلکہ پکڑنا یا پکڑنے کے مشابہ رکھنا سنت ہے۔

"والوضع اخذ الرکبتین" (طحطاوی علی الدر صفحہ ۳۲۰)

"ویضع یدیه معتمد ابها" (الشامیہ صفحہ ۴۹۳)

"یتکی بیدیه رکبتیه" (السعایہ صفحہ ۱۸۷)

رکوع میں انگلیوں کو کشادہ رکھے

㉑ وتفریج اصابعه:

اور رکوع میں ہاتھوں کی انگلیوں کو کشادہ رکھنا سنت ہے یعنی بالکل ملا کر رکھنا جیسا کہ سجدہ کی حالت میں سنت ہے یہاں نہیں، بلکہ کشادہ اور کچھ پھیلی رہیں گی، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ انگلیاں دائیں اور بائیں "یمیناً و شمالاً" ہو جائیں گی بلکہ کھلی کشادہ سیدھی رہیں گی (البتہ عورتیں اپنی انگلیاں ملا کر رکھیں گی) اس طرح کشادہ رکھے کہ انگلیوں کا رخ پنڈلیوں کی جانب ہو جو گویا کہ قبلہ رخ ہے۔

"مجافیاً عضدیه مستقبلا اصابعه فانهما سنة (ص۴۹۴)، ومن السنة فی الرکوع استقبال الاصابع القبلة" (طحطاوی علی الدرر جلد ۱ صفحہ ۲۱۶)

رکوع کی حالت میں انگلیاں گھٹنوں پر کس طرح اور کس رخ میں رہیں گی اس کی تحقیق

رکوع میں دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کے پکڑنے کی صورت میں انگلیاں کشادہ رہیں گی اور ہاتھ کی انگلیوں

کو اس طرح رکھا جائے گا گویا ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑے ہے اور انگلیوں کا رخ پکڑنے میں دائیں بائیں پھیلا نہ ہوگا جیسا کہ عموماً انگوٹھے کا اور چھوٹی انگلیوں کا رخ بہت زیادہ پھیلانے کی وجہ سے ہو جاتا ہے بلکہ انگلیوں کو کشادہ تو کیا جائے گا مگر اتنا نہیں کہ انگوٹھے اور خنصر کا رخ دائیں بائیں ہو جائے بلکہ سیدھے پنڈلی کی جانب اس کا رخ رہے گا۔

"واعلم ان كيفيه جهة اصابع اليد في حالة الركوع لم ار من نبه وبين مفصلاً من فقهاء الاحناف هل بالتفريج مراده الكامل التفريج المباعد حيث يكون يمينا وشمالا ام لا تتبعت ولكن ما وجدت من كتب الاحناف ولكن بينه العلامة النووى فى شرح المهذب ان اصابع اليد في اخذ الركبة لا يكون يمينا وشمالا اما اكمل الركوع ......ويضع يديه على ركبتيه وياخذ بهما ويفرق اصابعه حينئذ ويوجهها نحو القبلة ...... قال الشيخ ابومحمد فى التبصرة يوجهها نحو القبلة غير منحرفة يميناً وشمالاً" (شرح مہذب جلد۳ صفحہ۴۰۹)

"وانت تعلم ان المسئلة غير خلافية فيستدل بقوله، فاغتنم هذا التقرير لم ار من نبه على هذا الامر فالحمد على ذلك"

رکوع میں ٹخنوں کی حالت کے متعلق ایک تحقیق

فقہاء کرام کے یہاں رکوع کے طریقے اور آداب میں اسی طرح سجدہ میں بھی "الصاق كعبيه" ذکر کیا ہے۔

اس کا بظاہر ترجمہ اور مطلب بعضوں نے یہ ذکر کیا ہے کہ دونوں ٹخنوں کو باہم ملا دے اور ۴/ انگلی کا فاصلہ نہ رہے۔

سو یہ مفہوم صحیح نہیں ہے مردوں کے لئے تمام اعضاء کا ایک دوسرے سے الگ رہنا سنت ہے مزید اس کا ملانا مشقت اور تکلیف کا باعث ہے بلکہ دونوں ٹخنوں کو ایک دوسرے کے بالکل محاذاۃ اور سامنے رکھنا ہے تا کہ قدم آگے پیچھے نہ ہو ۴/ انگل رکھتے ہوئے قدم بالکل برابر مساواۃ میں رکھے۔ (کذا فی السعایہ صفحہ)

"ومنها الصاق الكعبين ذكره جمع من المتاخرين ...... قال الشيخ الرحمتى مع بقاء تفريج ما بين القدمين"

"قلت لعله اراد من الاصاق المحاذاة وذلك بان يحاذى كل من كعبيه لاخر فلا يتقدم احدهما على الاخر ...... والقول الفيصل ان يقال ان كان المراد

بالصاق الكعبين في الركوع والسجود ان يفرق المصلي احد كعبيه بالاخر ولا يفرج بينهما كما هو ظاهر عبارة الدر المختار ...... فليس هو من السنن على الاصح كيف وقد ذكره المحققون من الفقهاء ان الاولى للمصلي ان يجعل بين قدميه نحو اربعة اصابع ولم يذكروا انه. يلزقهما في حالة الركوع والسجود ...... فهذا صريح في ان المسنون هو التفريج مطلقاً"(السعایہ صفحہ ۱۸۰، ۱۸۱)

الصاق کعب کا مطلب

✧ اسی طرح الصاق کعب کا جو یہ مطلب لیتے ہیں کہ اپنے ٹخنوں کو دوسرے نمازی کے بغل میں ملا کر رکھے صحیح مفہوم نہیں جیسا کہ ماقبل سے معلوم ہوا۔

چنانچہ بعض لوگ ایسا کرتے بھی ہیں جس کی وجہ سے ان کے دونوں قدم کا فاصلہ ۴؍ انگلی سے بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے یہ بھی درست نہیں اور خلاف سنت ہے، الصاق سے مراد اپنے دونوں ٹخنوں کا برابر مقابل میں رکھنا ہے، "كذا في السعايه، ولا يخفى ان المراد ههنا الصاق كل كعب كعب صاحبه لا كعبه مع الكعب الاخر" (جلد ۲ صفحہ ۱۸۱)

۲۲ **ونصب ساقيه:**

اور پنڈلیوں کا سیدھا کھڑا رکھنا (رکوع) میں سنت ہے۔

مطلب یہ ہے کہ رکوع کی حالت میں گھٹنوں پر جب دونوں ہاتھ رکھے جائیں گے تو پنڈلی سیدھی کھڑی رہے گی ٹیڑھی اور جھکی ہوئی نہ رہے گی اور نہ اس میں خم ٹیڑھا پن ہوگا کہ یہ مکروہ ہے "يجعلها شبه القوس كما يفعله كثير من العوام مكروه" (الشامی صفحہ ۴۹۴، بحر الرائق صفحہ، طحطاوی علی الدرر صفحہ ۲۳۰)

✧ پنڈلیوں کو رکوع کی حالت میں بالکل سیدھی اور کھڑی نہ رکھ کر آگے کی طرف جھکی رکھنا، پیچھے کی طرف پورا نہ نکلنا مکروہ ہے۔

رکوع میں پیٹھ برابر رکھے

۲۳ **وبسط ظهره:**

اور پیٹھ کا بالکل برابر ہو جانا سنت ہے۔ (نور الایضاح: ۷۲)

رکوع میں پیٹھ کا سرین کے برابر ہونا سنت ہے، ایسا نہ ہو کہ پیٹھ کا اگلا حصہ پچھلے حصہ سے کچھ اٹھا ہو، اسی طرح نہ پیچھے کے حصہ کے مقابلہ میں جھکا ہو بلکہ پوری پیٹھ بالکل برابر ہو کہ اگر پانی کا پیالہ پیٹھ پر رکھ دیا جائے تو نہ پیالہ ٹیڑھا ہو اور نہ پانی گرے۔

"ای یجعله مبسوطاً مستویا بحیث لو صب علیه قدح من ماء لاستقر"
(السعایہ صفحہ ۱۷۹، طحطاوی صفحہ ۱۴۵)

"ویسوی ظهره بعجزه فلا یرفعه ولا یخفضه" (طحطاوی علی الدر صفحہ ۳۰۲)

سر اور سرین کا برابر ہونا

۲۴ وتسوية راسه بعجزه:
سر کا پیچھے کے حصہ سرین کے بالکل برابر ہونا: (نور الایضاح: ۷۲)
یعنی رکوع میں سنت یہ ہے کہ سر اور سرین دونوں بالکل مساوی اور برابر ہو۔
نہ تو سر پیچھے کے مقابلہ میں اٹھا ہو اور نہ سر پیچھے کے مقابلہ میں جھکا ہو، بالکل برابر ہو کہ اگر کوئی لمبی لکڑی سیدھی کھڑی کی جائے تو وہ سر کو اور سرین دونوں کو بلا ٹیڑھ کے سیدھی حالت میں چھوڑے، سر کو سرین کے مقابلہ میں جھکانا یا کچھ اٹھا رکھنا خلاف سنت ہے۔ اکثر لوگوں کا سر یا تو اٹھا دیکھا جاتا ہے یا قدم اور زمین کی جانب جھکا ہونا یہ سنت کے خلاف ہے۔

"غیر رافع ولا منکس راسه (در مختار) لا یجعل راسه منخفضا من عجزه بل یجعل راسه وعجزه مستوین، لما روی ...... فلم یصوب راسه ولم یضع"
(السعایہ جلد۲ صفحہ ۱۸۰)

✧ بعض لوگ رکوع میں تھوڑا سر کو جھکا دیتے ہیں اور اسے تواضع وانکساری سمجھتے ہوئے اچھا خیال کرتے ہیں یہ خلاف سنت ہے۔ "كذا فيه فلو خفض راسه قليلا كان خلاف السنة"
(طحطاوی صفحہ ۱۴۵، السعایہ: ۱۸۰، مجمع الانہر)

رکوع میں نظر قدموں کی طرف

✧ اگر رکوع کی صورت میں نظر ٹھیک دونوں قدموں کی طرف رہے جیسا کہ مستحب ہے تو سر معتدل رہے گا، اگر نگاہ کو سجدہ گاہ کی جانب رکھا جائے گا تو سر اٹھ جائے گا اور گھٹنے اور ران کی طرف ہو تو سر جھک جائے گا، اس لئے سر کو معتدل رکھنے کے لئے نظر دونوں قدموں کی طرف رکھے۔

✧ رکوع کی سنتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں پہلوؤں سے جدا رکھے ملا کر نہ رکھے یعنی کہنی سے اوپر کا حصہ سینے میں نہ لگے۔

بازو پہلو سے نہ ملائے

"ومنها تنحية اليدين عن جنبيه" (السعایہ صفحہ ۱۸۰)

"وينبغي ان يزاد مجافيا عضديه" (الشامیہ صفحہ ۴۹۴)

✧ پس معلوم ہوا کہ بعض لوگ جو رکوع کی حالت میں کہنی پیٹ یا سینہ سے کچھ ملا لیتے ہیں خلافِ سنت ہے۔

✧ رکوع میں ان امور کا لحاظ کرنا مسنون ہے۔

تکبیر کہتے ہوئے جانا، حسب ذکر پیٹھ و سر کو برابر رکھنا دونوں ہتھیلیوں کو کشادہ کرتے ہوئے گھٹنوں پر اس طرح رکھنا کہ اس کے پکڑنے کے مشابہ ہو جائے، گھٹنوں کو آگے کی جانب نہ نکالنا بلکہ پیچھے کی جانب پوری طور پر موڑ کر رکھنا، نگاہوں کا دونوں قدم پر ہونا۔

۲۵ والرفع من الركوع:

اور رکوع سے (تسبیح کے بعد) سر اوپر اٹھانا:

جب رکوع کی تسبیح پوری ہو جائے تو قومہ کے لئے سر اٹھائے، اگر جماعت کے ساتھ ہے تو امام کے سر اٹھانے پر رکوع سے اٹھ جائے خواہ تسبیح پوری ہو یا نہ ہو۔ "لو رفع الامام راسه قبل ان يتم المامو‌م التسبيحات الثلاث وجب متابعة" (الشامی صفحہ ۴۹۵)

قومہ کرنا

۲۶ والقيام بعده مطمئناً:

اور رکوع کے بعد اطمینان سے قومہ کرنا: (نور الایضاح صفحہ ۷۲)

خیال رہے کہ رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے "سمع الله لمن حمده" کہنا امام کو اور تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے مسنون ہے البتہ منفرد "سمع الله" کے بعد "ربنا لك الحمد" بھی کہے گا، "ويجمع بينهما لو منفرداً" (الشامی صفحہ ۴۹۷)

رکوع سے اٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اٹھتے ہوئے "سمع الله" کہے اور جب جسم بالکل سیدھا ہو جائے تو "ربنا لك الحمد" پڑھے، کھڑے ہونے کی حالت میں "سمع الله" ادا نہ ہو، "يسمع رافعاً ويحمد مستوياً" (الشامیہ صفحہ ۹۷) "رافعاً راسه اشاربه الى مقارنته التسميع لا بتداء الرفع" (السعایہ صفحہ ۴۹۷)

"واذا استوى قائماً قال ربنا لك الحمد" (بحر الرائق صفحہ ۳۳۴)

✧ رکوع سے اٹھنے اور ٹھیک سے کھڑے ہونے سے قبل سمع اللہ کہنے کا مسنون وقت ہے اگر اس حالت میں نہ کہا بلکہ سیدھا کھڑا ہو گیا تو اب اس کا وقت مسنون نکل گیا، اب سنت نہیں لہٰذا کھڑے ہونے کی حالت میں نہ کہے۔ "فان لم يات بالتسميع حالة الرفع لم يات حالة الاستواء"

(بحر الرائق ۳۳۴، السعایہ ۱۸۵)

سر اٹھاتے ہی سجدے میں نہ جائے

✧ سر اٹھاتے ہی جلدی سے سجدہ کی جانب نہ جائے اتنی دیر کھڑا ہونا کہ تمام اعضا اپنی جگہ ساکن اور مطمئن ہو جائیں جسم کا جوڑ اپنی جگہ آ کر سکون اور معتدل ہو جائے تب سجدہ میں جائے **"فیمکث فی الرکوع والسجود والقومة حتی یطمئن کل عضو منه هذا هو الواجب"** (السعایہ صفحہ ۱۹۲)

✧ بعض لوگ رکوع سے سیدھا کھڑا بھی نہیں ہو پاتے کہ سجدہ میں چلے جاتے ہیں، ایسی نماز خراب ہو جاتی ہے جس کا لوٹانا اور پھر سے پڑھنا ضروری ہے۔

سجدے میں جانے کا مسنون طریقہ

قومہ سے سجدہ میں جھکنے اور جانے کا مسنون طریقہ یہ ہے سر کو اور جسم کے اوپر کے حصہ کو جھکاتے ہوئے نہ جائے بلکہ گھٹنے کے سہارے جھکے اپنے اوپری جسم کو سیدھا رکھے گھٹنے کو موڑتا اس پر ہاتھ رکھتا جائے، عموماً لوگ اس کو جھکاتے ہوئے سجدہ کرتے ہیں یہ ٹھیک نہیں۔ **"ویخر للسجود قائماً مستویاً لا منحنیا لئلا یزید رکوعا آخر"** (الشامی جلد ۱ صفحہ ۴۹۷)

سجدہ میں جاتے ہوئے کن اعضاء کو پہلے رکھے

⓮ **ووضع رکبته ثم یدیه ثم وجهه للسجود:**

پھر سجدہ میں جاتے ہوئے پہلے دونوں گھٹنے پھر دونوں ہاتھ پھر چہرہ زمین پر رکھے۔ (نور الایضاح صفحہ ۷۲)

قیام سے سجدہ میں جانے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ جھکتے ہی تکبیر شروع کر دے اور پہلے دونوں گھٹنوں کو زمین پر رکھے پھر دونوں ہتھیلیوں کو پھر چہرے کو جس میں ناک کو اولاً پھر پیشانی کو زمین پر رکھے۔

(شامی صفحہ ۴۹۸، طحطاوی صفحہ ۱۴۵)

"ویسجد واضعا رکبتیه ثم یدیه ثم وجهه مقدما انفه" (شامی صفحہ ۴۹۸)

✧ اگر پہلے پیشانی کو رکھا پھر ناک کو زمین پر ٹیکا تو یہ بھی سنت کے موافق ہے، **"من السنن ان یضع جبهته ثم انفه"** (بدائع، الشامی صفحہ ۴۹۸)

✧ پیشانی کے اکثر یا بعض حصہ کا زمین پر ٹکنا اور رکھنا ضروری ہے۔ **"ان الشرط فی السجود وضع اکثر الجبهة او بعضها"** (طحطاوی صفحہ ۲۲۲)

✧ سجدہ میں پیشانی کی حد سے مراد بھوؤں کے اوپری حصہ سے لے کر بال اگنے کی جگہ تک ہے۔

"والجبهة اسم لما یصیب الارض مما فوق الحاجبین الی قصاص الشعر حالة السجود" (بحر الرائق صفحہ ۳۳۵)

اور ناک سے مراد ناک کا سخت حصہ جو ہڈی ہے وہ ہے، ناک کا سرا جو نرم ہے وہ نہیں۔ "الانف اسم لما صلب واما مالان منه فلایجو زالاقتصار علیه باجماعهم" (بحر صفحہ ۳۳۵)

سجدہ میں ہاتھ گھسیٹنا خلاف سنت

✧ خیال رہے کہ ہاتھ کو رکھنا سنت ہے، گھسیٹ کر سر کے درمیان لے جانا خلاف سنت مکروہ ہے، بعضوں کو دیکھا جاتا ہے کہ دونوں ہتھیلیوں کو زمین پر اولاً رکھ دیتے ہیں پھر گھسیٹ کر آگے کانوں کے مقابل لے جاتے ہیں یہ بڑی بری حرکت ہے۔

سجدہ سے اٹھنے کا مسنون طریقہ

(۲۱) **وعکسه للنهوض:**

اور سجدہ سے اٹھتے ہوئے اس کا الٹا کرنا کہ اولاً چہرہ پھر دونوں ہاتھوں کو اٹھانا پھر دونوں گھٹنوں کو اٹھانا ہے۔ (طحطاوی صفحہ ۱۴۶)

✧ پس معلوم ہوا کہ اکثر و بیشتر لوگ سجدہ میں جانے سے پہلے دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھتے ہیں اسی طرح اٹھتے ہوئے پہلے گھٹنے اٹھاتے ہیں یہ خلافِ سنت ہے، ہاں عذر کی صورت میں گنجائش ہے۔

"ویکبر للنهوض علی صدور قدمیه بلا اعتماد قعود" اور سجدہ سے تکبیر کہتا ہوا اٹھے اپنے پیر کے بل بغیر زمین کا سہارا لئے اور جلسہ راحت اختیار کئے یعنی سجدہ سے اٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھتا ہوا اس کے سہارے اٹھے اور ذرا دیر بھی نہ بیٹھے سیدھا کھڑا ہو جائے۔

ہاتھ کے سہارے سے نہ اٹھے

✧ سجدہ سے اٹھتے وقت دونوں ہاتھوں کو اولاً زمین پر رکھ کر نہ اٹھے، جیسا کہ اکثر لوگوں کی عادت ہوتی ہے یہ خلاف سنت ہے، "یعتمد بیدیه علی رکبتیه" (الشامی صفحہ ۵۰۶)

"لا یعتمد عند القیام بیدیه علی الارض" (السعایہ صفحہ ۲۰۹)

ہاں البتہ ضعف و کمزوری ہو، طاقت نہ ہو، جسم بھاری ہو تو ایسی صورت میں زمین پر ہاتھ کے سہارے اٹھنا جائز ہے۔ "والاخبه انه سنه او مستحب عند عدم العذر"

جوانوں کو اور کم عمروں کو اور طاقت وروں کو ہاتھ کے سہارے اٹھنا جیسا کہ لوگ کرتے ہیں مکروہ ہے۔

"فیکره فعله تنزیها لمن لیس به عذر" (الشامی صفحہ ۵۰۶)

"قال صاحب البحر ترك الاعتماد مستحب لمن لیس به عذر عندنا (السعایة) ان من السنة ...... ان لا یعتمد علی الارض الا ان یکون شیخاً کبیراً لا یستطع به" (السعایہ صفحہ ۲۱۰)

✧ اٹھنے کی مسنون ترتیب یہ ہے کہ تکبیر کہتا ہوا اولاً سر اٹھائے پھر دونوں ہاتھوں کو پھر گھٹنے کو اور ان دونوں ہاتھوں کو گھٹنے پر رکھتے ہوئے اس کے سہارے اٹھے، "**ویکبر ویرفع راسه اولا ثم یدیه ثم رکبتیه**" (السعایہ صفحہ ۲۰۹) "**یعتمد بیدیه علی رکبتیه**" (الشامی صفحہ ۵۰۶)

دوسری رکعت میں ثنا وتعوذ نہ پڑھے

✧ اگر دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو رہا ہے تو اب ثنا اور تعوذ نہیں پڑھے گا خواہ امام ہو یا مقتدی، "**والرکعة الثانية کالاولی غیر انه لا یاتی بثناءٍ ولا تعوذ فیها**" (الشامی صفحہ ۵۰۶)

تیسری رکعت کے لئے اٹھنے کا مسنون طریقہ

✧ تشہد سے فارغ ہو کر تیسری رکعت کے لئے اٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ جیسے ہی تشہد کے بعد شہادت سے فارغ ہو ویسے ہی تکبیر کہتا ہوا اپنے دونوں ہاتھوں کو گھٹنے پر رکھتے ہوئے اس کے سہارے سے کھڑا ہو "**یکبر عند النهوض، ویکبر حین یقوم من اثنین بعد الجلوس.**" (السعایہ صفحہ ۲۳۰، کبیری صفحہ ۳۳۱)

"**واذا قام الی الرکعة الثالثة لا یعتمد بیدیه علی الارض ...... وان اعتمد ...... انه یکره**" (کبیری صفحہ ۳۳۱)

✧ تیسری رکعت کے لئے دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھتے ہوئے اٹھنا بلا عذر کے مکروہ ہے۔ (کبیری صفحہ ۳۳۱)

۲۹ وتکبیر السجود:

اور سجدہ میں جاتے ہوئے تکبیر کہنا یعنی جیسے جھکے تکبیر شروع کر دے اور زمین پر چہرہ ٹیکتے ختم کر دے:

"**ویختمهٗ عند وضع جبهة للسجود**" (طحطاوی صفحہ ۱۵۴)

۳۰ وتکبیر الرفع منه:

اور سجدہ سے اٹھتے ہوئے تکبیر کہنا سنت ہے:

سجدہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان ہو

۳۱ وکون السجود بین کفیه:

اور سنت ہے کہ سجدہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان ہو۔ (نور الایضاح)

یعنی سجدہ میں سر کو دونوں ہتھیلیوں کے درمیان اس طرح رکھنا کہ دونوں ہتھیلیاں کانوں کے مقابلے میں ہو جائیں اور دونوں ہاتھوں کو اس طرح رکھنا کہ انگوٹھے کان کے مقابل اور بغل ہو جائیں افضل ہے۔

"**بحیث یکون ابهاما حذاء اذنیه**" (الشامی صفحہ ۴۹۸)

"**وجهه بین کفیه ویدیه حذاء اذنیه**" (فتح صفحہ ۳۰۲، السعایہ صفحہ ۱۹۵)

اگر دونوں ہاتھوں کو کندھے کے قریب رکھا تب بھی سنت طریقہ ادا ہو جائے گا:

"سواء وضع وجهه بين كفيه او حذا منكبيه" (طحطاوی علی الدرر صفحہ ۳۲۱، الشامی، السعایہ صفحہ ۱۹۵)

البتہ کانوں کے مقابل رکھنا زیادہ افضل و بہتر ہے:

"لكن بين الكفين افضل" (طحطاوی صفحہ ۱۱۱، صفحہ)

✧ خیال رہے کہ دونوں ہتھیلیاں کانوں کے بغل اور مقابل تو رہیں گی مگر کانوں سے یا گالوں سے نہ سٹینگی اور نہ ملیں گی چنانچہ بیشتر لوگوں کو دیکھا گیا ہے ان کے انگوٹھے کان اور گالوں سے مل جاتے ہیں کہ سجدہ کی حالت میں تمام اعضاء کا ایک دوسرے سے الگ رکھنا سنت ہے۔ "كما في حديث وائل رايتُ ابهاميه قريبا من اذنيه" (السعایہ جلد ۱ صفحہ ۹۱۵)

بس معلوم ہوا کہ قریب اور مقابل میں رہیں گے مگر ملیں گے نہیں مزید ہتھیلی کے رکھنے کی کیفیت آگے آ رہی ہے۔

۳۲ وتسبيحه ثلاثاً:

اور سنت ہے کہ کم از کم ۳ رمرتبہ تسبیح "سبحان ربی الاعلی" پڑھے اور سجدہ میں جو آپ ﷺ سے بعض مواقع پر دعائیں منقول ہیں وہ نوافل اور تہجد سے متعلق ہیں فرائض سے نہیں۔ "لا ياتي في ركوعه وسجوده بغير التسبيح على المذهب وماورد محمول على النفل اى تهجدا وغيره" (الشامی صفحہ ۵۰۶)

تسبیح کے علاوہ دیگر دعائیں نوافل میں پڑھی جاسکتی ہیں۔

۳۳ ومجافاة الرجل بطنه عن فخذيه:

مردوں کو سجدہ میں پیٹ کو ران سے الگ رکھنا سنت ہے، مطلب یہ ہے کہ سجدہ کی حالت میں ران گھٹنے سے لے کر اوپر تک پیٹ سے جدا رہے ملے اور سٹے نہیں بلکہ ران اور پیٹ و سینہ کے درمیان اتنا فاصلہ اور خلا رہے کہ اگر کوئی چھوٹا بچہ بکری کا نکلنا چاہے تو نکل جائے۔ "حتى ان لو بهيمة ارادت ان تمربين يديه مرت" (بحر الرائق جلد ۱ صفحہ ۳۳۹، کبیری صفحہ ۳۲۱، فتح القدیر صفحہ ۳۰۷)

"ومر فقيه عن جنبيه ......" اور اپنی کہنیوں کو اپنے پہلوؤں سے الگ رکھے، یعنی سجدہ کی حالت میں اپنی کہنی اور بازو کو سینہ اور پیٹ سے نہ ملائے۔

✧ ہاتھ اور کہنی بعض لوگ سینہ اور پہلو سے ملائے رکھتے ہیں، عموماً لوگ اس پر توجہ نہیں کرتے خلافِ سنت ہے۔

✧ البتہ بھیڑ ہو ازدحام ہو صف چھوٹی اور ملی ہوئی اور بغل والے کو اذیت ہوتی ہو تو ایسی صورت میں ان اعضاء

کو ایک دوسرے سے ملا سکتے ہیں، جیسے ریاض الجنۃ میں کہ کثرت ازدحام کی وجہ سے چھوٹی صف اور بہت کسی کسی ملی ہوئی ہیں "ویظهر عضدیه فی غیر زحمة" (الشامی صفحہ ۵۰۳، طحطاوی صفحہ ۱۴۶)

"اذا لمر یکن فی الصف زحامر" (السعایہ صفحہ ۱۹۶)

"وذرا عیه عن الارض."

اور اپنے بازو کو زمین سے الگ رکھے، یعنی سجدہ کی حالت میں اپنے ہاتھ یا بازو کو زمین سے اچھی طرح اٹھا کر جدا رکھے، نہ زمین سے ملائے اور زمین سے لگائے۔ (نورالایضاح صفحہ، طحطاوی صفحہ)

"روی مسلم نهٰی علیه الصلوة والسلام ان یفترش ذرا عیه افتراش السبع" (السعایہ صفحہ ۱۹۶)

"فاذا سجد وضع یدیه غیر مفترش" (فتح القدیر صفحہ ۳۰۷)

"ولحدیث مسلم اذا سجدت فضع کفیك وارفع مرفقیك" (بحر صفحہ ۳۳۸)

✧ سجدہ کی حالت میں دونوں بازوؤں کو زمین پر لگانا یا رکھنا سنت کے خلاف ہے، اکثر و بیشتر لوگ اپنے بازو کو زمین سے ملا دیتے ہیں اسی طرح کان اور گال سے ملا دیتے ہیں جو خلاف سنت مکروہ ہے، **"ومن السنن مجافا الورکین عن عقبیه"** (السعایہ صفحہ ۱۹۷)

اسی طرح سجدہ کی سنت میں سے یہ ہے کہ سرین یعنی چوتڑ کو ایڑیوں سے بالکل علیحدہ رکھے ذرا بھی نہ ملائے صرف عذر کی حالت میں اس کی اجازت ہو سکتی ہے۔ **"لماروی ...... فرفع عجزتیه"** (السعایہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۷)

"ضاما اصابعه" سجدہ میں اپنی انگلیوں کو ملا کر رکھے۔ (شرح وقایہ، السعایہ: ۱۹۵)

✧ سجدہ میں تمام انگلیوں کو ملا کر رکھنا مسنون ہے، رکوع کی طرح کشادہ پھیلی نہ رہیں گی سیدھی بجانب قبلہ رہیں گی، اگر ملی نہ رہیں گی تو انگلیوں کا رخ دائیں بائیں ہو کر قبلہ رخ نہ ہوگا۔

خیال رہے کہ نماز میں ہتھیلی کی انگلیوں کی تین حالتیں ہیں:

① اپنی اصلی حالت میں کھلی رہیں گی نہ بالکل ملی رہیں گی نہ کشادہ پھیلی رہیں گی، تکبیر تحریمہ کے وقت اور تشہد میں بیٹھنے کے وقت **"عند التکبیر والوضع فی التشهد یترك ما علیه العادة من غیر تکلف ولا ضمر"** (صفحہ ۳۱۵)

② کشادہ اور کچھ پھیلی رہیں گی، رکوع کے وقت گھٹنے پکڑنے میں۔

③ سجدے کے وقت ہاتھ کی انگلیاں ملی ہوئی رہیں گی تا کہ بجانب قبلہ رخ صحیح ہو سکے، **"ولا الضمر الا فی السجود"** (الشامی صفحہ ۴۷۶)

"ولا تفریج الا صابع الاهنا (فی الرکوع) کما انه لا یطلب الضمر التامر الا فی

السجود فيما عدا هذين نص مشائخنا على انه يضم اصابعه كل الضم في السجود" (السعایہ صفحہ ۱۹۶)

"يبقيها على خلقتها" (طحطاوی علی المراقی صفحہ ۱۴۵)

✧ بعض لوگ سجدہ کی حالت میں انگوٹھوں کو انگشت شہادت کے ساتھ ملا کر رکھنے کے بجائے دائیں بائیں جانب رکھتے ہیں جس سے انگوٹھوں کا رخ بجانب قبلہ نہیں ہوتا یہ خلاف سنت ہے، ملا کر رکھنے کی یہی حکمت ہے تاکہ رخ سیدھا قبلہ کی طرف رہے، "لوفرجها يبقى الابهام والخنصر غير متوجهين" (السعایہ صفحہ ۱۹۶)

✧ "ان تكون روس اصابعه مستقبل القبلة" سجدہ کی حالت میں انگلیوں کا سرا یعنی پورے کا رخ قبلہ کی جانب رہے، یہ سنت ہے اسی طرح ہتھیلیوں میں ذرا بھی خم اور ٹیڑھا نہ رکھے نہ دائیں بائیں جانب کرے اور نہ سر کی جانب ذرا بھی موڑے۔ "وانما يسن الضم هنا للتوجه الى القبلة" (السعایہ صفحہ ۱۹۵) "ويسن توجيه اصابع اليدين ايضا" (السعایہ صفحہ ۱۹۸)

"موجها اصابع رجليه نحو القبلة" سجدہ کی حالت میں دونوں قدم کی انگلیوں کا سرا قبلہ کی جانب رہے، مطلب یہ ہے کہ دونوں قدم کھڑے اور زمین پر ٹکے رہیں گے اور قدموں کی انگلیوں کا سرا مڑ کر قبلہ کی جانب رہے گا نہ سیدھی کھڑی انگلیاں رہیں گی اور نہ پورب کی جانب مڑی رہیں گی، "في سنن السجود توجيه اصابع اليدين وانما مل الرجلين الى القبلة" (منیۃ المعبود صفحہ ۳۳۶)

واستقبل باطراف اصابع رجليه الى القبلة" (الشامی جلد ا صفحہ ۵۰۴)

اگر موٹاپے کی وجہ سے یا کسی اور عذر کی وجہ سے ساری انگلیاں قبلہ جانب نہیں ہو پاتی ہیں تو جو ہو سکے اسے ہی قبلہ جانب اہتمام سے کرے، مثلاً انگوٹھا اور بغل والی انگلی، عموماً بالکل چھوٹی انگلی نہیں ہوتی سو اس میں کوئی حرج نہیں۔

"المراد بوضع الاصابع توجيهها نحو القبلة ليكون الاعتماد عليها" (الشامی صفحہ ۵۰۰)

"المراد بوضع القدم وضع اصابعها ولو واحدة" (الشامی جلد ا صفحہ ۵۰۴)

سجدہ میں پیروں کا ہلانا مکروہ ہے

✧ سجدہ کی حالت میں دونوں پیروں کی انگلیوں کے سرے بجانب قبلہ ٹکے رہیں گے اچھی طرح زمین پر جمے رہیں گے نہ ذرا بھی اٹھائے جائیں نہ ہلائے جائیں اور نہ حرکت دی جائے، بعض لوگ قدم اچھی طرح ٹیکتے نہیں ہلاتے رہتے ہیں اس سے بسا اوقات سجدہ مکروہ ہوتا ہے۔ (کبیری صفحہ ۲۸۵)

سجدہ سے اٹھنے کا طریقہ

ثم یرفع راسه مکبرا:

پھر سجدہ سے سر تکبیر کہتے ہوئے اٹھانا: (شامی صفحہ ۵۰۵، شرح منیۃ المصلی صفحہ ۳۲۲)

اٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ سجدہ ہی میں اللہ اکبر شروع کر دے اور بیٹھنے کی ابتداء میں تکبیر ختم کر دے، یعنی انتقال کی پوری حالت تکبیر میں گزرے یہ نہیں کہ اللہ اکبر کہہ دے اور اٹھ جائے اللہ کے لام کو تھوڑا سا کھینچا جائے گا ورنہ کھڑے ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائے گا۔

✧ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ سجدہ میں اٹھنے سے قبل اپنے دونوں پیروں کو زمین سے اٹھا دیتے ہیں پھر زمین پر رکھ کر کھڑے ہوتے ہیں یہ بھی غلط ہے، پیروں کا سرا زمین پر ٹکے ہونے ہی کی حالت میں ہی سجدہ سے سیدھا کھڑا ہو۔

عورت کا سجدہ

۳۴ وانخفاض المراة ولزق بطنها لفخذیها:

عورت کے لئے سجدہ میں سنت یہ ہے کہ پست رہے اور پیٹ کو ران سے ملالے۔ (نور الایضاح صفحہ ۷۲)

عورت اپنے تمام اعضاء کو ملا کر رکھے گی اور اپنے بازو کو زمین پر بچھا دے گی۔ "وتنتضم فی رکوعها وسجودها وتفترش ذراعیها" (شامیہ صفحہ ۵۰۴)

عورت خوب سمٹ کر دب کر سجدہ کرے گی رانوں کو پیٹ سے بازوؤں کو پہلو سے ملا دے گی اور کہنیوں کو زمین پر رکھے گی۔

۳۵ القومة:

اور قومہ کرنا سنت ہے:

یعنی قومہ کو ٹھیک اور اطمینان سے ادا کرنا سنت ہے۔ (طحطاوی صفحہ ۱۴۶)

۳۶ والجلسة بین السجدتین:

اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا سنت ہے۔

یعنی پہلے سجدہ کے بعد ایک تسبیح کی مقدار بیٹھے اور اتنا اطمینان سے بیٹھنا کہ اس حالت میں تمام اعضاء اپنی جگہ آکر ساکن معتدل اور مطمئن ہو جائیں ضروری ہے۔

"مقدار الجلوس عندنا بین السجدتین مقدار تسبیحة" (طحطاوی ۱۴۶)

"ای بقدر تسبیحه" (الشامی صفحہ ۵۰۵)

✧ بعض لوگ سجدے سے سر اٹھاتے ہی جلدی سے دوبارہ سجدے میں چلے جاتے ہیں اچھی طرح بیٹھ بھی نہیں پاتے، اس سے بسا اوقات نماز خراب ہو جاتی ہے اور واجب چھوٹ جاتا ہے۔ "**تسكين الجوارح قدر تسبيحة في الركوع والسجود، وجوب الطمانية في الاربعة اى في الركوع والسجود في القومة والجلسة**" (شامی جلد ا صفحہ ۴۶۴)

⓫ ووضع اليدين على الفخذين فيما بين السجدتين كجلسة التشهد:

(نور الایضاح صفحہ ۷۲)

اور تشہد میں بیٹھنے کی طرح دو سجدے کے درمیان ہاتھوں کو رانوں پر رکھنا، یعنی دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے اور ہاتھ رکھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو ران اور گھٹنے کے قریب اس طرح رکھے کہ انگلیوں کا رخ قبلہ کی جانب ہو۔

جلسہ اور تشہد میں ہاتھ کے ران اور گھٹنوں پر رکھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ ہاتھوں کی انگلیاں نہ بالکل ملی رہیں اور نہ کشادہ الگ الگ رہیں، بلکہ تحریمہ کی طرح اپنی اصلی طبعی حالت پر رہیں اور انگلیوں کو سیدھا گھٹنوں پر رکھا جائے اس طرح کہ ہتھیلی تو ران پر آ جائیں گی اور انگلیوں کا سرا اور پورا گھٹنوں پر آ جائے گا، انگلیوں کا رخ سیدھا بجانب قبلہ ہوگا مڑ کر زمین کی جانب نہ ہوں گی کہ یہ خلافِ سنت اور مکروہ ہے۔

"**بحيث تكون اطراف اصابعه على حرفي ركبتيه لا مباعدة عنها**" (طحطاوی صفحہ ۱۴۶، فتح)

✧ "**عند الوضع تكون الاصبع متوجهة الى القبلة**" (السعایہ صفحہ ۲۱۵)

خیال رہے جلسہ میں اور تشہد میں بیٹھنے کی حالت میں ہاتھوں سے گھٹنے کو پکڑا نہیں جائے گا، جیسا کہ رکوع میں ورنہ تو پھر انگلیوں کے پوروں کا رخ زمین کی جانب ہو جائے گا جو خلافِ سنت ہے، "**والاصح ان كان يأخذ الركبة ......**"

"**وعند اخذ الركبة تكون متوجهة الى الارض.**" (السعایہ صفحہ ۱۱، طحطاوی جلد ا صفحہ ۲۲۴)

"**ولا ياخذ هما كالراكع على المعتمد**" (طحطاوی علی الدرر صفحہ ۲۲۴، شرح منیہ صفحہ ۳۲۸)

جلسہ اور تشہد میں انگلیاں سیدھی پھیلی رہیں گی ان میں قران نہ ہوگا، "**نحو القبلة مبسوطة**"

(شرح وقایہ صفحہ)

✧ جلسہ اور تشہد کے موقعہ پر بیشتر لوگوں کی غفلت اور بے توجہی کی وجہ سے گھٹنے پر انگلیاں سیدھی قبلہ کی جانب نہیں ہوتی بلکہ انگلیوں کے سرے اور پورے زمین کی جانب ہوتے ہیں جو خلافِ سنت ہے۔

✧ جلسہ اور تشہد کی حالت میں بازو اور کہنیاں ران سے لگی رہیں گی اوپر کو اٹھی ہوئی نہ رہیں گی، یہاں ملانا اور

رکھنا سنت ہے اور آپ سے ثابت ہے۔

"وروی سعید بن منصور فی سننه من حدیث وضع کفه الیسری علی فخذه الیسری ومرفقه الا یمن علی فخذه الایمن" (السعایہ صفحہ ۲۱۵)

پس معلوم ہوا کہ کلائیاں اور کہنیاں رانوں پر رہیں گی۔ "وان لم یصرح الفقهاء عامة ولکن من السنن فتنبَّه علی ذالك"

✧ دو سجدوں کے درمیان فرائض میں زیادہ بیٹھنا ممنوع ہے اگر بھولے سے زیادہ دیر تک بیٹھ گیا تو سجدہ سہو واجب ہوجائے گا۔ "لو اطال هذه الجلسة او قومة الرکوع اکثر من تسبیحة ساهیا یلزمه سجود السهو." (الشامیہ ۵۰۵)

✧ دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے میں خاموش رہے کچھ نہ پڑھے، یہ بھی صحیح ہے فرائض میں کوئی ذکر مسنون نہیں "لیس بینهما ذکر مسنون" (الدر المختار) اور اس کی بھی اجازت ہے کہ یہ مختصر دعا "اللهم اغفر لی" پڑھ لے، بلکہ علامہ شامی نے اس کا فرض نماز میں پڑھنا بہتر اور مستحب قرار دیا ہے "ینبغی ان یندب الدعا بالمغفرة بین السجدتین ...... لکن صرحوا باستحباب مراعاة الخلاف" (الشامی صفحہ ۵۰۵) اس مقدار کا پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ "بل فیه اشارة الی انه غیر مکروه" بلکہ شامی کے نزدیک پڑھنا ہی افضل ہے اور اس مقدار میں کوئی تاخیر نہیں "یندب خروجا من خلاف الأمام احمد."

✧ اگر منفرد ہے تنہا نماز پڑھ رہا ہے خواہ فرض ہو تو پھر حدیث پاک میں وارد شدہ دعاؤں کو پڑھ سکتا ہے۔

مثلاً "اللهم اغفر لی وارحمنی وعافنی واهدنی وارزقنی" (ابوداؤد: شامی جلد ا صفحہ ۵۰۶)

"کذا فی الشامیه: ان یثبت فی المکتوبة فلیکن فی حالة الانفراد" (الشامی جلد ا صفحہ ۵۰۶)

۲۸ وافتراش رجله الیسری ونصب الیمنی:

جلسہ اور تشہد میں بیٹھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ بائیں پیر کو بچھالے اور دائیں پیر کو کھڑا کر لے۔

یعنی دائیں پیر کو کھڑا رکھے اس طرح کہ انگلیوں کا رخ مڑ کر قبلہ کی جانب ہو جائے، اسی طرح بائیں پیر کو دائیں پیر سے لگا کر اس کی بھی انگلیاں قبلہ رخ کرے۔ بغیر لگائے اور سہارا لئے بائیں پیر کی انگلیاں قبلہ رخ نہ ہوں گی، اس طرح ان قدموں کا رکھنا کہ دونوں کی انگلیاں بجانب قبلہ رہیں مسنون ہے، عموماً لوگوں سے اس میں بڑی غفلت ہوتی ہے۔ "ویوجه اصابعه فی المنصوبة نحو القبلة هو السنة فی الفرض والنفل"

(درمختار صفحہ، الشامی صفحہ)

بیٹھنے کی صورت میں دونوں پیروں کی انگلیوں کا سرا قبلہ کی جانب ہوگا، دائیں پیر میں تو یہ آسانی سے ہو جاتا

ہے بائیں میں ذرا پریشانی ہوسکتی ہے اگر بائیں پیر کی انگلیوں کو دائیں میں لگا کر رکھے تو ہوجاتا ہے اگر ساری انگلیاں جانب قبلہ نہ ہوسکے تو جس قدر بھی ہوسکے اسی پر اکتفا کرے، دو انگلیاں بسہولت ہوجاتی ہیں "فیوجه رجله اليسرى الى اليمنى واصابعها نحو القبلة بقدر الاستطاعة" "وظاهره كالهداية والظهيريه وغيرهما توجيهه اصابع كلتا الرجلين الى القبلة توجه اصابع ا۔ سرى لا يخلو عن كلفة ...... فان توجيه الخنصر والبنصر لا تخلو عن تغير" (السعایہ صفحہ ۲۱۴، نفع المفتی والسائل صفحہ ۷۵)

پس معلوم ہوا کہ جب سہولت ہو تو بائیں پیر کی انگلیاں قبلہ کی جانب ہوں گی چھوٹی اور اس کے بغل والی نہ ہوسکے تو کوئی حرج نہیں۔

✧ اگر پیر کی انگلیاں ذرا موٹی ہوں قبلہ رخ کرنے میں تعب اور مشقت ہوتی ہو تو چھوڑ دے۔

(الشامی جلد ا صفحہ ۵۰۸)

✧ فرض، سنت اور نفل تمام نمازوں میں بیٹھنے کا یہی مسنون طریقہ ہے، "هو السنة فى الفرض والنفل"

(درمختار صفحہ)

✧ بیٹھنے کی حالت میں مسنون و مستحب یہ ہے کہ نگاہ گود میں دونوں ہاتھوں کے مابین ہو۔

"والى حجره حال قعوده اى ما بين يديك من ثوبك" (طحطاوی علی الدرر جلد ا صفحہ ۲۱۴)

۵۹ وتورك المراة:

اور عورتیں سرین کے بل بیٹھیں گی اس طرح کہ بائیں پیر کو دائیں جانب نکال دیں گی اور ران کو ران میں ملا دیں گی کسی پیر کے سہارے نہ بیٹھیں گی دونوں پیر دائیں جانب نکال دیں گی اور بائیں رخ بیٹھیں گی۔

۶۰ والاشارة فى الصحيح بالمسبحة عند الشهادة:

اور انگشت شہادت سے اشارہ کرنا صحیح قول میں سنت ہے کہ نفی کے وقت اٹھائے اور اثبات کے وقت گرا دے۔

یعنی "اشهد ان لا" کے وقت اشارہ کرنے کے لئے شہادت کی انگلی قبلہ کی جانب رخ کرتے ہوئے اٹھا دے اور "الا الله" کے وقت اس انگلی کو گرا دے، "يرفعها اى المسبحة عند النفى ...... لا اله ويضعها عند الاثبات الا الله" (طحطاوی صفحہ ۱۴۷)

اشارہ کے وقت مٹھی کے باندھنے کی مختلف ہیئت اور شکلوں کو محدثین اور فقہائے کرام نے احادیث کی روشنی میں بیان کیا ہے جس کا ذکر احادیث کے ذیل میں عنوان "انگلی سے اشارہ کرنے کا مسنون طریقہ" میں گزر چکا ہے۔

① خنصر، بنصر سب سے چھوٹی اور اس کے بغل والی انگلی بڑے مٹھی کی طرح اور بیچ والی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا لے یعنی دونوں کے سرے کو ملا لے اور انگشت شہادت کو علی حالہ باقی رکھے اور "لَا" آتے ہی اشارہ کے لئے اٹھا لے "**یعقد الخنصر والبنصر ویحلق الوسطی بالابہام ویقیم السبابة**" (الشامی صفحہ ۵۰۸)

② چھوٹی اس کے بعد والی اور بیچ والی انگلیوں کو موڑے مٹھی کی طرح اور انگوٹھے کے سرے کو بیچ والی انگلی کے بیچ کے جوڑ میں ملا لے اور انگشت شہادت علی حالہ رکھ کر نفی "لَا" کے وقت اس سے اشارہ کرے، "**ان یقبض الوسطی والبنصر والخنصر ویضع راس ابہامه علی حرف مفصل الوسطی الاوسط ویرفع الاصبع عند النفی**" (الشامی صفحہ ۵۰۹، منحۃ الخالق حاشیہ بحر الرائق صفحہ ۳۴۲)

✧ چھوٹی انگلی اس کے بعد والی انگلی اور بیچ والی انگلی کو مٹھی کی طرح موڑے اور انگوٹھے کو انگشت شہادت کی جڑ میں ملا دے اور "لا" کے وقت اس انگشت شہادت سے اشارہ کرے۔

"**ان یعقد الخنصر والبنصر والوسطی ویرسل المسبحة ویقیم الابہام الی اصل المسبحة**"

(السعایہ صفحہ ۲۲۰)

✧ حلقہ بنا کر جیسا کہ ذکر کیا گیا مسنون ہے بلا حلقہ بنائے انگلیاں پھیلی رہیں اور شہادت کے وقت "لا" جب آئے تو انگشت شہادت اٹھا دے خلاف سنت ہے، "**واما علیه عامة الناس فی زماننا من الاشارة مع البسط بدون عقد فلم اراحداً**" (الشامی صفحہ ۵۰۹)

"**فلیس لنا قول بالاشارة بدون تحلیق**" (الشامی صفحہ ۵۰۹)

بلا حلقہ بنائے اشارہ ثابت نہیں ہے اور سنت کے بھی خلاف ہے۔

✧ اشارہ صرف دائیں ہاتھ کے انگشت شہادت سے ہوگا بائیں کے انگلی سے نہیں وہ اپنی حالت پر رہے گی۔

(الشامیہ صفحہ ۵۰۹)

دونوں ہاتھوں سے ہرگز اشارہ نہیں کیا جائے گا۔ (کبیری صفحہ ۳۲۸، الشامیہ جلد ۱ صفحہ ۵۰۹)

✧ اشارہ کرتے وقت انگلی آسمان کی طرف نہیں اٹھائی جائے گی بلکہ اس کا رخ قبلہ کی جانب کرتے ہوئے اٹھایا جائے گا۔

✧ اشارہ کرتے وقت انگلی کو ہلایا اور حرکت نہیں دی جائے گی صرف اٹھایا جائے گا۔ (السعایہ جلد ۲ صفحہ ۱۴۷)

✧ اگر کسی کی دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت نہ ہو کٹ گئی ہو تو وہ کسی دوسری سے اشارہ نہ کرے گا نہ ہی بائیں ہاتھ کی انگلی سے۔ (طحطاوی صفحہ ۱۴۷)

✧ شروع سے ہی اشارہ کے لئے حلقہ بنا کر نہیں رکھے گا، احناف کے یہاں جب اشارہ کا وقت آئے گا تب

حلقہ بنائے گا اور انگلیوں کو موڑے گا، "والمختار عند اصحابنا انه یبسط ثم یعقد عند الاشارۃ"

(فتح القدیر صفحہ، سعایہ صفحہ)

"والصحیح والمختار عند جمهور اصحابنا ان یضع کفیه علی فخذیه ثم عند وصوله الی کلمة التوحید یعقد الخنصر والبنصر" (السعایہ صفحہ ۱۲۱)

- جو لوگ شروع سے ہی حلقہ اور انگلی کو موڑ کر رکھتے ہیں یہ منع ہے جب اشہد کہنے لگے تب حلقہ بنا کر اشارہ کرے۔ (طحطاوی صفحہ ۱۴۷)
- اشارہ کے بعد انگلیوں کے حلقہ کو کھولا نہیں جائے گا بلکہ اسی طرح سلام تک باقی رکھا جائے گا بعض لوگ اشارہ کے بعد انگلیوں کو سیدھی کر لیتے ہیں جیسے کہ بائیں ہاتھ کی انگلی سیدھی گھٹنے پر رہتی ہے یہ صحیح نہیں۔

"ثم یستمر علی ذلك لانه ثبت العقد عند ذلك بلا خلاف ولم یوجد امر بتغیره"

(السعایہ جلد ۱ صفحہ ۲۲)

۶۱ قراءۃ الفاتحه بعد الاولین:

فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا:

یعنی فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا افضل اور سنت ہے بمقابلہ تسبیح اور خاموش رہنے کے۔ (طحطاوی صفحہ)

① تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا ② یا تسبیح پڑھنا جو فاتحہ کی مقدار ہو ③ یا خاموش رہنا سورہ فاتحہ کی مقدار میں تینوں صورتیں درست اور جائز ہیں۔ "روی عنه التخییر بین قراءۃ الفاتحة والتسبیح والسکوت" (مراقی الفلاح صفحہ)

- سورہ فاتحہ پڑھنا افضل ہے تسبیح کے مقابلہ میں اور تسبیح افضل ہے خاموشی کے مقابلہ میں "القراءۃ افضل بلا شك وکذا التسبیح افضل من السکوت" (طحطاوی صفحہ ۱۴۷)

"والاقتصار علی الفاتحه مسنون" (الشامی جلد ۱ صفحہ ۵۱۱)

- تسبیح خواہ سورہ فاتحہ کی مقدار کرے، یا ۳؍ تسبیح کی مقدار کرے، "والتسبیح بقدر الفاتحه او ثلاث تسبیحات"
- اور اگر خاموش رہے تو اس میں اختیار ہے کہ مقدار فاتحہ رہے یا ۳؍ تسبیح کی مقدار اور اس کی بھی گنجائش ہے کہ ایک ہی تسبیح کی مقدار رہے، "والسکوت بقدر الفاتحه" اور بقدر ثلث تسبیحات اور بقدر تسبیحۃ واحدہ۔

(طحطاوی صفحہ ۱۴۷، الشامی صفحہ ۵۱۱)

✧ البتہ خاموش رہنا بہتر نہیں کہ بعضوں نے اسے مکروہ قرار دیا ہے،

"بل السکوت مکروہ ...... ممن انہ لو لم یقرا وسکت یکرہ لترک السنۃ"

(منحۃ الخالق حاشیہ بحرالرائق جلد۱ صفحہ۳۴۵)

"وان سکت عمدا یکون مسیئا" (بحرالرائق صفحہ۳۴۵)

✧ ہاں تسبیح بجائے سورۃ فاتحہ کے کسی قول میں مکروہ نہیں۔

"فلو سبح لا یکرہ بخلاف مالوسکت" (منحۃ الخالق ۳۴۵)

"ولو سبح فیہما ولم یقرأ لم یکن مسیئا"۔

✧ فرض کی تیسری چوتھی میں صرف سورہ فاتحہ ہی پر اکتفا کرے کوئی سورۃ چھوٹی بھی نہ ملائے کہ خلاف سنت مکروہ تنزیہی خلافِ اولیٰ ہے۔

"والاقتصار علی الفاتحہ مسنون لا واجب فکان الضم خلاف الاولی" (الشامیہ صفحہ۵۱۱)

"کراہیۃ الزیادۃ علی الفاتحہ علی کراھۃ التنزیہہ" (بحرالرائق صفحہ۳۴۶)

✧ یہ حکم فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت کا ہے، خواہ امام ہو یا منفرد واجب، سنت اور نفل کی تیسری اور چوتھی میں پہلی دوسری کی طرح سورہ فاتحہ مع سورت کے واجب ہے، "لان النفل والواجب تجب القراۃ فی جمیع الرکعات بالفاتحۃ والسورۃ" (بحرالرائق صفحہ۳۴۶)

۴۳ وتسن الصلاۃ علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی الجلوس الاخیر:

اور نماز کے آخری تشہد میں درود شریف کا پڑھنا سنت ہے۔ (نورالایضاح، طحطاوی صفحہ)

اگر ۴ رکعت والی ہو تو چوتھی رکعت کے تشہد کے بعد اور دو رکعت والی ہو تو دوسری کے تشہد میں درود سنت ہے۔

✧ درود میں درود ابراہیمی کا پڑھنا افضل ہے۔ (الشامیہ صفحہ۵۱۲)

✧ اور جس درود میں "اللھم صلی علی سیدنا" ہو اس کا پڑھنا بھی بلا کسی قباحت کے درست ہے۔

"وندب السیادہ" (الدر المختار)

✧ اگر درود کے صیغے نہ پڑھ کر سلام علی النبی کے صیغے پڑھے تو گنجائش ہے مگر سنت کے خلاف ہے۔

(الشامی صفحہ۵۱۷)

✧ خیال رہے کہ نماز کے کسی بھی مقام پر مثلاً رکوع یا سجود میں درود کا پڑھنا مکروہ ہے۔

(طحطاوی علی الدرر جلد۱ صفحہ۲۲۸)

✧ نوافل کے قعدہ اولیٰ میں درود شریف پڑھنے کی اجازت ہے بلکہ مطلوب ہے کوئی ممانعت نہیں، "وسنة فی الصلوة ای فی قعود اخیر مطلقا وكذا فی قعود اول فی النوافل غیر الرواتب" (الشامی صفحہ ۵۱۸)

"اما النفل فالزيادة فيه مطلوبة" (طحطاوی علی الدرر صفحہ ۲۰۹)

۶۳ والدعا بعد صلوة النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم:

اور درود پاک کے بعد دعائیہ کلمات پڑھنا سنت ہے، درود پاک کے بعد ایسی دعاؤں کا پڑھنا جو احادیث پاک میں وارد ہیں نبی پاک ﷺ سے ثابت ہیں یا قرآن میں مذکور ہیں افضل اور بہتر ہے "ویدعوا بالدعوات الماثورة ای المنقولة عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم" (شرح منیہ صفحہ ۳۳۵)

✧ علامہ ابن نجیم نے مسلم کی اس دعا کو افضل قرار دیا ہے "اللهم انی اعوذبك من عذاب جهنم ومن عذاب القبر ومن فتنة المحيا والممات ومن فتنة المسيح الدجال" (صفحہ ۳۴۹، کبیری صفحہ ۳۳۵)

✧ بہتر ہے کہ دعاء صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پڑھے جسے آپ ﷺ نے ان کے سوال پر کہ نماز میں کون سی دعا پڑھوں ارشاد فرمایا تھا، "اللهم انی ظلمت نفسی ظلما كثيرا ولا يغفر الذنوب الا انت فاغفر لی مغفرة من عندك وارحمنی انك انت الغفور الرحيم" (طحطاوی صفحہ ۱۴۹، کبیری صفحہ ۳۳۵)

امت کا تعامل بھی اسی دعا پر ہے مغفرت پر بڑی جامع ترین دعا ہے۔

✧ نماز کے اندر درود پاک کے بعد دعائیں عربی زبان ہی میں ہی مانگی جا سکتی ہیں عربی کے علاوہ سے نماز فاسد ہو جائے گی البتہ سلام کے بعد اختیار ہے خواہ عربی میں یا اردو وغیرہ میں۔ "وحرم بغيرها"

(الدر المختار، الشامی صفحہ ۵۲۱)

✧ عربی میں بھی ایسی دعا نہ مانگے جو انسانی کلام سے متعلق اور مشابہ ہو جیسے "اللهم اعطنی مالا اومتاعا" (شرح منیۃ المصلی صفحہ ۳۳۵)

✧ اپنی جانب سے عربی میں کوئی دعا نہ مانگے قرآنی یا احادیث کی دعاؤں پر ہی اکتفا کرے کہ بسا اوقات کراہت یا فساد پیدا ہو جاتا ہے یا ایسی دعا نہ مانگے جو مکروہ و ممنوع ہو۔

✧ دعا قرآنیہ میں دعا کی نیت ملحوظ ہو تلاوت کی نیت نہ کرے۔ (السعایہ صفحہ ۲۴۸)

✧ تمام امراض سے شفاء اور صحت دائمی کی دعا مکروہ اور ممنوع بلکہ حرام ہے نہ نماز کے اندر عربی میں اور نہ نماز کے بعد کسی زبان میں "ويحرم سوال العافية مدى الدهر ...... اوالعافية من المرض ابدالدهر ينتفع بقواه وحواسه ابدا" (الشامی جلد ۱ صفحہ ۵۲۲)

"لا يسئل المحال العادية امن العافية من المرض ابدا لدهر" (السعایہ صفحہ ۳۴۶)

✧ ہاں مطلق عافیت کی دعا مانگ سکتا ہے یہ حدیث سے ثابت ہے "اللھم انی اسئلك العفو والعافية والمعافات الدائمة فی الدين والدنيا والاخرة" "ان الدعا بالعافية الدائمة ليس من هذا القبيل" (السعایہ صفحہ ۲۴۶)

۲۴ والالتفات يمينا ثم يسارا بالتسليمتين:

اور دائیں جانب اور بائیں جانب رخ کر کے دومرتبہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنا:

مطلب یہ ہے کہ دعا سے فارغ ہو کر پہلے دائیں جانب رخ کرتے ہوئے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے پھر اسی طرح بائیں جانب۔

گردن کو سلام میں دائیں جانب اور بائیں جانب مکمل طور پر اس طرح گھمائے کہ اس کے پیچھے دائیں جانب والے کو اس کا دایاں رخسار نظر آ جائے اور بائیں جانب والے کو بایاں رخسار نظر آ جائے "حتى يرى بياض خده اى حتى يراه من يصلى خلفه" (الشامی صفحہ ۵۲۴، فتح القدیر صفحہ ۳۱۹)

سنت یہ ہے کہ چہرے کو تھوڑا نہ گھمائے بلکہ پورا گھمائے بعض لوگ ذرا سا چہرہ گھما لیتے ہیں اور سلام کر لیتے ہیں یہ خلاف سنت ہے۔ "يسن ان يبالغ فى تحويل الوجه فى التسليمتين" (الشامی جلد ا صفحہ ۵۲۴)

✧ نماز کے سلام میں برکاتہ نہ کہے یہ خلاف سنت ہے، "لا يقول بركاته صرح النووى بانه بدعة" (بحر الرائق صفحہ ۳۵۲، الشامی جلد ا صفحہ ۵۲۶)

✧ السلام علیکم ورحمۃ اللہ تک ادا کرنا سنت ہے اگر کسی نے اس سے کم صرف السلام یا السلام علیکم تک ہی کہا تو سلام ادا ہو گیا مگر خلاف سنت ہوا۔

✧ اسی طرح السلام علیکم الف لام کے ساتھ سنت ہے، سلام علیکم کہے گا تو سنت کے خلاف ہوگا، "ان قال السلام عليكم اوالسلام اوسلام عليكم السلام اجزاء وكان تار كاللسنة" (بحر صفحہ ۳۵۲)

✧ سلام میں چہرہ اتنا گھمائے کہ اس کی نظر کندھے پر آ جائے مسنون و مستحب ہے۔ (مراقی الفلاح صفحہ ۱۵۱)

✧ اگر بھولے سے سلام نہیں کیا اور اٹھ گیا تو اس وقت سلام کرے جب تک کہ کوئی کلام نہ کیا ہو یا قبلہ سے پھرا نہ ہو، "ولو نسى اليسار اتى به مالم يستدبر القبلة اويتكلم" (الشامی صفحہ ۵۲۵)

✧ خیال رہے کہ امام کے پہلے سلام کے السلام کے میم تک اقتداء کا وقت رہتا ہے اگر کسی نے جیسے ہی نیت باندھی اور امام کا السلام ادا ہو گیا تو اقتداء درست نہیں ہوگی اور جماعت میں شامل نہ ہوا۔ (طحطاوی علی الدر صفحہ ۲۳۰)

"جاء رجل واقتدى به قبل ان يقول عليكم لا يصير داخلا فى صلاته" (الشامی صفحہ ۴۶۸)

۶۵ ونیة الامام الرجال والحفظة وصالح الجن بالتسلیمتین:

اور سلام کرتے وقت امام کا مقتدی حضرات ملائکہ اور صالحین جن کی نیت کرنا سنت ہے:

مطلب یہ ہے کہ امام جو السلام کہہ رہا ہے اس کا مصداق کون ہوگا اور کس پر یہ سلام کرے گا سو یہ سلام کرتے وقت ذہن میں رکھے کہ مقتدیوں کو اور محافظ فرشتوں کو اور نماز یا مسجد میں جو صالح جنات ہوتے ہیں اسے سلام کر رہا ہوں اگر بلا نیت کئے اور ذہن میں لائے اور خیال کرے تب بھی سلام ہو جائے گا مگر سلام کی اس سنت کا ثواب نہ پائے گا۔

✧ مقتدی مسجد کے تمام مؤمنین کی بھی نیت کرے۔ (بحرالرائق صفحہ ۳۵۲)

اسی طرح کراماً کاتبین کی بھی نیت کرے۔ (بحرالرائق صفحہ ۳۵۴)

محافظ فرشتے سے مراد وہ فرشتے ہیں جو انسان خصوصاً مؤمنین کی شریر جناتوں وغیرہ سے بحکم خدا حفاظت پر مامور ہیں، ایک حدیث پاک میں ہے کہ ہر مؤمن پر پانچ محافظ فرشتے متعین ہیں۔

ایک روایت میں ہے ستر فرشتے مامور ہیں بعض روایت میں ایک سو ساٹھ کی تعداد ہے۔

(بحرالرائق صفحہ ۳۵۴، طحطاوی صفحہ ۱۵۰)

۶۶ ونیة المامومر وامامه فی جهته ...... الخ:

اور مقتدی اپنے سلام میں امام کی نیت کرے گا اور امام بیچ میں ہو تو دونوں سلام میں اس کی نیت کرے گا اور مقتدی کی محافظ فرشتوں کی اور نیک جنوں کی۔

مطلب یہ ہے کہ مقتدی اپنے سلام میں اپنے امام کی نیت کرے گا جس رخ میں بھی امام ہو۔

اگر مقتدی امام کے بالکل پیچھے ہو تو پھر دونوں سلام میں نیت کرے گا اسی طرح مقتدی سلام میں تمام شرکاء جماعت کی محافظ فرشتوں کی اور صالح جنات کی جو نماز میں شریک ہوں یا مسجد میں ہوں، نیت اور خیال کرے گا۔

خیال رہے کہ سلام کے وقت ان امور کا خیال اور اس کی نیت عموماً ذہن میں نہیں رہتی ہے پس سلام کا وقت آیا جلدی سے سلام پھیر لیا اور فارغ ہو گئے اگر چند مرتبہ بالقصد ذرا اہتمام کر کے اور دھیان دے کر اس طریقہ کو اختیار کیا جائے اور اس سنت کا اہتمام کیا جائے تو پھر مشق ہو جائے گا اور سلام کے وقت اس کا خیال آ جائے گا اور اس متروک سنت کے ثواب عظیم کو پانے والا ہو جائے گا، "اللهم وفقنا."

۶۷ ونیة المنفرد الملائكة فقط:

اور تنہا نماز پڑھنے والا صرف فرشتوں کی نیت کرے گا۔

مطلب یہ ہے تنہا نماز پڑھنے والا محافظ فرشتوں کی نیت کرے گا چونکہ یہ تو ہر وقت رہتے ہیں جس میں کراماً

کاتبین بھی شامل ہیں۔

۴۸ وخفض الثانية عن الاولى:

اور دوسرے سلام کا اول کے مقابلہ میں پست ہونا یعنی امام جو جماعت میں سلام کرے گا اس کے لئے سنت یہ ہے کہ اول سلام کے مقابلہ میں دوسرے سلام کو ذرا پست اور ہلکا کرے۔ (طحطاوی صفحہ ۱۵۰)

اتنا ہلکا نہ کرے کہ مقتدی کو آواز نہ آئے "والسنة ان تكون الثانية اخفض من الاولى"

(بحر الرائق صفحہ ۳۵۲، کبیری صفحہ ۳۴۰)

۴۹ ومقارنته لسلام الامام:

اور مقتدی کے سلام کا امام کے سلام کے ساتھ ہونا، یعنی جیسے ہی امام سے السلام کی آواز سنے فوراً مقتدی بھی السلام شروع کر دے تاکہ امام کے ساتھ سلام میں شریک اور مقارنت ہو جائے، تاخیر نہ کرے۔ (طحطاوی صفحہ ۱۴۸)

- اگر مقتدی کا درود یا اس کی دعا پوری نہ ہوئی ہو اور ابھی درمیان ہی میں ہو اور امام نے سلام پھیر دیا تو دعا درود چھوڑ کر امام کے ساتھ سلام پھیرنے میں شریک ہو جائے اس کے پورا کرنے میں تاخیر نہ کرے۔ "ولو سلم والموتم في ادعية التشهد تابعه لانها سنة" (شامی صفحہ ۴۹۶)
- اکثر لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ اگر مقتدی کی دعا جو تشہد کے بعد پڑھی جاتی ہے پوری نہیں ہوتی ہے اور امام سلام پھیر دیتا ہے تو یہ جلدی جلدی دعا پوری کرنے لگ جاتے ہیں اور امام کے سلام کے بعد سلام پھیرتے ہیں گو تھوڑی ہی تاخیر سہی یہ خلافِ سنت ہے۔ "والناس عنها غافلون" ہاں اگر تشہد پورا نہیں ہوا اور امام کھڑا ہو گیا تو جلدی جلدی تشہد پورا کر کے پھر کھڑا ہو جائے۔ "اوقيامه لثالثة قبل تمام الموتم التشهد فانه لا يتابعه بل يتمه لو جوبه" (الشامی صفحہ ۴۹۶، طحطاوی علی الدرر)
- اسی طرح مقتدی اگر درود بھی پورا نہیں پڑھ پایا کہ امام نے سلام پھیر دیا تو مقتدی درود پورا کرنے کے بجائے امام کے ساتھ سلام میں شریک ہوگا۔ "يشتمل الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم وبه شرح المنية" (الشامی صفحہ ۴۹۶)

۵۰ والبداءة باليمين:

اور پہلے دائیں جانب کرنا ہے، یعنی سلام کی یہ ترتیب سنت ہے کہ پہلے دائیں جانب سلام کرے اس کے بعد بائیں جانب سلام کرے۔ (طحطاوی صفحہ ۱۴۸، الشامی صفحہ ۵۲۴)

- اگر کسی نے بھولے سے بائیں جانب سلام کر لیا پھر دائیں جانب کیا، تو اب پورا سلام دوبارہ لوٹائے نہیں صرف دائیں جانب سلام کرے کافی ہے، "ولو عكس مسلم عن يمينه فقط فلا يعيد التسليم

عن یسارہ" (الشامی صفحہ ۵۲۴)

✧ اگر دایاں سلام تو پھیر لیا مگر بایاں بھول گیا، تو ایسی صورت میں اگر گفتگو نہیں کی قبلہ رخ سے منہ نہیں پھیرا تو دوسرا سلام کرسکتا ہے ورنہ نہیں۔ (طحطاوی صفحہ ۱۴۹)

۶۱ انتظار المسبوق فراغ الامام:

سنت ہے کہ مسبوق اپنے امام کے سلام پھیرنے کا انتظار کرے یعنی مسبوق جس کی ایک دو رکعت چھوٹ گئی ہوں اس کے لئے سنت یہ ہے کہ امام کے سلام کی آواز سنتے ہی فوراً کھڑا نہ ہو جائے بلکہ دونوں سلام سے فارغ ہونے کے بعد اپنی رکعت پوری کرنے کے لئے کھڑا ہوا سے دوسرے سلام کے فارغ ہونے کا انتظار کرنا سنت ہے، "ویسن ...... انتظار المسبوق سلام الامام" (الشامی صفحہ ۳۷۷)

✧ دوسرے سلام کا مسبوق اس لئے انتظار کرے تاکہ ایسا نہ ہو کہ پہلا سلام سہو کا ہو اور یہ مقتدی نماز کا سلام سمجھ کر کھڑا ہو جائے اور پھر اسے لوٹ کر سجدہ سہو میں شریک ہونا پڑے، "حتی یعلم ان لا سهو علیه" (طحطاوی صفحہ ۱۵۰)

✧ بیشتر مسبوق امام کے پہلے سلام ہی کے بعد کھڑے ہو جاتے ہیں دوسرے سلام کا انتظار نہیں کرتے بلکہ جیسے امام کے سلام کی آواز سنتے ہیں جلدی سے رکعت پوری کرنے کھڑے ہو جاتے ہیں یہ خلافِ سنت مکروہ تحریمی ہے۔ "فان قام قبله کره تحریما" (طحطاوی صفحہ ۱۵۰)

✧ ہاں اگر فجر میں اس قدر وقت تنگ ہے کہ وقت کے ختم ہو جانے کا اندیشہ ہے، یا نمازیوں کی کثرت اور ازدحام و بھیڑ سے گزرنے والوں سے اذیت اور نماز کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو جلدی سے سلام پھیر کر فارغ ہوسکتا ہے۔ "وقد یباح له القیام لضرورة کما لو خشی ان انتظره یخرج وقت الفجر اوالجمعه او العید ...... وکذا لو خشی مرور الناس بین یدیه" (طحطاوی صفحہ ۱۵۰)

سلام کے بعد دعا کے متعلق

✧ امام کا ظہر، مغرب، عشاء کی نماز کے بعد "اللھم انت السلام الخ" کی مقدار مختصر دعاؤں کا مانگنا، اس سے زائد مانگنا اور طویل کرنا خلاف سنت مکروہ ہے، "ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان یقعد مقدار ما یقول اللھم انت السلام الخ فلا یزید علیه اوعلی قدره فتحمل الکراهة علی الاتیان بما هو ازید من ذلك" (مراقی صفی، طحطاوی صفحہ ۱۷۱)

✧ بعض امام حضرات ذرا طویل کرتے ہیں اور زور سے مانگتے ہیں دراصل وہ مقتدی کی جاہلانہ اور رسومانہ رواج کی رعایت اور ان کی خوشی میں ایسا کرتے ہیں سنت کے خلاف امور میں کسی کی رعایت ممنوع ہے،

ان کو سمجھا دے کہ ان نمازوں کے بعد کی دعا اسی مقدار آپ ﷺ سے ثابت ہے اور اسی کو فقہاء نے کتابوں میں ذکر کیا ہے ہاں عصر اور فجر کے بعد کچھ طویل مانگنے کی اجازت ہے۔

- جن نمازوں کے بعد سنت نہیں جیسے عصر اور فجر میں مقتدی کے رخ دائیں بائیں ہو کر اوراد وظائف ادا کرنا اور دعا کرنا۔

"ویستحب ان یستقبل بعده ...... ان لم یکن بعدهٗ نافلة یستقبل الناس"(مراقی الفلاح صفحہ۱۷۱)

"ان الامام ینحرف بعد الفراغ من التطوع اوالمکتوبة اذا لم یکن بعد ها تطوع ان شاء انحرف عن یمینه وان شاء عن یساره" (طحطاوی صفحہ۱۷۱)

جن نمازوں کے بعد سنت ہے ان نمازوں کے بعد قبلہ رخ ہی مختصر دعا کرنا اور اپنی جگہ سے ہٹ کر امام اور مقتدی کا سنت اور نوافل میں مشغول ہونا ہے اور جن نمازوں کے بعد سنت نہیں ہے جیسے عصر اور فجر یہاں مقتدی کی جانب رخ کر کے وظائف و اوراد مثلاً آیۃ الکرسی، تسبیح فاطمی وغیرہ پڑھ کر دعا مانگنی سنت ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ ہر نماز کے بعد ظہر مغرب عشا کے بعد بھی مقتدی کی طرف رخ کر کے دعا مانگتے ہیں ثابت نہیں۔

"یکره مکثه قاعدا فی مکانه مستقبل القبلة فی صلوة لا تطوع بعدها ...... والکراهة تنزیهیه"

(الشامی جلد۱ صفحہ۵۳۱)

- فرائض کے بعد کی سنتوں میں بلا کلام و گفتگو کے سنت کا ادا کرنا مسنون ہے، اس کے خلاف ثواب کی کمی کا باعث ہے، "اذا تکلم بکلام کثیر او اکل اوشرب بین الفرض والسنة لا تبطل وهو الاصح بل نقص ثوابها والافضل الوصل فیهما" (مراقی صفحہ، طحطاوی صفحہ۱۷۱)

"لو تکلم بعد الفرض لا تسقط لکن ثوابها اقل" (الشامی صفحہ۵۳۰)

- فرض کے بعد سنت و نوافل کے لئے امام و مقتدی کا دائیں بائیں ہونا جگہ بدلنا مستحب ہے۔
- اگر مسجد میں ازدحام ہے یا مسبوق جو اپنی نماز پوری کر رہے ہیں ان کے سامنے سے گزرنے کی نوبت آتی ہو یا بھیڑ کی وجہ لوگوں کو اذیت و پریشانی ہوتی ہو تو ایسی صورت میں فرض کی جگہ سنت ادا کرے، ایک مستحب امر کو ادا کرنے کے لئے اذیت کا اختیار کرنا اور نمازی کے سامنے گزرنے کے گناہ کا مرتکب ہونا درست نہیں۔

"اذا لم یکن بحذاءه رجل یصلی" (الشامی صفحہ۵۳۲)

"لان المار مامور بالوقوف وان لم یجد طریقا اخر ومفاده انه لا یجوز لهم المرور...... ان یکون المار بین یدی المصلی ولم یتعرض المصلی لذلك فیختص المار بالاثم ان مر." (الشامی جلد۱ صفحہ۶۳۵)

نماز کے سنن و مستحبات کا اجمالی اور مختصر خاکہ

تکبیر تحریمہ کے موقع کے سنن و مستحبات

- قبلہ کے رخ بالکل سیدھا کھڑا ہونا، سر یا کمر کو ذرا بھی نہ جھکانا۔
- دونوں قدموں کا رخ بالکل سیدھا قبلہ کی جانب ہونا، دائیں بائیں کج اور ٹیڑھا نہ ہونا، پیروں کا ترچھا نہ ہونا۔
- دونوں قدموں کے درمیان ہاتھ کی انگلیوں سے چار انگل کا فاصلہ ہونا۔
- تکبیر تحریمہ سے قبل دونوں ہاتھوں کا کھلا اور سیدھا رکھنا نیت باندھنے کی طرح یا اس کے مثل نہ رکھنا۔
- دونوں ہاتھوں کو کان کی لو کے مقابل اٹھانا۔
- دونوں ہاتھوں کو بلا نیچے گرائے ہوئے باندھنا۔
- دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کا سیدھا کھلا اپنی اصلی طبعی حالت پر ہونا نہ بالکل کھلا کشادہ ہونا نہ بالکل ملا چپکا ہوا ہونا، ہتھیلیوں کا اندرونی حصہ قبلہ کی جانب اور پشت پورب کی جانب ہونا، ہتھیلیوں کا رخ کان کی طرف نہ ہونا، ہاتھ اٹھانے کے بعد "اللّٰہ اکبر" متصلاً کہنا، یا "اللّٰہ اکبر" کہتے ہوئے فوراً ہاتھوں کا اٹھانا۔
- اگر جماعت بنی ہے اور شروع تکبیر میں امام کے ساتھ شریک ہے تو امام کے بعد تکبیر متصلاً کہنا کہ امام کی تکبیر کے ساتھ اس کی تکبیر بھی ہو جائے مگر امام کی تکبیر کے بعد مقتدی کی تکبیر ختم ہو پہلے نہ ہو۔

ہاتھ باندھنے کے امور مسنونہ

- دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کے گٹے پر رکھنا۔
- چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنانا اور بائیں گٹے کو پکڑنا۔
- باقی ۳؍انگلیوں کو بائیں کلائی پر سیدھے لمبائی میں پھیلا دینا۔
- ہاتھوں کو ناف کے ذرا نیچے باندھنا (پیٹ پر نہیں کہ ناف کے اوپر پیٹ کہلاتا ہے)۔
- بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کا نیچے نہ لٹکانا بلکہ دونوں کا ایک دوسرے پر مقابل میں رہنا۔
- قیام کی حالت میں نظر کا سجدہ گاہ کی جانب ہونا۔

تکبیر تحریمہ کے بعد امور مسنونہ

- ثناء پڑھنا: امام مقتدی اور تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے اور مسبوق کے لئے۔
- ''تعوذ'' اور ''بسم اللہ'' پڑھنا امام منفرد اور مسبوق کے لئے۔
- مسنون قرأت کا لحاظ کرتے ہوئے پڑھنا۔
- قرأت کی رفتار میں نہ جلدی کرنا نہ آہستہ کرنا بلکہ درمیانی رفتار سے پڑھنا۔
- سورہ فاتحہ کے ختم پر آہستہ سے آمین کہنا خواہ امام ہو یا مقتدی یا منفرد۔
- فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا۔
- دوسری رکعت کے مقابل میں پہلی رکعت کا ذرا طویل کرنا خصوصاً فجر میں۔
- دونوں پیروں پر برابر زور دے کر کھڑا ہونا کسی ایک پیر پر زور دے کر دوسرے کو ہلکا کر کے کھڑا نہ ہونا۔

رکوع کے سنن و مستحبات

- رکوع میں جاتے اور جھکتے ہوئے تکبیر ''اللہ اکبر'' کہنا۔
- ختم سورہ کے بعد تکبیر شروع کرنا اور رکوع پیٹھ کے برابر ہو جانے پر ختم کرنا۔
- دونوں ہاتھوں سے گھٹنے کو پکڑنا۔
- گھٹنوں کو پکڑتے وقت ہاتھوں کی انگلیوں کا کشادہ پھیلا ہوا ہونا اور انگلیوں کا رخ پنڈلی کی جانب ہونا، یمیناً شمالاً نہ ہونا۔
- سر اور سرین دونوں کا بالکل برابر اور مقابل میں ہونا کسی ایک کا دوسرے کے مقابل میں جھکا ہوا یا اٹھا ہوا نہ ہونا۔
- پیٹھ کا بالکل برابر ہونا ٹیڑھا اور کج نہ ہونا۔
- پنڈلیوں کا سیدھا کھڑا رکھنا، ٹیڑھا یا جھکا نہ رکھنا۔
- دونوں ہاتھوں کو پہلو اور سینے سے علیحدہ جدا رکھنا۔
- دونوں پیروں کا ایک دوسرے کے مقابل میں رکھنا کہ ایک ٹخنہ دوسرے کے سامنے ہو جائے آگے پیچھے نہ ہو۔
- پیروں کا بالکل سیدھا قبلہ رخ ہونا کہ انگلیوں کا رخ جانب قبلہ رہے۔
- کم از کم رکوع میں ۳ر مرتبہ تسبیح ''سبحان ربی العظیم'' کا کہنا۔

✧ رکوع کی حالت میں نگاہ کا قدمین پر ہونا۔
✧ دونوں پاؤں پر برابر زور دینا۔

رکوع سے اٹھنے کی سنتوں کا بیان

✧ "سمع اللہ لمن حمدہ" کہتے ہوئے اٹھنا۔
✧ سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے "سمع اللہ" کا شروع کرنا اور سیدھا ہونے کے بعد ختم کر دینا۔
✧ قومہ میں تمام اعضاء کا ساکن اور مطمئن ہو جانا۔
✧ مقتدی کا "ربنا لک الحمد" اور منفرد کا پورا "سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد" پڑھنا۔

قومہ سے سجدہ میں جانے کے سنن و مستحبات کا بیان

✧ اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں جانا۔
✧ ابتداء قیام میں تکبیر شروع کرنا اور سجدہ میں پیشانی زمین پر رکھتے ہی اکبر کی راء کو ختم کر دینا۔
✧ سجدہ کیلئے گھٹنے کے سہارے جھکنا سر اور دھڑ کو پہلے نہ جھکانا۔ (شامی:۱/۴۹۷)
✧ سر اور جسم کو سیدھا رکھتے ہوئے گھٹنے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس کے سہارے جھکنا۔ (جلد ا صفحہ ۴۹۷)
✧ سجدہ میں جاتے ہوئے اولاً دونوں گھٹنوں کو پھر دونوں ہاتھوں کو پھر چہرے کو زمین پر رکھنا۔ (شامی صفحہ)
✧ پہلے ناک پھر پیشانی کو رکھنا اور زمین پر اچھی طرح ٹیکنا۔

سجدے کے سنن و مستحبات کا بیان

✧ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان سجدہ میں سر کو اس طرح رکھنا ہتھیلیاں کانوں کے مقابل آجائے۔
✧ سجدہ میں انگوٹھوں کا کان کے مقابل اور محاذاۃ میں آجانا، کان یا گالوں سے ہتھیلیوں کا الگ رہنا ملنا نہیں دونوں ہتھیلیوں کا بالکل سیدھا قبلہ رخ رکھنا۔
✧ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کا بالکل سیدھا ملا ہوا ہونا خصوصاً انگوٹھوں کا انگشت شہادت سے ملا ہوا ہونا تاکہ تمام انگلیوں کا رخ بالکل سیدھا قبلہ کی جانب ہو جائے۔
✧ سجدہ کی حالت میں کہنیوں کا پہلو سے علیحدہ الگ رہنا۔
✧ دونوں ہاتھوں کا زمین سے بالکل الگ رہنا۔
✧ دونوں رانوں کا پیٹ سے الگ رہنا۔
✧ سرین (چوتڑ) کا ایڑیوں سے الگ اٹھا ہوا رہنا۔

- دونوں پیروں کی انگلیوں کا سرا مڑ کر قبلہ رخ ہو جانا۔ دونوں قدم پورے سجدہ کی حالت میں زمین پر ٹکا رہنا نہ ہلنا اور کسی پیر کا اٹھنا۔
- دونوں قدموں کا بالکل برابر محاذاۃ میں ہونا کہ ایک ٹخنہ دوسرے کے مقابل ہو جائے۔
- سجدہ میں ۳/مرتبہ تسبیح کا ادا کرنا۔
- ناک کی سخت ہڈی کو زمین پر ٹیکنا۔
- سجدہ کی حالت میں نظر ناک کی جانب ہونا۔

سجدہ سے اٹھنے کی سنتوں کا بیان

- اللہ اکبر کہنا۔
- سر اٹھانے سے پہلے تکبیر کا شروع کرنا اور جلسہ میں اطمینان سے بیٹھنے میں ختم کر دینا۔ سجدہ سے اٹھنے میں پہلے پیشانی، پھر ناک پھر دونوں ہاتھوں کو پھر گھٹنوں کو اٹھانا۔
- اگر دوسری رکعت کے لئے دوسرے سجدہ سے کھڑا ہونا ہے تو گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اس کے سہارے کھڑا ہونا، ہاتھوں کو زمین پر رکھ کر اس کے سہارے کھڑا نہیں ہونا۔
- دونوں پیروں کے سہارے سیدھا اٹھ جانا۔

دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ کے امور مسنونہ ومستحبہ کا بیان

- دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان وسکون سے بیٹھنا کہ تمام اعضاء اپنی جگہ پر آ جائیں۔
- دونوں سجدوں کے درمیان ایک تسبیح کی مقدار بیٹھنا۔
- دونوں ہاتھوں کا ران اور گھٹنے کے قریب رکھنا کہ ہتھیلی ران پر اور انگلیاں گھٹنے کے سر پر رہیں۔
- ہاتھوں کی انگلیوں کا کھلا ہوا بالکل سیدھا ہونا۔
- ہاتھوں کی انگلیوں کا نہ بالکل ملا ہوا اور نہ بالکل الگ ہونا۔
- انگلیوں کے سرے کا سیدھے قبلہ کی جانب ہونا، زمین کی جانب مڑا ہوا نہ ہونا خصوصاً انگوٹھوں کا گود کی جانب گرا ہوا نہ ہونا بلکہ رخ قبلہ ہونا۔
- بیٹھنے میں دائیں پیر کو کھڑا رکھنا اور بائیں پیر کو بچھا دینا۔
- دونوں پیروں کی انگلیوں کو جانب قبلہ رکھنا۔
- دائیں پیر کو اس طرح کھڑا رکھنا کہ انگلیوں کے سرے مڑ کر قبلہ کی جانب ہو جائیں اور تلوے کا رخ پیچھے

جانب مشرق کو ہو جائے۔

- بائیں پیر کو اس طرح زمین پر بچھانا اور اس کی انگلیوں کو (انگوٹھا اور بیچ والی انگلی) دائیں پیر سے اس طرح لگانا کہ اس کے سہارے حتی الوسعۃ انگلیوں کے پوروں اور سروں کا رخ قبلہ کی جانب ہو جائے۔
- دونوں ہاتھوں کی کلائیوں اور کہنیوں کا ران سے ملا ہوا ہونا۔ (السعایہ صفحہ ۲۱)
- بیٹھنے کی حالت میں نگاہ کا گود اور دونوں ہاتھوں کے مابین ہونا۔ (مراقی الفلاح)

تشہد میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ

- جس طرح دو سجدوں کے درمیان جلسہ میں بیٹھنے کا طریقہ ہے اسی طرح قعدہ اولیٰ اور قعدہ ثانیہ میں بیٹھنے کا بھی وہی طریقہ مسنون ہے۔
- تشہد میں تشہد ابن مسعود جو ہمارے درمیان رائج ہے اسی کا پڑھنا مستحب ہے۔ (طحطاوی صفحہ ۱۵۵)

تشہد میں اشارے کے مسنون و مستحب امور کا بیان

- کلمہ شہادت میں لا الہ کے وقت اشارہ کرنا سنت ہے۔
- حلقہ بنا کر اشارہ کرنا مسنون ہے بلا حلقہ بنائے انگلی کو پھیلائے ہوئے کی صورت میں اٹھانا اشارہ کرنا خلاف سنت ہے۔
- حلقہ کے مسنون طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ خنصر بنصر کو مٹھی باندھنے کی طرح موڑے اور بیچ کی انگلی کے سرے کو انگوٹھے کے سرے سے ملا کر حلقہ بنا لے اور انگشت شہادت سے اشارہ کرے۔

(شامی صفحہ ۵۰۸)

- انگشت شہادت کو قبلہ کی طرف اٹھاتے ہوئے اشارہ کرنا، آسمان کی طرف نہ اٹھانا۔
- لا الہ کے وقت انگشت شہادت کو اٹھانا اور الا اللہ کے وقت گرا دینا۔ (طحطاوی صفحہ ۱۴۷)
- شروع تشہد سے حلقہ نہ بنانا بلکہ کلمہ شہادت کے وقت حلقہ بنانا۔
- حلقہ کو اخیر تشہد سلام تک باقی رکھنا۔ (السعایہ صفحہ ۱۲۱)

تشہد کے بعد تیسری رکعت کے لئے اٹھنے کا مسنون طریقہ

- اللہ اکبر کہتے ہوئے اٹھنا۔
- آخر سجدہ سے تکبیر شروع کرنا اور سیدھے کھڑے ہونے تک تکبیر کو ختم کرنا۔
- دونوں قدم کی انگلیوں کے سہارے سیدھے اٹھنا۔

✦ دونوں ہاتھوں کو گھٹنے پر رکھتے ہوئے اس کے سہارے اٹھنا، ہاتھوں کو زمین پر رکھ کر اس کے سہارے نہ اٹھنا۔

✦ بلا بیٹھے سیدھے کھڑے ہو جانا۔

تیسری اور چوتھی رکعت کے امور مسنونہ کا بیان

✦ سورہ فاتحہ کا پڑھنا۔

✦ سورہ فاتحہ پڑھنے کی صورت میں بسم اللہ کا پڑھنا۔

✦ فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں خواہ امام ہو یا منفرد سورہ فاتحہ کے بعد سورہ کا نہ ملانا۔ (البتہ سنت ونفل کی ہر رکعت میں سورہ کا ملانا ضروری ہے)

آخری قعدہ کے امور مسنونہ کا بیان

✦ تشہد اور شہادت سے فارغ ہونے کے بعد درود شریف کا پڑھنا۔

✦ درود شریف کے بعد قرآنی دعاؤں کا یا احادیث میں وارد شدہ دعاؤں کا پڑھنا۔

سلام کے سنن ومستحبات کا بیان

✦ السلام علیکم ورحمۃ اللہ کا ادا کرنا۔

✦ اول دائیں طرف پھر بائیں طرف سلام کرنا۔

✦ دائیں اور بائیں رخ اس طرح سلام کرنا کہ اگر پیچھے کوئی ہو تو اسے سلام کرنے والے کا دایاں اور بایاں رخسار نظر آجائے۔

✦ سلام میں دائیں بائیں رخ اس طرح کرنا کہ دائیں سلام میں دایاں کندھا بائیں سلام میں بایاں کندھا نظر آجائے۔

✦ دائیں طرف سلام پھیرنے میں دائیں طرف کے انسان اور فرشتے اور صالح جنات کی نیت کرنا اسی طرح بائیں طرف بھی۔

✦ امام کا مقتدیوں، فرشتوں، صالح جنات کی نیت کرنا۔

✦ تنہا نماز پڑھنے والے کو سلام میں ملائکہ کی نیت کرنا اگر مقتدی امام کے بالکل پیچھے ہے تو دونوں سلام میں امام کی نیت کرنا۔

✦ دوسرے سلام کا پہلے سلام سے کچھ پست کرنا۔

✧ اگر جماعت میں شریک ہے تو امام کے سلام کے ساتھ سلام کرنا، دعا وغیرہ کے پورا کرنے میں تاخیر نہ کرنا۔
✧ مسبوق کو رکعت پورا کرنے کے لئے اٹھنے میں امام کے دوسرے سلام کا انتظار کرنا پھر اٹھنا۔

سلام کے بعد مسنون امور

✧ دعا کرنا۔
✧ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں (مثلاً ظہر، مغرب وعشاء) ان میں سلام کے بعد امام کا مختصر دعا مانگنا، مثلاً "اللھم انت السلام الخ" یا "ربنا آتنا الخ" کی مقدار۔ طویل دعا اور زور سے مانگنا خلاف سنت ہے (البتہ عصر اور فجر کے بعد کچھ طویل مانگنے کی اجازت ہے) دعا وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد متصلاً سنتوں میں مشغول ہونا باتوں وغیرہ میں نہ لگنا۔
✧ فرض کی جگہ کو بدل کر سنتوں میں مشغول ہونا۔

نوٹ: ان سب کے حوالے اور مراجع ماقبل میں آچکے ہیں لہٰذا حوالوں کے لئے ماقبل کے عنوانات اور مضامین کی جانب رجوع کیجئے۔



عورتوں کی نماز اس طرح ہوگی

۱ عورتوں کو نماز شروع کرنے سے پہلے پورے بدن کا ڈھانکنا ضروری ہے، صرف چہرہ دونوں ہتھیلیاں اور دونوں قدم کھلے رہ سکتے ہیں، بعض عورتوں کی کلائیاں، سر کے بال کھلے رہ جاتے ہیں اس سے نماز نہیں ہوتی۔

۲ عورتوں کو ہاتھ کندھے ہی تک اٹھانا سنت ہے۔

۳ دونوں ہاتھوں کو دوپٹے یا چادر کے اندر ہی اندر کندھوں تک اٹھائیں گی، دوپٹے یا چادر سے باہر ہاتھ نہ نکالیں گی۔

۴ عورتیں ہاتھ سینے پر باندھیں گی، دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ دیں گی۔

۵ رکوع میں عورتیں پیٹھ اور کمر برابر نہ کریں گی، تھوڑا کم جھکیں گی۔

۶ عورتیں رکوع کی حالت میں گھٹنوں پر انگلیاں ملی رکھیں گی، کھلی اور کشادہ نہ رکھیں گی۔

۷ رکوع میں پاؤں کو بالکل سیدھا نہ رکھیں گی، بلکہ گھٹنوں کو آگے کی طرف کر کے جھکی رکھیں گی۔

۸ رکوع میں عورتوں کے بازو پہلو (بغل) سے ملے اور لگے رہیں گے، الگ اور علیحدہ نہ رہیں گے۔

۹ دونوں پیر بھی قریب ملے رہیں گے، قدم کے درمیان فاصلہ اور فرق نہ رہے۔

۱۰ رکوع میں دونوں گھٹنے بھی قریب قریب ملے رہیں گے۔

۱۱ عورتیں سجدے میں جاتے ہوئے سینہ جھکاتی ہوئی جائیں گی۔

۱۲ عورتیں سجدے کی حالت میں تمام اعضاء کو ایک دوسرے سے ملا کر اور لگا کر رکھیں گی، یعنی پیٹ ران سے، بازو پہلو سے مل جائے، اسی طرح ہر عضو ایک دوسرے سے ملا رہے گا۔

۱۳ کہنی بازو سمیت زمین پر بچھا دیں گی۔

۱۴ بیٹھنے کی حالت میں اپنے پیروں کو داہنے جانب نکال کر سرین پر بیٹھیں گی، یعنی سرین زمین پر رکھ دیں گی اور دائیں پیر کی پنڈلی کو بائیں پیر پر رکھیں گی اور بائیں کولہے پر بیٹھیں گی۔

۱۵ دو سجدوں کے درمیان اور تشہد میں خواہ اول ہو یا آخر اسی طرح بیٹھیں گی۔

۱۶ سجدے میں اور بیٹھنے کی حالت میں انگلیاں ایک دوسرے سے ملی رہیں گی، ان کے درمیان کشادگی نہ رہے گی۔

۱۷ فجر کی نماز عورتوں کو صبح صادق کے بعد جلد اندھیرے میں پڑھنا مسنون ہے۔

۱۸ عورتوں کو نماز میں زور سے قرأت وغیرہ ممنوع ہے۔

۱۹ عورتوں کی جماعت مکروہ ہے خواہ فرائض کی ہو یا نوافل کی ہو۔

۲۰ عورتوں کو مسجد میں تنہا یا شریک جماعت ہو کر نماز پڑھنا ممنوع ہے۔ (شامی جلد ۱ صفحہ ۵۰۴، بحر الرائق)

۲۱ عورتیں تراویح کی نماز گھروں میں جماعت کے ساتھ مرد کے پیچھے پڑھ سکتی ہیں۔



سجدہ سہو کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ طریقے اور تعلیم کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سہو بھی ہو جاتا

حضرت سلیمان ابن ابی حثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں سہو بھی ہو جاتا۔
(صحیح ابن خزیمہ صفحہ ۱۲۶)

حضرت ابن سعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ (پانچ رکعت پڑھانے پر) لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ نے پانچ رکعت پڑھا دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سجدے ادا کیے پھر سلام پھیرا، اور فرمایا: میں بھی ایک انسان ہوں۔ بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو۔ (ابن خزیمہ جلد ا صفحہ ۱۲۲)

بھول ہو جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ سہو ادا فرماتے

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز میں تین رکعت پر سلام پھیر دیا...... پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رکعت کو پورا کیا جو چھوٹا تھا۔ سلام کیا پھر دو سجدہ سہو ادا کیے پھر نماز کا سلام پھیرا۔ (مختصراً، مسلم صفحہ ۲۱۴، ترمذی صفحہ ۹۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے بعد سہو کا سجدہ کیا۔
(مسلم جلد ا صفحہ ۲۱۳)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سہو ہو گیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سجدہ سہو ادا کیے، پھر سلام پھیرا۔ (نسائی جلد ا صفحہ ۱۸۳)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ رکعت نماز پڑھا دیں کہا گیا کہ نماز میں زیادتی ہو گئی کیا۔ آپ نے فرمایا نہیں اور دو سجدے ادا کیے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۱۳۱)

اگر بھول جائے کہ کتنی رکعت ہوئی ہے تو کیا کرے

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو نماز میں

شک ہو جائے تو خوب اچھی طرح سوچ لے پھر اسی کے اعتبار سے نماز پوری کرے اور سلام کرے اور سجدہ سہو کرے۔ (دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۳۷۵، ابن ماجہ نسائی صفحہ ۱۸۴، طحاوی صفحہ ۲۵۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بھی انسان ہوں۔ جس طرح تم بھولتے ہو میں بھی بھولتا ہوں۔ میں بھول جاؤں تو مجھے یاد دلا دو اور جسے نماز میں شک ہو جائے تو تحری غور فکر کرے۔ یہ درستی کے قریب لانے والا ہے پھر (اسی اعتبار سے) نماز مکمل کرے اور دو سجدہ سہو کرے۔

(ابن ماجہ صفحہ ۸۵)

فائدہ: خیال رہے کہ نماز میں اگر رکعتوں کے بارے میں شبہ ہو جائے تو پریشان نہ ہو بلکہ دھیان دے اور غور کرے کہ کتنی رکعت ہوئی ہے۔ اس کے بعد جو ظن غالب ہو اسی پر عمل کرے اور اتنی ہی رکعت سمجھے اور سجدہ سہو کرے۔ ویسے دھیان اور توجہ سے پڑھے تو سہو کا واقعہ کم ہوگا۔

کمی یا زیادتی میں شک ہو جائے تو کیا کرے

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے نماز میں کسی کو شک ہو جائے تو شک کو دور کرے اور یقین حاصل کر کے اس کے مطابق نماز پوری کرے اور جب یقین ہو جائے تو سجدہ سہو کرے۔ (نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۸۳، ابن ماجہ صفحہ ۸۴)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو نماز میں بھول ہو جائے نہیں معلوم کہ ایک پڑھی ہے یا دو پڑھی ہیں، تو ایک سمجھ کر پوری کرے اور اگر شبہ ہو جائے کہ دو ہیں یا تین تو دو سمجھ کر پوری کرے، تین اور چار میں شک ہو جائے تو تین پر بنا کرے، اور سلام سے قبل دو سجدہ سہو کرے۔ (طحاوی جلد ۱ صفحہ ۲۵۱)

فائدہ: خیال رہے کہ نماز کی رکعتوں کے متعلق اگر شبہ ہو جائے اگر یہ پہلی مرتبہ ہے تو نماز کا اعادہ کرے، اگر اکثر پیش آتا رہتا ہے تو تحری اور غور و فکر کے بعد اسے جس طرف ظن غالب ہو جائے اس پر عمل کرے، اگر تحری کے ذریعہ وہ ظن غالب حاصل کر سکتا ہے تو پھر کمی زیادتی میں کمی کا اعتبار کر کے نماز کو پوری کرے جیسا کہ عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے۔

دو رکعت پر کھڑا ہونے لگے تو کیا کرے

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام (یا مقتدی بھی) دو رکعت پر کھڑا ہونے لگے اگر یاد آ جائے پوری طرح کھڑا ہونے سے پہلے تو بیٹھ جائے اگر پورا کھڑا ہو جائے تو نہ

بیٹھے اور دو سجدہ سہو کرے۔ (سنن دارمی صفحہ ۳۷۸، ابن ماجہ، سنن کبریٰ صفحہ ۳۴۴)

حضرت عامر کہتے ہیں کہ میں نے نعمان بن بشیر کے پیچھے نماز پڑھی وہ دو رکعت پر کھڑے ہوگئے، لوگوں نے سبحان اللہ کہا تو بیٹھ گئے، جب فارغ ہوئے تو سجدہ سہو کیا اور ہم نے بھی سجدہ سہو کیا، یہ اس وقت ہوا تھا جب کہ وہ پورے طور پر کھڑے نہ ہوئے تھے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۴۴)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ دو رکعت ہونے پر تشہد کے لئے بیٹھنا چاہئے اگر بھول سے نہ بیٹھے اٹھنے لگے تو اس وقت اپنی حالت یاد آنے کے وقت دیکھنی چاہئے کہ اگر وہ بیٹھنے کے قریب ہے تو تب تو بہر صورت بیٹھ جائے۔ اور اگر یہ کھڑے ہونے کے قریب ہے تو پھر اب نہ بیٹھے بلکہ کھڑا ہی ہوجائے اور آخر میں سجدہ سہو کرے۔

اگر بھولے سے دو رکعت پر کھڑا ہوجائے تو اب نہ بیٹھے

حضرت مغیرہ بن شعبہ نے نماز پڑھائی اور دو رکعت پر کھڑے ہوگئے لوگوں نے سبحان اللہ کہا تب بھی نہ بیٹھے، پھر سلام پھیرا سجدہ سہو کیا اور کہا کہ میں نے اسی طرح آپ ﷺ کو کرتے ہوئے دیکھا۔ (سنن کبریٰ)

قیس کہتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے نماز پڑھائی دو رکعت پر کھڑے ہوگئے، لوگوں نے سبحان اللہ کہا چنانچہ وہ اسی طرح کھڑے رہے، پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو کہا میں نے اسی طرح کیا جس طرح آپ ﷺ نے کیا یعنی کھڑے ہوجانے پر لوٹ کر بیٹھے نہیں۔ (سنن کبریٰ)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر دو رکعت پر بیٹھنے کے بجائے سیدھا کھڑا ہوگیا، تو اب یاد آجانے پر یا کسی کے لقمہ دینے پر نہ بیٹھے کھڑا ہی رہے اور سجدہ سہو کرے۔

مقتدی کو اگر سہو ہوجائے تو خود سجدہ نہ کرے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا امام اپنے مقتدی کے لئے کافی ہے، پس اگر امام کو سہو ہوجائے تو اس پر سجدہ سہو ہے، اور مقتدی پر بھی کہ وہ امام کے ساتھ سجدہ کرے، اگر مقتدی کو سہو ہوجائے تو اس پر سجدہ سہو نہیں ہے بلکہ امام اس کے لئے کافی ہے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۵۲، تلخیص الخبیر جلد ۲ صفحہ ۶)

فائدہ: مقتدی کو اقتداء کی حالت میں امام کے پیچھے سہو ہوجائے تو اس پر سجدہ سہو نہیں ہے ہاں چھوٹی نماز میں جو پورا کر رہا تھا سہو ہوجائے تو اس پر سجدہ سہو ہے۔

اگر سمع اللہ کے بجائے اللہ اکبر کہہ دیا تو سجدہ سہو نہیں ہے

حضرت امام شعبی سے پوچھا گیا کہ "سمع اللہ لمن حمدہ" کی جگہ اگر "اللہ اکبر" کہہ دیا تو کیا سجدہ سہو کرے گا،

جواب دیا کہ اس پر سجدہ سہو نہیں ہے۔ (مسند عبدالرزاق جلد ۱ صفحہ ۳۲۸)

فائدہ: چونکہ یہ کہنا سنت ہے اور سنت کے سہو پر سجدہ سہو نہیں ہے۔

اگر فرض کی رکعت زائد ہوجائے تو آپ ﷺ سجدہ سہو کرتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے عصر کی نماز پانچ رکعت پڑھا دی تو آپ ﷺ نے بیٹھنے میں (آخری تشہد میں) سجدہ سہو ادا کیا۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۵۲)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ظہر کی نماز پانچ رکعت پڑھا دی تو سجدہ سہو کیا۔ (بخاری و مسلم صفحہ ۱۶۲، تلخیص الحبیر جلد ۲ صفحہ ۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ زائد ہوجانے پر تو سجدہ سہو کرے۔ فقہاء نے بیان کیا کہ ایک رکعت ملا دے تاکہ چار فرض اور دو رکعت نفل ہوجائے، بشرطیکہ چوتھی کے تشہد کے بعد بھولے سے اٹھا ہو، مزید تفصیل کتب فقہ میں دیکھئے۔

سجدہ سہو سلام کے بعد فرماتے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ذوالیدین کے واقعہ میں (کہ سہو ہوجانے پر آپ ﷺ کو یاد دلایا تھا) آپ ﷺ نے سلام کے بعد سجدہ سہو ادا کیا۔ (نسائی صفحہ ۱۸۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ظہر کی نماز پانچ رکعت پڑھا دی تو کہا گیا نماز میں زیادتی ہوگئی یا بھول ہوگئی، تو اس پر آپ ﷺ نے سلام کے بعد دو سجدہ سہو ادا کئے۔
(دار قطنی صفحہ ۱۷۷، ترمذی صفحہ ۹۰، ابن خزیمہ صفحہ ۱۳۱، طیالسی صفحہ ۱۱۱)

علقمہ نے ذکر کیا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سہو پیش آ گیا تو سلام کے بعد سجدہ سہو ادا کیا اور فرمایا کہ آپ ﷺ نے بھی ایسا ہی کیا۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۳۸۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ظہر کی دو رکعت پر سلام پھیر دیا، لوگوں نے کہا کیا نماز کم ہوگئی، تو آپ ﷺ نے دو رکعت پوری کی پھر سلام کیا اور سجدہ سہو ادا کیا۔ (نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۹۲)

فائدہ: آپ ﷺ سے سجدہ سہو سلام کے بعد بھی منقول ہے اور سلام سے قبل بھی منقول ہے، ان روایات مذکورہ میں آپ سے اولاً سلام پھر سجدہ سہو منقول ہے۔ چنانچہ احناف اور بیشتر علماء نے اسی مسنون طریقے کو اختیار کیا ہے، اور آپ ﷺ سے اسی طرح حکم بھی منقول ہے کہ سلام کے بعد دو سجدے سہو کرو۔

حضرت ثوبان نبی پاک ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا، ہر سہو پر سلام کے بعد دو سجدے ہیں۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۳۷، سنن ابن ماجہ، مسند عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۳۲۲)

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، ان کو نماز میں سہو ہوگیا، انہوں نے سلام کیا سجدہ سہو ادا کیا پھر ہماری جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا میں نے اسی طرح کیا جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا۔ (مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۱۵۴)

فائدہ: یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کے بعد سجدہ سہو کرتے دیکھا، چنانچہ محدث ابن خزیمہ نے اسی طریقہ کو مسنون اور رائج قرار دیتے ہوئے باب قائم کیا ہے اور کہا: **والدليل ان هاتين السجدتين انما يسجد هما المصلي بعد السلام لا قبل۔** (جلد ۲ صفحہ ۱۱۷)

سہو کے سجدے میں تکبیر کہتے ہوئے سجدہ کرتے

حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی دو رکعت پر کھڑے ہوگئے تھے، تشہد میں بیٹھے نہیں تھے، جب نماز پوری ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سجدہ سہو ادا کیے، اور ہر سجدہ تکبیر کے ساتھ کرتے یعنی تکبیر کے ساتھ سجدے میں گئے۔ (نسائی صفحہ ۱۸۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالیدین کے واقعہ میں (سجدہ سہو میں) تکبیر کہی پھر سجدہ سہو ادا کیا۔ (سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۳۵۴)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ سجدہ سہو جب ادا کرے تو سجدہ میں جاتے ہوئے تکبیر "اللہ اکبر" کہتا ہوا جائے، دونوں مرتبہ تکبیر کہتا ہوا سجدے میں جائے، اور اٹھے۔

سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھتے پھر نماز کا سلام پھیرتے

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سہو ہوگیا، تو آپ نے دو سجدہ سہو ادا کیے، پھر تشہد میں بیٹھے، پھر سلام پھیرا۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۳۵۵، ترمذی صفحہ ۹۰، ابن خزیمہ صفحہ ۱۳۴)

حضرت عبداللہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تشہد پڑھو، پھر سلام پھیرو۔

(دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۳۷۸)

حضرت سعید بن محمد کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، سجدہ سہو کیا پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیرا۔

(ابن خزیمہ صفحہ ۱۳۴)

حضرت شعبی نے بیان کیا کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ سہو سے سر اٹھانے کے بعد تشہد پڑھا پھر سلام پھیرا۔ (سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۳۵۵)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ شک ہو جائے تین یا چار میں اور زیادہ گمان ہو کہ

چار رکعت ہوگئی ہیں تو تشہد پڑھ کر بیٹھنے کی حالت میں سجدہ سہو کرو سلام سے پہلے پھر تشہد پڑھو پھر سلام پھیر لو۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۳۵۶)

فَائِدَۃ: اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ سہو کے بعد پھر تشہد، درود اور دعائے ماثورہ پڑھے، پھر نماز کا سلام پھیرے۔

دعائے قنوت چھوٹ جائے تو سجدہ سہو کرے

حضرت حسن بصری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی سے مروی ہے کہ جو وتر میں قنوت بھول جائے، وہ سجدہ سہو کرے، یہی سفیان بھی کہتے ہیں۔ (سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۳۵۰)

وتر میں قنوت کا پڑھنا واجب ہے، اور واجب چھوٹ جائے تو سجدہ سہو کرنا لازم ہوجاتا ہے، اس لئے وتر میں قنوت کے چھوٹ جانے پر سجدہ سہو کرے۔

نماز میں اِدھر اُدھر کی بات آجائے ذہن منتشر ہوجائے تو سجدہ سہو نہیں

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا میری امت سے وساوس جو ان کے ذہن میں بات آئے سب معاف ہیں تاوقتیکہ زبان سے کلام نہ کرے یا اس پر عمل نہ کرے۔

(بخاری صفحہ ۷۹۴، مشکوٰۃ صفحہ ۱۸)

فَائِدَۃ: اس سے معلوم ہوا کہ محض سوچ فکر و ذہنی انتشار سے گو خشوع میں فرق ہوجائے مگر اس سے سجدہ سہو واجب نہ ہوگا کہ یہ معاف ہیں۔

نگاہ کے اِدھر اُدھر ہونے اور ذہن کے انتشار پر سجدہ سہو نہیں

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ حضرت نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو ابوجہم نے ایک خوبصورت شال چادر دی، آپ نے اس میں نماز پڑھی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا ابوجہم کی اس چادر کو واپس کرو اس کی خوبصورت ڈیزائنوں کی جانب نماز میں نگاہ پڑگئی، قریب تھا کہ میں فتنہ میں پڑجاتا (نماز فاسد یا خراب ہوجاتی)

اس پر حضرت امام شافعی فرماتے ہیں ہمیں یہ علم نہیں پہنچا کہ آپ نے اس پر سجدہ سہو کیا اسی طرح حضرت ابوطلحہ کے باغ پر نگاہ پڑنے میں (اور ذہن کے منتشر ہونے میں) جس کی اطلاع آپ کو ہوئی آپ نے سجدہ سہو کرنے کا حکم دیا ہو ہمیں اس کا علم نہیں ہوا۔ (سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۳۴۹)

فَائِدَۃ: اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں کسی کو دیکھ کر یا بلا دیکھے خیالات منتشر ہوں اور ذہن ہٹ جائے تو یہ خشوع کے تو خلاف ہے مگر سجدہ سہو واجب نہیں اگر ایسا ہوتا تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خود کرتے اور حضرت ابوطلحہ کو سجدہ سہو کا حکم دیتے۔

اگر سجدہ سہو بھول جائے نہیں کیا اور سلام پھیر دیا تو

مغیرہ نے حضرت ابراہیم نخعی سے پوچھا کہ نماز سے کچھ چھوٹ جائے اور اسے یاد نہ رہے اور بھول کر سلام بھی کرلیا، تو اب کیا کرے، ابراہیم نخعی نے جواب دیا کہ وہ نماز میں داخل ہوجائے اور چھوٹی ہوئی کو پورا کرے اور سجدہ سہو ادا کرے۔ (مسند عبدالرزاق جلد۲ صفحہ ۳۱۶)

حضرت جریج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے معلوم کیا کہ سجدہ سہو کرنا بھول گیا اور بات بھی کرلی یا یاد آ گیا مگر کھڑا نہ ہوا (یعنی نماز سے الگ نہ ہوا) تو کیا ہوگا! آپ نے فرمایا اگر نماز پوری کرلی (اور سجدہ یاد نہ آیا اور پوری کرنے کے بعد یاد آیا) تب بھی سجدہ سہو کرلو، بشرطیکہ گفتگو اور کلام نہ کیا ہو۔ (عبدالرزاق جلد۲ صفحہ ۳۲۴)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ کسی بھول وغیرہ کی وجہ سے سجدہ سہو واجب تھا۔ جب تشہد کے بعد سجدہ سہو کے کرنے کا وقت آیا تو سجدہ بھول گیا اور سلام پھیرلیا اور اٹھ بھی گیا تو ایسی صورت میں اگر اس نے کسی سے کلام وگفتگو نہ کی ہو اور نہ وضو وغیرہ ٹوٹا ہو تو فوراً بیٹھ جائے اور سجدہ سہو کرے تو یہ صحیح ہوجائے گا ورنہ تو پھر وقت نماز کا ہو تو دوبارہ پڑھنا ہوگی۔

اٹھنے کے بجائے بیٹھ جائے یا بیٹھنے کے بجائے اٹھ جائے تو سجدہ سہو کرے

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا سجدہ سہو نہیں ہے مگر یہ کہ بیٹھنے کے بجائے کھڑا ہوجائے، یا کھڑا ہونے کے بجائے بیٹھ جائے۔ (تلخیص الخبیر جلد۲ صفحہ۳، دارقطنی)

فَائِدَہ: چونکہ یہ واجبات کا ترک ہے، اور ترک واجب پر سجدہ ہے، مگر خیال رہے کہ تھوڑا ہی اٹھا تھا بیٹھنے ہی کے قریب تھا پھر بیٹھ گیا تو سجدہ سہو واجب نہیں، اور کھڑے ہونے کے قریب ہوگیا تو پھر کھڑا ہی ہوجائے اس صورت میں جب کہ چار رکعت والی نماز میں دو رکعت پر یہ واقعہ پیش آیا ہو، مزید مسائل کتب فقہ میں دیکھئے۔



مکروہات اور ممنوعات نماز کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ تعلیمات کا بیان

نماز میں انگلیوں کے چٹخانے سے منع فرماتے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں انگلیاں چٹخانے سے منع فرمایا ہے۔

(ابن ماجہ، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۵۱۵)

فائدہ: حدیث پاک میں نفع کا لفظ ہے جس کے معنی انگلیوں کا ایسی طرح دبانا کہ اس سے آواز نکلے۔ جسے اردو زبان میں انگلیوں کا بجانا اور چٹخانا کہتے ہیں، یہ فعل اور حرکت نماز میں ممنوع ہے۔

(نیل الاوطار صفحہ ۳۳۶، سعایہ صفحہ ۴۴۶)

شرح منیہ میں ہے کہ انگلیوں کو خواہ کھینچے یا دبائے جس سے آواز نکلے مکروہ ہے، شامی میں ہے مکروہ تحریمی ہے۔ (صفحہ ۶۴۲)

مستصفی کے حوالے سے ہے کہ انگلیوں کا چٹخانا لوطیوں کی عادت ہے اور لوطیوں کی مشابہت مکروہ ہے۔

(کبیری صفحہ ۳۴۹)

مسجد میں بیٹھے ہوئے بھی چٹخانا مکروہ ہے۔ (شامی صفحہ ۶۴۲)

بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد انگلیاں یا اور جسم کے جوڑ کو چٹخاتے ہیں یہ نہایت قبیح حرکت ہے مکروہ تحریمی ہے بعض جگہ تو اللہ کی پناہ ہر طرف سے انگلیوں کے چٹخانے کی آواز سے مسجد بھر جاتی ہے، بڑی لعنت والی بات ہے ہر شخص کو اس سے احتیاط کرنی چاہئے، اس منکر پر اہل صلاح کو نکیر کرنی چاہئے خصوصاً مدارس کی مساجد میں تو اور بری بات ہے۔

کمر پر ہاتھ رکھنا ممنوع ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنے کے متعلق فرمایا کہ یہ اہل جہنم کے راحت کی صورت ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۲۶، مجمع صفحہ ۸۵، ترمذی صفحہ ۸۷، سنن کبریٰ)

فائدہ: علامہ عینی نے لکھا ہے کہ یہ طریقہ چونکہ مسنون ہیئت "ہاتھ پر ہاتھ رکھنا" کے خلاف ہے، مزید اظہار

مصیبت کی علامت ہے اور نماز مناجات خدا کی حالت ہے اس لئے یہ مکروہ ہے۔ (بنایہ جلد ۲ صفحہ ۴۴۷، کبریٰ صفحہ ۳۵۰)

بالوں کی چٹیا باندھ کر مردوں کا نماز پڑھنا منع ہے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو منع فرمایا کہ بالوں کی چوٹیاں باندھ کر نماز پڑھیں۔ (مجمع صفحہ ۸۶، کنز العمال عن ابی رافع جلد ۷ صفحہ ۵۱۶)

فائدہ: حدیث پاک میں "عقص" کا لفظ ہے، جس کا مطلب بالوں کو بیچ سر میں جمع کر کے باندھ دینا، (جیسا کہ عموماً سکھوں کے بچے کرتے ہیں) بعضوں نے کہا کہ عورتوں کی طرح چوٹی باندھ کر گردن پر ڈال دینا، بحر میں ہے کہ مردوں کو نماز کے باہر بھی ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (اعلاء صفحہ ۹۲)

منہ بند کر کے نماز پڑھنا منع ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سدل سے اور منہ بند کر کے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۹۴)

فائدہ: چادر یا کسی رومال کو اس طرح لپیٹ اور باندھ کر نماز پڑھنا کہ منہ بند ہو جائے مکروہ ہے۔ (کبریٰ صفحہ ۳۴۵)

مسجد کے محراب میں نماز مکروہ ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ محراب میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۴۸)

فائدہ: محراب کی حد میں خواہ امام ہو یا مقتدی نماز مکروہ ہے، شرح کبیری میں ہے کہ اگر امام کا پیر محراب سے باہر مسجد میں ہے تو کوئی کراہت نہیں، اگر امام کا پیر محراب کی دیوار کے اندر ہے تو نماز مکروہ ہو جائے گی۔ (صفحہ ۳۶۰)

درمختار میں ہے کہ اعتبار امام کے پیر کا ہے۔ (شامی صفحہ ۶۴۵)

امام کا اونچائی پر اور مقتدی کا نیچے کھڑا ہونا مکروہ ہے

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ امام اونچائی پر اور مقتدی نیچے ہو۔ (ابوداؤد صفحہ ۸۸، ترمذی، شامی جلد ۱ صفحہ ۶۴۶)

فائدہ: امام کا تنہا ایک ہاتھ اونچائی کی مقدار پر کھڑا ہونا مکروہ ہے، ہاں اس سے کم کی اجازت درمختار میں ہے۔ (شامی صفحہ ۶۴۶)

ہاں نماز کے علاوہ میں اونچائی پر کھڑا ہونا مکروہ نہیں ہے، جس طرح امام کا تنہا کھڑا ہونا مکروہ ہے اسی طرح

مقتدی کا بھی تنہا اونچے مقام پر کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ (شامی صفحہ ٦٤٧)

ناک اور آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا منع ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم نماز پڑھو تو اپنی آنکھوں کو بند مت کرو۔ (مجمع جلد ٢ صفحہ ٨٢، کنز العمال جلد ٧ صفحہ ٥١٥، طبرانی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اس بات سے کہ تم میں سے کوئی نماز پڑھے اور اس کی ناک پر کوئی کپڑا ہو (یعنی ناک ڈھکی ہو)۔ (مجمع الزوائد، کنز العمال جلد ٧ صفحہ ٥١٩)

فائدہ: کبیری شرح منیہ میں ہے کہ آنکھیں بند کر کے نماز مکروہ ہے۔ (صفحہ ٣٥١)

شدید بھوک کی حالت میں نماز مکروہ ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے سامنے رات کا کھانا آجائے اور نماز کھڑی ہو جائے تو پہلے کھانا کھالو۔ (بخاری صفحہ ٩٢، ابن ماجہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھانا سامنے ہو تو نماز نہیں۔
(فتح الباری جلد ٣ صفحہ ١٦٠)

فائدہ: حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ اگر دل کھانے کی طرف نہ لگا ہو (بھوک بھی شدید نہ ہو تو) جماعت میں شریک ہو جائے۔ اگر بھوک ہو اور کھانے کی ضرورت ہو رہی ہو تو کھانا کھالے، امام غزالی نے بیان کیا کہ اگر کھانا خراب (مثلاً جو گرم کھایا جاتا ہو ٹھنڈا ہونے سے بدمزہ ہو جاتا ہے) ہونے کی شکل میں پہلے کھانا کھالے، پھر نماز پڑھے۔ (فتح الباری جلد ٣ صفحہ ١٦٠)

شوہر سے لڑائی اختیار کرنے والی عورت کی نماز مکروہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین لوگوں کی نہ نماز قبول ہوتی ہے اور نہ ان کی کوئی نیکی اوپر چڑھتی ہے:

1. بھاگا ہوا غلام جب تک کہ آقا کے پاس نہ آجائے، اور اس کے ہاتھ پر ہاتھ نہ رکھ دے۔
2. شوہر سے ناراض جھگڑنے والی عورت تاوقتیکہ وہ اسے خوش نہ کر دے۔
3. شراب مست تاوقتیکہ ہوش میں نہ آجائے۔ (ابن خزیمہ جلد ٢ صفحہ ٦٩)

فائدہ: ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین لوگوں کی نماز کان سے اوپر نہیں اٹھتی:

1. بھاگے ہوئے غلام کی جب تک کہ وہ واپس نہ آجائے۔
2. اس عورت کی جس سے اس کا شوہر ناراض ہو۔

۳ جو قوم کی امامت کرے اور قوم اس سے ناراض ہو۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۳۴)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ شوہر سے کسی معمولی بات پر ناراض ہو کر بیٹھ جانا، منہ پھلا لینا سلسلہ کلام منقطع کر دینے سے نماز جو پڑھی جائے گی قبول نہ ہوگی، اور اس میں کراہت پیدا ہوگی، دراصل تنبیہ ہے کہ ایسی بری باتوں پر قائم نہ رہے فوراً اس کا ازالہ کردے کہ یہ چیزیں جس طرح معاشرتی امور پر موثر ہوتی ہیں اس طرح عبادت کو بھی خراب کرتی ہیں۔

نماز میں ہر قسم کے کلام و گفتگو سے منع فرماتے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گفتگو نماز کو توڑ دیتی ہے۔
(تلخیص الخبیر صفحہ ۳۰۱، دارقطنی)

حضرت معاویہ بن حکم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہماری نماز میں انسانی کلام کی گنجائش نہیں۔ (تلخیص صفحہ ۲۹۹)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ (پہلے) نماز کی حالت میں ہم لوگ اپنے بغل والے سے گفتگو کر لیتے تھے، یہ آیت نازل ہوئی: "قوموا للّٰه قانتين" اللہ کے لئے خاموشی کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ، تو خاموش ہونے کا حکم دے دیا گیا اور کلام سے روک دیا گیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۳۷)

فائدہ: نماز میں کلام اور گفتگو خواہ کسی قسم کا ہو، بھول کر ہو یا ضرورت سے ہو نماز سے متعلق ہو یا نہ ہو نماز کو فاسد کر دیتا ہے، چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز میں کلام کی گنجائش نہیں اس طرح کھانسنے سے اگر حروف نکل جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۳۹۵)

سامنے یا بغل میں جاندار کی تصویر ہو تو نماز مکروہ ہے

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس گھر میں فرشتے نہیں داخل ہوتے، جس گھر میں کتے ہوں یا کوئی جاندار کی تصویر ہو۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۰۸، طحاوی)

حضرت ابوسعید فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں جاندار کی تصویر ہو، فتح القدیر میں ہے کہ تصویر سامنے مثلاً دیوار وغیرہ پر ہو تو سخت کراہت ہے۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۰۸)

فائدہ: شرح منیہ میں ہے کہ نمازی کے سامنے یا دائیں بائیں جانب تصویر ہو تو مکروہ ہے۔ (کبریٰ صفحہ ۳۵۹)

اسی طرح اگر نمازی کے سامنے دیوار پر کوئی تصویر لٹکی یا لگی ہو تو مکروہ ہے۔ (کبیری صفحہ ۳۵۸)

اگر کوئی آدمی کھڑا ہو تو اس کے چہرے کے رخ کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ ہے، اگر پڑھ لی تو لوٹانا واجب ہوگا۔
(کبیری صفحہ ۳۵۸)

شامی میں ہے تصویر سر کے اوپر ہو یا سامنے ہو مکروہ ہے۔ (صفحہ ۶۴۹)

عنایہ میں ہے کہ نماز کی جگہ کا ان چیزوں سے خالی رکھنا ضروری ہے جو فرشتوں کے نہ آنے کا سبب ہو یعنی تصویر اور کتے۔ (عنایہ فتح القدیر جلد ا صفحہ ۳۱۹)

لہٰذا گھروں میں جاندار کی تصویروں کا ہونا درست نہیں اور ایسے گھر میں نماز مکروہ ہوتی ہے، ہاں غیر جاندار کی تصویر جائز ہے۔

خوشنما رنگین اور چٹکیلے لباس پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ابوجہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خوبصورت نقش والی چادر ہدیۃً دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے پہن کر نماز کے لئے تشریف لے گئے واپس ہوئے تو فرمایا یہ چادر ابوجہم کو واپس کردو، اس کے نقش و نگار نے مجھے نماز میں خشوع سے باز رکھا۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۶۵)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ایسا چنکیلا خوشنما لباس پہن کر نماز پڑھنا جس سے ذہن نماز میں کپڑے کی خوشنمائی کی طرف متوجہ ہو جائے اور خشوع جاتا رہے، ممنوع اور مکروہ ہے۔

چلا کر خوب زور سے قرأت مکروہ ہے

جابر بن عبداللہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ شب رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف لائے اور لوگ نماز (نفل یا تراویح) پڑھ رہے تھے، آپ نے فرمایا ایک دوسرے پر زور زور سے مت پڑھو۔

(مطالب عالیہ جلد ا صفحہ ۱۴۷)

فائدہ: خواہ مسجد میں خواہ گھر میں چلا کر قرآن یا نماز میں قرآن پڑھنا منع ہے چونکہ اس سے دوسروں کو ضرر ہوتا ہے۔

کرتے یا کپڑے کو نماز میں سمیٹنا ممنوع ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑا لٹکا کر نماز پڑھنے سے اور کپڑے اور بال کے سمیٹنے سے منع فرمایا ہے۔ (بنایہ صفحہ ۴۵۵)

فائدہ: نماز کی حالت میں کپڑے یا دامن کو سمیٹنا مکروہ ہے، بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ سجدے میں جاتے ہوئے کپڑے کو سیدھا کرتے ہیں یہ بھی مکروہ ہے، اسی طرح آستین کا موڑنا یا سمیٹنا خواہ نہ کھلے اسے بھی مکروہ لکھا ہے۔ (شامی صفحہ ۶۴۰)

کسی کپڑے کو بلا باندھے لٹکا کر نماز ممنوع ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سدل سے منع فرمایا۔

(ابوداؤد صفحہ ۹۴، ترمذی صفحہ ۸۷، حاکم)

فَائِدَۃ: حدیث پاک میں سدل سے منع فرمایا گیا ہے، سدل کا مفہوم کبیری میں یہ ہے کہ کسی کپڑے (چادر یا رومال وغیرہ) کو سر پر یا کندھے پر رکھے اور اس کے دونوں اطراف کو لٹکتا چھوڑ دے مطلب یہ ہے کہ لٹکانا بغیر باندھے ہو۔ (صفحہ ۲۴۷)

سدل مکروہ میں یہ بھی داخل ہے کہ لمبے کوٹ یا قبا اور اچکن وغیرہ پہنے اور بٹن یا بندھن ڈوری وغیرہ نہ لگائے چنانچہ گن جو لمبا کوٹ ہوتا ہے، اس کی ڈوری گم ہو جانے پر بلا باندھے پڑھ لیتے ہیں یہ بھی مکروہ ہے اور اس پر سدل کی تعریف صادق آتی ہے۔ کبیری میں ہے قباء بلا باندھے مکروہ ہے۔ (صفحہ ۳۴۸)

اسی طرح رومال لٹکانا مکروہ ہے۔ (شامی جلد ا صفحہ ۶۳۹)

اونگھ کی حالت میں نماز پڑھنا منع ہے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ جب تم میں سے کسی کو نماز میں اونگھ آئے تو وہ بستر پر سو جائے، چونکہ اسے ایسی حالت میں نہیں معلوم کہ وہ اپنے لئے دعا کر رہا ہے یا بددعا۔

(کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۵۲۹، ترمذی صفحہ ۸۱، نسائی، ترغیب صفحہ ۴۲۴)

رکوع اور سجدہ میں قرآن کی کسی آیت کا پڑھنا منع ہے

حضرت ابو موسیٰ اور حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے جنابت کی حالت میں اور رکوع وسجدہ کی حالت میں قرآن پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

فَائِدَۃ: جس مقام پر جو ذکر اور اذکار شارع نے متعین کر دیا ہے اس کے خلاف دوسرے اذکار مکروہ ہیں، رکوع وسجدہ میں تسبیح متعین ہے، لہٰذا تسبیح کے خلاف قرآن کا پڑھنا ممنوع ہوگا۔ (مجمع صفحہ ۸۵)

نماز میں جمائی لینا مکروہ ہے

حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نماز میں جمائی کو مکروہ سمجھتے تھے۔

(مجمع صفحہ ۸۶)

فَائِدَۃ: جمائی آئے تو اسے حتی الوسع دور کرے سستی کی وجہ سے بالقصد جمائی کا لانا مکروہ تحریمی ہے، جمائی آنے کے وقت منہ کو بند رکھنا بہتر ہے۔ (شامی صفحہ ۶۴۵)

نماز میں دائیں ہاتھ کے اندرونی سے یا پشت کی طرف سے روکے۔ (شامی)

نماز میں کپڑے یا جسم کو ہاتھ لگائے رہنا، کھیلنا مکروہ ہے

یحییٰ بن بشیر سے مرسلاً منقول ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اللہ نے تین چیزوں کو مکروہ قرار دیا ہے، نماز میں کھیلنا، روزے میں رفث (بے پرواہی اختیار کرنا)، قبرستان میں ہنسنا۔ (بنایہ صفحہ ۴۴۳)

نماز میں ہنسنا مکروہ ہے

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز کے لئے کھڑا ہو تو اعضاء کو سکون سے رکھے اور ہلے نہیں یہود کی طرح اعضاء کا سکون سے رکھنا نماز کے اتمام میں سے ہے۔ (کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۱۹۹)

فائدہ: نماز میں حرکت کرنا ہلنا گویا مستی کی شکل اختیار کرنا ممنوع ہے اور بے ادبی ہے۔

پاخانہ پیشاب کے تقاضہ کے وقت نماز مکروہ ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نماز نہ پڑھی جائے اس حال میں کہ پاخانہ پیشاب کے تقاضے کو دبا رہا ہو۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۲)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں کوئی نماز نہ پڑھے جب اسے پاخانہ پیشاب کی ضرورت ہو۔ (ابن ماجہ صفحہ ۴۸، مجمع صفحہ ۷۹)

عبداللہ بن ارقم کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب نماز کا وقت آ جائے اور تم میں سے کسی کو پاخانہ پیشاب لگے تو پہلے اس سے فارغ ہو جائے، اس کے بعد نماز پڑھے اس حالت میں نماز مت پڑھو کہ اس کو دبا رہے ہو۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۵۲۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ تم ایسی حالت میں نماز پڑھو کہ پاخانہ یا پیشاب کے تقاضے کو دبا رہے ہو۔ (کنز العمال صفحہ ۵۲۳، ابوداؤد صفحہ ۱۲)

حضرت عبداللہ ارقم کا واقعہ ہے کہ وہ حج یا عمرے کے ارادے سے نکلے ان کے ساتھ لوگ بھی تھے اور یہ امامت کرتے تھے، ایک دن صبح کی جماعت کھڑی ہوگئی تو انہوں نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی آگے بڑھ جائے اور وہ پاخانہ چلے گئے۔ فرمایا کہ میں نے رسول پاک ﷺ سے سنا کہ جب کوئی پاخانہ جانے کا ارادہ رکھتا ہو اور جماعت کھڑی ہو جائے تو اولاً پاخانہ چلا جائے۔ (ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۲)

فائدہ: اگر پاخانہ یا پیشاب اس طرح لگ رہا ہو کہ نماز میں پریشانی اور خشوع کے غائب ہو کر انتشار کا سبب ہو جائے تو نماز کا پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، اگر نماز شروع کر دی پھر پاخانہ یا پیشاب کی حاجت کا احساس ہوا تو بھی نماز توڑ کر فارغ ہو کر پھر سے نماز پڑھے، اگر پڑھ لیا تو کراہت کے ساتھ نماز ہو گئی۔ (کبیری صفحہ ۲۶۶)

اگر خطرہ ہے کہ پاخانہ و پیشاب کرنے کی وجہ سے جماعت چھوٹ جائے گی تو جماعت چھوٹ جانے دے اور پاخانہ پیشاب کی حاجت سے فارغ ہو جائے۔ شامی میں ہے اگر پاخانہ پیشاب لگ رہا ہو اور وقت ختم ہونے کا خوف نہ ہو تو نماز توڑ دے، نماز میں بالوں کو سمیٹنا مکروہ ہے۔ (صفحہ ۶۴۱)

دونوں ہاتھوں کی انگلیاں جوڑنا منع ہے

کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جس نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو جوڑ کر ملا رکھا تھا، آپ نے ان کی انگلیاں کھول دیں۔ (ابن ماجہ صفحہ ۶۸، کنز العمال)

فائدہ: حدیث پاک میں تشبیک کا لفظ آیا ہے، جس کا مفہوم ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرنا ہے۔

انتہائی میلے کچیلے کپڑوں میں نماز پڑھنا منع ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم نماز پڑھو تو دو کپڑوں (کرتا پاجامہ یا لنگی) میں نماز پڑھو، بس اللہ پاک زیادہ اس کا مستحق ہے کہ تم اس کے سامنے زینت اختیار کرو۔
(مجمع صفحہ ۵۱)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ انتہائی میلے کپڑوں میں نماز پڑھ رہا ہے تو آپ نے (زجراً) اس سے پوچھا کہ اچھا یہ بتاؤ، اگر تم کو کسی کے پاس بھیجا جائے تو تم اس کپڑے میں جانا چاہو گے، کہا نہیں، اس پر فرمایا اللہ زیادہ مستحق ہے کہ تم اس کے لئے خوشنمائی اور زینت اختیار کرو۔ (اعلاء السنن جلد ۵ صفحہ ۱۰۵)

عورتوں کے کپڑوں میں نماز منع ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے کپڑے میں نماز نہیں پڑھتے تھے۔
(ترمذی صفحہ ۱۶۱)

فائدہ: کپڑے سے مراد بستر نہیں بلکہ پہننے اور اوڑھنے والے کپڑے مراد ہیں، چونکہ عموماً عورتوں کے کپڑے خوشنما، رنگین اور چمکیلے ہوتے ہیں، اس لئے منع ہے مزید مردوں کے وقار اور شرافت کے خلاف ہے کہ وہ عورتوں کے کپڑوں کو پہنیں، بلکہ ذلت کی بات ہے، چنانچہ ذلت آمیز اور مضحکہ خیز کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

نماز میں انگڑائی لینا منع ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں انگڑائی لینے سے منع فرمایا ہے۔
(دارقطنی، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۵۱۵)

بلا عذر چہار زانو نماز میں بیٹھنا منع ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقعاء اور چہار زانو بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔
(مجمع جلد ۲ صفحہ ۸۶)

فائدہ: چہار زانو بیٹھنا تواضع اور انکساری کے خلاف ہے، اور نماز میں تواضع و انکساری مطلوب ہے، اس لئے

مکروہ ہے ہاں اگر پیر میں کوئی عذر ہو تو گنجائش ہے۔

نماز میں ڈاڑھی کے بالوں کو چھونا اور خلال کرنا منع ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ نماز میں ڈاڑھی سے کھیل رہا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس کے دل کو خشوع ہوتا تو اس کے جوارح میں بھی خشوع ہوتا۔

(اعلاء صفحہ ١٢٠)

قبلہ رخ نہ تھوکے

طارق محاربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی نماز پڑھ رہا ہو تو سامنے نہ تھوکے اور نہ دائیں جانب بلکہ بائیں جانب اگر خالی ہو (کوئی نہ ہو) یا بائیں پیر کے نیچے تھوکے اور رگڑ دے۔ (ابوداؤد صفحہ ٦٨)

آج کل چونکہ مسجد کی زمین پختہ ہوتی ہے اس لئے نیچے بھی تھوکنا منع ہے، ضرورت ہو جائے تو اپنے کپڑے میں تھوک کر مل لے بہتر ہے کہ برداشت کرے، نماز کے بعد مسجد کے باہر تھوکے۔

مسجد کے کسی خاص حصہ کو نماز کے لئے متعین کرنا مکروہ ہے

حضرت عبدالرحمٰن بن سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی کسی جگہ کو متعین کرنے کے لئے منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ اونٹ بیٹھنے کے لئے جگہ متعین کر لیتا ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ١٢٥، نسائی جلد ١ صفحہ ١٦٧)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ مسجد کے کسی حصہ اور جگہ کو خاص کر لینا کہ وہیں پر نماز پڑھے اور عادت بنا لے یہ مکروہ ہے، مسجد کے تمام حصے برابر ہیں، چنانچہ بعض لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ مسجد کے کنارے کو منتخب کر لیتے ہیں، اور بلا اوقات وہاں کپڑا وغیرہ رکھ دیا کرتے ہیں یا کوئی مصلیٰ پڑا رہتا ہے تاکہ کوئی دوسرا اس جگہ نہ آئے، یہ کپڑا رکھنا اور جگہ کو مقید کر لینا یہ بھی درست نہیں، اس سے آپ نے منع فرمایا ہے، ہاں صف اول کا اہتمام امام کے قریب کا اہتمام یہ مکروہ نہیں ہے یہ جگہ کی تعین نہیں بلکہ فضیلت کے حصول کا اہتمام ہے۔

ریاض الجنۃ میں اور اس کے ستونوں کے قریب کی اجازت

یزید بن حبیب کہتے ہیں کہ میں حضرت سلمہ ابن اکوع کے پاس آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ ریاض الجنۃ کے ستونوں کے پاس (خاص کر کے اہتمام سے) نماز پڑھ رہے ہیں، تو میں نے کہا اے ابو مسلم میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ ستون کے پاس اہتمام کر کے نماز پڑھ رہے ہیں، تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ستون (ریاض الجنۃ) کے پاس نماز پڑھنے کے لئے خاص اہتمام کرتے تھے۔ (اعلاء السنن جلد ٥ صفحہ ١٠٩)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ ریاض الجنۃ کے ستون کے پاس نماز خاص طور پر پڑھنا مستحب ہے چونکہ اسے دوسری جگہ پر فوقیت حاصل ہے اسی وجہ سے حجاج کرام اور زائرین کے لئے مستحب ہے کہ ان ستونوں کے پاس خاص طور سے نفل کا اہتمام کریں۔ جو لوگ منع کرتے ہیں وہ یا تو ان کی فوقیت وفضیلت سے واقف نہیں، یا ایسا اہتمام جو لازم اور ضروری معلوم ہونے لگا ہو اس وجہ سے منع کرتے ہوں گے، چونکہ زیادہ سے زیادہ یہاں نماز پڑھنا، دعا کرنا مستحب ہے، واجب نہیں ہے، ہاں اس کے مقابلہ میں صف اول کا اہتمام یہ باعث فضیلت ہے، اسی طرح ریاض الجنۃ میں نفل کا اہتمام کہ اسے حدیث پاک میں جنت کی کیاری کہا گیا ہے، درست ہے۔

ٹخنوں سے نیچے کپڑے کا ہونا مکروہ تحریمی ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو جو نماز پڑھ رہا تھا اور اس کا ازار، پاجامہ یا لنگی، ٹخنے سے نیچے لٹک رہا تھا، فرمایا جاؤ وضو کر کے نماز (دوبارہ) پڑھو، وہ گیا، وضو کیا پھر آیا، تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ وضو کرو (یعنی پھر سے) نماز پڑھو، وہ گیا وضو کیا اور آیا، تو کسی نے کہا اللہ کے رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس وجہ سے وضو کر کے نماز کا حکم (بار بار) دے رہے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا وہ ٹخنے سے نیچے لٹکائے کپڑے میں نماز پڑھ رہا تھا، اور اللہ تعالیٰ اس آدمی کی نماز قبول نہیں فرماتے جو ٹخنے سے نیچے کپڑے لٹکائے نماز پڑھ رہا ہو۔ (ابوداؤد صفحہ ۹۳)

فَائِدَہ: ٹخنے کے نیچے کپڑے کا لٹکانا اور پہننا مکروہ ہے، اور نماز اس حالت میں پڑھنا اور بھی مکروہ ہے اس لئے چونکہ اس کی نماز مکروہ تحریمی ہوئی تھی، آپ نے دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا، اور وضو کا حکم زجراً وتوبیخاً دیا ہوگا کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا، اس سے معلوم ہوا کہ جو نماز مکروہ تحریمی کے ساتھ ادا ہوئی ہو، وقت ہو تو اس کا اعادہ لازم ہوتا ہے۔ یہی فقہاء کرام کا قول ہے۔



مکروہات نماز کی تفصیل فقہاء کے کلام میں

احادیث وآثار سے فقہاء کرام نے نماز کے مکروہات کو بیان کیا ہے، صاحب نورالایضاح نے مکروہات نماز کو ذکر کیا ہے، مزید اور بھی ہیں جسے اہل فتاوی نے ذکر کیا ہے، احوال مصلی کے اعتبار سے اور زائد بھی ہو سکتے ہیں، چنانچہ طحطاوی علی المراقی علی نورالایضاح سے ان کو نقل کیا جاتا ہے۔

۱ کسی واجب یا سنت کا قصداً یعنی ''غفلۃً'' چھوڑ دینا، مثلاً امام سے پہلے کسی رکن کا ادا کرنا یا اطمینان سے ادا کرنے کے بجائے جلدی کرنا، کانوں سے اوپر ہاتھ اٹھانا۔

۲ نمازی کا اپنے بدن سے کھیلنا یعنی ہاتھ کو بدن پر اِدھر اُدھر لے جانا، داڑھی یا سر پر ہاتھ پھیرنا۔

۳ نمازی کا اپنے کپڑے سے کھیلنا یعنی اسے چھونا سیدھا، سیٹ کرنا، اس کے موڑ وغیرہ کو سیدھا کرنا۔

۴ زمین پر سجدہ کرنے کی صورت میں ایک مرتبہ سے زائد کنکری وغیرہ کو ہٹانا، اسی طرح نماز کی حالت میں پیشانی سے مٹی غبار کا جھاڑنا اور پونچھنا، اور نماز سے فارغ ہونے پر کوئی کراہت نہیں بلکہ آپ ﷺ سے ثابت ہے۔

۵ نماز کی حالت میں کسی بھی وقت انگلیوں کا چٹخانا مکروہ تحریمی ہے، اور بیشتر حضرات کے نزدیک تو نماز کے باہر بھی ممنوع ہے کہ یہ لوطیوں کی عادات قبیحہ میں سے ہے، ''کذا فی الطحطاوی وتکرہ خارج الصلوۃ عند کثیرین صفحہ ۱۹۰''

۶ ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرنا، جسے تشبیک کہتے ہیں۔

۷ کمر اور کولہے پہ ہاتھ کا رکھنا یعنی اس طرح سہارا لینا، اسی طرح فرض نماز میں کسی عصا وغیرہ کا سہارا لینا اور ٹیک لگانا۔

۸ گردن کا اِدھر اُدھر پھیرنا، اگر اِدھر اُدھر دیکھنے سے سینہ پھر جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

۹ نماز کی حالت میں تھکتھکانا، تھوک پھینکنا، اگر مجبوراً ضرورت پڑ جائے تو کپڑے میں مل لے۔

۱۰ کتے کی طرح یعنی چوتڑ سرین زمین پر رکھ کر دونوں گھٹنوں کو اٹھا دینا یعنی کھڑا کر دینا۔

۱۱ سجدہ کی حالت میں دونوں بازوؤں کو زمین پر بچھا دینا۔

۱۲ اور نماز کی حالت میں آستین کا چڑھانا۔

⑬ قمیص وغیرہ کے رہتے ہوئے محض لنگی یا پاجامے پر اکتفا کرنا، مردوں کے لئے مسنون ہے کہ کرتا پاجامہ رہے۔

⑭ ٹوپی میں نماز پڑھنا سنت ہے اور عورتوں کو اچھی طرح کرتا پاجامہ کے ساتھ دوپٹہ لپیٹ کر پڑھنا۔

⑮ نماز کی حالت میں سلام کے جواب میں ہاتھ یا سر کا اشارہ کرنا۔

⑯ چارزانو پالتی مار کر بلا عذر کے بیٹھنا۔

⑰ (سر کے بالوں کا مرد کے لئے) جوڑنا، یا باندھنا، خواہ سر پر باندھنا یا گردن کے اوپر باندھنا۔

⑱ عمامہ یا کوئی کپڑا سر پر ایسے طریقہ سے باندھنا کہ سر کے بیچ کا حصہ کھلا رہے۔

⑲ مغرور و متکبرین جابرہ کی طرح سے نماز میں کپڑے کا استعمال کرنا اور اس کی ہیئت و شکل اختیار کرنا۔

⑳ کپڑے کا سمیٹنا، مثلاً رکوع سے اٹھتے وقت کرتے کے پیچھے کے دامن کو سیدھا کرنا سنوارنا، اسی طرح سجدہ میں جاتے وقت پاجامہ یا لنگی کا سمیٹنا۔

㉑ سدل یعنی رومال یا کسی کپڑے کا سر یا کندھے پر اس طرح ڈالنا کہ اس کے دونوں کنارے لٹکتے رہیں، اگر بٹن سے یا ڈوری سے بندھ جائے تو مکروہ نہیں، یا کسی ایک کنارے کو کندھے پر ڈال دیا جائے، جیسا کہ رومال کے ایک کنارے کو دوسرے کندھے پر ڈال دیا جاتا ہے، تو یہ صحیح ہے مکروہ نہیں ہے، اسی طرح اچکن جبہ، گون کے دونوں جانب کا کھلا لٹکتے رہنا یہ مکروہ ہے، وہ بھی سدل میں داخل ہے، البتہ نماز کے باہر مکروہ نہیں۔

㉒ چادر یا کپڑے کا پورے بدن پر اس طرح لپیٹنا کہ ہاتھ بھی چادر اور کپڑے کے اندر ہو جائے، عموماً لوگ سردی کے زمانہ میں اس طرح چادر پہنتے ہیں کہ دونوں ہاتھ اندر رہتے ہیں مکروہ ہے، اسی طرح چادر کا کوئی ایک کنارہ کندھے پر ڈال دے کہ ہاتھ کھل جائے۔

㉓ چادر کے ایک کنارے کا داہنے کندھے کے نیچے سے یعنی بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال دینا۔ ہاں کندھے کے اوپر سے ڈالے جیسا کہ رائج ہے تو مکروہ نہیں۔

㉔ اسی طرح چادر کو اس طرح استعمال کرنا کہ ایک کندھا یا دونوں کندھے کھلے رہیں مکروہ ہے۔

㉕ قیام یعنی کھڑے ہونے کی حالت کے علاوہ میں قرآن پڑھنا۔

㉖ نفل کی دو رکعتوں میں پہلی رکعت کا زیادہ لمبی کرنا۔

㉗ تمام نمازوں میں دوسری رکعت کو پہلی رکعت کے مقابلہ میں ۳/ آیات سے زیادہ لمبا کرنا ایک دو آیت کا فرق ہو جائے تو کراہت نہیں آتی۔

۲۸ فرض میں ایک سورہ کا مکرر پڑھنا، البتہ تہجد وغیرہ میں گنجائش ہے۔

۲۹ دو سورتوں کے درمیان کی سورت کو چھوڑ کر پڑھنا، مثلاً "قل یا ایھا الکفرون" اور "تبت یدا" پڑھنا اور "اذا جاء" چھوڑ دینا، البتہ بڑی سورتوں میں کرے تو مکروہ نہیں۔

۳۰ نماز میں سورتوں کو خلاف ترتیب پڑھنا، مثلاً "لایلاف قریش" پڑھے پھر "الم تر کیف" پڑھے، البتہ نفل میں گنجائش ہے۔

۳۱ مقام سجدہ پر رکھی ہوئی خوشبو کا قصداً سونگھنا، اسی طرح کپڑے میں لگے عطر کا سونگھنا۔

۳۲ نماز کی حالت میں گرمی کی وجہ سے ایک دو مرتبہ پنکھا جھلنا، ۳ رمرتبہ جھلنے سے نماز فاسد ہو جائے گی گرمی کی وجہ سے آستین یا دامن سے ہوا لینا، بشرطیکہ عمل کثیر نہ ہو۔

۳۳ بلاضرورت مکھی یا مچھر کا اڑانا۔

۳۴ سجدہ، تشہد رکوع وغیرہ کی حالت میں ہاتھ پیروں کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی جانب نہ ہونا۔

۳۵ دونوں ہاتھوں کو رکوع کی حالت میں گھٹنوں پر نہ رکھنا۔

۳۶ بیٹھنے کی حالت میں دونوں ہاتھوں کو ران پر نہ رکھنا۔

۳۷ قیام کی حالت میں بائیں ہتھیلی پر دائیں ہتھیلی کو نہ رکھنا۔

۳۸ جمائی لینا، یعنی جمائی کی حالت میں منہ کو کھولنا، بلکہ آجائے تو منہ بند کرنے کی کوشش کرنا، اوپر کے دانتوں کو نیچے کے دانتوں سے چپکائے رکھنا کہ منہ نہ کھلے دائیں ہاتھ کے پشت کو منہ پر رکھنا یا آستین کو منہ پر رکھنا، اور قیام کے علاوہ کی حالت میں بایاں ہاتھ رکھنا چاہئے۔

۳۹ آنکھوں کو بند کر کے نماز پڑھنا، سر کا آسمان کی طرف اٹھانا۔

۴۰ انگڑائی لینا، ایک یا دو بالوں کا اکھاڑنا۔

۴۱ نماز میں ایک دو قدم چلنا یا تھوڑا آگے پیچھے ہونا۔

۴۲ جوں، کھٹمل وغیرہ کا پکڑنا اور اس کا مار ڈالنا۔

۴۳ چادر یا رومال سے منہ اور ناک ڈھانک لینا۔ عموماً لوگ جاڑے میں چادر و رومال سے منہ ڈھانک لیتے ہیں یہ مکروہ ہے۔

۴۴ منہ میں کسی ایسی چیز کا ہونا جس سے قراۃ مسنونہ رک جائے یا نہ ہو سکے، اگر مقدار فرض قرأت نہ ہو سکے تو نماز فاسد، یا پگھل جانے والی یا گلنے والی چیز کو منہ میں رکھا اور اس کو نگل گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

۴۵ عمامہ کے پیچ پر سجدہ کرنا مکروہ ہے۔

۴۶ ایسے کپڑے یا مصلّٰی پر سجدہ کرنا جس میں کسی ذی روح کی تصویر ہو۔
۴۷ سجدہ میں صرف پیشانی کا رکھنا ناک کا نہ رکھنا، ہاں عذر ہو تو درست ہے۔
۴۸ راستہ اور گزرگاہ پر نماز پڑھنا، یا ایسے مقام پر نماز پڑھنا جہاں لوگوں کو گزرنے میں پریشانی ہوتی ہو۔
۴۹ حمام غسل خانے میں پاخانہ پیشاب کی جگہ میں اور نجاست کی جگہ میں پڑھنا مکروہ ہے۔
۵۰ قبرستان میں اور جہاں قبریں ہوں وہاں نماز کا پڑھنا۔
۵۱ کسی کی زمین پر بغیر اس کی اجازت کے نماز پڑھنا، ہاں اگر دلالت حال سے معلوم ہو جائے کہ وہ خوش ہی ہوگا اعتراض نہ ہوگا تو پھر کوئی حرج نہیں، اسی طرح دوست واحباب واہل قرابت کی زمین پر بلا اجازت کے درست ہے۔
۵۲ غصب اور چوری کردہ کپڑے میں نماز پڑھنا، بلا اجازت کے کسی کا کرتا یا پاجامہ لے کر نماز پڑھنا۔
۵۳ ریشمی کپڑے یا ریشمی چادر یا رومال اوڑھ کر نماز پڑھنا۔
۵۴ پاخانہ پیشاب کے تقاضے کے وقت نماز پڑھنا، محض احساس یا خیال ہو رہا ہو تو نہیں یعنی دبانے کی صورت میں مکروہ ہے۔
۵۵ نجاست کپڑے میں لگے رہنے کے ساتھ نماز پڑھنا، بایں طور کہ نجاست خفیفہ ہو تو چوتھائی سے کم ہو، اور نجاست غلیظہ ہو تو ایک روپیہ کی گولائی سے کم ہو، ہاں مگر یہ کہ وقت تنگ ہو دھونے کا موقعہ یا پانی نہ ہو۔
۵۶ یا دھونے سے جماعت چھوٹ جائے گی۔
۵۷ میلے کچیلے گندے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا، جسے پہن کر آدمی باہر، دفتر آفس یا مہمانی وغیرہ میں نہ جا سکے۔
۵۸ کھلے سر بلا ٹوپی کے نماز پڑھنا، ہاں اگر تذلل، تخضع اور مسکنت کے اظہار کی نیت سے پڑھنے کی اجازت ہے۔
۵۹ شدید بھوک کی حالت میں نماز پڑھنا جب کہ کھانا سامنے یا کھانا تیار ہو۔
۶۰ ہر ایسی چیز کا ہونا جو نمازی کے دل سے خشوع وخضوع اور سکون کو زائل اور دور کردے، مثلاً سامنے کسی بھڑک دار چیز کا ہونا، یا خود اس کے کپڑے کا ایسا خوشنما اور بارونق ہونا کہ اس کی تزئین اور خوشنمائی کی طرف اس کا دل چلا جائے، خواہ چادر ہو، لباس ہو، گھڑی ہو یا مصلّٰی ہو، یا آمنے سامنے کوئی دل کو متوجہ کرنے والی چیز ہو، اسی لئے مسجد میں قبلہ کی جانب اشتہار وغیرہ کا رکھنا آویزاں کرنا منع ہے۔
۶۱ قرآن پاک کی آیتوں کا یا تسبیح وغیرہ کا انگلیوں سے شمار کرنا، ہاں ہلکا سا دبا کر شمار محفوظ کرے تو مکروہ نہیں۔

۶۲ امام کا محراب کے اندر کھڑا ہونا، اسی طرح بالکل دوستونوں کے بیچ میں کھڑا ہونا۔

۶۳ امام کا تنہا ایک ہاتھ اونچے مقام پر کھڑا ہونا۔

۶۴ اگلی صف میں جگہ رہتے ہوئے پچھلی صف میں کھڑا ہونا۔

۶۵ کسی ایسے کپڑے کا پہن کر نماز پڑھنا جس میں کسی جاندار کی تصویر ہو، صرف سر کی تصویر ہو تب بھی یہی حکم ہے۔

۶۶ اس جگہ پر نماز مکروہ ہے جہاں سر کے اوپر یا پیچھے یا سامنے یا بغل میں کسی جاندار کی تصویر ہو، ہاں مگر بہت چھوٹی تصویر ہو کہ اس کے آنکھ کان ناک سامنے سے نمایاں نظر نہ آتے ہوں یا اس کا سر نہ ہو صرف دھڑ ہی دھڑ ہو، یا جاندار کے علاوہ پہاڑ پیڑ پودے کی ہوں تو مکروہ نہیں۔

۶۷ مسجد میں کسی جگہ یا کونے کو اپنی نماز کے لئے خاص کر لینا کہ ہمیشہ اسی جگہ نماز پڑھے۔

۶۸ کسی چولہے یا انگیٹھی یا آگ کے سامنے نماز پڑھنا جس میں آگ جلی ہو اور دھواں نکل رہا ہو، البتہ اگر سامنے بلب ہو، یا موم بتی یا چراغ و قمقمے جل رہے ہوں تو اس میں کراہت نہیں۔

۶۹ سونے والے کے پیچھے نماز پڑھنا، کہ اس کے اٹھنے سے یا جاگنے سے خلل کا اندیشہ ہو، یا اٹھنے پر اسے پریشانی ہو جائے تو مکروہ ہے ورنہ نہیں۔

۷۰ کوئی آدمی منہ سامنے کر کے بیٹھا ہو ٹھیک اسی کے منہ کے یا رخ کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ ہے، ہاں اس کی پیٹھ سامنے ہو تو مکروہ نہیں۔

۷۱ نماز میں کسی خاص سورہ کو ایسے طور پر متعین کرنا کہ اسی کو پڑھے دوسری سورہ نہ پڑھے، ہاں اگر سنت سے ثابت ہو تو اکثر یا ہمیشہ سنت سمجھ کر پڑھنا مکروہ نہیں ہے، جیسے فجر کی سنت میں کافرون اور قل ھو اللہ احد کا پڑھنا، اور جمعہ کی فجر میں الم سجدہ، سورہ دہر کا پڑھنا۔

۷۲ پیشانی پر لگی مٹی یا غبار کو نماز میں جھاڑنا اور صاف کرنا۔

۷۳ بلا سترے کے اس مقام پر نماز پڑھنا جہاں لوگوں کے گزرنے اور آنے جانے کا احتمال ہو، چنانچہ مسجد میں بھی اس جگہ نماز پڑھنا جہاں لوگ گزرنے پر مجبور ہو جائیں مکروہ ہے، مثلاً بیچ صحن کے پچھلی صف میں نیت باندھ لی۔

فائدہ: یہ تمام مکروہات نماز نور الایضاح، مراقی الفلاح طحطاوی علی المراقی سے لئے گئے ہیں۔

(طحطاوی صفحہ ۱۸۸ تا ۲۰۰)

خشوع اور خضوع کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوہ کا بیان

نماز میں خشوع کا حکم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں (ابتدا میں) دائیں جانب دیکھ لیا کرتے تھے۔ اللہ پاک جل شانہ نے جب یہ آیت نازل فرمائی "قد افلح المؤمنون الذین هم فی صلاتهم خاشعون" یقیناً وہ ایمان والے کامیاب ہیں جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔ تو آپ نے نماز میں خشوع اختیار کرلیا۔ پھر دائیں بائیں جانب نہ نگاہ فرماتے۔

(طبرانی اوسط، مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ۸۰، سبل الہدیٰ جلد۸ صفحہ۱۸۰)

حضرت عبیداللہ بن ابی رافع کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے "الذین هم فی صلاتهم خاشعون" کا مطلب پوچھا گیا تو انہوں نے کہا خشوع فی القلب دل کا خشوع ہے اور یہ بھی ہے کہ تم اپنے بازو کو مسلمان کے لئے نرم رکھو اور یہ بھی ہے کہ نماز میں (سکون اختیار کرو) اِدھر اُدھر نگاہ کرنے سے بچو۔

(سنن کبریٰ صفحہ۲۷۹)

حضرت مجاہد نے آیت کریمہ "الذین هم فی صلوتهم خاشعون" کی تفسیر میں کہا کہ اس سے مراد نماز میں سکون واطمینان مراد ہے۔

قتادہ نے حضرت حسن سے نقل کیا ہے کہ نماز میں خشوع کا مطلب یہ ہے کہ خوف خشیت کے ساتھ نماز پڑھتے ہوں۔ اور حضرت قتادہ ہی سے منقول ہے کہ نماز میں خشوع کا مطلب دل سے خشوع اور یہ کہ نگاہ نماز میں ایک جگہ جمی رہے (اِدھر اُدھر آنکھوں سے نہ دیکھے اور نہ ہاتھوں سے حرکت کرے)۔ (سنن کبریٰ جلد۲ صفحہ۲۸۱)

عون نے ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تھے تو اپنا سر آسمان کی جانب کئے رہتے تھے۔ (وحی کے انتظار میں) اور آنکھوں سے اِدھر اُدھر دیکھ لیتے تھے تو اللہ نے "قد افلح المؤمنون الذین هم فی صلاتهم خاشعون" نازل فرمائی (تو آپ نے سر جھکا لیا، اور نگاہ زمین کی جانب فرمالی) ابن

عون نے سر جھکا کر دکھایا۔ (سنن کبریٰ جلد۲ صفحہ۲۸۳)

ابن سیرین کی ایک روایت میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ سجدہ کی جانب نگاہ رکھنے لگے۔ (تفسیر قرطبی جلد۱۲ صفحہ۱۱۰)

فائدہ: قرآن پاک میں اہل ایمان کی شان خشوع کے ساتھ نماز پڑھنا بیان کیا گیا ہے۔ خشوع خضوع کی تاکید کی گئی ہے۔ ایسی نماز کو کامل قبول بیان کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کی نماز نہایت خشوع کے ساتھ ہوتی تھی۔ خشوع کا مفہوم کیا ہے۔ خوف خشیت الٰہی سکون اطمینان کے ساتھ اللہ پاک کی طرف توجہ اور دھیان مرکوز کرتے ہوئے نماز پڑھی جائے۔ قلب میں خشیت اور رغبت الی اللہ ہو اعضاء جوارح پر اس کا اثر سکون اور طمانیت سے ظاہر ہو رہا ہے۔ جب قلب میں خشوع ہوگا تو اس کا اثر یقیناً اعضاء، جوارح پر پڑے گا۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں۔

"والخشوع محله القلب فاذا خشع خشعت الجوارح كلها" (جلد۱۲ صفحہ۱۱۰)

حضرت ابن عباس خاشعون کا مفہوم ذلت انکساری حضرت حسن بصری اس کا مطلب خوف خشیت حضرت مقاتل تواضع وانکساری حضرت مجاہد نگاہ نیچی بیان کرتے ہیں حضرت عمر بن دینار خشوع کا مطلب سکون اور حسن ہیئت ذکر کرتے ہیں۔ حضرت ابن سیرین کہتے ہیں کہ خشوع یہ ہے کہ نماز میں سجدہ گاہ کے علاوہ کی طرف نگاہ نہیں جانی چاہئے۔ بعضوں نے اس کا مطلب یہ لکھا ہے کہ دھیان کو جمائے رکھنا اور غیر اللہ سے دھیان ہٹائے رکھنا ہے۔ (عمدۃ القاری جلد۵ صفحہ۲۸۰)

معارف القرآن میں ہے "خشوع یہ کہ قلب میں بھی سکون ہو یعنی غیر اللہ کے خیال کو قلب میں بالقصد حاضر نہ کرے" اور اعضاء و بدن میں بھی سکون ہو۔ (جلد۶ صفحہ۲۹۵)

نماز میں اِدھر اُدھر کرنے سے خدا کی توجہ ہٹ جاتی ہے

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جب تک بندہ نماز میں اِدھر اُدھر نہیں کرتا خدا کی توجہ رہتی ہے جب بندے کی توجہ ہٹ جاتی ہے تو خدا کی توجہ بھی ہٹ جاتی ہے۔

(ترغیب جلد۱ صفحہ۳۶۹، نسائی ابوداؤد صفحہ۱۲۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، جب تم نماز پڑھو تو پورے طور پر اس کی طرف متوجہ رہو۔ تاوقتیکہ فارغ نہ ہو جاؤ۔ خبردار نماز میں بے توجہی سے بچو چونکہ جب تم نماز میں رہتے ہو خدا سے ہم کلام رہتے ہو۔ (ترغیب جلد صفحہ۳۷۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ نماز میں دھیان اِدھر اُدھر لے جانے اور سوچنے سے بچو۔ دھیان جما کر نماز پڑھنے کی کوشش کرو۔

بلاخشوع واطمینان کے نماز قبول نہیں

حضرت عثمان بن ابی دہرش رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مرسلاً منقول ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا، اللہ پاک اس بندہ کے کسی عمل کو قبول نہیں فرماتا۔ تاوقتیکہ وہ بدن کے ساتھ دل کو بھی حاضر نہ رکھے۔ (ترغیب جلد اصفحہ ۳۴۸)

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا بندہ جب نماز پڑھتا ہے اور خشوع سے نماز نہیں پڑھتا۔ اور نہ رکوع (اچھی طرح) ادا کرتا ہے۔ اور زیادہ تر اس کی توجہ اِدھر اُدھر ہوتی ہے۔ (آنکھ اور اعضاء و جوارح سے سکون نہیں معلوم ہوتا) تو اس کی نماز قبول نہیں کی جاتی۔

فَائِدَہ: معلوم ہوا کہ جو نماز خشوع وخضوع اور اطمینان اور دھیان سے نہیں پڑھی جائے گی۔ درجہ قبولیت میں نہ ہوگی۔ اسی وجہ سے ''امام غزالی اور قرطبی اور بعض دوسرے حضرات نے فرمایا نماز میں خشوع فرض ہے'' اگر پوری نماز بغیر خشوع کے گزر جائے تو نماز ادا ہی نہ ہوگی۔ دوسرے حضرات نے فرمایا اس میں شبہ نہیں کہ خشوع روح نماز ہے۔ اس کے بغیر نماز بے جان ہے مگر اس کو رکن نماز کی حیثیت سے نہیں کہا جا سکتا کہ خشوع نہ ہوا تو نماز ہی نہ ہوئی۔ (معارف القرآن جلد ۶ صفحہ ۲۹۶)

مطلب یہ ہے کہ نماز کی روحانیت کے لئے تو خشوع لازم ہے مگر شرط صحت نہیں بغیر اس کے فریضہ ادا ہو جائے گا۔

سکون اور طمانیت کے خلاف نماز ادا کرنا خشوع کے خلاف ہے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہَا کی والدہ ام رومان کہتی ہے کہ میں نماز میں ذرا اِدھر اُدھر جھک اور ہل رہی تھی تو حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے مجھے دیکھ لیا تو بہت سخت ڈانٹا۔ قریب تھا کہ نماز توڑ دوں پھر فرمایا۔ کہ میں نے رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں کھڑا ہو تو اپنے اعضاء کو سکون سے رکھے یہود کی طرح اِدھر اُدھر نہ ہلے۔ اعضاء و جوارح کو خاموش سکون کے ساتھ رکھنا نماز کے مکملات میں سے ہے۔ (روح المعانی جلد ۱۸ صفحہ ۴)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ نماز وسکون اطمینان سے ادا کرے۔ جلدی نہ کرے یہی تو اصل کام ہے یہی مؤمن کی حیات اور اس کی زندگی کا مقصد ہے اپنے خالق اور مالک کے سامنے حاضری میں سکون اور طمانیت کے ساتھ رہے۔ ذہن کو جما کر یکسوئی کر کے خیال اور خدا کی طرف متوجہ کر کے پڑھے۔ جہاں تک ہو سکے خدا کی طرف دھیان لگا کر پڑھے۔ کہ اپنی وسعت کے موافق خشوع اور خضوع کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے امام غزالی نے نماز میں خشوع اور طمانیت کو فرض قرار دیا ہے۔ (فیض الباری جلد ۲ صفحہ ۲۶۹)

خشوع اور خضوع کے ساتھ نماز نہ پڑھنے پر نماز کی بددعا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جو نماز وقت کی رعایت کے ساتھ نہ پڑھی جائے۔ نہ اچھی طرح وضو کیا جائے اور نہ خشوع خضوع کے ساتھ پڑھی گئی ہو۔ اور نہ رکوع وسجود کو بہتر طور پر ادا کیا گیا ہو تو وہ سیاہ کالی ہو کر نمودار ہوتی ہے اور بددعا دیتے ہوئے کہتی ہے جس طرح تم نے مجھ کو ضائع اور برباد کیا اسی طرح خدا بھی تجھے برباد کرے۔ پھر وہ نماز پرانے کپڑے کی طرح نمازی کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۳۳۹)

فائدہ: دیکھئے نماز بہتر طور سے اور خشوع خضوع سے ادا نہ کرنے کی بنیاد پر بجائے ثواب اور خیر حاصل ہونے کے بددعا ملتی ہے۔ آج ہماری نماز ایسی ہی ہوتی ہے۔ اس لئے اس کے دنیاوی اور دینی فوائد مرتب نہیں ہوتے۔ دنیا کا ہر کام حسن خوبی اور اطمینان سے بہتر طور پر انجام دیتے ہیں تا کہ اچھا نتیجہ مرتب ہو۔ اور عبادت اس کے برخلاف مرجھائے دل سے غفلت اور تکاسل کے ساتھ ادا کرتے ہیں اطمینان اور سکون کے ساتھ نماز پڑھنے کی مشق اور عادت ڈالنی چاہئے۔ بلا سیکھے اور توجہ کئے یہ حاصل نہیں ہوتی مشق اور اہل اللہ کی صحبت سے یہ دولت ملتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہانڈی کے ابلنے کی طرح روتے

عبداللہ بن شخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنے والد سے روایت ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور آپ کے سینہ سے کراہنے کی ایسی آواز آرہی تھی جیسے کہ ہانڈی کے ابلنے اور کھدکھدانے کی۔ (ابوداؤد، صفحہ ۱۳۰، شمائل ترمذی، نسائی صفحہ، حاکم جلد ۱ صفحہ ۲۶۴، سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۵۱)

فائدہ: عموماً نوافل اور رات کی نماز میں یہ حالت ہوتی ہے یہ خشوع اور خوف الٰہی کی انتہائی اور آخری حالت ہے جو قلب خوف وخشیت سے پر ہوگا اسی میں یہ بات ہوگی۔

کبھی اس قدر روتے کہ گلیوں میں آواز سنی جاتی

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز میں رونے اور کراہنے کی آواز ہانڈی کے ابلنے کی طرح آتی جو مدینہ کی گلیوں تک سنائی دیتی۔ (اتحاف السادۃ جلد ۲ صفحہ ۲۳)

فائدہ: آہ وبکا گریہ وزاری اللہ کے برگزیدہ بندوں کی خصوصی دولت ہے۔ جو معرفت الٰہی کی دولت سے متصف ہوتے ہیں وہی اس صفات کے حامل ہوتے ہیں۔ عشق ومحبت جس قلب میں ہوتی ہے۔ وہ قلب اس کی حرارت اور سوزش سے آہ وبکا میں سکون وطمانیت پاتا ہے اہل دنیا معرفت سے خالی لوگوں کو کہاں نصیب۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے اور میں آپ کے رونے کی آواز

سنتی۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۸۸)

علقمہ بن وقاص کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشاء میں سورہ یوسف پڑھ رہے تھے۔ اور میں آخری صف میں تھا۔ جب حضرت یوسف کا ذکر آیا تو میں نے آخری صف میں ان کے رونے کی آواز سنی۔
(سنن کبریٰ صفحہ ۲۵۱)

نماز میں روتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کردی

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (بدر کے موقعہ پر) میں نے دیکھا کہ رات میں سب آرام کر رہے ہیں۔ سوائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ ایک درخت کے نیچے نماز پڑھ رہے تھے اور رو رہے تھے۔ یہاں تک کہ صبح کردی۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۲۵۲)

یہ رونا عشق محبت اور معرفت کی وجہ سے تھا۔ جس طرح اہل عشق و محبت کو محبوب کی جدائیگی تڑپا دیتی ہے، اس طرح عاشقان خدا محبت خدا میں تڑپتے اور روتے ہیں جو اللہ کے بہت ہی مخصوص بندوں کی شان ہوتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں جمائی کو پسند نہ فرماتے

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں جمائی آنے کو پسند نہ فرماتے۔
(مجمع الزوائد صفحہ ۸۶)

فائدہ: چونکہ اس میں شیطان کی قوت متصرفہ کو دخل ہوتا ہے نیز یہ غفلت اور سستی کی بھی علامت ہے جو خشوع اور طمانیت کے بھی خلاف ہے۔ اس لئے اس کے آنے سے روکنے کا حکم ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نماز میں جمائی آنا کھانسی کا آنا شیطان کے اثر سے ہوتا ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۸۶)

فائدہ: یہ نماز کے سکون اور طمانیت میں حرج پیدا کرتا ہے خشوع کو باقی نہیں رکھتا مزید بسا اوقات کھانسی دوسرے کی طمانیت کو بھی متاثر کرتی ہے۔ اس لئے حتی الامکان اسے روکنا چاہئے یہ نہیں کہ کھانس کر اور نماز میں گلا صاف کرے۔ جیسا کہ عموماً لوگوں کو دیکھا جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں پیشانی کو نہ جھاڑتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں پیشانی (سے مٹی) نہ جھاڑتے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تین امور نامناسب امور میں سے ہے (۱) کھڑے ہو کر پیشاب کرنا (۲) پیشانی کو ختم نماز سے پہلے جھاڑنا (۳) سجدہ میں غبار ہٹانے کے لئے

پھونکنا۔ (مجمع صفحہ ۸۳، سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۸۵)

حضرت ابن عباس کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نماز میں پیشانی سے مٹی نہ جھاڑتے یہاں تک کہ تشہد پڑھ لیتے سلام پھیر لیتے۔ (سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۸۶)

فائدہ: نماز ہی نماز میں سجدے میں لگے غبار کو نہ جھاڑے۔ یہ خشوع کے خلاف ہے، اس سے کوئی پریشانی تو ہے نہیں نماز خود ایک شغل ہے۔ اور ایک مصروفیت ہے۔ دوسری تمام چیزیں اس کے منافی ہیں۔ اس لئے اس سے احتراز کرے۔

اِدھر اُدھر نگاہ کرنے والے کی نماز رد کردی جاتی ہے

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ فرمایا کرتے، جو نماز پڑھتا ہے اور اِدھر اُدھر رخ کرتا ہے، اللہ اس کی نماز رد کر دیتے ہیں۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۸۱، ترغیب جلد ۱ صفحہ ۳۷۲)

عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ نماز میں اِدھر اُدھر التفات (آنکھوں سے دیکھنا) مت کرو۔ اس کی نماز نہیں جو اِدھر اُدھر دیکھے۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۸۰)

فائدہ: تمام اعضاء و جوارح کو نماز میں اطمینان سے رکھے۔ خصوصاً آنکھوں کو اِدھر اُدھر کرنا یہ خشوع کی بالکل ضد ہے۔ چونکہ قلب آنکھ کے تابع ہے جب آنکھ اِدھر اُدھر ہوگی تو دل بھی اس کے تابع ہو کر اپنی طمانیت کو کھو بیٹھے گا اس لئے آنکھ اِدھر اُدھر نہ کرے۔ بلکہ ایک جگہ کھڑے ہونے میں سجدہ کے مقام پر تشہد کی حالت میں گود کی طرف نگاہ رکھے۔

منہ سے گرد وغبار پھونکنا بھی خشوع کے خلاف ہے

ابوصالح کہتے ہیں کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھا۔ ان کے پاس ایک رشتہ دار جو پٹے دار بالوں والا تھا۔ آیا اور نماز پڑھی جب سجدہ میں جانے لگا تو منہ سے پھونکا۔ (یعنی سجدہ گاہ کے غبار کو منہ سے پھونک کر اڑانا چاہا) تو حضرت ام سلمہ نے ان کو منع کیا کہ یہ مت کرو کہ ہمارے حبشی غلام کو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے رباح اپنے چہرے پر مٹی لگنے دو۔ (ترغیب صفحہ ۳۷۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ سجدہ گاہ کے گرد وغبار کو پیشانی پر لگ نہ جائے منہ سے پھونک کر ہٹانا نماز کی حالت میں منع ہے۔ یہ خشوع اور سکون کے خلاف ہے۔ اگر پیشانی پر مٹی لگ جائے تو کیا حرج ہے۔ نماز سے فارغ ہو جائے تب جھاڑ دے آپ نے فراغت کے بعد جھاڑنے کو فرمایا ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

خشوع کے ساتھ نماز پڑھنے کی تاکید اور فضیلت

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جب نماز پڑھو تو گویا آخری نماز

سمجھ کر پڑھو اس شخص کی طرح جسے گمان ہو کہ اب اس کے بعد نماز کا موقعہ نہ ملے گا۔ (اعلاء السنن ۳/۱۷۴، الدیلمی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ نماز اس طرح پڑھو گویا کہ آخری نماز ہے گویا کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو پس اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ (اعلاء السنن)

فَائِدَۃ: ظاہر بات ہے جب یہ سمجھے گا کہ آخری نماز ہے اب اس کے بعد یہ بیش بہا دولت نہیں ملے گی تو ایک سمجھدار اور عارف آدمی ہر ممکن کوشش کرے گا کہ بہتر سے بہتر نماز پڑھے تا کہ خدا کی توجہ جس قدر بھی ہو سکے حاصل کرے چونکہ انسان جب کسی چیز کو آخری سمجھتا ہے تو اس کے اعمال کی طرف پورے طور پر متوجہ ہوتا ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر نماز پڑھتا ہے اور جو پڑھ رہا ہے اسے جان رہا ہے (اور سمجھ رہا ہے) تو وہ ایسا ہو جاتا ہے جیسا اس کی ماں نے آج ہی جنا ہو۔ (ترغیب جلد ا صفحہ ۳۵۷)

فَائِدَۃ: مطلب یہ ہے کہ غفلت کے ساتھ اِدھر اُدھر مال خیال منتشر کرتے ہوئے نہ پڑھ رہا ہو۔ معنی اور مطلب کے استحضار کے ساتھ پڑھ رہا ہو۔

خشوع کے اسباب میں سے یہ بھی ہے کہ پڑھنے کی طرف دھیان رکھے جو پڑھ رہا ہو اس کے معنی کو ذہن میں رکھتا ہوا پڑھے اگر وہ عربی سے واقف نہیں ہے تو نماز میں پڑھی جانے والی اشیاء کا ترجمہ یاد کرے، اور پڑھتے وقت اسے ذہن میں رکھے ویسے بھی اہل ایمان کو چاہئے کہ دین کی بنیادی باتوں کا ترجمہ یاد کر لیں۔ مثلاً کلمہ کا ذکر استغفار کا نماز کے اذکار کا چھوٹی چھوٹی سورتوں کا اس سے وہ دین میں راسخ ہوگا۔ چونکہ فہم اور سمجھ سے استحکام پیدا ہوتا ہے۔

ڈاڑھی میں ہاتھ لگانا خشوع کے خلاف

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو داڑھی سے کھیل رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر دل میں خشوع ہوتا تو اعضاء و جوارح میں خشوع ہوتا۔ (اتحاف السادۃ جلد ۳ صفحہ ۳۲)

فَائِدَۃ: بعض لوگ نماز پڑھتے ہوئے داڑھی کے بالوں کو چھوتے رہتے ہیں۔ عموماً نئی عمر والوں کو جن کی داڑھی نکل رہی ہوتی ہے۔ ہاتھ لگا کر کھیلتے ہیں اسے چھوتے رہتے ہیں یہ بہت بری عادت ہے۔ خشوع کے خلاف ہے ان حرکتوں سے نماز میں خصوصاً احتراز ضروری ہے، ویسے بھی نماز سے خارج داڑھی سے کھیلنا بلاوجہ ان کو چھونا قبیح حرکت ہے شرافت کے خلاف ہے۔

امت میں پہلی چیز جو اٹھائی جائے گی وہ خشوع ہوگی

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تم سے یہ حدیث بیان کرتا ہوں۔ سب سے پہلی چیز جو

لوگوں سے اٹھائی جائے وہ خشوع ہوگا۔ عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ تم دیکھو گے جب جامع مسجد میں داخل ہوگے تو ایک آدمی بھی خشوع والا (خشوع کے ساتھ نماز پڑھنے والا) نہیں پاؤ گے۔

(ترمذی جلد۲ صفحہ۹۴، ترغیب جلد۱ صفحہ۳۵۱، مجمع)

حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عبادہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ تم مسجد میں داخل ہوگے تو ایک آدمی کو بھی خشوع والا نہیں پاؤ گے۔ (حاکم، روح المعانی پارہ۱۸ صفحہ۴)

حضرت حذیفہ جو حضور ﷺ کے راز دار کہلاتے ہیں وہ بھی فرماتے ہیں سب سے پہلے نماز کا خشوع اٹھایا جائے گا۔ (درمنثور)

حضرت ابودرداء کے ایک قول میں ہے کہ بھری مسجد میں ایک شخص بھی خشوع سے نماز پڑھنے والا نہ ہوگا۔

فائدہ: افسوس آج دینی غفلت اور عبادت میں بے توجہی کی وجہ سے ایسی حالت ہوتی جا رہی ہے کہ خشوع اٹھتا جا رہا ہے خضوع اور آداب کے ساتھ نماز پڑھنے کا اہتمام نہیں کیا جاتا ہے بس ایک بوجھ ہے جسے سر سے اتارا جا رہا ہے۔

خشوع خضوع کے اعتبار سے ثواب میں کمی بیشی

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول پاک ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آدمی جب نماز سے فارغ ہو جاتا ہے تو اس کے لئے ثواب کا دسواں حصہ لکھا جاتا ہے اسی طرح (کسی کے لئے) نواں (کسی کے لئے) آٹھواں ساتواں، چھٹا، پانچواں، چوتھائی، تہائی، آدھ حصہ لکھا جاتا ہے۔

(ابوداؤد، ترغیب جلد صفحہ۳۴۱، نسائی)

حضرت ابوالیسر کی ایک مرفوع روایت ہے کسی شخص کو نماز کا کامل پورا ثواب ملتا ہے کسی کو ان میں سے نصف کسی کو تہائی کسی کو چوتھائی کسی کو دسواں حصہ۔ (ترغیب صفحہ۳۴۱)

فائدہ: یعنی جس درجہ کا خشوع اور اخلاص نماز میں ہوتا ہے جس درجہ سنن و مستحبات و آداب کی رعایت کی جاتی ہے جس درجہ سکون وطمانیت سے نماز پڑھی جاتی ہے اسی مقدار و مرتبہ ثواب پاتا ہے۔

جس نے پورے اخلاص اور آداب تک کی رعایت کی خشوع کا اہتمام کیا اس نے پورا ثواب پایا۔ جس نے اس میں کوتاہی کی اس کا ثواب اسی مقدار سے کم ہوتا جائے گا۔ یہاں تک کہ بعض کو بالکل نہیں ملتا، وہ نماز کسی قابل نہیں ہوتی۔

خشوع وخضوع اور توجہ سے نماز پڑھنے پر نماز کی دعاء حفاظت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو نماز اپنے وقت (مستحب) پر

پڑھے وضو بھی اچھی طرح کیا قیام کو اچھی طرح ادا کیا خشوع کے ساتھ ادا کیا رکوع وسجدہ کو اچھی طرح ادا کیا تو وہ نماز روز روشن چمکدار ہو کر ظاہر ہوتی ہے، اور دعا دیتی ہوئی کہتی ہے اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے جس طرح تو نے میری حفاظت کی۔ (ترغیب صفحہ ۳۳۹)

فَائِدَہ: نماز کی بھی ایک روح ہوتی ہے اس کی بھی دعا اور بددعا ہوتی ہے۔ کس قدر وہ لوگ خوش نصیب ہیں جو خوب دھیان توجہ اور سنن و مستحبات کی رعایت کرتے ہوئے اطمینان وسکون سے نماز پڑھتے ہیں کہ وہ نماز جیسی اہم عبادت کی دعاء پاتے ہیں افسوس کہ آج سب سے زیادہ بے توجہی اور غفلت اور جلد بازی نماز میں ہوتی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بوجھ سر سے دور کر رہے ہیں اس کی اہمیت کی یہ حالت ہے کہ جب دنیاوی کام سے فراغت پاتے ہیں تب بھی جلدی جلدی نماز پڑھتے ہیں اور ہزاروں خیالات اور فکر کو اسی میں ترتیب دیتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ بھی بھول جاتے ہیں کتنی رکعت ہوئی اور کہاں کیا پڑھنا ہے بھلا ایسی نماز کیا رنگ لائے گی۔

دل کے خشوع کا اثر ظاہر پر نمایاں ہوتا ہے

مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھا نماز میں داڑھی پر ہاتھ لگا رہا ہے (پھیر رہا ہے) تو ارشاد فرمایا اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو بدن کے سارے اعضاء میں سکون ہوتا۔

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ دل کے خشوع وخضوع کا اثر اعضاء و جوارح سے پتہ چل جاتا ہے جو لوگ نماز میں کبھی داڑھی کھجاتے ہیں سر کھجاتے ہیں کبھی بدن کھجاتے ہیں کبھی ناک کھودتے ہیں۔

یہ دل کے خشوع وخضوع سے خالی ہونے کی علامت ہے جو بڑے ہی گھاٹے کی بات ہے۔

اسلاف کرام میں خشوع اور اس کے چند واقعات

حضرت محمد بن نصر مشہور محدث ہیں اس انہماک سے نماز پڑھتے تھے کہ جس کی نظیر مشکل ہے ایک مرتبہ پیشانی پر ایک بھڑ نے نماز میں کاٹا جس کی وجہ سے خون بھی نکل آیا، مگر نہ حرکت ہوئی نہ خشوع وخضوع میں کوئی فرق آیا نماز میں لکڑی کی طرح سے بے حرکت کھڑے رہتے تھے۔ (فضائل نماز صفحہ ۶۷)

ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ ان کے پاؤں میں پھوڑا نکل آیا طبیبوں نے کہا اگر ان کا پاؤں نہ کاٹا گیا تو ہلاکت کا اندیشہ ہے ان کی والدہ نے کہا ابھی ٹھہر جاؤ جب یہ نماز کی نیت باندھ لیں تو کاٹ لینا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ان کو خبر بھی نہ ہوئی۔ (حکایات صفحہ ۶۴)

حضرت اویس قرنی مشہور بزرگ ہیں اور افضل ترین تابعین میں سے ہیں بعض مرتبہ رکوع کرتے اور تمام رات اسی حالت میں گزار دیتے۔ کبھی سجدہ میں یہ حالت ہوتی کہ تمام رات ایک ہی سجدہ میں گزار دیتے۔

بہجۃ النفوس میں لکھا ہے کہ ایک صحابی رات کو نماز پڑھ رہے تھے، ایک چور آیا اور گھوڑا کھول کر لے گیا۔ لے جاتے ہوئے اس پر نظر بھی پڑ گئی۔ مگر نماز نہ توڑی بعد میں کسی نے کہا بھی آپ نے پکڑا نہیں فرمایا جس چیز میں مشغول تھا وہ اس سے بھی بہت اونچی تھی۔ (حکایات صحابہ)

حضرتِ علی کرم اللہ وجہہ کا مشہور قصہ ہے۔ جب لڑائی میں ان کو تیر لگ جاتے تو وہ نماز ہی میں نکالے جاتے چنانچہ ایک مرتبہ ان میں تیر گھس گیا لوگوں نے نکالنے کی کوشش کی نہ نکل سکا۔ آپس میں مشورہ کیا کہ جب یہ نماز میں مشغول ہوں اس وقت نکالا جائے آپ نے جب نفلیں شروع کیں اور سجدہ میں گئے تو ان لوگوں نے اس کو زور سے کھینچ لیا جب نماز سے فارغ ہوئے تو آس پاس مجمع دیکھا فرمایا: تم تیر نکالنے کے واسطے آئے ہو۔ لوگوں نے عرض کیا وہ تو ہم نے نکال بھی لیا آپ نے فرمایا۔ مجھے خبر ہی نہیں ہوئی۔ (حکایات صحابہ صفحہ ۸۵)

فَائِدَہ: اللہ اکبر کیا انہماک اور کیا خشوع تھا تیر کے نکالنے سے گوشت چھل جاتا ہے۔ ایسی شدید تکلیف بھی خشوع اور دل کے جناب باری میں مشغول ہونے کی وجہ سے محسوس نہیں ہوئی۔



سجدہ تلاوت کے متعلق آپ ﷺ کے پاکیزہ اسوہ کا بیان

سجدہ تلاوت آتا تو آپ ﷺ سجدہ فرماتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ وہ سورۃ جس میں سجدہ ہوتا پڑھتے تو سجدہ کرتے اور ہم لوگ بھی سجدہ کرتے۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۱۴۷، مجمع جلد ۲ صفحہ ۲۸۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں آپ ﷺ ہمارے درمیان قرآن پاک تلاوت فرماتے۔ جب سجدہ کی آیت سے گزرتے تو تکبیر کہتے سجدہ کرتے اور ہم لوگ بھی سجدہ کرتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۰۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ "اذا السماء أنشقت" اور "اقراء باسم" میں سجدہ کیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۹۹، ابن ماجہ، طحاوی صفحہ ۲۱۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول پاک ﷺ کو "ص" میں سجدہ کرتے دیکھا۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۰۰، مشکوٰۃ صفحہ ۹۴)

حضرت ابوسعید سے منقول ہے کہ انہوں نے نبی پاک ﷺ کو "ص" میں سجدہ کرتے دیکھا۔ (طحاوی صفحہ ۲۱۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں آپ ﷺ نے سورہ نجم پڑھی تو سجدہ کیا۔ آپ کے ساتھ انسانوں نے جناتوں نے اور درختوں نے بھی سجدہ کیا۔ (طحاوی صفحہ ۲۰۸)

علامہ عینی نے بیان کیا کہ مصحف عثمان میں چودہ سجدے لکھتے تھے اسی کو احناف نے اختیار کیا سورہ حج کے دو سجدوں میں پہلا سجدہ واجب نہیں بلکہ دوسرا واجب ہے اس طرح چودہ ہو گئے۔ (بنایہ جلد ۲ صفحہ ۷۱۲)

جو سجدہ کی آیت سنے اس پر بھی سجدہ ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقعہ پر سجدہ کی آیت پڑھی تو تمام (سننے والوں نے) سجدہ کیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۰۰، مشکوٰۃ صفحہ ۹۴)

حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے سورہ نجم پڑھی اور سجدہ کیا اور آپ کے پاس جو لوگ تھے انہوں نے بھی سجدہ کیا۔ مگر قریش کے ایک بوڑھے نے سجدہ نہیں کیا بلکہ مٹی لے کر پیشانی پر لگا لیا۔ اور کہا بس یہ کافی ہے (زمین پر سر رکھنے کی ضرورت نہیں) حضرت عبداللہ کہتے ہیں میں نے اسے بعد میں دیکھا کفر کی حالت میں قتل ہوا۔ (بخاری صفحہ ۱۴۶، مسلم، طحاوی صفحہ ۲۰۷)

حضرت ابن عمر کا قول ہے جو سجدہ کی آیت سنے اس پر بھی سجدہ ہے۔

(ابن ابی شیبہ، اعلاء صفحہ ۱۹۹، عمدۃ القاری جلد ۷ صفحہ ۱۰۴)

حضرت سعید بن جبیر سے منقول ہے کہ جنابت کی حالت میں سجدہ کی آیت سنے تو غسل کے بعد سجدہ کرے۔ (اعلاء صفحہ ۱۹۹)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ آیت سجدہ سننے والے پر بھی سجدہ واجب ہے خواہ سننے کا ارادہ کرے یا نہ کرے۔

(بنایہ صفحہ ۷۱۶، عمدۃ القاری صفحہ ۱۰۸)

اگر امام نے آیت سجدہ پڑھی اور مقتدی نے نہیں سنا تب بھی اقتداء کی وجہ سے سجدہ واجب ہے۔

(بنایہ جلد ۲ صفحہ ۷۱۷)

سجدہ میں جاتے ہوئے تکبیر کہتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ آپ ﷺ تکبیر کہتے ہوئے سجدہ کرتے۔

(ابوداؤد صفحہ ۲۰۰، شرح مہذب صفحہ ۵۸)

فائدہ: خیال رہے کہ سجدہ تلاوت میں سجدہ کرتے وقت تکبیر کہنا مسنون ہے۔ اور سجدہ کے بعد نہ سلام کرنا اور نہ تشہد پڑھنا اور نہ بیٹھنا مشروع ہے۔ (نیل صفحہ ۱۰۳)

اسی طرح سجدہ تلاوت سے اٹھتے ہوئے بھی تکبیر اللہ اکبر کہے گا۔ درمختار کے حوالہ سے اعلاء السنن میں ہے دو تکبیروں کے درمیان سجدہ تلاوت ہے۔ (صفحہ ۱۹۸)

سجدہ بیٹھنے کی حالت میں بھی جائز ہے۔ اور یہ بہتر ہے کہ کھڑا ہو کر پھر سجدہ میں جائے۔ علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب آیت سجدہ پڑھتیں اگر بیٹھی ہوئی ہوتیں تو کھڑی ہو جاتیں پھر سجدہ کرتیں۔ (کشف الغمہ صفحہ ۲۰۰)

فائدہ: سجدہ تلاوت کا طریقہ یہ ہے کہ تکبیر کہے اور سجدہ میں چلا جائے پھر تکبیر کہتا ہوا اٹھ جائے پس سلام وغیرہ اس میں نہیں ہے۔ (بنایہ جلد ۲ صفحہ ۷۳۳، فتح)

کھڑا ہو کر سجدہ کرنا بہتر اور بیٹھے کرنا بھی درست ہے۔ (بنایہ جلد ۲ صفحہ ۷۴۰)

سجدہ تلاوت کے لئے باوضو ہونا ضروری ہے

حضرت ابن عمر رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ کوئی سجدہ نہ کرے مگر پاکی (وضو) کی حالت میں۔ (سنن کبریٰ، فتح الباری جلد۲ صفحہ ۴۶۷)

فائدہ: خیال رہے کہ نفل نماز کے لئے جو شرط ہے وہی شرط سجدہ تلاوت کے لئے ہے بس حدث اصغر اور اکبر سے پاک ہونا۔ ستر عورت کا ہونا، رخ قبلہ ہونا اور نیت کا بھی ہونا۔ (اعلاء صفحہ ۲۲۵)

سجدہ تلاوت فجر کے بعد طلوع شمس سے قبل اور عصر کے بعد غروب سے قبل کیا جا سکتا ہے۔ (اعلاء صفحہ ۲۲۷)

شرح مہذب میں ہے کہ سجدہ تلاوت کا حکم نفل نماز کی طرح ہے جس طرح نفل نماز کے لئے طہارت، ستر عورت، رخ قبلہ، بدن اور مکان کا پاک ہونا ضروری ہے اسی طرح سجدہ تلاوت میں بھی ضروری ہے۔

(شرح مہذب جلد۴ صفحہ ۶۳)

سجدہ تلاوت کی دعا

حضرت عائشہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رات کی نماز کے سجدہ تلاوت میں یہ دعا پڑھتے اور بار بار پڑھتے۔

"سَجَدَ وَجْهِيْ لِلَّذِيْ خَلَقَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ"

اور بیہقی کی روایت میں اس کے بعد "فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ" بھی ہے۔

(ترمذی، ابوداؤد صفحہ ۲۰۰، سنن کبریٰ جلد۲ صفحہ ۳۲۵)

فائدہ: روایت سے معلوم ہوا کہ رات کی نماز میں اسے پڑھتے تھے اس سے یہ مسئلہ واضح ہوا کہ تنہا اگر سجدہ تلاوت کرے تو یہ دعا پڑھنا سنت ہے۔ اگر جماعت میں ہے اور سجدہ کیا تو پھر "سبحان ربی الاعلی" ہی پڑھنا بہتر ہے۔ (فتح القدیر جلد۲ صفحہ ۲۶، درمختار صفحہ، اعلاء السنن جلد۷ صفحہ ۲۲۳)



سترہ کے سلسلے میں آپ ﷺ کے پاکیزہ اسوہ حسنہ اور طریق مبارک کا بیان

آپ ﷺ نماز کے لئے اپنے آگے سترہ کا استعمال فرماتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ذکر کرتے ہیں کہ آپ ﷺ جب نماز پڑھتے (مسجد کے علاوہ میدان جنگل باغ وغیرہ میں) تو نیزہ گاڑ دیتے اور اس رخ میں نماز پڑھتے۔ (بخاری صفحہ ۱۷)

حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ عین دوپہر کو نکلے اور مقام بطحاء میں ظہر اور عصر کی دو رکعت نماز پڑھی اور آپ کے سامنے نیزہ کا سترہ لگا دیا گیا تھا۔ (بخاری صفحہ ۷۲)

ابوحنیفہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے مقام بطحاء میں لوگوں کو ظہر کی دو رکعت اور عصر کی دو رکعت نماز پڑھائی اور سامنے نیزے کا سترہ تھا اور سامنے سے عورتیں گزر رہی تھیں اور گدھے آ جا رہے تھے۔

(بخاری صفحہ ۷۱، ابوداؤد صفحہ ۱۰۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ عید کی نماز کے لئے جب نکلتے تو نیزہ ساتھ لینے کا حکم دیتے جسے سامنے لگا دیا جاتا اور اسی کے سامنے نماز پڑھتے اور لوگ آپ کے پیچھے ہوتے۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۷۱، ابوداؤد صفحہ ۱۰۰)

فائدہ: مسجد یا گھر کے علاوہ آپ کسی ایسے مقام پر نماز پڑھتے جہاں لوگوں اور جانوروں کے سامنے سے گزرنے کا احتمال ہوتا جیسے میدان و جنگل وغیرہ میں تو آپ سترہ جو عموماً نیزہ ہوتا سامنے لگا لیتے اور پھر کسی کے گزرنے کی پرواہ نہ کرتے اور نہ روکتے اور منع فرماتے۔

علامہ شعرانی الغمہ میں لکھتے ہیں آپ ﷺ نماز پڑھتے تو اکثر و بیشتر سترہ لگا لیتے تھے۔ (صفحہ ۹۳)

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ جس مقام پر بھی لوگوں کے گزرنے کا آنے جانے کا اندیشہ ہو وہاں سترہ لگا کر نماز پڑھے۔ (جلد ۱ صفحہ ۶۳۷)

سترہ کا حکم فرماتے اور اس کی ترغیب دیتے

سیرۃ بن معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے

(میدان وغیرہ میں) تو اپنی نماز کے واسطے سترہ بنا لے خواہ تیر ہی کے ذریعہ سہی۔ (الفتح صفحہ ۱۲۸، طبرانی، حاکم، کنز صفحہ ۳۴۶)

عموماً صحابہ کرام مجاہد تھے۔ نیز عربوں کی عادت بھی تھی کہ وہ ہتھیار کم از کم تیر کمان کے ساتھ چلتے تھے۔ اس لئے آپ نے فرمایا نہ کچھ ہو تو اپنے تیر ہی کا سترہ بنا لے۔

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنے چہرے کی سیدھ میں سترہ رکھ لے۔ اگر نہ پائے تو عصا رکھ لے۔ اگر یہ بھی نہ پائے تو ایک لکیر کھینچ دے پھر سامنے سے گزرنے والے سے کوئی حرج نہ ہوگا۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۰۰، ابن ماجہ صفحہ ۶۷)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ بلا سترہ کے نماز مت پڑھو۔ اور نہ کسی کو اپنے سامنے سے گزرنے دو۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۳۵۴)

فَائِدَہ: سترہ کا قائم کرنا سنت ہے خصوصاً اگر میدان اور صحراء میں پڑھتا ہو تو سترہ قائم کر لینا چاہئے کذافی الہدایہ (فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۴۰۶) علامہ شامی نے منیہ کے حوالے سے اس کے ترک کو مکروہ قرار دیا ہے۔

(شامی جلد ۱ صفحہ ۶۳۶)

شرح ہدایہ عنایہ میں اور علامہ عینی کی العنایہ میں سترہ کے متعلق دس امور ذکر کئے گئے ہیں جو تمام احادیث سے مستنبط اور ماخوذ ہیں:

1. نمازی کے آگے سے کسی کا بھی گزرنا قاطع اور مفسد صلوٰۃ نہیں ہے۔
2. سترے کا مقام سجدہ گاہ کا مقام ہے۔
3. میدان صحراء میں سترہ لگانا۔
4. سترہ کی اونچائی کم از کم ایک ذراع ہو۔
5. سترہ کی موٹائی ایک انگلی کے برابر ہو۔
6. سترہ کو اپنے قریب رکھے۔
7. سترہ کو دائیں یا بائیں بھوؤں کی طرف رکھے۔
8. امام کا سترہ قوم کا سترہ ہے۔
9. سترہ کو گاڑنا ہے۔ ڈال دینا نہیں یعنی اسے کھڑا کرنا ہے۔
10. سترہ نہ ہونے کی صورت میں گزرنے والے کو منع کرنا ہے۔ (البنایہ صفحہ ۴۴۰، فتح القدیر صفحہ)

سترہ کو قریب رکھنے کا حکم فرماتے

حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم سے کوئی نماز

پڑھے تو سترہ کے رخ نماز پڑھے۔ اور اسے اپنے قریب رکھے۔

سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی سترہ کی جانب نماز پڑھے تو اسے اپنے قریب رکھے۔ (الفتح صفحہ ۱۳۱، بیہقی، حاکم)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی سترہ کی طرف نماز پڑھے تو اسے قریب کرے کہ شیطان اس کی نماز کو خراب نہ کرے۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۵۹)

فائدہ: سترہ کو اپنے قریب گاڑھے جس کی حد یہ ہے کہ اپنی سجدہ گاہ کے قریب ہو۔

گزرنے والے کو ہاتھ کے اشارے سے منع فرماتے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ کے حجرے میں نماز پڑھ رہے تھے۔ عبداللہ یا عمر بن سلمہ سامنے سے گزرنے لگے تو آپ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا۔ وہ لوٹ گئے پھر ام سلمہ کی لڑکی زینب گزرنے لگی تو آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا (یعنی منع کیا) تو وہ گزر گئی۔ تو آپ نے نماز سے فارغ ہونے پر فرمایا۔ یہ تو بڑھ گئی (یعنی مانا نہیں گزر گئی)۔ (ابن ماجہ صفحہ ۶۷، فتح القدیر صفحہ ۴۰۸)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ سامنے سے گزرنے والے کو ہاتھ کے اشارے سے روکا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے کہ گزرنے والے کو ہاتھ سے روکے اور یہ بھی اختیار ہے کہ سبحان اللہ کہے۔ ہاں دونوں کو جمع نہ کرے۔
(فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۴۰۸)

خیال رہے کہ اگر نہ روکے اطمینان سے نماز پڑھتا رہے تو یہ بھی درست ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی گزرنے بھی دیا ہے روکا نہیں۔ چنانچہ کشف الغمہ میں ہے۔ کہ آپ بسا اوقات نماز پڑھتے تو آپ منع نہ فرماتے۔
(صفحہ ۹۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سترہ کس طرح رکھتے

ضباعہ بنت مقداد کی روایت میں ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا مگر یہ کہ جب آپ کسی لکڑی یا ستون یا درخت کی جانب (سترہ بناتے ہوئے) نماز پڑھتے تو دائیں بھوؤں یا بائیں بھوؤں کی جانب رکھتے۔ بالکل سیدھ میں نہ رکھتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۰۰، بنایہ جلد ۲ صفحہ ۴۳۸، فتح القدیر صفحہ ۴۰۷)

مقدام بن معدیکرب کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی ستون یا کسی شئی کی جانب نماز پڑھے تو بالکل آنکھ کی سیدھ میں نہ رکھے بلکہ بائیں بھوؤں کی جانب رکھے۔ (بنایہ صفحہ ۴۳۸)

فائدہ: سترہ کے گاڑنے اور رکھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اسے دائیں آنکھ یا بائیں آنکھ کی طرف رکھے، چنانچہ ہدایہ کی شرح عنایہ میں ہے کہ سترہ کے ساتویں احکام میں سے یہ ہے کہ اسے دائیں یا بائیں بھوؤں کے

مقابل رکھے بالکل سامنے سیدھ میں نہ رکھے۔ (فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۴۰۷، بنایہ جلد ۲ صفحہ ۴۳۸)

زیلعی کے حوالہ سے علامہ شامی نے بیان کیا ہے کہ دائیں بھوؤں کے رخ رکھنا افضل ہے۔

(شامی جلد ۱ صفحہ ۶۳۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیزے کو ساتھ رکھتے عموماً اس کا سترہ بناتے

حضرت عصمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیزہ کو اپنے آگے رکھتے ہوئے چلتے جب نماز پڑھتے تو اسے اپنے سامنے گاڑ دیتے۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۵۸)

سعد القرظ نے ذکر کیا کہ نجاشی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین نیزے (ہدیۃً) بھیجے تھے ایک تو آپ نے خود رکھا دوسرا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا اور تیسرا حضرت عمر کو دیا۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۵۸)

کیسا سترہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لگاتے

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام بطحاء میں نماز پڑھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نیزے کا سترہ جو ایک ذراع کے برابر تھا اور ایک انگلی کے برابر موٹا تھا۔ (النسایہ صفحہ ۴۳۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ غزوہ تبوک کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازی کے سترہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کجاوے کے پیچھے کی لکڑی کے مانند ہو۔

حضرت طلحہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اپنے سامنے کجاوے کے پیچھے کی لکڑی کی طرح سترہ لگالو تو کوئی حرج نہیں۔ (مسلم صفحہ ۱۹۵، بنایہ صفحہ ۴۳۶)

فائدہ: سترہ کی لمبائی ایک ہاتھ اور موٹائی ایک انگلی کے برابر ہونی چاہئے۔ ہدایہ اور فتح القدیر میں ہے کہ لمبائی ایک ذراع ہو۔ (فتح القدیر صفحہ ۴۰۶)

اور اس کی موٹائی ایک انگلی کے برابر ہو۔ (فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۴۰۷، بنایہ جلد ۲ صفحہ ۴۳۶)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سواری اونٹ وغیرہ کو سامنے رکھ کر سترہ بنالیتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کی جانب (یعنی آگے اونٹ رکھ کر) نماز پڑھی۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۰۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے (میدان جنگل میں) تو اپنے اور قبلہ کی جانب اونٹ کر لیتے۔ (الفتح جلد ۳ صفحہ ۱۲۹، بیہقی)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ میں تھے نماز کھڑی

ہوئی تو آپ نے اونٹ کے کوہان کو سامنے قبلہ کی جانب کرتے ہوئے (یعنی سترہ بناتے ہوئے) نماز پڑھائی۔
(مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ۳۵۲)

موسیٰ بن طلحہ سے مرسلاً روایت ہے کہ نماز پڑھنے والے کا سترہ جانور بھی (جو سامنے کر دیا گیا ہو) ہو جاتا ہے۔ایسا جیسے کجاوے کی پیچھے کی لکڑی کا سترہ۔ (کنز العمال جلد۷ صفحہ۳۵۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ سترہ کے لئے صرف لکڑی اور عصا کا ہی ہونا لازم اور ضروری نہیں بلکہ ہر وہ شئے جس سے پردہ ہو جائے اور کچھ آڑ محسوس ہو جائے درست اور صحیح ہے اس وجہ سے آپ سفر میں بسا اوقات سواری کے اونٹ کو سامنے کھڑا یا باندھ کر نماز پڑھ لیتے تھے۔

یہی نہیں بلکہ سفر کی اونچی باڑ دار ٹوپی کو بھی سترہ بنا لیتے تھے۔

لہٰذا اس اعتبار سے سفر میں اٹیچی جھولا، بیگ وغیرہ کو سامنے رکھ کر بآسانی سترہ بنایا جا سکتا ہے حتیٰ کہ اگر اونچی چیز نہ ہو تو لوٹا وغیرہ بھی رکھ کر سترہ کا کام لیا جا سکتا ہے اگر یہ بھی نہ ہو تو خط ہی کھینچ لے تاکہ سترہ کی برکت سے ذہن انتشار سے بچ جائے۔ حضرت ابن سیرین حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنی اونٹنی کو قبلہ کے سامنے کیا اور مغرب وعشاء کی نماز پڑھی۔ (ابن عبدالرزاق جلد۲ صفحہ۱۱)

کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر سترے کے بھی نماز پڑھ لیتے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میدان میں نماز پڑھ لیتے اور کوئی سترہ نہیں ہوتا۔ (الفتح جلد۳ صفحہ۱۴۵، مجمع جلد۳ صفحہ۶۳، ابوداؤد)

ابووداعہ کی اپنے دادا سے روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبو سہم کے دروازہ کے متصل نماز پڑھ رہے تھے آپ کے اور کعبہ کے درمیان کوئی سترہ نہیں تھا۔ (الفتح صفحہ۱۴۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات بلا سترہ کے بھی نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ (کشف الغمہ جلد۱ صفحہ۹۳)

مسجد حرام میں سترہ کی ضرورت نہیں اور نمازی کے آگے گزرنا اور طواف جائز ہے

حضرت حسن بن علی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ آپ حجر اسود کے قریب نماز پڑھ رہے تھے، اور کوئی سترہ نہیں تھا اور مرد اور عورتیں آپ کے سامنے طواف کر رہے تھے۔ (مجمع جلد۲ صفحہ۶۳)

فائدہ: خیال رہے کہ جس مقام پر کسی کے آنے جانے اور گزرنے کا خطرہ اور اندیشہ ہو تو ایسی جگہ کوئی سترہ وغیرہ لگا لے تاکہ ذہن کا انتشار نہ ہو اور نماز خشوع سے پڑھ لے اور یہ سترہ لگا لینا سنت ہے۔ خصوصاً صحراء میں

سنت ہے۔ (کذافی العنایہ، فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۴۰۷)

حرم پاک میں سترہ کے بغیر نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے اسی طرح نماز پڑھنے والے کے آگے سے طواف کرنا بھی درست ہے۔ (شامی صفحہ ۶۳۵)

فَائِدَة: کبھی کبھی آپ بلا سترہ کے بھی نماز پڑھ لیتے تاکہ امت کو معلوم ہو جائے کہ سترہ واجب نہیں ایسا نہیں کہ اس کے بغیر نماز فاسد یا مکروہ تحریمی ہو جاتی ہے۔ ہاں مگر چونکہ آپ کی اکثر بلکہ عادت تھی اس لئے سترہ اختیار کرنا سنت ہوگا۔

حضرت عائشہ سوئی ہوئی ہوتیں آپ ﷺ سامنے نماز پڑھ لیتے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ رات میں نفل نماز پڑھتے رہتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سامنے قبلہ رخ چوڑان میں سوئی ہوئی رہتیں۔ (الفتح الربانی صفحہ ۱۴۱، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۶۲)

عروہ بن زبیر نے امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز سے روایت کی کہ آپ ﷺ نماز پڑھتے رہتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے سامنے پھیلی ہوئی سوتی رہتیں اور کہا اس طرح سامنے رہتیں جس طرح جنازہ رہتا ہے۔ (الفتح الربانی جلد ۳ صفحہ ۱۴۱، کبریٰ صفحہ ۳۶۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ رات میں نماز پڑھتے رہتے اور میں آپ کے سامنے قبلہ رخ چوڑان میں مثل جنازہ کے سوئی رہتی۔ ہاں جب آپ وتر پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو مجھے جگا دیتے میں وتر پڑھتی۔

فَائِدَة: آپ ﷺ ازواج مطہرات سوئی ہوئی ہوتیں تو نماز پڑھ لیتے اس لئے کہ ازواج مطہرات اگر بیدار ہوتیں تو آپ کا خیال کرتیں سامنے سے گھبرا کر نہ اٹھتیں کہ آپ کی نماز خراب ہو۔ چونکہ آپ کو ان کے سامنے ہونے سے کوئی خلل نہیں ہوتا تھا نہ اندیشہ تھا اس لئے پڑھ لیتے تھے۔ دوسری بات یہ بھی تھی کہ حجرہ بہت چھوٹا تھا، گنجائش نہیں تھی۔ کہ وہ الگ ہوتیں یا آپ دوسری جگہ نماز پڑھتے۔

اگر بیوی حائضہ ہو اور سامنے سوئی ہو تو کوئی حرج نہیں

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ حائضہ ہونے کی حالت ہوتیں اور نماز نہ پڑھتی ہوئی ہوتیں اور وہ آپ کے نماز پڑھنے کی جگہ لیٹی رہتیں۔ اور آپ اپنے کپڑے پر نماز پڑھتے رہتے اور جب سجدہ فرماتے تو ان کے کپڑے پر بھی سر پڑ جاتا۔ (بخاری صفحہ ۴۷، مسلم صفحہ ۱۹۸، نیل جلد ۳ صفحہ ۸، کنز صفحہ ۸)

فَائِدَة: مطلب یہ ہے کہ حائضہ ہونے کی وجہ سے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں جب کہ اطمینان ہو

کہ ان کے سونے اور اٹھنے سے کوئی خلل نہ ہوگا۔

سترہ لگا لینے کی صورت میں شیطان حائل نہیں ہوتا

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو سترہ لگا لے کہ اس سے وہ تمہاری نماز کے درمیان حائل (بیچ میں) نہیں ہوتا۔ (کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۵۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ سترہ کی برکت سے ذہن منتشر نہیں ہوتا گزرنے والے پر توجہ نہیں جاتی شیطانی وساوس سے محفوظ ہو جاتا ہے اسی وجہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بلا سترہ کے نماز نہ پڑھا کرتے تھے۔

(ابن عبدالرزاق صفحہ ۹)

شرح منیہ المصلی میں اس کا ترک مکروہ لکھا ہے۔ (شامی)

امام کا سترہ مقتدی کے لئے کافی ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب عید کے لئے نکلتے تو نیزہ لے کر نکلنے کا حکم دیتے خود آپ کے سامنے نصب کر دیا جاتا۔ آپ اسی کے سامنے نماز پڑھتے اور لوگ آپ کے پیچھے ہوتے۔

(بخاری صفحہ ۱۳۳)

فائدہ: یعنی صرف آپ کے سامنے سترہ ہوتا مقتدی جو دائیں جانب اور بائیں جانب ہوتے اس کا سترہ نہ ہوتا معلوم ہوا کہ امام کا سترہ مقتدی کے لئے کافی ہوگا۔ الگ سے مقتدی کے لئے ضرورت نہ ہوگی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کا سترہ ہی اس کے پیچھے رہنے والے کا (مقتدیوں) بھی سترہ ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۶۲، کنز العمال)

فائدہ: اگر جماعت کی حالت ہو تو امام کا سترہ مقتدی کے لئے بھی کافی ہے۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے امام کا سترہ مقتدی کا سترہ ہے۔ (البنایہ جلد ۲ صفحہ ۴۳۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اثر منقول ہے کہ امام کا سترہ اس کے ماتحتوں مقتدیوں کا بھی ہے۔

(ابن عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۱۸)

اگر کوئی لکڑی وغیرہ کا سترہ نہ ملے تو خط کھینچ لے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنے سامنے کچھ رکھ لے اگر نہ پائے تو اپنا عصا ہی کھڑا کر دے اگر اس کے پاس عصا بھی نہ ہو تو ایک خط کھینچ دے پھر جو اس کے سامنے سے گزرے کوئی حرج نہ محسوس کرے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۰۰، الفتح الربانی، ابن ماجہ جلد ۳ صفحہ ۱۲۸)

فائدہ: کبیری میں ہے کہ اگر عصا وغیرہ نہ ہو تو خط کھینچ دے پھر کسی گزرنے والے کی پرواہ نہ کرے۔

(صفحہ ۳۶۹)

کوئی سترہ نہ ملتا تو خط کھینچ لیتے

ابو محذورہ کی اپنے والد سے مرفوعاً روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ باب بنی شیبہ کی جانب سے مسجد میں داخل ہوئے۔ یہاں تک کہ کعبہ کے سامنے آئے، اور اپنے سامنے عرض (چوڑان) میں خط کھینچا۔ پھر اللہ اکبر کہا اور نماز پڑھی لوگ خط اور کعبہ کے درمیان سے گزر رہے تھے۔ (مطالب عالیہ جلد ا صفحہ ۹۰)

فائدہ: یعنی اگر کوئی لکڑی عصا یا اونچی چیز جو ایک بالشت اونچائی کے قریب ہو نہ ملے تو خط اپنی سجدہ گاہ کے قریب کھینچ دے۔ علامہ عینی نے بیان کیا کہ خط طولاً ایک قول میں عرضاً ایک قول میں گول محراب کی طرح کھینچا جا سکتا ہے۔ (بنایہ)

ابن ہمام نے فتح القدیر میں ذکر کیا ہے کہ خط کا نشان لمبائی میں کھینچے خواہ ہلال کی طرح گولائی میں کھینچے۔

(فتح القدیر جلد ا صفحہ ۴۰۸)

علامہ شامی نے ذکر کیا ہے کہ بعض علماء نے خط کو کافی نہیں سمجھا لیکن احادیث کے پیشِ نظر خط کو علامہ شامی نے مسنون قرار دیا ہے۔ جیسا کہ امام محمد کی روایت ہے ابن ہمام نے بھی اس کے بہتر ہونے کو نقل کیا ہے۔

(شامی صفحہ ۶۳۷)

سترہ لگا لینے کے بعد کوئی گزرے تو کوئی حرج نہیں

حضرت طلحہ بن عبید اللہ کی روایت میں ہے کہ جب تم کجاوے کی پیچھے کی لکڑی کے مانند کوئی سترہ لگا لو تو پھر سامنے سے گزرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (ابوداؤد صفحہ ۹۹، مسلم صفحہ ۱۹۵، ابن ماجہ صفحہ ۶۷)

مہجب بن ابی صفرہ کی روایت میں ہے کہ جب تمہارے اور گزرگاہ کے درمیان کجاوے کی پیچھے کی لکڑی کے مثل سترہ ہو تو پھر تمہارے سامنے سے کوئی گزرے تو کوئی حرج نہیں۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۵۱)

فائدہ: اگر نمازی کے آگے سترہ یا کوئی پردہ ہے تو ایسی صورت میں گزرنے والے پر کوئی حرج نہیں بلا کسی قباحت کے گزر سکتا ہے۔ اس طرح نمازی کو بھی پرواہ نہیں کرنی چاہئے کوئی گزرے تو منع نہ کرے اور نہ ذہن کو الجھن میں ڈالے۔ سترہ ہونے سے تسلی حاصل کرے اگر شیطان گزرنے والے کے بارے میں وسوسہ ڈالے تو کہہ دے کہ سترہ ہے کوئی حرج اور وسوسہ کی بات نہیں ہے۔

سونے والے اور بات کرنے والے کے پیچھے نماز سے منع فرماتے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ بات کرنے والے یا سونے

والے کے پیچھے نماز پڑھیں۔ (مجمع صفحہ ۲۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونے والے اور بات کرنے والے کے پیچھے نماز مت پڑھو۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۰۱، بیہقی، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۴۴۸)

فائدہ: خیال رہے بات کرنے والے کی بات سے نماز میں خلل اور انتشار پڑتا ہے خشوع جاتا رہتا ہے اس لئے آپ نے منع فرمایا ہے چونکہ خشوع نماز کے مقاصد میں سے ہے۔

سونے والے کے پیچھے آپ نے اس وجہ سے نماز پڑھنے سے منع فرمایا کہ یا تو اس کے خراٹے یا کروٹ لینے سے خشوع میں خلل پڑ سکتا ہے۔ یا وہ اٹھے گا تو اس کے سامنے سے نکلے گا تو اس سے خلل پیدا ہوگا ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ اچانک اسے پاخانہ پیشاب لگ جائے اور وہ اٹھے اور دیکھے کہ یہ نماز پڑھ رہا ہے تو اسے پریشانی ہوگی، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سونے والا بڑبڑانے لگتا ہے جس سے نماز میں خلل ہوگا ان وجوہات کی بناء پر آپ نے منع فرمایا ہے۔

مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتی ہوئی ازواج مطہرات کے پیچھے نماز پڑھی ہے اس وجہ سے وہ آپ کی نماز سے مانوس تھیں یقیناً آپ کی نماز کا خیال کرتی تھیں جس سے آپ کو خشوع میں خلل کے پیدا ہونے کا اندیشہ نہیں ہوتا تھا اس وجہ سے آپ پڑھ لیا کرتے تھے۔

نمازی کے آگے سے گزرنے سے بہتر سو سال کھڑا رہنا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر تم کو معلوم ہو جائے کہ اپنے بھائی کے آگے گزرنا کہ وہ نماز میں ہو کتنا بڑا گناہ ہے تو تم سو سال کھڑا رہنا بہتر سمجھتے اس کے آگے سے گزرنے سے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۶۷، مسند احمد، کنز العمال صفحہ ۳۵۵)

چالیس سال بہتر ہے کھڑا رہنا نمازی کے آگے گزرنے سے

حضرت ابوجہیم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر معلوم ہو جائے کہ نمازی کے آگے سے گزرنے میں کیا گناہ ہے۔ تو چالیس "سال یا ماہ یا دن" کھڑا رہنا بہتر سمجھتے گزرنے سے۔

(بخاری صفحہ ۷۳، مسلم صفحہ ۱۹۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ نمازی کے سامنے سے گزرنا اتنا برا اور قبیح ہے کہ اس کے مقابلے میں سو سال کھڑا رہنا بہتر ہے خیال رہے کہ نماز کے بعد جگہ کا بدلنا مستحب ہے اور نمازی کے آگے سے گزرنا حرام ہے ایک مستحب کے لئے حرام کا مرتکب ہو رہا ہے۔

زمین میں دھنس جانا بہتر ہے اس سے کہ نمازی کے آگے سے گزرے

حضرت کعب احبار سے مروی ہے کہ اگر معلوم ہو جائے کہ نمازی کے آگے سے گزرنے کا کتنا بڑا گناہ ہے تو وہ زمین میں دھنس جانا بہتر سمجھے اس بات سے کہ آگے سے گزرے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۷۴، موطا امام مالک)

قیامت میں خشک درخت ہونے کی تمنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ آدمی جو نمازی کے سامنے سے جان بوجھ کر گزرتا ہے قیامت میں (اس حرکت کی سزا پر) خشک درخت ہونے کی تمنا کرے گا۔

(کنز العمال صفحہ ۳۵۵، مجمع صفحہ ۶۱)

فائدہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ بلاسترہ اور پردہ کے نماز پڑھنے والے کے آگے سے گزرنا منع اور گناہ ہے۔ علامہ شامی اور دیگر فقہا نے لکھا ہے کہ نمازی کے سامنے سے گزرنا گناہ ہے (شامی جلد ۱ صفحہ ۵۳۶)

عموماً جہاں جماعت میں بھیڑ اور ازدہام ہوتا ہے لوگ اس کی پرواہ نہیں کرتے سامنے سے بلا جھجک گزر جاتے ہیں اگر مسجد بڑی اور وسیع ہو جو ساٹھ ہاتھ سے زائد ہو تو نمازی کے سجدہ گاہ سے آگے کی طرف سے گزرنے کی گنجائش ہے۔ اور دیگر فقہاء نے لکھا ہے کہ نمازی کے سامنے سے گزرنا گناہ ہے۔ (شامی جلد ۱ صفحہ ۴۳۴)

نمازی کے آگے سے کوئی گزرے تو نماز فاسد یا خراب نہیں ہوتی

فضل سے مروی ہے کہ حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس کی بادیہ میں ملاقات کی جہاں ہمارے کتے اور گدھے چر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھی وہ سامنے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ پیچھے ہنکایا اور نہ بھگایا۔ (نسائی صفحہ ۱۲۳، مسند احمد، نیل صفحہ ۹، دار قطنی صفحہ ۳۶۹)

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز کو کوئی چیز (کسی کا گزرنا) خراب اور فاسد نہیں کرتی جہاں تک ہو سکے منع کرو کہ وہ (سامنے گزرنے والا) شیطان ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ نمازی کے آگے سے کسی کا گزرنا نماز کو خراب نہیں کرتا ہاں جہاں تک ہو سکے اسے دفع کرو۔ (یعنی گزرنے مت دو)۔ (دار قطنی صفحہ ۳۶۸، نیل صفحہ ۱۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے تو آپ کے سامنے سے گدھا گزرا اس پر عیاش بن ربیعہ نے سبحان اللہ سبحان اللہ کہا جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ نے پوچھا کس نے سبحان اللہ کہا انہوں نے کہا میں نے اے اللہ کے رسول میں نے سنا ہے کہ گدھے کا گزرنا نماز کو فاسد کر دیتا ہے

آپ ﷺ نے فرمایا نماز کو کوئی چیز خراب نہیں کرتی۔ (دارقطنی صفحہ ۳۶۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا نہ عورت کا نہ کتے کا نہ گدھے کا گزرنا نماز کو خراب کرتا ہے۔ جہاں تک ہو سکے اسے دفع کرو۔ (دارقطنی صفحہ ۳۶)

فائدہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ نمازی کے آگے سے کوئی خواہ عورت یا کتا یا اور کوئی شئے گزرے تو اس سے نماز خراب اور نہ فاسد ہوتی ہے ہاں اس کے گزرنے سے ذہن منتشر ہو سکتا ہے جس سے نماز کا اطمینان اور خشوع جاتا رہے گا اس لئے آپ نے سترہ سامنے رکھنے کا حکم دیا ہے تاکہ ذہن کا انتشار نہ ہو۔ سترہ لگا دینے سے ذہن کو اطمینان ہو جاتا ہے۔

اگر وسیع و کبیر مسجد ہو جو ساٹھ ہاتھ سے زیادہ ہو تو ایسی صورت میں مقام سجدہ کے ذرا اوپر حصے سے گزرنے کی گنجائش ہے۔ (شامی صفحہ ۶۳۴)

سترہ نہ ہو یا سترہ کے اندر سے گزرے تو منع کرے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھ رہا ہو تو اپنے سامنے سے کسی کو نہ گزرنے دے اور اپنی وسعت کے موافق اس کو منع کرے اگر وہ انکار کرے تو اس سے قتال (ڈانٹ ڈپٹ) کرے کہ وہ شیطان ہے۔ (بخاری صفحہ ۷۳، مسلم صفحہ ۱۹۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنے سامنے سے کسی کو نہ گزرنے دے۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۳۴۹)

فائدہ: خیال رہے کہ نمازی کے سامنے سے گزرنے پر نماز میں خلل پیدا ہوتا ہے اس کا ذہن منتشر ہوتا ہے خشوع میں فرق ہوتا ہے۔

علامہ عینی نے البنایہ میں لکھا ہے کہ اگر نمازی کے سامنے کوئی سترہ نہ ہو، یا کوئی شخص سترہ اور اس کے درمیان سے گزرے تو اس کو منع کرے امام الحرمین نے کہا کہ اسے اشارہ سے منع کرے (زبان سے نہ کہے کہ نماز فاسد ہو جائے گی)...... (بنایہ)

علامہ شامی نے کہا ہاتھ سر اور آنکھ سے بھی اشارہ کر سکتا ہے اگر وہ گزرنے سے انکار کرے تو نماز کے بعد اس سے مواخذہ کرے۔ (البنایہ صفحہ ۴۴۱)

آپ نے گزرنے والے کو شیطان کہا چونکہ اس نے گویا شیطان جیسی حرکت کی کہ جس طرح شیطان نماز میں خلل پیدا کرنے اور ذہن منتشر کرنے پر لگا رہتا ہے اسی طرح یہ شخص بھی اپنی حرکتوں سے ایسا کر رہا ہے۔ علامہ عینی نے بیان کیا کہ ہو سکتا ہے گزرنے والا خبیث، جن ہو یا خبیث انسان ہو، یعنی خبیث انسان کی تعبیر

شیطان سے کی گئی ہو۔ (البنایہ صفحہ ۴۲۱)

آپ ﷺ ٹوپی کا بھی سترہ بنا لیتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ بسا اوقات ٹوپی کو اتار کر اس کا سترہ بنا لیتے۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۲۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس تین قسم کی ٹوپیاں تھیں ① سفید مصری ٹوپی ② منقش دھاری اور موٹی سبز ٹوپی ③ باڑ دار اونچی ٹوپی...... جسے آپ ﷺ سفر میں پہنا کرتے تھے۔ بسا اوقات اسے سترہ بنا لیتے تھے۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۴۴۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے سفر کی ٹوپی ذرا اونچی بڑی ہوتی تھی آپ اس سے سفر میں سترہ کا بھی کام لے لیتے تھے۔ (بیہقی فی الشعب، مجمع الوسائل صفحہ ۱۶۶، شمائل کبریٰ)

سفیان ابن عیینہ نے ذکر کیا کہ حضرت شریک نے اپنی ٹوپی کا سترہ بنا لیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۰۰)

فائدہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی سفری ٹوپی جو ذرا اونچی ہوتی تھی بوقت ضرورت اس کے سترہ کا بھی کام لیتے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ ٹوپی ایک ہاتھ ایک ذراع لمبی یقیناً نہ ہوتی ہوگی۔ بلکہ بالشت بھر بھی اونچائی بہت ہے۔ لہٰذا اگر بالشت بھر بھی کسی چیز کا سترہ جب کہ کوئی اور سامان یا سترہ بنانے کے لائق نہ ہو تو بنایا جا سکتا ہے جیسے لوٹے اور بکس وغیرہ کا۔



جماعت کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ تعلیمات اور اسوۂ حسنہ کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جماعت کی تاکید وترغیب فرماتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں جماعت کی شرکت کے لئے تاکید فرماتے خاص کر صبح اور عشاء میں زور دیتے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۲۶)

فائدہ: امام احمد بن حنبل نے جماعت کو فرض عین قرار دیا ہے۔ یہی رائے داؤد، ابوثور اور عطا کی ہے۔ امام محمد نے فرمایا جماعت سنت موکدہ۔ (واجب کے قریب) ہے بغیر عذر مرض وغیرہ کے اس کا چھوڑنا درست نہیں۔ عام مشائخ کا قول ہے کہ یہ واجب ہے اور دلائل (احادیث) اس کے واجب ہونے پر دال ہیں۔ (کبیری صفحہ ۵۰۸)

امام بخاری نے باب قائم کیا ہے وجوب الجماعۃ جس سے اس کے واجب ہونے کی وضاحت کر رہے ہیں۔

جماعت میں شریک ہونے کے لئے تیزی سے قدم اٹھاتے

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا اور ہم نماز (جماعت) کے لئے چل رہے تھے تو آپ تیزی سے قدم اٹھا رہے تھے۔ (سبل الھدیٰ جلد ۸ صفحہ ۱۹۰)

کسی گاؤں یا بستی میں تین آدمی ہوں تب بھی جماعت کی تاکید فرماتے

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کسی گاؤں یا بستی میں تین آدمی بھی ہوں اور لوگ جماعت سے نماز نہ پڑھیں تو ان پر شیطان غالب آجاتا ہے پس تم پر جماعت لازم ہے کہ الگ رہنے والی بکری کو بھیڑیا کھالیتا ہے۔ (نسائی صفحہ ۱۲۵)

ایک روایت میں ہے کہ جس مقام پر پانچ گھر ہوں اور وہاں اذان نہ دی جاتی ہو تو ان پر شیاطین کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ (کنز العمال صفحہ ۵۸۵)

جماعت کے ساتھ نماز کا ثواب ستائیس گنا ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت کے ساتھ نماز کا ثواب تنہا کے مقابلہ میں ستائیس گنا زائد ہے۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: یعنی گویا ستائیس نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ اللہ اکبر کس قدر خدا کی شان......۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت کے ساتھ نماز کی فضیلت تنہا کے مقابلہ میں پچیس گنا ہے۔ (مسلم جلد ا صفحہ ۲۳۱)

حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ اولاً اللہ تعالیٰ نے پچیس گنا درجہ ثواب رکھا ہو۔ پھر ستائیس درجہ کر دیا ہو۔ مزید بھی احتمال ہے کہ فجر وعشاء میں ستائیس اور بقیہ میں پچیس اور یہ بھی ممکن ہے کہ نمازیوں کی کمی اور بیشی یا مسجد کے قریب و بعید سے یہ فرق ہو...... (فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۱۳۲)

حافظ نے بیان کیا اس اعتبار سے جماعت کے شرکاء میں سے ہر ایک کو چھبیس یا اٹھائیس نمازوں کا ثواب ملے گا۔ (فتح جلد ا/۲ صفحہ ۱۳۲)

جامع مسجد میں جماعت کا ثواب پانچ سو گنا ہو جاتا ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مبارک نقل کیا ہے کہ آدمی کی نماز گھر میں ایک گنا ثواب ہے اور محلے کی (چھوٹی مسجد) میں پچیس درجہ ہے۔ اور جامع مسجد میں پانچ سو درجہ ہے۔ اور مسجد اقصیٰ میں پچاس ہزار اور میری مسجد مسجد نبوی میں پچاس ہزار درجہ اور مسجد حرام میں ایک لاکھ درجہ کا ثواب ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۰۲، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۶۴)

فائدہ: حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ حمید بن زنجویہ نے بیان کیا کہ محلے کی مسجد میں جماعت کا ثواب پچیس گنا ہے۔ اور جامع مسجد میں پڑھنے کا ثواب جہاں جمعہ ہوتا ہو پانچ سو درجہ ہے۔ (فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۱۳۵)

حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ اگر مسافر جنگل و بیابان میں (اور کسی بھی جگہ) جماعت کے ساتھ نماز پڑھے اور رکوع و سجود اچھی طرح ادا کرے تو اس کا ثواب پچاس گنا بڑھ جاتا ہے۔ (فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۱۳۴)

امام کے علاوہ ایک آدمی ہو تو کس طرح کھڑا ہو

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شب اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گزاری۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے لئے کھڑے ہوئے میں بھی اٹھا اور آپ کے ساتھ (وضو وغیرہ کر کے) شریک ہوگیا۔ تو میں آپ کے بائیں جانب کھڑا ہوگیا تو آپ نے میرا سر پکڑا اور اپنے دائیں جانب کر دیا۔

(بخاری صفحہ ۹۷، نسائی صفحہ ۲۶۱، ابوداؤد: مسلم صفحہ ۲۶۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں اپنی خالہ میمونہ کے پاس ایک رات رہا تو میں نے ان سے کہہ دیا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں بیدار ہوں تو مجھے جگا دینا چنانچہ رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے نماز پڑھنے لگے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب کھڑا ہوگیا تو آپ نے مجھے دائیں طرف کر دیا۔ (مسلم صفحہ ۲۶۱)

علامہ شعرانی کہتے ہیں کہ آپ تنہا نماز پڑھ رہے ہوتے اور کوئی آ جاتا تو اپنے دائیں طرف کھڑا کرتے۔
(کشف الغمہ صفحہ ۱۳۴)

امام کے علاوہ دو یا دو سے زائد ہوں تو کس طرح کھڑے ہوں

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ جب ہم تین ہوں تو ہم سے ایک آگے بڑھ جائے (یعنی امام آگے ہو اور دو مقتدی پیچھے کھڑے ہوں امام کے بغل میں کھڑے نہ ہوں)...... (ترمذی صفحہ ۵۵)

امام ترمذی اس حدیث پاک کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اہل علم صحابہ (تابعین ائمہ مجتہدین) کا اس پر عمل رہا کہ جب امام کے علاوہ دو آدمی ہوں تو امام کے پیچھے کھڑے ہوں گے۔ (ترمذی صفحہ ۵۵)

امام نووی نے لکھا ہے کہ تمام علماء کا یہی مذہب ہے۔ (شرح مہذب جلد ۴ صفحہ ۲۹۲)

بچے ہوں تو تب بھی امام کے پیچھے ہی دونوں بچے کھڑے ہوں گے۔ جیسا کہ احناف کی بیشتر کتابوں میں ہے کہ حضرت انس کی نانی ملیکہ نے حضور پاک ﷺ کا کھانا بنا کر دعوت کی۔ آپ نے (تشریف لے جا کر) کھایا اور فرمایا کھڑے ہو جاؤ میں تمہارے لئے نماز پڑھ دوں۔ چنانچہ آپ نے نماز پڑھائی تو حضرت انس اور ایک یتیم بچہ آپ کے پیچھے صف میں کھڑے ہو گئے اور وہ بوڑھی عورت ان کے پیچھے۔ (مختصر ترمذی صفحہ ۵۵)

بس معلوم ہوا کہ اگر دو نابالغ بچے ہوں تب بھی وہ صف بنا کر امام کے پیچھے کھڑے ہوں گے۔

تین آدمی ہوں تو جماعت کرے

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم لوگ رہو۔ تو تم میں سے ایک (نماز کے موقع پر) امام بن جائے اور امامت کا مستحق وہ ہے جو قرآن پاک زیادہ جانتا ہو۔
(نسائی صفحہ ۱۳۵)

مالک بن الحویرث کہتے ہیں کہ میں اپنے مصاحب کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جب آپ کے پاس سے واپس ہونے لگا تو آپ نے فرمایا جب نماز کا وقت ہو جائے تو اذان دینا، اقامت کہنا اور جو بڑا ہو امامت کرے۔ (بیہقی جلد ۳ صفحہ ۶۷)

دو آدمی ہوں تو بھی جماعت کریں پھر نماز پڑھیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ نماز میں شریک ہوا تو آپ کے بائیں جانب کھڑا ہوا تو آپ نے مجھے بائیں ہاتھ سے پکڑ کر اپنی دائیں جانب کر دیا۔

(نسائی صفحہ ۱۲۵، ابن ماجہ صفحہ ۶۹)

حضرت جابر رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ مغرب کی نماز پڑھ رہے تھے میں حاضر ہوا اور آپ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا تو آپ نے مجھے دائیں جانب کر دیا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۶۹)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ دو اور اس سے اوپر جماعت ہے۔ (بیہقی جلد ۳، صفحہ ۶۹، ابن ماجہ صفحہ ۶۹)

حضرت انس سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ دو جماعت ہے۔ تین جماعت ہے اور اس سے زائد جماعت ہے۔ یعنی جماعت سے نماز کی تاکید ہے۔ (بیہقی صفحہ ۶۹)

فَائِدَہ: حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ جماعت کی کم از کم مقدار ایک امام اور دوسرا مقتدی ہے۔ خواہ مقتدی نابالغ بچہ ہو یا عورت ہو۔ جماعت ہو جائے گی اسی وجہ سے امام بخاری اور دیگر محدثین نے باب قائم کیا ہے۔ دو اور دو سے اوپر جماعت ہے لہٰذا دو آدمی ہوں تو جماعت کرائیں تنہا تنہا نہ پڑھیں۔

اگر جماعت میں عورت شریک ہو تو کس طرح اور کہاں کھڑی ہوگی

حضرت انس رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ کی روایت میں ہے کہ آپ ان کی دادی حضرت ملیکہ کے یہاں تشریف لائے آپ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے میں اور ایک یتیم لڑکا آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور ہمارے پیچھے بوڑھی عورت کھڑی ہو گئی۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۵، مسلم صفحہ ۲۳۴، طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۸۱)

حضرت ابوہریرہ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مردوں کی صفوں میں اول صف بہتر ہے اور آخری صف بہتر نہیں اور عورتوں کی صف میں بہتر صف آخر ہے۔ اور شروع کا (شر) برائی کی صف ہے۔ (مسلم صفحہ ۳۰۱، ابوداؤد: ۹۹)

حضرت ابن مسعود رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فرماتے ہیں عورتوں کو مردوں کے آخر میں رکھو۔ جیسا کہ اللہ پاک نے ان کو مردوں کے بعد درجہ دیا ہے۔ (مصنف ابن عبدالرزاق، فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۳۶۰)

فَائِدَہ: آپ ﷺ نے عورتوں کو مردوں کے آخر میں حتیٰ کہ بچوں کے بعد صف میں رکھا ہے اور یہی حکم بھی دیا ہے۔

فَائِدَہ: خیال رہے اول تو عورت کے لئے مسجد میں آنا جماعت میں شریک ہونا درست نہیں اس لئے کہ مسجد میں بہتر نہیں بلکہ گھر بہتر ہے جس کی تفصیل شمائل کبریٰ جلد ششم مسجد کے ذیل میں گزر چکی ہے تاہم کسی جگہ مثلاً حرم پاک میں جیسا کہ حج کے دوران عورتیں جاتی ہیں ان کو بالکل مرد کے پیچھے مرد سے الگ وعلیحدہ کھڑی ہونا چاہئے۔ اسی طرح گھر میں اگر جماعت کی جائے اور عورتیں بھی شریک ہوں تو بالکل پیچھے ہوں مرد یا بچوں کی صف میں کنارے دائیں بائیں شریک نہ ہوں امام بخاری نے باب قائم کیا ہے "صلاۃ النساء خلف الرجال"

جس سے وہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ عورتیں مردوں کے بعد پیچھے صف میں رہیں گی (بخاری ۱۲۰، عمدۃ القاری ۶/۱۵۹)

چنانچہ علامہ ابن عبدالبر مالکی نے اس پر اہلِ علم کا اجماع نقل کیا ہے کہ عورتیں دائیں بائیں کھڑی نہ ہوں گی بلکہ مرد کے پیچھے کھڑی ہوں گی اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں۔ (استذکار جلد۵ صفحہ ۲۷۸، شرح مہذب جلد۴ صفحہ ۲۹۱)

لہٰذا حرم اور مسجد حرم میں جو عورتیں مردوں کے بیچ میں کھڑی ہو جاتی ہیں یہ کسی کے نزدیک درست نہیں۔ مسلک حنفی کے حضرات کو اس سے ضرور احتراز چاہئے۔ کوئی عورت بغل میں نہ آنے دے آجائے تو جگہ بدل دے تاکہ نماز صحیح ہو۔

عشاء اور فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کی فضیلت

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ جس نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی اس نے گویا آدھی رات نوافل میں گزاری اور جس نے صبح کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی گویا اس نے پوری رات نوافل میں گزاری۔ (مسلم جلد۱ صفحہ ۲۳۲، ترمذی صفحہ ۵۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ فجر کی جماعت کی زیادہ فضیلت ہے اور اس کا ثواب عشاء کے مقابلہ میں دوگنا ہے۔ (تحفۃ الاحوذی جلد۱ صفحہ ۱۹۱)

زیادتی فضیلت کی وجہ ظاہر ہے کہ یہ وقت غفلت اور نیند کا ہوتا ہے اسی وجہ سے فجر کی جماعت میں دیگر جماعت کے مقابلہ میں لوگ کم ہوتے ہیں۔

فائدہ: حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ فجر کی جماعت میں دن اور رات کے ملائکہ جمع ہوتے ہیں اس لئے اس کی زیادہ اہمیت ہے۔ (صفحہ ۱۳۷)

اسی وجہ سے امام بخاری نے فجر کی جماعت کی فضیلت پر باب قائم کیا ہے۔ حافظ نے کہا اسی وجہ سے اس کا ثواب دوگنا زائد ستائیس درجہ ہے۔ (فتح الباری جلد۲ صفحہ ۱۳۷)

صبح کی نماز جماعت سے پڑھنے والا خدا کی حفاظت میں

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو صبح کی نماز جماعت سے پڑھے۔ وہ خدا کے ذمہ (اور اس کے ضمان وحفاظت) میں آجاتا ہے جو اس حفاظت کو توڑتا ہے (گناہ اور فواحش کے ذریعہ) اسے خدا منہ کے بل جہنم میں ڈالے گا۔ (مجمع صفحہ ۴۱)

فائدہ: صبح کی نماز جو جماعت سے پڑھے وہ خدا کی ذمہ داری اور حفاظت میں آجاتا ہے یہ بڑی اہم فضیلت ہے۔ اس کی خاصیت ہے کہ حوادث کے شکار سے بفضل الٰہی محفوظ رہے گا یہ بھی اس کا مطلب ہوسکتا ہے وہ اللہ کے عہد و پیمان میں آجاتا ہے۔ لہٰذا اس عہد کی حفاظت کرے مسلم اور ترمذی کی ایک روایت میں صبح کی نماز

پڑھنے پر یہ فضیلت ہے۔

فجر کی سنت جماعت سے قبل پڑھ کر جماعت میں شرکت کی فضیلت

حضرت ابو اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو وضو کرے پھر مسجد آئے اور فجر کی دو رکعت سنت پڑھ کر پہلے سے بیٹھا رہے۔ یہاں تک کہ فجر کی نماز پڑھے اس کی نماز اس دن ابرار کی نماز ہوگی اور اس کا شمار رحمٰن کے وفد خصوصی لوگوں میں ہوگا۔ (مجمع جلد۲ صفحہ۴۱)

فائدہ: جماعت سے پہلے سنت پڑھ کر شریک ہونے کی یہ فضیلت ہے۔ یہ اس وقت ہوسکتا ہے جب آدمی پہلے اٹھنے کا اہتمام کرے اکثر لوگ تو جماعت شروع ہونے کے بعد شریک ہوتے ہیں۔

جو عشاء اور فجر کی جماعت میں شریک نہ ہوتے ان کے ساتھ بدگمانی

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کو ہم لوگ عشاء اور فجر کی جماعت میں نہ پاتے ان سے ہم لوگ بدگمان ہو جاتے۔ (استذکار جلد۵ صفحہ۳۳۲، کنز العمال جلد۸ صفحہ۲۵۵، بیہقی جلد۳ صفحہ۵۹)

عبدالرحمٰن بن حرملہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے اور منافقین کے درمیان عشاء اور فجر میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا ہے۔ (بیہقی جلد، صفحہ۵۹۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ ہم لوگ جسے صبح کی جماعت میں نہ پاتے اس سے بدگمان ہوجاتے (یعنی منافق ہونے کا شبہ ہوجاتا)۔ (مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ۴۰)

فائدہ: افسوس آج امت کا اکثر طبقہ خصوصاً جوانوں کا صبح کی جماعت میں حاضر نہیں ہوتا۔ کس قدر بے پرواہی اور گناہ کا باعث ہے ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ فجر اور عشاء کی جماعت کا اہتمام نہ کرنا اہل نفاق کی علامت ہے۔ (استذکار جلد۵ صفحہ۳۳۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جماعت میں لوگوں کی حاضری لیتے

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن آپ نے صبح کی نماز پڑھائی اور اس کے بعد پوچھنے لگے فلاں حاضر ہے لوگوں نے جواب دیا نہیں۔ پھر پوچھا فلاں حاضر ہے۔ کہا نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ دونوں نماز (صبح اور عشاء) منافقین پر بہت بھاری اور بوجھ ہے۔

(بیہقی جلد۳ صفحہ۶۸، دارمی: ابن خزیمہ: داؤد: نسائی: کنز العمال صفحہ۲۵۸)

حضرت کعب کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی سلام کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اس نے کہا فلاں فلاں حاضر ہے۔ چنانچہ تین لوگوں کی حاضری لی۔ تینوں کو آپ نے (مسجد کے بجائے) گھر میں پایا۔ (کنز العمال جلد۸ صفحہ۲۵۹)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اپنے ماتحتوں میں جماعت کی سخت تاکید کی جائے گی بڑوں کو اسلامی حکومت میں حاکم و امیر کو ارباب انتظام کو مدارس میں اساتذہ کرام کو محلے کی امیر کو حلقہ مریدین میں مرشد کو اس بات کا حکم اور اجازت ہے کہ جماعت میں لوگوں کا دھیان رکھیں نہ آنے کی وجہ سے ان سے معلوم کریں۔ تغافل اور تکاسل پر ان کو اہتمام کی تاکید کریں۔

فجر اور عشاء کی جماعت کی سخت تاکید فرماتے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافقین پر عشاء اور فجر کی جماعت بہت گراں ہے۔ میں یہ ارادہ کر رہا ہوں کہ اپنے جوانوں کو حکم دوں کہ وہ لکڑیاں جمع کریں پھر کسی کو نماز پڑھانے کھڑا کر دوں پھر جو گھروں میں ہیں ان کو آگ لگا دوں۔ (مسلم جلد ا صفحہ ۲۳۲، بخاری صفحہ ۹۰)

فائدہ: حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ بظاہر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت فرض عین ہے۔ چنانچہ عطا اوزاعی امام احمد اور شوافع کی ایک جماعت نے فرض عین کہا ہے۔ اسی طرح ابو ثور، ابن خزیمہ، ابن منذر، ابن حبان، احناف اور مالکیہ کے بکثرت علماء نے فرض کفایہ قرار دیا ہے۔

طیبی نے حوالہ سے بیان کیا کہ جماعت چھوڑنا منافقین کی علامت ہے۔ حضرت ابن مسعود کا فرمان ہے۔ ہم لوگ جماعت کی سستی منافقین میں دیکھتے تھے۔ حافظ نے فرمایا کہ چھوڑنے والے منافقین تھے جس کے متعلق آپ نے فرمایا تھا۔ (فتح الباری صفحہ ۱۲۷)

آپ نے عشاء اور فجر کی جماعت کے متعلق فرمایا تھا۔

افسوس کہ آج اس دور میں بھی فجر کی جماعت بکثرت لوگ چھوڑ دیتے ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ مغرب اور عشاء میں نمازیوں کی تعداد جس مقدار ہوتی ہے۔ وہ مقدار فجر کی جماعت میں نہیں ہوتی قریب ایک ربع چوتھائی لوگ ہوتے ہیں۔ باقی تین چوتھائی سوئے رہتے ہیں ان کے نزدیک نیند کے مقابلہ میں فجر کی جماعت کی کوئی اہمیت نہیں۔ یہ ضعف ایمان اور منافقت کی علامت ہے اگر کسی عارضہ کی وجہ سے نہیں آسکتے تو اس عارضہ کا دور کرنا واجب ہے۔ افسوس در افسوس کہ وہ قضاء بھی ادا نہیں کرتے گویا چار واقتی نمازی ہوتے ہیں۔ ایک وقت کی نماز بالکل غائب خدا کی پناہ کیسا ایمان۔

عہد نبوت میں منافق ہی جماعت سے کوتاہی کرتے تھے

حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ دیکھتے تھے کہ جماعت سے پیچھے رہنے والے منافق ہی ہوتے تھے (مریض بھی) دو آدمیوں کے سہارے گھسٹتے ہوئے جماعت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

(مسلم جلد ا صفحہ ۲۳۲، فتح الباری صفحہ ۱۲۷)

فَائِدَہ: افسوس کہ آج ایمان والے فجر میں غائب رہتے ہیں۔امت کا ایک طبقہ تو نماز کا تارک ہے، ایک طبقہ سہوت کی وجہ سے چار وقتوں کی جماعت میں حاضر ہو جاتے ہیں مگر فجر میں غائب رہتے ہیں سستی، غفلت اور لذت نیند کی وجہ سے جماعت کو چھوڑ دیتے ہیں خیال رہے کہ اگر فجر میں نیند نہ ٹوٹے تو کسی اٹھنے والے سے کہہ دے کہ اٹھا دیا کرے۔اگر ایسی صورت نہ ہو تو وقت پر اٹھنے کے لئے الارم والی گھڑی رکھنا واجب ہے اگر غسل کی وجہ سے ہو تو غسل کا انتظام اور اس کے اسباب کا اختیار کرنا واجب ہوگا ٹھنڈا پانی ترک جماعت کا سبب ہو تو گرم پانی کا انتظام کرنا اور اس پر مال خرچ کرنا واجب ہوگا تا کہ واجب نہ چھوٹے اور قضا کا گناہ نہ ہو۔

جماعت میں جس قدر افراد زائد ہوں گے ثواب زائد ہوگا

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو کی جماعت بہتر ہے تنہا پڑھنے سے اور تین کی جماعت بہتر ہے دو سے جس قدر تعداد زائد ہوتی جائے گی اللہ پاک کے نزدیک پسندیدہ ہوتی جائے گی۔ (ابوداؤد، نسائی، نیل صفحہ ۱۳۲)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے جماعت میں جس قدر افراد زائد ہوتے جائیں گے ثواب اسی قدر بڑھتا جائے گا لہٰذا چھوٹی جماعت کے مقابلہ میں بڑی جماعت بہتر ہے۔اسی وجہ سے تو جامع مسجد کی فضیلت محلے کی مسجد سے زائد ہے کہ اس میں لوگ زائد ہوتے ہیں۔

پانچوں نمازیں جماعت کے ساتھ چالیس دن مسلسل پڑھنے پر جنت واجب

حضرت ابوالعالیہ سے مرسلاً مروی ہے کہ جو شخص پانچوں نمازیں جماعت کے ساتھ چالیس دن تک (مسلسل) تکبیر اولیٰ کے ساتھ پڑھے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۵۶۵)

مسلسل چالیس دن تک جماعت سے نماز کی فضیلت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چالیس دن مسلسل جماعت سے تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز پڑھے۔اس کے لئے دو برأت لکھے جائیں گے ① ایک دوزخ سے ② نفاق سے۔
(ترمذی صفحہ ۵۶، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۵۶۰)

فَائِدَہ: تکبیر تحریمہ میں شرکت اور اس کے اہتمام کی بڑی فضیلت ہے۔تکبیر تحریمہ کے پانے کا کیا مفہوم اور اس سے کیا مراد ہے امام نووی نے لکھا ہے کہ اس کے متعلق پانچ قول ہیں:

1. امام کی تکبیر کے ساتھ شامل ہو اس کے بعد ہی تکبیر کہہ دے یہی اصح قول ہے۔
2. فاتحہ کے شروع کرنے سے پہلے شریک ہو جائے۔
3. پہلی رکعت کے رکوع سے پہلے شریک ہو جائے۔

④ امام کے ساتھ قیام کا کچھ حصہ پالے۔

⑤ اگر کسی عذر یا طہارت وغیرہ کی وجہ سے رکوع نہ ملا تو بھی ثواب ملے گا۔ (شرح مہذب جلد۴ صفحہ ۲۰۷)

جماعت میں شرکت کے لئے دوڑ کر نہ جائے۔

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا۔ جب تم نماز (جماعت) کے لئے آؤ تو دوڑتے ہوئے مت آؤ بلکہ چل کر آؤ اطمینان سے جو پالو اور جو چھوٹ جائے اس کی قضا کرلو۔

(نسائی صفحہ ۱۳۸)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جب تم تکبیر سن لو تو اطمینان سے چلو جو پاؤ پڑھ لو اور جو چھوٹ جائے اس کی قضا کرلو (یعنی بعد میں پڑھ لو)۔ (عبدالرزاق جلد۲ صفحہ ۲۸۹)

حضرت ابراہیم سے منقول ہے کہ حضرت اسود ذرا تیزی سے نماز کی جانب چلتے تھے نافع نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے جب اقامت کی آواز سنی تو اور وہ بقیع میں تھے تو تیزی سے مسجد کی جانب آئے۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۲۹۰)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ تیز اور دوڑ کر نہ آئے۔ کہ سانس پھول جائے بلکہ اطمینان سے آئے ہاں ذرا تیز چل کر آسکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن عمر اور حضرت اسود کے عمل سے معلوم ہو رہا ہے۔ دوڑنا منع ہے۔

شرح مہذب میں امام نووی نے لکھا ہے کہ شوافع کا مذہب لکھا ہے جماعت شروع ہونے پر دوڑ کر نہ جائے خواہ تکبیر تحریمہ پائے یا نہ پائے البتہ حضرت ابن مسعود، ابن عمر، اسود بن یزید، عبدالرحمٰن بن یزید، اسحٰق بن راہویہ یہ کہتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ کے لئے ذرا تیز چل سکتا ہے۔ (شرح مہذب صفحہ ۲۰۷)

جماعت کے لئے قریبی مسجد میں جانے کا حکم

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا۔ آدمی کو اپنے متصل کی مسجد میں نماز پڑھنی چاہئے دیگر مساجد کی تلاش میں نہ رہے۔ (طبرانی، کنزالعمال صفحہ ۶۵۹)

فَائِدَہ: پڑوس اور متصل مسجد کا زیادہ حق ہے اس لئے محلے اور پڑوس والی مسجد کی جماعت میں شریک ہو۔ علامہ شامی نے اس اختلاف کو بیان کرتے ہوئے کہ مسجد محلہ میں پڑھنا افضل ہے یا جامع مسجد میں ذکر کیا ہے کہ اگر محلہ کی مسجد میں امام مؤذن نہ ہو (خواہ متعین نہ ہو یا متعین تو ہو مگر کسی وجہ سے نہ آیا ہو) تو اپنے محلے کی مسجد میں ہی جاکر اذان دے امامت کرے خواہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں چونکہ اس مسجد کا حق اس سے متعلق ہے۔

(شامی صفحہ ۵۵۵)

ہاں اگر محلے کی مسجد میں جماعت ہو رہی ہو تب اختلاف ہے کہ جامع مسجد کا ثواب زائد ہے یا محلے کی مسجد کا۔

جو جمعہ اور جماعت میں شریک نہ ہو اہل دوزخ میں سے ہے

حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ ایک شخص ایک ماہ تک حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس رہا اور قریب ہر دن یہ پوچھتا کہ اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو عبادت کرتا ہے مگر جمعہ اور جماعت میں شریک نہیں ہوتا اس کا کیا انجام ہوگا۔ فرمایا "جہنم۔" (عبدالرزاق جلد ۱ صفحہ ۵۱۹)

مسجد کے پڑوسی کی نماز گھر میں نہیں ہوتی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے علاوہ (گھر) میں نہیں ہوتی۔ (بیہقی جلد ۳ صفحہ ۵۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اذان کی آواز سنے اور مسجد نہ آئے اس کی نماز بلا عذر کے (گھر میں) نہیں ہوگی۔ (بیہقی صفحہ ۵۶)

مسجد کا پڑوسی کون ہے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے علاوہ میں نہیں ہوتی تو آپ سے پوچھا گیا مسجد کا پڑوسی کون ہے تو آپ نے فرمایا وہ ہے جو مسجد کی اذان سن لے۔

(سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۵۷، کشف الغمہ جلد ۱ صفحہ ۱۲۶)

فائدہ: مسجد کے قریب اور پڑوس میں رہنے والے کو زیادہ حق اور تاکید ہے کہ وہ جماعت کا اہتمام کرے۔

اذان کی آواز جسے جائے نماز کے لئے مسجد میں آنا ضروری

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ ایک نابینا شخص نے آپ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی نماز کے لئے لانے والا نہیں لہٰذا گھر ہی میں نماز کی اجازت دے دی جائے۔ تو اولاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ پھر اسے بلایا اور پوچھا کیا نماز کی اذان تم سنتے ہو۔ اس نے کہا۔ ہاں۔ تو فرمایا پھر نماز کے لئے آؤ۔

(سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۲۷)

کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک نابینا نے عرض کیا میں اذان سنتا ہوں اور کوئی لانے والا نہیں پاتا۔ کیا گھر میں ہی نماز پڑھ لوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذان سنتے ہو یا نہیں! کہا ہاں اس پر آپ نے فرمایا جب اذان سنتے ہو تو مسجد آؤ۔ (بیہقی جلد ۳ صفحہ ۵۸)

فائدہ: اس روایت سے جماعت میں شرکت کی تائید ہوتی ہے۔ آپ نے اذان کی آواز جہاں تک جائے اور جو اذان کی آواز سنے اسے ترک جماعت کی اجازت نہیں دی۔ فضیلت اور ترغیب کے پیش نظر خیال رہے کہ گو

اس حدیث میں آپ نے نابینا کو ترک جماعت اور گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی مگر بخاری کی دوسری حدیث میں حضرت عتبان بن مالک کو گھر میں نابینا ہونے کی وجہ سے اجازت دی ہے۔ (بخاری)

چنانچہ محدث بیہقی نے بھی اسی روایت سے ترک جماعت گھر میں نماز کو جائز قرار دیا ہے۔

اگر کبھی جماعت میں شریک نہ ہو سکتے تو اہل عیال کے ساتھ جماعت فرماتے

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے کسی علاقے میں نماز میں شریک ہونے کے ارادہ سے تشریف لائے تو لوگ نماز پڑھ چکے تھے (جماعت ہو چکی تھی) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل عیال میں تشریف لائے اور ان کے ساتھ نماز جماعت کے ساتھ پڑھی۔ (طبرانی، مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ۴۵، نیل صفحہ۱۸۸)

فائدہ: جماعت چھوٹ جائے تو اکیلے پڑھنے سے جماعت کے ثواب سے محروم رہے گا۔ اس لئے جماعت کے ثواب کو حاصل کرنے کے لئے مسنون یہ ہے کہ اہل خانہ کو جمع کر کے جماعت کرے چنانچہ فقہا نے لکھا ہے کہ اہل وعیال کو جمع کر کے جماعت بنانا بہتر ہے۔ (شامی جلد۱ صفحہ۵۵۵)

یا ایسے حضرات جمع ہو جائیں جن کی جماعت چھوٹ گئی ہو تو ان کو جمع کر لیں اور خارج مسجد جماعت کر لیں مسجد میں نہ کریں کہ آپ نے مسجد میں نہیں کیا یا دوسری مسجد میں جماعت مل جائے تو وہاں جانا بہتر ہے۔ (شامی جلد۱ صفحہ۵۵۵)

اگر کسی کی جماعت چھوٹ جاتی تو آپ جماعت کرا دیتے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک صاحب آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بتاؤ کون اس کے ساتھ تجارت (دینی نفع کرنا) چاہتا ہے چنانچہ ایک شخص تیار ہوا اس کے ساتھ اس نے نماز پڑھی۔ (ابوداؤد، ترمذی صفحہ۵۳، مسند احمد جلد۲ صفحہ۶۴)

فائدہ: جس شخص کی جماعت چھوٹ جائے تو وہ کسی شخص کو اپنے ساتھ جماعت بنا کر شریک کرے۔ اس سے جماعت کا ثواب ملے گا۔ مگر خیال رہے کہ عین مسجد میں جماعت کے بعد دوسری جماعت نہ کرے بلکہ مسجد سے الگ کرے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت چھوٹ جانے پر مسجد میں اصحاب کے ساتھ دوبارہ جماعت نہیں فرمائی بلکہ گھر میں تشریف لا کر اہل خانہ کو جمع فرما کر جماعت فرمائی۔

مرض کی حالت میں گھر میں نماز پڑھتے

حضرت ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض کی حالت میں ہم لوگوں کو اپنے گھر میں مغرب کی نماز پڑھائی۔ (بیہقی صفحہ۶۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا (مرض الوفات میں) مرض سخت ہو گیا

تو آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز پڑھانے کے لئے کہا (اور آپ گھر میں نماز پڑھنے لگے)۔
(بخاری جلد ۱ صفحہ ۹۴)

علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مرض کی وجہ سے تین دن تک گھر سے باہر نہ نکلے (جماعت کے لئے باہر مسجد تشریف نہ لائے) (کشف الغمہ صفحہ ۱۳۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مریض کو جماعت میں حاضر نہ ہونے کی اجازت دیتے۔ (کشف الغمہ)

تمام فقہا نے مرض کو عذر ترک جماعت قرار دیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مرض میں کچھ خفت پاتے تو آدمیوں کے سہارے مسجد جماعت کے لئے جاتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے (مرض موت کے واقع کے سلسلے میں) روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض میں خفت محسوس فرمائی تو دو آدمی کا سہارے لیتے ہوئے آپ نکلے میں دیکھ رہی تھی کہ مرض (ضعف) کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر مبارک زمین سے گھسٹتے جا رہے تھے۔ (بخاری صفحہ ۹۱)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جماعت کا شدید اہتمام فرماتے غلبہ مرض کی حالت میں گھر میں نماز پڑھتے اور ذرا بھی خفت اور گنجائش پاتے تو دو آدمی کے سہارے مسجد میں حاضر ہوتے آج امت کا حال ہے کہ ذرا مرض کا بہانہ بلکہ سستی ہوتی ہے تو جماعت چھوڑ دیتے ہیں۔

مرض یا کسی عذر کی وجہ سے گھر میں نماز کی اجازت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اذان سنے اور آنے میں کوئی عذر نہ ہو اور نہ آئے (مسجد جماعت کے لئے) تو اس کی نماز (گھر میں) قبول نہ ہوگی لوگوں نے پوچھا عذر کیا ہے آپ نے فرمایا خوف یا مرض۔ (بیہقی جلد ۳ صفحہ ۷۵)

فائدہ: آپ نے جماعت کا اتنا اہتمام کیا کہ مرض کی حالت میں بھی سہارے سے گئے۔ تاہم ایسی صورت میں رخصت ہے اگر بلا سہارے اور کسی کی مدد کے مسجد نہ جا سکے۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے جو سہارے اور معاون کے بغیر مسجد نہ جا سکے اسے نہ جانا بہتر ہے تا کہ تکلیف نہ ہو۔ (فتح الباری صفحہ ۱۵۲)

شدید بارش کے موقع پر گھر میں پڑھنے کی اجازت دیتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب سخت بارش و ٹھنڈک کی رات ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم موذن کو حکم دیتے کہ وہ یہ کہہ دے کہ اپنے کجاوہ (اپنی اپنی جگہ) میں لوگ نماز پڑھ لیں۔
(بخاری، ابوداؤ صفحہ ۹۶، ابن ماجہ صفحہ ۱۵۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن بارش کے موقعہ پر فرمایا اپنے اپنے کجاوہ (جگہ یا گھر) میں نماز پڑھ لو۔ (ابن ماجہ صفحہ ۶۶)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں نکلے تو بارش ہوگئی آپ نے فرمایا۔ تم میں سے جو چاہے اپنی جگہ نماز پڑھ لے۔ (نیل الاوطار صفحہ ۱۵۵، مسلم صفحہ ۲۴۴، مسند احمد)

ابن بطال نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ رات کی شدت ٹھنڈک شدت بارش سخت آندھی کی صورت ترک جماعت کی اجازت ہے۔ (نیل الاوطار صفحہ ۱۵۵)

فائدہ: حافظ ابن حجر نے فرمایا (بارش کی شدت کی وجہ سے بھیگ کر آنے کے بجائے اپنی اپنی جگہ نماز پڑھ لے) خواہ تنہا پڑھے یا جماعت کرے۔ (فتح الباری صفحہ ۱۵۷)

معلوم ہوا کہ عذر کی وجہ سے مسجد کی جماعت ترک کرسکتا ہے۔

کن اعذار کی وجہ سے ترک جماعت کی اجازت ہے

شارحین حدیث اور فقہاء کرام نے ان امور کو بیان کیا ہے جس کی وجہ سے مسجد کے جماعت کے ترک کی اجازت ہوتی ہے اور گھر میں نماز کا پڑھنا جائز ہوتا ہے مگر ایسی صورت میں بھی بہتر یہ ہے کہ اہل وعیال عورتوں اور بچوں کے ساتھ گھر میں جماعت کرے تاکہ جماعت کی عظیم فضیلت سے محروم نہ رہے۔

❶ مریض، اپاہج، ہاتھ پیر جس کا کٹا ہو، فالج زدہ، بہت ہی بوڑھا عاجز کمزور ہو، نابینا اگرچہ کوئی قائد ہو، مسجد اور اس کے درمیان زیادہ کیچڑ یا بارش کا پانی حائل ہو، سخت ٹھنڈک ہو، سخت تاریکی میں جب کہ روشنی ٹارچ وغیرہ نہ ہو اور راستہ بھی صاف نہ ہو، سخت ترین آندھی کی صورت میں، مال کے ضائع ہونے کا خوف ہو، پاخانہ پیشاب کے لگ جانے کی صورت میں، مریض کی دیکھ بھال کرتا ہو، شدید بھوک ہو اور کھانا سامنے ہو، سفر کا ارادہ ہو، گاڑی بس یا احباب جا رہے ہوں تو ایسی صورتوں میں ترک جماعت جائز ہے۔ (شامی صفحہ ۵۵۶، کبیری صفحہ ۵۱۰)

جماعت میں سستی اور ڈھیل اختیار کرنے سے دلوں پر مہر

حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جماعت کو چھوڑنے کی عادت سے لوگ باز آجائیں یا تو پھر خدائے پاک ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا پھر وہ غافلین میں شامل ہوجائیں گے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۵۷)

فائدہ: جماعت میں سستی کرنے والے اور اس کا اہتمام نہ کرنے والوں کے دلوں میں مہر لگا دیئے جانے کا مطلب یہ ہے کہ دل ایسے سخت اور قاسی ہوجاتے ہیں کہ ان میں صلاح اور تقویٰ کے قبول کرنے کی صلاحیت نہیں رہتی۔

ظلم کفر نفاق ہے جماعت سے نماز کا اہتمام نہ کرنا

حضرت معاذ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سراپا ظلم کفر نفاق اس کے حق میں فرمایا ہے جو اللہ کے منادی کی آواز سنے جو کامیابی کی طرف بلا رہا ہو اور اس کی بات نہ سنے یعنی مسجد جماعت کے لئے نہ آئے۔ (مجمع جلد۲صفحہ۴۱)

عہد نبوت میں مریض بھی آدمی کے سہارے جماعت میں حاضر ہوتے تھے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اگر کوئی مریض ہوتا تو وہ بھی دو آدمیوں کے سہارے (جماعت میں) حاضر ہوتا۔ (مسلم جلد۱صفحہ۲۳۲)

جب جماعت شروع ہو جائے تو کوئی نماز نہ پڑھے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب فرض کی جماعت شروع ہو جائے تو کوئی نماز نہیں پڑھی جائے۔ (مسلم جلد۱صفحہ۲۴۷،طحاوی جلد۱صفحہ۲۱۸)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں تشریف لائے لوگ فجر کی نماز میں تھے تو انہوں نے مسجد کے کنارے دو رکعت نماز پڑھی پھر لوگوں کے ساتھ جماعت میں داخل ہوئے۔ (طحاوی صفحہ۲۴۰)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ فجر کی جماعت کھڑی ہو تو دو رکعت سنت پڑھ کر جماعت میں شریک ہو۔ مگر خیال رہے کہ صف میں نہ پڑھے کہ مکروہ تحریمی ہے بلکہ کنارے سے کنارے پڑھے اور اگر تشہد بھی ملنے کی امید نہ ہو تو پھر سنت نہ پڑھے۔ جماعت میں شریک ہو جائے ملا علی قاری نے مرقات میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا دوسری رکعت سنت پڑھ کر پالے گا فجر کی سنت پڑھ لے پھر جماعت میں شریک ہو ابن ہمام نے ذکر کیا ہے کہ فجر کی سنتیں تمام سنتوں میں اقوی ہے۔ کبیری میں ہے کہ اگر گھر میں نماز پڑھ رہا تھا اور جماعت مسجد میں شروع ہوگئی تو وہ بہر صورت اسے پوری کرے۔ (صفحہ۵۱۲)

مطلب یہ ہے کہ جب فرض کی اقامت ہو جائے تو اب کوئی سنت نہ پڑھے بلکہ فرض میں شریک ہو جائے اور اگر پہلے سے پڑھ رہا ہو تو دو رکعت ہے تو پوری کر کے جماعت میں شریک ہو۔ اگر چار رکعت پڑھ رہا ہے تو پھر دو پر ہی سلام پھیرے اور جماعت میں شریک ہو جائے۔ البتہ فجر کی جماعت میں فجر کی سنت پڑھنے کی گنجائش ہے۔ اگر دوسری رکعت کا سجدہ نہیں کیا ہے تو اب بالاتفاق اسے پوری کر کے جماعت میں شریک ہو۔
(کبیری صفحہ۵۱۱)

فجر کی جماعت کھڑی ہو جائے تو الگ سنت پڑھ سکتا ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ وہ مسجد میں تشریف لائے تو امام نماز میں تھے

(جماعت ہو رہی تھی) تو انہوں نے فجر کی دو رکعت سنت ادا کی (تب شامل ہوئے)...... (طحاوی صفحہ ۲۱۹)

حضرت عبداللہ بن عباس مسجد میں تشریف لائے تو امام فجر کی نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے سنت نہیں پڑھی تھی تو سنت پڑھ کر حضرت ابن عباس نماز میں شریک ہوئے۔ (طحاوی صفحہ ۲۲۰)

زید ابن مسلم ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر تشریف لائے تو امام صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ انہوں نے فرض سے پہلے کی سنت نہیں پڑھی تھی تو مسجد کے قریب حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ میں گئے سنت پڑھی پھر امام کے ساتھ شریک ہوئے۔ (صفحہ ۲۲۰)

بلا کسی عذر وغیرہ کے مسجد میں نہ جانے پر وعید

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو فارغ اور صحت مند ہو اور اذان سن کر مسجد میں نہ آئے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ (کنز العمال صفحہ ۵۸۳، مجمع جلد ۲ صفحہ ۴۳)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع روایت میں ہے کہ اذان سنے اور مسجد میں نہ آئے اور کوئی عذر نہ ہو تو اس کی نماز نہیں ہوتی۔ (حاکم، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۵۸۳)

بلا عذر کے مسجد میں نہ آنے والوں کے گھروں کو جلا دینے کا ارادہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں یہ ارادہ کر رہا ہوں کہ ادھر نماز کا حکم دوں۔ جماعت کھڑی ہو جائے کسی کو حکم دوں کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ پھر میں چند لوگوں کے ساتھ لکڑیاں لے جاؤں جو جماعت کے لئے نہیں آتے ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔

(ابوداؤد صفحہ ۸۱، ابن ماجہ صفحہ ۵۷، مجمع جلد ۲ صفحہ ۴۲)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یا تو لوگ ترک جماعت سے باز آجائیں یا پھر میں ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔ (ابن ماجہ صفحہ ۵۷)

عورتوں اور بچوں کی وجہ سے آگ نہ لگائی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو میں عشاء کی نماز کھڑی کرتا اور اپنے جوانوں کو حکم دیتا کہ وہ گھروں کو آگ لگا دیں۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۴۲)

فائدہ: ان جیسی متعدد احادیث سے جماعت کی کتنی شدت معلوم ہوتی ہے اسی وجہ سے فقہاء کی ایک جماعت نے اسے فرض قرار دیا ہے۔

اتفاقاً نماز پڑھ چکا پھر مسجد میں جماعت ملی تو کیا کرے

حضرت محجن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تھے اذان ہوئی جماعت

کھڑی ہوئی اور نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت محجن کو مجلس میں بیٹھا پایا۔ آپ نے فرمایا۔ نماز پڑھنے سے تم کو کس نے منع کیا کیا تم مسلمان نہیں ہو۔ تو انہوں نے کہا ہاں لیکن میں تو مسجد میں نماز پڑھ چکا تھا۔ تو آپ نے ان سے فرمایا جب تم لوگوں کے پاس آؤ تو نماز پڑھو (جماعت میں شریک ہو) خواہ تم نماز پڑھ چکے ہو۔

(نسائی صفحہ ۱۳۷، مالک صفحہ ۴۶)

حضرت اسود کہتے ہیں کہ میں حج کے موقع پر آپ ﷺ کے ساتھ تھا میں نے آپ کے ساتھ صبح کی نماز مسجد خیف میں پڑھی جب آپ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو مجلس کے آخر میں دو آدمیوں کو دیکھا جنہوں نے آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی آپ نے ان کو بلوایا وہ دونوں آئے تو ان کی رگ (مارے خوف کے) پھڑک رہی تھی آپ نے ان سے پوچھا تم کو کس چیز نے ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے روکا انہوں نے کہا ہم لوگ اپنے گھر میں نماز پڑھ کر آئے تھے آپ نے فرمایا یہ حرکت مت کرو جب اپنے گھر میں نماز پڑھ کر آؤ اور مسجد میں جماعت ہو رہی ہو تو جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لو یہ نماز تمہارے لئے نفل ہوگی۔

(ترمذی صفحہ ۵۳، نسائی صفحہ ۱۳۷، مجمع صفحہ ۴۴، سنن کبریٰ صفحہ ۳۰۰)

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے مسجد میں ایک آدمی کو بیٹھا دیکھا اور لوگ نماز پڑھ رہے تھے جب نماز ختم ہوگئی تو آپ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی گھر میں نماز پڑھ لے پھر مسجد میں داخل ہو اور لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو ان کے ساتھ نماز پڑھ لے۔ اس کی یہ نماز نفل ہوگی۔

(مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۴۵)

فائدہ: خیال رہے کہ مسجد میں جماعت کے ساتھ دوبارہ ظہر اور عشاء کی پڑھی جاسکتی ہے۔ چونکہ یہ زیادہ پڑھی جانے والی نماز آپ ﷺ نے نفل فرمائی ہے۔ اب جس نماز کے بعد نفل مشروع نہیں جیسے فجر کے بعد اور عصر کے بعد تو فجر اور عصر کو دوبارہ نہیں پڑھی جاسکتی اسی طرح مغرب دوبارہ نہیں پڑھی جاسکتی چونکہ نفل تین رکعت مشروع نہیں۔ اور روایت میں بھی آپ ﷺ سے ممانعت ثابت ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً ثابت ہے کہ جب گھر میں نماز پڑھ لو پھر نماز پاؤ تو پڑھ لو۔ مگر مغرب اور فجر نہ پڑھو۔

(دارقطنی، طحاوی صفحہ ۲۱۴، ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۲۲، الاستذکار جلد ۴ صفحہ ۳۵۸)

حضرت حسن بصری کی روایت ہے عصر اور فجر کے علاوہ دوبارہ نماز پڑھو۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۲۳)

دوبارہ فجر عصر اور مغرب کی جماعت میں شریک نہ ہو

حضرت نافع نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے تھے کہ جو مغرب اور صبح کی نماز (مثلاً تنہا گھر میں یا اور کہیں) پڑھ لے پھر جماعت کہیں پائے تو ان دونوں نمازوں کو نہ (دوبارہ) پڑھے۔ (موطا مالک ۴۷، مشکوٰۃ ۱۰۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ گھر میں (یا کہیں) نماز پڑھ لو اور پھر نماز (مثلاً مسجد میں) پاؤ تو پھر پڑھ لو ہاں مگر مغرب اور فجر مت پڑھو۔

(مرقات جلد۲ صفحہ ۱۰۸، دارقطنی، فتح القدیر صفحہ ۴۷۳، ابن عبدالرزاق جلد۲ صفحہ ۴۲۲)

حضرت حسن بصری نے فرمایا عصر اور فجر کے علاوہ میں دوبارہ نماز پڑھ لے (ابن عبدالرزاق جلد۲ صفحہ ۴۲۳)

فائدہ: ابن عبدالبر مالکی نے لکھا ہے کہ احناف اور ان کے اصحاب نے کہا کہ تنہا نماز پڑھ کر آنے والا امام کے ساتھ عصر فجر اور مغرب میں شریک نہیں ہوسکتا ہاں ظہر وعصر اس کے ساتھ پڑھ سکتا ہے۔ (الاستذکار جلد۵ صفحہ ۳۶۰)

چونکہ دوبارہ نماز جو پڑھی جائے گی وہ نفل ہوگی اور فجر اور عصر کے بعد نفل نماز ممنوع ہے اور مغرب اس وجہ سے کہ یہ تین رکعت ہے اور نفل تین رکعت ممنوع ہے ہدایہ میں ہے تین رکعت نفل مکروہ ہے۔ (فتح القدیر جلد۱ صفحہ ۴۷۳)

امام نخعی، اوزاعی اسی کے قائل ہیں۔ (مرعاۃ المفاتیح جلد۴ صفحہ ۲۶)

ملا علی قاری نے ذکر کیا کہ جن احادیث میں مطلقاً پڑھنے کا ذکر ہے اس پر وہ روایتیں مقدم ہوں گی یعنی انکا اعتبار کیا جائے گا جس میں عصر اور فجر کے بعد نہی وارد ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح جلد۲ صفحہ ۱۰۸)

ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ حدیث پاک میں صراحۃً مغرب اور عصر دوبارہ پڑھنے کی ممانعت وارد ہے۔ (صفحہ ۴۷۳)

اس لئے دوبارہ صرف ظہر میں اور عشاء میں شریک ہوسکتا ہے۔ کہ ان دونوں نمازوں کے بعد نفل ممنوع نہیں ہے۔

خیال رہے کہ اول پڑھی ہوئی نماز فرض ہوگی دوسری نفل۔ ابن ہمام نے فتح القدیر میں عزیز بن الاسود کی روایت میں آپ کے قول کہ وہ دونوں تمہاری نفل ہوں گی بیان کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ بعد کی نماز نفل ہوگی۔ ہدایہ میں ہے کہ بعد میں جماعت کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز نفل نہیں ہوگی۔ (صفحہ ۴۷۳)

اگر مسجد میں جماعت ہوجائے تو پھر کیا دوسری جماعت کرے

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز (جماعت کے ساتھ) پڑھ چکے تھے۔ آپ نے فرمایا کون اس کے ساتھ ثواب حاصل کرے گا۔ چنانچہ ایک صاحب (ایک روایت میں حضرت ابوبکر کا نام ہے) کھڑے ہوئے اور ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ (ترمذی جلد۱ صفحہ ۵۳)

حضرت عثمان مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہا نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا کون اس کے ساتھ ثواب حاصل کرے گا کہ اس کے ساتھ وہ نماز پڑھ لے۔ (مصنف ابن عبدالرزاق جلد۲ صفحہ ۲۹۴)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ اس شخص کی جماعت چھوٹ گئی تھی تو آپ نے کسی کو فرمایا کہ اس کی نماز میں وہ شریک ہو جائے۔ اس کی تو فرض ہوگی اور اس شریک ہونے والے شخص کی نماز نفل ہوگی یہ نفل کی نیت سے ہی شریک ہوگا۔

فَائِدَہ: مسجد میں جب ایک مرتبہ جماعت ہو جائے تو دوبارہ جماعت کی طرح نماز نہ پڑھے۔ مسجد سے الگ صحن کے بغل میں یا وضوخانہ میں اگر جگہ ہو تو وہاں یا خارج مسجد میں پڑھے ائمہ ثلاثہ اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ جس مسجد کے امام اور مؤذن مقرر ہوں اور اس میں ایک مرتبہ اہل محلہ نماز پڑھ چکے ہوں وہاں تکرار جماعت مکروہ ہے اگر راستہ کی مسجد ہو جس کے امام اور مؤذن مقرر نہ ہوں تو اس میں تکرار جماعت جائز ہے۔

اتفاقاً حضرات صحابہ میں سے کسی کی جماعت چھوٹ جاتی تو مسجد میں دوبارہ جماعت نہیں کرتے بلکہ تنہا ہی مسجد میں پڑھ لیتے۔ "أن اصحاب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كانوا اذا فاتتهم الجماعة صلوافي المسجد فرادى" (درس ترمذی جلد ا صفحہ ۴۸۵)

حضرت ابراہیم نخعی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی سے مروی ہے کہ انہوں نے دوسری جماعت کو مکروہ قرار دیا ہے حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ لوگ تنہا نماز پڑھ لیں سفیان ثوری بھی اس کے قائل ہیں مصنف ابن عبدالرزاق بھی اسے ہی اختیار کرتے ہیں امام حلوانی نے بیان کیا ہے اسلاف کے زمانہ میں (صحابہ و تابعین کے زمانہ میں) ایک ہی مرتبہ جماعت ہوتی تھی اسی طرح آپ ﷺ کے زمانہ میں اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں تکرار جماعت نہیں ہوتی تھی اگر کوئی کرے گا تو جماعت کا ثواب نہ ملے گا۔ (شامی صفحہ ۲۹۶)

اگر اپنی مسجد میں جماعت سے چھوٹ جائے تو

حضرت اسود کی جماعت جب چھوٹ جاتی تو دوسری مسجد میں جاتے تا کہ اس میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں۔ (بخاری صفحہ، ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۰۵، عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۱۶۵)

حضرت حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ جب ان کی جماعت محلے کی مسجد میں چھوٹ جاتی تو وہ اپنے چپل لیتے اور مساجد تلاش کرتے تا کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۵)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ اپنی مسجد میں جماعت چھوٹ جائے تو دوسری مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھنے کے لئے چلا جائے۔ یہ گاؤں اور قصبوں میں تو مشکل ہے مگر شہروں میں آسان ہے۔ کہ شہروں میں متعدد مسجدیں ہوتی ہیں بسا اوقات ان کے اوقات مختلف ہوتے ہیں اسی صورت میں ایک جگہ کی جماعت چھوٹنے پر دوسری جگہ مل سکتی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجدوں کے اوقات جماعت میں سوائے مغرب اور فجر کے فرق ہونا چاہئے۔ تا کہ اگر کسی ایک مسجد میں جماعت نہ ملے تو دوسری مسجد میں مل سکے خیال رہے کہ دوسری روایت سے یہ

بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کے بجائے گھر میں اہل وعیال کے ساتھ جمع ہو کر جماعت کرے بعض صحابہ کرام سے یہ بھی منقول ہے کہ جماعت کے چھوٹ جانے پر دوسری مسجد تلاش نہ کرتے اسی مسجد میں پڑھ لیتے کہ دوسری مسجد کی جماعت کا تلاش کرنا لازم نہیں۔ وقت موقعہ ہو تو چلا جائے چنانچہ حسن بصری کہتے ہیں کہ میں نے مہاجرین صحابہ کرام کو جماعت چھوٹنے پر دوسری مسجد تلاش کرتے نہیں دیکھا۔ حضرت مجاہد یہ کہا کرتے تھے کہ جماعت چھوٹ جائے تو اپنی ہی مسجد میں پڑھ لو دوسری مسجد مت تلاش کرو۔

فائدہ: کسی عذر کی وجہ سے جماعت رہ جائے تو اس کے ذمہ لازم نہیں کہ دوسری مسجد تلاش کرتا پھرے ہوسکتا ہے جاتے جاتے وہاں بھی جماعت ختم ہو جائے سہولت اور موقعہ کے ساتھ حصول ثواب کے لئے تلاش کرے تو اچھا ہی ہے کہ یقیناً جماعت کی نماز اکیلے سے بہتر ہے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۰۶)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نفل کبھی جماعت سے پڑھ لیتے

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے اور بیٹھے بھی نہیں کہ پوچھا کس مقام پر تمہارے گھر میں نماز پڑھوں انہوں نے مکان کے ایک گوشے کی جانب اشارہ کیا آپ نے اللہ اکبر کہا۔ ہم لوگوں نے (گھر کے افراد نے) آپ کے پیچھے صف لگا لی آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی۔ (بیہقی صفحہ ۵۳، بخاری صفحہ ۶۰، مسلم صفحہ ۲۳۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی دادی ملیکہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا بنایا اور دعوت کی۔ آپ کھانے سے فارغ ہوئے تو فرمایا تم لوگ (اہل خانہ) کھڑے ہو جاؤ۔ نماز پڑھا دوں (برکت کے لئے) چنانچہ حضرت انس فرماتے ہیں ہم لوگ پرانی چٹائی پر جو کالی ہوگئی تھی پانی سے دھو دینے کے بعد نماز کے لئے کھڑے ہوگئے آپ بھی کھڑے ہوگئے۔ میں اور ایک یتیم لڑکا آپ کے پیچھے صف میں کھڑے ہوگئے۔ ہمارے پیچھے وہ بوڑھی عورت کھڑی ہوگئی۔ آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی پھر تشریف لے گئے۔

(طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۸۱، مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۳۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے یہاں تشریف لائے اور اس وقت صرف میں میری والدہ اور میری خالہ ام حرام گھر میں تھیں آپ نے فرمایا چلو کھڑے ہو جاؤ میں تمہیں نماز پڑھا دوں فرض کے علاوہ (نفل نماز) اس کے بعد آپ نے تمام دین اور دنیا کی بھلائی کی دعا کی۔ اس کے بعد میری والدہ نے فرمایا آپ کا یہ چھوٹا خادم ہے اس کے لئے بھی دعا فرما دیجئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے بھی ہر خیر کی دعا فرمائی۔ اور آخر میں جو میرے لئے دعا فرمائی یہ تھی۔ "اللھم اکثر مالہ وولدہ وبارک لہ فیہ"

(مسلم صفحہ ۲۳۴)

فَائِدَہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ نفل جماعت گھر کے چند افراد میں پڑھی جاسکتی ہے ہاں اہتمام سے لوگوں کو بلا کر دعوت دے کر اطلاع کر کے پڑھنا منع ہے گھر میں پڑھ لیا گھر کے بیوی بچے شریک ہو گئے جیسا کہ آپ سے ثابت ہے یہی سنت اور اسی حد تک گنجائش ہے لہٰذا مسجد میں جو تہجد کی جماعت ہوتی ہے اور کئی افراد شریک ہوتے ہیں مکروہ ممنوع امر کا ارتکاب ہے۔

مسبوق امام کے ساتھ جو رکعت پائے گا وہ اس کے حق میں اول رکعت ہوگی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت کھڑی ہو جائے تو اطمینان سے آؤ جو پالو پڑھ لو جو چھوٹ جائے تو پورا کر لو۔ (سنن کبریٰ جلد۲ صفحہ ۲۹۷)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو امام کے ساتھ پاؤ گے وہ تمہاری پہلی ہوگی۔ (صفحہ ۲۹۸)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو امام کے ساتھ رکعت پاؤ اسے تم اپنی پہلی رکعت بناؤ۔ (سنن کبریٰ جلد۲ صفحہ ۲۹۸)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ چھوٹی ہوئی رکعتوں کی قضاء اور پورا اس طرح کرے گا کہ امام کے ساتھ نماز کی شروع ترتیب سے ہوگی مثلاً مغرب کی یا عشاء وغیرہ کی دو رکعت پایا ہے تو اب پوری کرنے میں سورہ نہیں ملائے گا۔ اگر ایک رکعت پایا ہے تو اٹھ کر پوری کرنے میں اپنی پہلی رکعت میں سورہ ملائے گا۔ جو ترتیب کے اعتبار سے امام کے ساتھ والی رکعت سے مل کر دوسری رکعت ہوگی۔

امام کے ساتھ مغرب کی صرف ایک رکعت پائے تو

حضرت زہری نے بیان کیا کہ سعید بن مسیّب نے کہا سنت یہ ہے کہ اگر امام کے ساتھ ایک رکعت پائے (اس طرح کہ دو رکعت پر امام کو بیٹھنے کی حالت میں پایا) تو امام کے ساتھ بیٹھ جائے تشہد کرے پھر جب امام سلام پھیرے تو یہ ایک رکعت پوری کر کے پھر بیٹھ جائے اور تشہد پڑھے پھر کھڑا ہو جائے۔ پھر تیسری رکعت کے بعد تشہد (آخری) کے لئے بیٹھ جائے اور تشہد پڑھے۔ تو یہ تین مرتبہ تشہد میں بیٹھے گا۔ (سنن کبریٰ جلد۲ صفحہ ۲۹۹)

فَائِدَہ: دوسری رکعت میں تشہد پڑھنے کی حالت میں امام کے ساتھ شریک ہوگا تو ایسی صورت میں ہر رکعت پر اس کا تشہد ہوگا جس سے تین تشہد ہو جائیں گے اسی کو حضرت ابن مسیّب نے بیان کیا۔

خیال رہے کہ امام کے سلام کے بعد جب کھڑا ہوگا تو تکبیر کہتا ہوا کھڑا ہوگا۔ (ابن عبدالرزاق جلد۲ صفحہ ۲۸۷)

امام جس حالت میں بھی ہو اسی میں شریک ہو جائے

قبیلہ انصار کے ایک شیخ نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی حالت میں تھے کہ ایک شخص آیا آپ نے اس کے جوتے کی آہٹ کو سن لیا نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے پوچھا کون شریک ہوا تھا اس شخص نے کہا

میں اللہ کے رسول آپ نے فرمایا تم نے ہم کو کس حال میں پایا۔ کہا سجدہ کی حالت میں، میں بھی سجدہ میں مل گیا آپ ﷺ نے فرمایا اسی طرح شریک ہو جایا کرو۔ جب تم امام کو قیام کی حالت میں یا رکوع کی حالت میں یا تشہد کی حالت میں پاؤ تو اسی حالت میں شریک ہو جاؤ (کھڑے ہونے کا انتظار مت کرو) جب تک رکوع نہ پاؤ تو رکعت نہ پاؤ گے۔ (سنن کبریٰ جلد۲ صفحہ ۲۹۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ امام کو جس حال میں پاؤ اسی حال میں شریک ہو جاؤ۔
(سنن کبریٰ جلد۲ صفحہ ۲۹۶)

فائدہ: جماعت کھڑی ہونے کے بعد کوئی شریک جماعت کے لئے آئے تو امام جس حال میں ہو خواہ سجدہ میں یا قومہ میں مل جانا چاہئے امام کے کھڑے ہونے کا انتظار نہ کرنا چاہئے۔ بعض لوگ امام کا انتظار کرتے ہیں کہ جب کھڑے ہو جائیں گے تب شریک ہوں گے یہ غلط اور خلاف سنت ہے۔

قیام کے بعد رکوع میں امام کو پالے تو رکعت ہو جائے گی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم نماز (جماعت) میں آؤ اور ہم سجدہ میں ہوں تو تم سجدہ میں شریک ہو جاؤ اور اسے رکعت نہ شمار کرو۔ اور جس نے رکوع پالیا تو اس نے نماز (یعنی ایک رکعت) پالی۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۲۹، اعلاء صفحہ ۳۰۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جس نے رکوع پالیا اس نے سجدہ (ایک رکعت) پالی۔ (موطا، اعلاء جلد۴ صفحہ ۳۰۴)

دارقطنی کی روایت میں ہے کہ جس نے امام کی پیٹھ اٹھانے سے قبل رکوع پالیا اس نے رکعت پالی۔
(دارقطنی صفحہ ۳۴۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جس نے تکبیر تحریمہ اور قیام کے بعد امام کو رکوع میں پالیا تو اس کی رکعت ہوگئی خواہ ایک سبحان اللہ کی مقدار ہی پالے۔ ہاں اگر اللہ اکبر کہتا ہوا سیدھے رکوع میں چلا گیا تو قیام جو فرض ہے اس کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ رکعت ہی نہ ہوگی۔

مسبوق امام کے سلام کے بعد کھڑا ہو جائے

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ جماعت سے بچھڑ گئے تھے (حضرت مغیرہ فرماتے ہیں) ہم اور آپ ﷺ آئے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ (یعنی امامت کر رہے تھے) جب نبی پاک ﷺ کو آتے ہوئے دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے۔ آپ نے اشارہ کیا اسی طرح پڑھاتے رہو بس ہم نے (حضرت مغیرہ نے) اور آپ ﷺ نے ان کے پیچھے ایک رکعت

پڑھی۔ جب انہوں نے سلام پھیرا تو آپ ﷺ کھڑے ہوگئے اور چھوٹی ہوئی ایک رکعت کو پورا کیا۔ اور کچھ زائد نہیں کیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۰، سنن کبریٰ)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ بھی آپ ﷺ نے کسی کے پیچھے نماز پڑھی ہے (یعنی وہ امام اور آپ مقتدی) تو انہوں نے کہا ہاں ہم لوگ ایک سفر میں تھے جب صبح ہوئی (یعنی صبح صادق) تو رسول پاک ﷺ چلے ہم بھی آپ کے پیچھے چلے یہاں تک کہ لوگوں کی نگاہ سے آپ غائب ہوگئے پھر سواری سے اترے پھر چلے۔

یہاں تک کہ ہم (جو ساتھ تھے) چھپ گئے کہ میں نہیں دیکھ پا رہا تھا (یعنی آپ پاخانہ کرنے کے لئے گئے تھے) پھر واپس آئے تو میں نے آپ پر پانی بہایا۔ آپ نے وضو کیا اور خفین پر مسح کیا پھر ہم سوار ہوئے اور لوگوں میں آ گئے۔ تو جماعت کھڑی ہو چکی تھی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف آگے بڑھ کر امامت کر رہے تھے اور ایک رکعت پڑھا چکے تھے دوسری رکعت میں تھے۔ میں نے ان کو بتانا چاہا (کہ آپ آ گئے ہیں) تو آپ ﷺ نے مجھے منع کیا بس ہم نے جو رکعت پائی ادا کیا اور جو چھوٹ گئی اسے بعد میں ادا کیا پھر آپ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن کو جب نماز سے فارغ ہوگئے فرمایا کہ نبی کی اس وقت تک وفات نہیں ہوتی ہے جب تک کہ وہ امت کے کسی صالح کے پیچھے نماز نہیں ادا کر لیتے۔ (طبقات ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۶۱، سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۱۹۴)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مسبوق امام کے سلام کے بعد فوراً کھڑا ہو جائے تاکہ سجدہ سہو کا احتمال نہ رہے اور جب سلام کے بعد کھڑا ہو تو تکبیر کہہ کر کھڑا ہو۔ (مصنف ابن عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۲۸۷)

علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن نے جب سلام پھیرا تو آپ کھڑے ہو کر فوت شدہ رکعت ادا کرنے لگے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۳۰)

مسبوق کھڑے ہو کر کس طرح نماز پڑھے گا

حضرت ابن جریج نے عطا کا قول نقل کیا ہے کہ مسبوق جب امام کے سلام کے بعد کھڑا ہوگا تو تکبیر کہے گا اور "سبحانك اللهم" سے نماز شروع کرے گا۔ (عبدالرزاق صفحہ ۳۸۵)

حضرت جریج نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مسبوق کے لئے استفتاح ثنا پڑھنا نقل کیا ہے۔

فائدہ: فقہاء کرام نے بھی مسبوق کے لئے ذکر کیا ہے کہ وہ کھڑا ہو کر ثنا تعوذ اور قرأت کرے گا۔ (کذا فی الشامی جلد ۱ مصری صفحہ ۲۹۶)

اگر امام قیام کے علاوہ حالت میں ہو تو مسبوق دو تکبیر کہے گا

جریج کے واسطے سے حضرت ابن مسعود کا یہ قول مروی ہے کہ جب تم امام کو آخر نماز میں تشہد کی حالت میں

پاؤ تو کھڑے ہونے کی حالت میں تکبیر کہو۔ پھر جب بیٹھنے لگ جاؤ تو تکبیر کہو یہ دو تکبیر ہوں گی پہلی تکبیر تو شروع نماز کرتے ہوئے دوسری بیٹھنے کے لئے۔ (مصنف ابن عبدالرزاق جلد۲ صفحہ ۲۸۶)

فائدہ: اگر امام قیام کی حالت میں ہے تو صرف ایک تکبیر جسے تکبیر تحریمہ کہا جاتا ہے کہہ کر شریک ہو جائے اور اگر امام سجدہ یا رکوع یا جلسہ کی حالت میں ہے تو پھر دوسری تکبیر ان حالتوں کے لئے کہہ کر جس حالت میں امام ہو شریک ہو جائے۔ چونکہ انتقال کی تکبیر سنت ہے۔

اسی طرح حضرت ابن مسعود نے فرمایا امام تشہد میں ہو تو ایک تکبیر کہہ کر کھڑے ہو جاؤ دوسری تکبیر کہہ کر بیٹھ جاؤ۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۳۰)

امام نووی نے شرح مہذب میں لکھا ہے کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ امام کو رکوع میں پائے تو کھڑے ہونے کی حالت میں تکبیر تحریمہ کہے پھر رکوع کی دوسری تکبیر کہے اگر صرف ایک تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں چلا گیا تو بلا اختلاف فرض نماز نہ ہوگی۔ (جلد۴ صفحہ ۲۱۴)

جس نے ایک رکعت بھی پالی اس نے گویا جماعت پالی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ایک رکعت پالی اس نے نماز پالی۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۲۹)

فائدہ: یعنی جماعت کے ساتھ ایک رکعت پانے والا جماعت پانے والا ہے چنانچہ ہدایہ میں امام محمد نے فرمایا جس نے ایک رکعت پالی اس نے جماعت کی فضیلت کو پالیا۔ (فتح القدیر جلد۱ صفحہ ۴۷۹)

کبیری میں ہے کہ آخری قعدہ پانے والا جماعت کا ثواب پالے گا۔ (صفحہ ۵۱۰)

جلدی میں رکعت پانے کے لئے صف سے الگ رکوع نہ کرے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تم میں سے کوئی جماعت میں آئے تو صف سے الگ (تنہا) رکوع نہ کرے بلکہ صف میں داخل ہو جائے۔ (طحاوی، صفحہ ۲۳۱، اعلاء)

فائدہ: اولاً تو اطمینان سے آئے پھر لوگوں کے ساتھ صف میں شریک ہو جائے۔ رکعت چھوٹنے کے ڈر سے صف سے الگ رکوع نہ کرے۔

حضرت ابوبکرہ نے بیان کیا کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں تھے اس نے صف سے الگ ہی رکوع کر لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا اللہ پاک شوق میں اضافہ فرمائے دوبارہ ایسا نہ کرنا۔

(نسائی، صفحہ ۱۳۹، ابوداؤد، صفحہ ۵۹، بخاری، صفحہ ۱۰۸، احمد)

فَائِدَة: صف میں تنہا رکوع کرنا منع ہے بلکہ صف میں شامل ہو جائے اور جو چھوٹ جائے تو اس کی بعد میں قضا کرے۔ بعض موقع پر آپ نے اس سے منع فرماتے ہوئے تنبیہاً لوٹانے کا حکم دیا ہے۔

حضرت رابعہ ذکر کرتے ہیں کہ ایک آدمی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صف سے الگ رکوع کرتے ہوئے تنہا دیکھا تو ان سے فرمایا کہ دوبارہ نماز پڑھیں۔ (ابوداؤد، صفحہ ۹۹)

فَائِدَة: آپ نے جو اس آدمی کو دوبارہ نماز لوٹانے کا حکم دیا یہ استحباباً تھا تا کہ آئندہ تنہا صف میں رکوع میں نہ شامل ہوں: چنانچہ ابوبکرہ کی روایت میں آپ نے اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا تو آئندہ نہ کرنے کو کہا۔ مگر اعادہ کا حکم نہ دیا اکثر علماء اسی کے قائل ہیں۔ (حاشیہ ابوداؤد)

ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کراہت سے بچنے کے لئے استحباباً لوٹانے کا حکم دیا۔ (جلد ۲ صفحہ ۸۳)



صفوں کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ اور پاکیزہ تعلیمات کا بیان

اقامت ہوتی تو صفوں کو درست فرماتے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اقامت ہوتی تو آپ ہم لوگوں (مقتدیوں) کی طرف رخ فرماتے اور فرماتے اپنی صفوں کو درست کرو اور بالکل مل مل کر کھڑے ہو میں تم کو پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ (بخاری، جلد ۱ صفحہ ۱۱۰)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود صف کو درست فرماتے اس کی تاکید فرماتے اور یہ آپ کا معجزہ تھا کہ آپ پیچھے سے بھی دیکھ لیتے تھے جس کی وجہ سے حضرات صحابہ اور اہتمام فرماتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح صف برابر کرتے

نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہماری صفوں کو آپ اس طرح برابر فرماتے جیسے کہ تیر کو تراش کر برابر کیا جاتا ہے (اور اس کا اہتمام فرماتے رہے) یہاں تک کہ آپ کو یقین ہوگیا کہ ہم نے اس پر پابندی کر لی اور سمجھ گئے تب آپ نے اہتمام چھوڑا۔

(نسائی، صفحہ ۱۳۰، مسلم، صفحہ ۱۸۲، مسند طیالسی منحہ، جلد ۱ صفحہ ۱۳۶، ابوداؤد صفحہ ۹۷، سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اقامت کے بعد نماز شروع ہونے سے قبل خود لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اقامت کے بعد تکبیر تحریمہ سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب (نمازیوں) کی جانب متوجہ ہوتے اور فرماتے صفوں کو درست کرو اور بالکل مل مل کر کھڑے ہو۔ میں تم کو پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں بس میں نے دیکھا کہ جب اقامت ہوتی تو لوگ اپنے بھائی کے کندھے سے کندھا ملا کر دیکھا کرتے۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس صف درست فرماتے جس کی وجہ سے لوگ اہتمام سے صف درست کرنے میں کندھا ملا کر تیار رہتے۔

آپ ﷺ صفوں کو درست فرماتے درست ہونے کے بعد تکبیر تحریمہ فرماتے

حضرت نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ہماری صفوں کو درست فرماتے جب ہم لوگ نماز کے لئے کھڑے ہوتے جب ہم صف درست کر لیتے تو آپ تکبیر شروع فرماتے۔ (سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۱)

آپ کی عادت طیبہ تھی کہ خود صف درست فرماتے لوگوں کو اِدھر اُدھر کر کے ٹھیک فرماتے بسا اوقات لکڑی سے جو مسجد نبوی میں رکھی رہتی درست فرماتے جب صف درست ہو جاتی تب ہی اللہ اکبر کہتے افسوس کہ آج کل امام حضرات نے صفوں کی درستی کا اہتمام چھوڑ دیا ہے۔ جہاں تکبیر ختم ہوئی نماز شروع شاید لوگوں کا لحاظ کرتے ہیں کہ تاخیر ہو جائے گی تو بگڑنے لگیں گے افسوس کہ آج لوگوں کا خیال ہے شریعت کا خیال نہیں۔ لہٰذا امام کو چاہئے کہ صف کو درست کرے جب یقین ہو جائے تب نماز شروع کرے۔

حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفوں کے درست کرنے کا حکم دیتے جب لوگ آتے اور خبر دیتے کہ صف درست ہوگئی ہے تب نماز شروع فرماتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۱، کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۹۶)

اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو صف درست کرنے کا ذمہ دار بناتے جب یہ لوگ آکر کہتے کہ صف درست ہوگئی ہے تب نماز شروع کرتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۲)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جب تک صف درست صحیح نہ ہو جائے امام کو نماز شروع کرنی خلاف سنت ہے۔

صف تکبیر سے قبل درست کرنا اور لگانا بہتر ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کے آنے سے قبل (مصلیٰ پر) ہم لوگ کھڑے ہو جاتے اور صف درست کرتے تکبیر سے قبل آپ مصلیٰ پر تشریف لے آتے۔

ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب نماز کی اقامت ہونے لگ جائے تو جب تک تم مجھے آتا نہ دیکھو کھڑے مت ہو۔ (مسلم صفحہ ۲۲۰)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب ہم لوگ نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے تب آپ تشریف لاتے (مصلیٰ پر نماز پڑھانے کے لئے) اور ہماری گردنوں اور سینوں کو ملاحظہ کرتے (برابر ہیں کہ نہیں) اور فرماتے ٹیڑھے مت ہو ورنہ تمہارے دلوں میں کجی پیدا ہو جائے گی۔ (طیالسی مرتب جلد ۱ صفحہ ۱۳۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ امام کے مصلیٰ پر آنے سے پہلے اور شروع اقامت میں صف کو درست کرنے کے لئے کھڑا ہو سکتا ہے، رہی بات امام مصلیٰ پر آکر بیٹھ جائے پھر تکبیر کہی جائے تب مصلیٰ پر سے کھڑا ہو۔ سنت سے ثابت نہیں بدعت اور قابل ترک ہے۔ جو طریقہ حدیث وسنت سے ثابت نہ ہو اس پر اصرار اور جمے رہنا جہالت

اور بری بات ہے۔

آپ ﷺ کے عہد میں تکبیر سے قبل صف لگ جاتی تھی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نماز کھڑی ہو جاتی ہم لوگ کھڑے ہو جاتے آپ ﷺ کے تشریف لانے سے قبل۔ (مسلم جلد ا صفحہ ۲۲۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نماز کھڑی ہو جاتی لوگ اپنی صفوں کو درست کرنے لگ جاتے۔ پھر نبی پاک نکلتے اور تشریف لاتے۔ (مسلم صفحہ ۲۲۰)

فائدہ: معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے اپنے مقام مصلّی میں کھڑے ہونے سے قبل لوگ صف کو درست کرنے لگ جاتے تا کہ تکبیر نماز سے قبل صف بالکل درست ہو جائے اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ کو دیکھنے کے بعد لوگ صف درست کرتے۔ بہر حال امام کے مصلّی میں آنے سے قبل جب کہ وہ مسجد میں ہو اور جیسے ہی مؤذن تکبیر کہے صفوں کو درست کرنا یہ سنت سے ثابت ہے اور یہ بھی طریقہ ہے کہ تکبیر کے بعد حی علی الصلوٰۃ کے وقت کھڑا ہو۔ امام نووی نے شرح مسلم میں قاضی عیاض سے جمہور علماء کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جیسے مؤذن تکبیر شروع کرے ویسے ہی لوگ کھڑے ہو جائیں۔ (شرح مسلم صفحہ ۲۲۱)

اگر پہلے سے صف درست ہو ٹھیک ہو تو اقامت کے بعد کھڑے ہو سکتے ہیں۔

کیا شروع اقامت میں کھڑا ہونا غلط بدعت اور خلاف سنت وشرع ہے

شروع تکبیر بلکہ تکبیر سے پہلے صفوں کو درست کرنا اور کھڑے ہو جانا جو آپ ﷺ کے سامنے ہوتا آپ کی مصلّی پر آمد سے قبل حضرات صحابہ صفوں کو درست کرتے بسا اوقات آپ ﷺ خود صفوں کو درست فرماتے جیسا کہ ماقبل میں حضرت انس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں گزرا جس کی تخریج بخاری اور مسلم نے کی ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ کھڑا ہونا اور صفوں کو درست کرنا حی علی الصلوٰۃ کے پہلے ہی نہیں بلکہ اقامت شروع ہونے سے پہلے تھا۔

اسی طرح حضرت عمر فاروق پہلے صفوں کو درست فرماتے۔ ایک آدمی کو معین فرما رکھا تھا جو اطلاع دیتا تھا کہ صف درست ہوگئی تب آپ نماز شروع فرماتے ظاہر ہے کہ یہ کھڑا ہونا اور صفوں کو درست کرنا تکبیر شروع ہونے سے پہلے تھا...... اگر حی علی الصلوٰۃ کے وقت ہی کھڑے ہونے کو اختیار کیا جائے خواہ صف پہلے سے درست ہو یا نہ ہو جیسا کہ اس دور کے ایک طبقہ نے اسے ہی صحیح سمجھ کر لازم قرار دیا ہے تو ایسی صورت میں ختم تکبیر تک صف درست نہ ہو سکے گی جس کے نتیجہ میں تکبیر تحریمہ میں امام کے ساتھ شرکت نہ ہوگی ادھر صفوں کا درست ہونا ادھر

تکبیر تحریمہ کا ہونا اور مقتدی کا امام کے ساتھ شریک ہونا لوگوں کے لئے مشکل ہوگا اس لئے آغاز تکبیر میں یا تکبیر سے پہلے کھڑے ہونا سنت سے ثابت اور مشروع ہے۔

آپ ﷺ کے عہد میں جس کی آپ ﷺ نے عملاً تصدیق فرمائی خلفاء راشدین نے عمل فرمایا اور ان کے زمانہ میں جلیل القدر صحابہ نے عمل کیا جس کا خیر القرون میں عمل رہا حاشا وکلا کیسے یہ بدعت اور خلاف شرع ہو سکتا ہے چنانچہ ابن عبدالبر مالکی لکھتے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز، محمد بن کعب القرظی، سالم بن عبداللہ، ابوقلابہ، عراک بن مالک، محمد بن مسلم، سلمان ابن حبیب یہ حضرات شروع اقامت میں ہی کھڑے ہو جاتے تھے حضرت عمر بن عبدالعزیز فرماتے تھے جیسے ہی اقامت شروع ہو فوراً (کھڑے ہو کر عملاً) جواب دو۔ ابن مسیّب فرماتے تھے جیسے ہی مؤذن (اقامت میں) اللہ اکبر کہے کھڑے ہو جاؤ حی علی الصلوٰۃ تک صف ٹھیک ہو جائے۔ اور مؤذن کے لا الٰہ الا اللہ (ختم تکبیر پر) امام اللہ اکبر کہہ دے۔ (استذکار جلد ۴ صفحہ ۵۸)

ہاں حی الصلوٰۃ یا قد قامت الصلوٰۃ پر بھی کھڑے ہونے کی متعدد روایتیں ہیں یہ اس وقت ہے جب پہلے سے صف درست ہو خلاصہ یہ نکلا کہ دونوں طریقے درست ہیں۔ قابل مذمت اور ملامت نہیں بہتر ہے کہ تکبیر ہوتے ہی یا اس سے پہلے کھڑے ہو کر صف درست کر لے اور یہ آپ سے خلفاء راشدین سے جلیل القدر اسلاف سے ثابت ہے غلط نہیں ہے۔

صفوں کو درستی کی تاکید فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا صفوں کو درست کرو صفوں کا درست کرنا نماز کو درست کرنا ہے۔ (بخاری صفحہ ۱۰۰)

صفوں کا درست کرنا حسن صلوٰۃ نماز کی خوبی سے ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ صفوں کو درست کرو صفوں کا درست کرنا نماز کی خوبیوں میں سے ہے۔ (بخاری صفحہ ۱۰۰، مسلم صفحہ ۱۸۲)

آپ ﷺ صفوں کے اندر جا کر صفوں کو درست فرماتے

حضرت براء بن عازب کہتے ہیں کہ آپ ﷺ صفوں کے درمیان ایک کنارے سے دوسرے کنارے صفوں میں جا کر ہمارے سینوں کو برابر فرماتے اور کندھے سے کندھا ملاتے اور فرماتے صفوں کو ٹیڑھا مت کرو، ورنہ تمہارے دل ٹیڑھے ہو جائیں گے اور فرماتے کہ خدا اور حضرات ملائکہ صف اول والوں پر رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ (ابوداؤد صفحہ ۹۷، مسند احمد صفحہ، نسائی صفحہ ۱۳۰)

آپ ﷺ لوگوں کے کندھے سے کندھا ملا کر صف درست فرماتے

حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ہمارے کندھوں کو نماز میں درست فرماتے اور فرماتے کہ برابر برابر کھڑے رہو۔ (مسند طیالسی منحۃ المعبود جلد ۱ صفحہ ۱۳۵)

علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے صفوں کو درست کرو کندھے سے کندھا ملاؤ۔ (کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۹۵)

لکڑی سے صفوں کو درست فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو لکڑی کو ہاتھ میں لیتے۔ پھر داہنی طرف متوجہ ہوتے۔ (مقتدیوں کی طرف) اور فرماتے ٹھیک ٹھیک برابر برابر کھڑے ہو جاؤ صفوں کو درست کرو پھر بائیں طرف رخ فرماتے ٹھیک سے کھڑے ہو جاؤ اور صفوں کو برابر کرو۔
(ابوداؤد صفحہ ۹۸، سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۲)

فائدہ: صف کی برابری اور درستگی کا آپ اس قدر تاکید اور اہتمام فرماتے کہ ایک سیدھی لکڑی سے آپ لوگوں کی صفوں کو درست فرماتے تاکہ اس لکڑی کے مثل لوگ برابر ہو جائیں آگے پیچھے نہ نکلے رہیں منہل اور عون المعبود میں ہے کہ ہاتھ میں لکڑی پکڑ کر صف برابر فرماتے۔ (عون المعبود جلد ۱ صفحہ ۲۵۲، منہل جلد ۳ صفحہ ۵۹)

یہ مطلب نہیں کہ کسی لکڑی پر ہاتھ سے ٹیک لگا کر یہ حکم فرماتے جیسا کہ بعضوں نے سمجھا بلکہ ایک سیدھی لکڑی مسجد میں رہتی اس سے آپ صف درست فرماتے عاجز کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ فرش پر کوئی نشان لکیر وغیرہ نہیں تھی جیسا کہ اس زمانہ میں فرش مسجد پر صف کا نشان ہوتا ہے یا چٹائی اور مصلیٰ وغیرہ سے صف کی حد متعین ہو جاتی ہے تو لوگوں کو صف سیدھی کرنے میں سہولت ہوتی ہے اس عہد میں نہ فرش پر کوئی لکیر تھی اور نہ کوئی مصلیٰ ہی اس کی صف بندی ہو سکتی تھی۔ ایسی صورت میں یقیناً لوگ آگے پیچھے ہو جائیں گے اور صف ٹیڑھی ہو جائے گی چنانچہ اسی وجہ سے لکڑی سے صف سیدھی فرماتے تھے۔ تاکہ سب لکڑی کے برابر ہو جائیں اور اس طرح صف سیدھی ہو جائے۔

صف بندی اس امت کی خصوصیت

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا یہ چار امور اس امت کی خصوصیت ہے:

1. ہماری امت کی صف نماز میں فرشتوں کی صف کے مانند ہے۔
2. زمین کو طہارت کا ذریعہ بنایا گیا۔

❸ ہر جگہ نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

❹ غنیمت کو حلال کر دیا گیا۔ (مجمع جلد ۱ صفحہ ۹۰)

آپ لوگوں کی جانب متوجہ ہو کر صفوں کو درست فرماتے

حضرت نعمان کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کی جانب متوجہ ہوتے (جب جماعت کھڑی ہو جاتی) اور فرماتے اپنی صفوں کو درست کرو ورنہ اللہ پاک تمہارے دلوں میں مخالفت پیدا کر دے گا حضرت نعمان فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ لوگ اپنے کندھے کو بغل والے کے کندھے سے اپنے گھٹنے کو بغل والے کے گھٹنے سے اور اپنے پیروں کو بغل والے کے پیر سے ملانے لگے۔ (ترغیب صفحہ ۲۲۶، ابن حبان)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ہمارے کندھوں کو نماز میں درست فرماتے۔ (کنز العمال)

کندھوں اور پیروں کو برابر کر کے صف کو درست فرماتے

ابو عثمان کہتے ہیں کہ حضرت عمر جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو لوگوں کے کندھوں اور پیروں کی جانب دیکھتے (یعنی ان کو برابر رکھتے)۔ (عبد الرزاق)

سوید بن غفلہ کہتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے پیروں کو اور کندھوں کو برابر کرتے۔ (عبد الرزاق جلد ۲ صفحہ ۴۷)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو) فرماتے۔ صفیں برابر کرو پیروں کو ملاؤ کندھوں کو ایک دوسرے کے مقابل رکھو۔ (عبد الرزاق جلد ۲ صفحہ ۴۷)

آپ لوگوں کو کس طرح صف میں دائیں بائیں کرتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب تکبیر ہوتی تو کسی کو فرماتے دائیں ہو جاؤ اور اس طرح بائیں ہو جاؤ۔ اور فرماتے سیدھے سیدھے ہو جاؤ۔ اور ٹھیک سے کھڑے ہو جاؤ۔ یعنی لوگوں کو دائیں بائیں کر کے صف کو برابر اور درست فرماتے۔ (دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۲۷۸)

افسوس کہ صف کی برابری اور درستگی کا آپ جس قدر اہتمام فرماتے اسی قدر امت آج اس میں غفلت اور تساہل برت رہی ہے۔ اسی کے نتیجہ میں دلوں کا اختلاف اور کجی بڑھتی جا رہی ہے اور احساس نہیں۔

ائمہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ تکبیر کے وقت متوجہ ہو کر صف درست کریں

حمید طویل کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم سے یہ حدیث بیان کی کہ جب اقامت کہی جاتی تو آپ ﷺ ہم لوگوں کی جانب متوجہ ہوتے اور فرماتے صفوں کو درست کرو اور بالکل مل مل کر کھڑے ہو۔ میں

تم کو پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ (بخاری صفحہ ۱۰۰)

فائدہ: جب جماعت کی اقامت شروع ہوتی تو خود آپ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر صفوں کو درست فرماتے۔ کبھی صف کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے جا کر صف درست فرماتے کبھی لکڑی سے درست فرماتے آپ کو خود اس کا اہتمام تھا چنانچہ اس روایت کے پیش نظر امام کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کی جانب متوجہ ہو کر صفوں کو درست کرائے اور کرے اسی وجہ سے امام بخاری نے صحیح بخاری میں یہ باب قائم کیا ہے "باب اقبال الامام الناس عند تسویة الصفوف" (جلد ا صفحہ ۱۰۰) جس کا مطلب یہ ہے کہ امام کو لوگوں کی جانب متوجہ ہو کر صفوں کو درست کرنا چاہئے افسوس کہ آج اس سنت کو بیشتر ائمہ مساجد چھوڑ چکے ہیں تکبیر ہوئی امام مصلے پر آ گئے جیسے تکبیر ختم ہوئی امام نے نماز شروع کرا دی خواہ صف سیدھی ہو یا ٹیڑھی لوگ صحیح کھڑے ہوں یا نہیں وہ ایسا اس وجہ سے کرتے ہیں کہ کہیں مصلی حضرات کچھ دیر ہونے کی وجہ سے کچھ کہہ نہ بیٹھیں چونکہ لوگوں کو بڑی جلدی ہوتی ہے افسوس کہ سنت کا خیال نہیں ائمہ مساجد کو صفوں کی درستگی کا دھیان رکھنا چاہئے ویسے بھی آج کل صفوں کی لکیر اور نشان ہونے کی وجہ سے صف بندی میں دقت نہیں ہوتی۔ تاہم اس سنت کی ادائیگی کا اہتمام رکھنا چاہئے کہ اس کا ثواب آخرت کے علاوہ دنیاوی فائدہ یہ ہے کہ دلوں میں اختلاف اور کجی پیدا نہیں ہوگی۔

اس حدیث پاک میں ہے کہ آپ پیچھے سے بھی دیکھ لیتے تھے علامہ عینی اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ممکن ہے کہ پیچھے کی جانب آنکھ ہو جس سے دیکھتے تھے چنانچہ مختار بن محمد نے رسالہ ناصریہ میں بیان کیا ہے کہ دونوں شانوں کے درمیان سوئی کی نوک کی طرح آنکھ تھی جس سے پیچھے دیکھتے تھے۔ علامہ قرطبی امام احمد اور جمہور علماء اسے ظاہر پر مانتے ہوئے اسے آنکھ کی رؤیت ثابت کرتے ہیں (علم اور احساس مراد نہیں لیتے)

(عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۲۵۴)

گویا یہ آپ کا معجزہ تھا مجاہد کا یہی قول ہے۔ (شمائل کبریٰ جلد ۵ صفحہ ۳۶)

صف درست نہ ہونے پر پیروں پر مارا جاتا

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق منقول ہے کہ انہوں نے حضرت ابو عثمان نہدی کے پیر پر مارا تا کہ صف درست کریں۔

سوید بن غفلہ ذکر کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے کندھوں کو درست فرماتے اور ہمارے پیروں پر مارتے۔

علامہ عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ صف کے درست نہ کرنے پر سخت وعید ہے اسی وجہ سے یہ حضرات کوتاہی پر مارتے تھے۔

علامہ ابن حزم فرماتے ہیں حضرت عمر اور حضرت بلال جو مارتے تھے کسی ضروری امر کے ترک ہی پر مارتے تھے۔ (عمدۃ القاری جلد۵ صفحہ ۲۵۸)

دیکھئے حضرات صحابہ صف کی درستگی کا کس قدر شدت سے اہتمام فرماتے اور اس کی کوتاہی پر کہ جو برابر مل کر نہ کھڑے ہوتے پیروں کو برابر نہ کرتے ان کے پیروں پر مارتے تاکہ وہ صف درست کرلیں اسی وجہ سے کہ آپ ﷺ نے اس کی شدید تاکید فرمائی تھی اور خود اپنے سے درست فرماتے۔

آپ ﷺ کے بعد صحابہ کی نگاہ میں قابل گرفت امور

حضرت انس بن مالک جب مدینہ تشریف لائے تو ان سے لوگوں نے پوچھا کہ حضور پاک ﷺ کے بعد آپ کون سی چیز قابل انکار اور قابل گرفت پاتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں میں کوئی منکر قابل انکار بات تو نہیں پاتا الا یہ کہ تم لوگ صف کی درستگی نہیں کرتے ہو (جس کا آپ بہت زیادہ اہتمام فرماتے اور کوتاہی پر سخت وعید فرماتے)۔ (بخاری صفحہ ۱۰۰، عمدۃ القاری جلد۵ صفحہ ۲۵۷)

فائدہ: علامہ عینی اس کی شرح میں فرماتے ہیں صف کے درست نہ کرنے پر آپ ﷺ کی شدت وعید پر (اور ادھر اُدھر لوگوں کی غفلت پر حضرت انس نے نکیر فرمائی) کے پیش نظر ایسا کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ سنت سے غفلت پر نکیر کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اس سنت سے ذرا غفلت پر صحابہ کس طرح نکیر فرماتے۔

تمام صفیں برابر ہوں کمی بیشی آخری صف میں ہو

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ فرماتے اگلی صف کو پھر اس کے بعد والی کو درست کرو جو کچھ کمی بیشی ہو وہ آخری صف میں ہو۔ (ابوداؤد صفحہ ۹۸، نسائی صفحہ ۱۳۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اولاً پہلی صف بالکل سیدھی طرح بھر جائے پھر اس کے بعد والی پر کرے۔ یہاں تک کہ جو کچھ کمی بیشی رہے وہ آخری صف میں ہو۔

اپنے قریب اہلِ علم و فضل کو رہنے کی تاکید فرماتے

حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے ہمارے قریب اور متصل اہل عقل اور فہم رہیں پھر اس کے بعد کے مرتبہ کے لوگ پھر اس کے بعد کے لوگ۔ (ابوداؤد صفحہ ۹۸)

فائدہ: اپنے متصل اور قریب ان لوگوں کو رہنے کا حکم فرماتے جو اپنی عقل و فہم میں بہتر ہوتے ایسا آپ اس وجہ سے فرماتے کہ یہ حضرات آپ سے نماز کے مسائل اور آپ کے عادات و اطوار کو اخذ کرتے سمجھتے پھر دوسروں کو

اس کی تعلیم فرماتے تا کہ نماز سنت کے مطابق لوگوں میں رائج ہو خیال رہے کہ اس حدیث کے پیش نظر امام سے قریب اہل علم وفضل رہیں اور لوگوں کو بھی چاہئے کہ امام کے قریب اہل علم وفضل کے لئے کچھ جگہ چھوڑ دیں۔ اس میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ امام کو خلیفہ بنانے کی ضرورت پیش آ جائے تو یہ لوگ بن سکیں مزید مسائل صلوٰۃ کے متعلق کوئی بات ہو جائے تو یہ حضرات نشاندہی اور رہنمائی کر سکیں۔

صف میں تنہا اکیلے رہنے سے منع فرماتے

حضرت حسن فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرہ مسجد میں آئے تو آپ رکوع میں تھے وہ وہیں (الگ) صف میں رکوع میں شریک ہوگئے۔ تو آپ نے فرمایا خدا تمہارے شوق میں اضافہ فرمائے آئندہ ایسا مت کرنا (یعنی جلدی کی وجہ سے اکیلے اور تنہا صف میں شامل نہ ہونا)۔ (ابوداؤد صفحہ ۹۹)

فائدہ: اکیلے صف میں رہنا مکروہ ہے ایسی ترتیب اختیار کرے کہ ایک دو آدمی شریک ہو جائیں خیال رہے کہ اس دور میں اگلی صف سے کسی کو نہ کھینچا جائے۔ کہ فتنہ کا اندیشہ ہے کوئی صورت نہ ہو تو تنہا ہی رہ جائے فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے۔

صفوں کو دونوں جانب سے برابر رکھنے کا حکم فرماتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اس طرح صف میں لگو) کہ امام بیچ میں رہے اور خالی جگہوں کو بھرو۔ (ابوداؤد صفحہ ۹۹، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۶۰۸)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ صف اس طرح قائم رہے کہ امام وسط میں ہو دائیں جانب یا بائیں جانب لوگ زیادہ نہ ہو جائیں یعنی دونوں جانب برابر برابر لوگ شامل ہوتے رہیں اور یہ بھی مطلب ہے کہ امام صف اور لائن کے وسط میں کھڑا ہو بیچ سے ہٹ کر ذرا بھی کنارے کھڑا نہ ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سینے اور کندھوں کو برابر رکھواتے

حضرت براء کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صف کے کنارے تشریف لاتے اور لوگوں کو سینوں اور کندھوں کو درست اور برابر فرماتے اور فرماتے ٹیڑھے مت کھڑے ہو ورنہ اللہ پاک تمہارے دلوں کو ٹیڑھا کر دے گا۔ (ابوداؤد صفحہ ۹۷، خزیمہ)

وعظ اور تقریر میں صف کے درستگی کی تاکید فرماتے

ابن عبداللہ الرقاشی بیان کرتے ہیں کہ ہمیں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھائی جب فارغ ہوئے تو بیان فرمایا کہ ہمیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم وعظ فرماتے اس میں ہمیں سنتیں سکھاتے اور فرماتے کہ جب

نماز پڑھو تو صفوں کو درست رکھو۔ (ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۳۵۲)

فائدہ: آپ ﷺ اپنے بیان اور تقریر میں نماز اور اس کی سنتوں کو سکھاتے اور صف کے متعلق خوب تاکید کرتے کہ اسے برابر درست رکھا کرو۔ افسوس آج وعظ وتقریر میں نماز اور اس کے فرائض وسنن کی نہ تعلیم کرتے ہیں اور نہ سکھاتے ہیں اِدھر اُدھر کے قصہ اور واقعات میں وقت صرف کردیتے ہیں اسی وجہ سے سنت اور مستحبات کی رعایت کے ساتھ نماز عوام تو عوام خواص اور پڑھے لکھے طبقہ میں بھی ختم ہوتی جارہی ہے امام مسجد اور اہل علم کے ذمہ ہے کہ امت کو سنت کے مطابق نماز سکھائیں اور اس کی تعلیم دیا کریں ہر دن مسجد میں نماز سے قبل یا بعد فرائض واجبات سنن ومستحبات کو بتاتے رہیں تاکہ امت میں سنت کے مطابق نماز رائج ہو۔

صف میں بچوں کو پیچھے رکھتے

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ نماز کھڑی ہوئی تو آپ ﷺ نے مردوں کو صف میں لگایا ان کے پیچھے بچوں کو کیا پھر نماز پڑھائی۔ (ابوداؤد جلد ا صفحہ ۹۸)

صف کی مسنون ترتیب یہ ہے کہ اول بڑے بالغ حضرات کھڑے ہوں پھر اس کے بعد چھوٹے نابالغ بچے بڑوں کے بیچ میں نابالغ اور کم عمر وکم سمجھ بچوں کا کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

صف میں عورتوں کی ترتیب بچوں کے بعد

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ جب نماز کھڑی ہوتی تو مردوں کی صف لگاتے ان کے پیچھے بچوں کی صف لگاتے پھر ان کے بعد پیچھے عورتوں کو لگاتے۔

(مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۳۴۴، ابوداؤد صفحہ ۹۸)

اولاً تو عورتوں کے لئے مسجد میں جماعت میں شریک ہونا فتنہ اور بے پردگی کی وجہ سے ممنوع ہے تاہم اگر شریک ہوجائیں یا گھر میں جماعت ہو مثلاً تراویح کی رمضان المبارک میں جس میں کوئی قباحت نہیں تو اس کی ترتیب یہ ہوگی اولاً مرد پھر نابالغ لڑکے پھر بڑی عورتیں اس کے بعد نابالغ بچیاں بعض لوگ لڑکوں کو عورتوں کے پیچھے کردیتے ہیں۔ یہ خلاف شرع نادانی اور جہالت کی بات ہے اسی طرح خیال رہے کہ عورتوں کے بغل میں کوئی مرد خواہ شوہر، بھائی، والد وغیرہ کیوں نہ ہوں ہرگز کھڑے نہ ہوں گے ہمیشہ عورتوں کی صف مردوں کے پیچھے ہوگی خواہ مرد یا عورت کی تعداد کم از کم کیوں نہ ہو۔

عورت صف میں تنہا کھڑی ہوں گی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے کہ میں نے اور ایک یتیم نے آپ ﷺ کے پیچھے اپنے گھر میں نماز

پڑھی اور میری والدہ ہم لوگوں کے پیچھے صف میں (اکیلی) تھیں۔ (بخاری جلدا صفحہ۱۰۰)

فَائِدَة: اگر عورت تنہا ہو تب بھی اکیلی ہی صف میں رہے گی بچوں کے ساتھ نہ ملے گی۔

صف اول کی فضیلت

صف اول میں رہنے والوں پر تین مرتبہ استغفار فرماتے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صف اول میں رہنے والوں کے لئے تین مرتبہ اور دوسری صف میں رہنے والوں کے لئے دو مرتبہ اور تیسری صف میں رہنے والوں کے لئے ایک مرتبہ استغفار فرماتے۔ (بزار صفحہ ۲۴۷، مجمع جلد۲ صفحہ۹۲)

عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صف اول میں رہنے والوں کے لئے تین مرتبہ استغفار فرماتے اور صف دوم والوں کے لئے دو مرتبہ۔ (دارمی صفحہ ۲۹۰، ابن ماجہ صفحہ ۷۰، عبدالرزاق صفحہ ۵۲)

فَائِدَة: مطلب یہ ہے کہ صف اول میں سبقت کرنے والے عبادت اور تقرب میں پیش قدمی کرنے والے ہیں اور عبادت کو دوسرے امور میں ترجیح دینے والے ہیں اس لئے آپ ان کو مکرر سہ کرر دعاء رحمت دیتے اس میں لوگوں کو ترغیب ہے کہ وہ دیگر امور پر مسجد میں جلد آنے والے اور صف اول میں شامل ہونے کو ترجیح دیں۔

اللہ اور فرشتے صف اول والوں پر دعائے رحمت کرتے ہیں

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدائے پاک تبارک وتعالیٰ اور ملائکہ صف اول والوں کے لئے دعاء رحمت فرماتے ہیں۔ (کشف الستار صفحہ ۲۴۷، ابن ماجہ صفحہ ۷۰)

فَائِدَة: بعض علماء نے ذکر کیا صف اول کے مصداق وہ لوگ بھی ہیں جو اولاً آئے ہیں گو وہ کسی وجہ سے امام کے بعد پہلی لائن میں نہ ہوں گے۔ مگر اسے جمہور نے تسلیم نہیں کیا۔ (فیض الباری صفحہ ۲۳۶، عبدالرزاق صفحہ ۵۱)

صف اول کی فضیلت معلوم ہو جائے تو قرعہ اندازی ہونے لگے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم صف اول (کی فضیلت) جان لو تو قرعہ اندازی کرنے لگو۔ (مسلم جلدا صفحہ۱۸۲)

علامہ نووی فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اس کی فضیلت اور ثواب جان لو تو سب اس کی جانب سبقت کرنے لگو یہاں تک ازدحام کی وجہ سے سب کو بیک وقت جگہ نہ ملے تو قرعہ اندازی کر کے تم اس جگہ کو حاصل کرو گے۔ (شرح مسلم صفحہ۱۸۲)

فَائِدَة: صف اول کو اختیار کرنا مستحب ہے۔ (شرح مہذب جلد۴ صفحہ ۳۰۱)

صف اول شیطان سے محفوظ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ صف اول شیطان سے محفوظ رہتی ہے۔

(ابوالشیخ، کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۶۲۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ صف اول میں شیطانی اثرات اور تصرفات کم ہوتے ہیں شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ خدا اور فرشتوں کی دعاء رحمت کا اثر ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو استغفار تین مرتبہ فرمایا اس کا اثر ہو۔

مردوں کی صفوں میں صف اول کو فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردوں کی صفوں میں صف اول کو فضیلت اور فوقیت حاصل ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۷۰)

ابن عمر سے مروی ہے کہ تمام صفوں میں صف اول افضل ترین صف ہے۔ (کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۶۲۱)

صف اول کے ذیل میں مردوں کے لئے صف اول کی فضیلت تفصیل سے گزر چکی ہے عورتوں کی صف خواہ اکیلی ہو اور خواہ ماں، بہن، زوجہ وغیرہ کیوں نہ ہو مردوں ہی سے نہیں بلکہ بچے ہوں تب بھی پیچھے ہی رہیں گی یہی مسنون اور لازم ہے۔

داؤد بن ہند کہتے ہیں کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ کسی عمل کی رہنمائی فرما دیجئے۔ آپ نے ان سے فرمایا اپنی قوم کے امام ہو جاؤ۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو مؤذن ہو جاؤ پھر فرمایا اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو صف اول میں رہا کرو۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۳۷۸)

فائدہ: بظاہر یہ مطلب نکلتا ہے کہ آپ نے ان کو نماز باجماعت کے اہتمام کی تاکید کی کہ امام یا مؤذن بن جانے کی صورت میں یقیناً جماعت کی پابندی ہوگی آخری درجہ میں صف اول کے التزام میں بھی جماعت کا اہتمام ہوگا۔

حضرت ابی بن کعب کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صف اول شاید کہ فرشتوں کی صف کی طرح ہے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۷۹)

صف اول کے مستحق کون لوگ

حضرت عامر بن ربیعہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے قریب (یعنی صف اول میں) وہ حضرات رہیں جو اہل عقل وفہم ہیں پھر اس کے بعد کے لوگ پھر اس کے بعد کے لوگ۔

(مجمع جلد ۲ صفحہ ۹۴، بزار کشف الاستار صفحہ ۲۴۶، ترمذی صفحہ ۵۳)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے قریب (صف اول میں

متصل) وہ لوگ رہیں جو اہل عقل فہم ہیں۔ پھر اس کے بعد پھر اس کے بعد۔ (مسلم صفحہ ۱۸۰، دارمی جلد ۱ صفحہ ۲۹۰)

فائدہ: علامہ نووی فرماتے ہیں کہ امام کے قریب وہ لوگ رہیں جو لوگوں میں افضل اور بلند پایہ مرتبہ کے حامل ہوں۔ (شرح مسلم صفحہ ۱۸۱)

علامہ نووی فرماتے ہیں یہی حکم تمام مجالس کا ہے کہ اس میں اہل مجلس کے قریب علم وفضل والے لوگ رہیں اس سے معلوم ہوا کہ خود اہل فضل کو چاہئے کہ صف اول کی پابندی اور اہتمام کریں۔ ادھر عامۃ الناس لوگوں کو بھی چاہئے کہ صف اول یا امام کے پیچھے کے حصہ کو اپنے بڑوں کے لئے چھوڑ دیا کریں۔

مہاجرین علماء کو صف اول میں رہنے کا حکم فرماتے

حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین صحابہ کو حکم دیتے کہ وہ آگے رہیں اور صف اول میں نماز پڑھیں اور فرماتے ہیں کہ وہ نماز کے مسائل سے بمقابلہ بادیہ نشین کے زیادہ واقف ہیں مجھے یہ پسند نہیں کہ بادیہ نشین ان کے آگے رہیں اور ان کو معلوم نہیں کہ نماز کیا ہے۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۹۴، بزار)

حضرت سمرہ کی ایک روایت میں اسی طرح ہے کہ آپ فرماتے یہ دیہاتی لوگ مہاجرین و انصار کے پیچھے رہیں نماز ان کی رہنمائی میں پڑھیں۔ (مجمع صفحہ ۹۴)

فائدہ: امام نووی اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر امام کو خلیفہ بنانے کی ضرورت پڑ جائے تو اہل علم کو بغل اور پیچھے ہونے کی وجہ سے بنا سکیں۔ نیز آپ نے اس وجہ سے ایسا کیا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو پوری طرح مسائل و آداب کے اعتبار سے نقل کر سکیں اور دوسروں تک تبلیغ کا باعث بن سکیں۔
(شرح مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۸۱)

صف اول اہل علم وفضل وشرف کی جگہ ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے پسند فرماتے تھے کہ آپ کے قریب (صف اول میں) مہاجرین و انصار رہیں۔ (ابن عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۵۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی دیہاتی اور کوئی عجمی اور نابالغ بچے صف اول میں نہ رہیں۔ (سنن دارمی جلد ۱ صفحہ ۲۸۱)

فائدہ: اس عہد میں مہاجرین و انصار اہل علم وشرف تھے قرآن پاک نے بھی ان لوگوں کے فضل وشرف کی شہادت دی ہے لہٰذا ماحول اور علاقے میں جو اہل علم وشرف ہوں تقویٰ نیکی و صلاح میں دوسروں سے ممتاز اور فائز ہوں۔ ان کی صف اول میں جگہ رہنی چاہئے۔ خصوصاً امام کے پیچھے اس عہد میں اعرابی اور عجمی علم صلاح میں نمایاں نہیں تھے اس لئے آپ نے ایسا فرمایا دیہاتی اور غیر عربی علم صلاح سے آراستہ ہو تو اسے صف اول ہی نہیں

امامت سے بھی نوازا جاسکتا ہے۔

صف لگتے وقت بڑوں کو آگے اور چھوٹے لوگوں کو پیچھے کیا جاسکتا ہے

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ صفوں کی برابری کا حکم دیتے۔ فرماتے اے فلاں آگے بڑھو۔ اے فلاں پیچھے ہٹو۔ سفیان (اس کی وضاحت کرتے ہوئے) کہتے ہیں کہ صالح اور نیک آدمی کو آگے کرتے۔ اس کے علاوہ لوگوں کو پیچھے کرتے۔ (مصنف بن عبدالرزاق جلد۲ صفحہ۵۳)

قیس بن عباد کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ آیا اور نماز عصر کے لئے مسجد میں داخل ہوا اور صف اول میں چلا آیا ایک صاحب آئے کندھے کو پکڑ کر جب تکبیر ہونے لگی تو پیچھے کر دیا اور خود میری جگہ کھڑے ہوگئے۔ جب جماعت ختم ہوگئی تو وہ صاحب میری جانب متوجہ ہوئے اور کہا میں نے تم کو اس لئے پیچھے کر دیا کہ ہمیں رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حکم دیا مہاجرین اور انصار آگے رہیں مجھے معلوم ہوا کہ تم ان میں سے نہیں ہو تو میں نے تم کو پیچھے کر دیا۔ قیس کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے کہا ابی بن کعب ہیں۔

ابن عیینہ کی روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک آدمی کو صف اول میں دیکھا تو اسے پیچھے کر دیا اور کہا تم صف اول والوں میں سے نہیں ہو۔ (ابن عبدالرزاق جلد۲ صفحہ۵۴)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ صف اول ممتاز اہل علم وفضل کی جگہ ہے۔ یہی حضرات اس کے اولین مستحق ہیں۔ عام لوگوں کو صف اول میں خصوصاً امام کے بالکل پیچھے نہیں جا گھسنا چاہئے۔

ان کو شروع ہی سے بڑے لوگوں کے لئے جگہ خالی کر کے بیٹھنا چاہئے اگر یہ لوگ بڑوں کے اکرام میں ایسا نہ کریں تو جماعت کھڑی ہونے کے وقت میں اور صف بندی کے وقت ایسے لوگوں کو پیچھے اور بڑے لوگوں کو صف میں کیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر فاروق خلیفہ راشد اور دیگر صحابہ کے عمل سے ثابت ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ خواص کے مقابلہ میں عوام کو بڑے بزرگوں کے مقابلہ میں چھوٹوں کو اساتذہ کے مقابلہ میں طلباء کرام کو ان حضرات کے لئے پہلے ہی سے جگہ چھوڑ دینی چاہئے خصوصاً امام کے قریب اور پیچھے ہر شخص کو نہیں جگہ لینی چاہئے۔ اوپر ذکر کیا گیا کہ حضرت عمر فاروق صف کی ترتیب کے وقت اہل فضل کو آگے کر دیتے تھے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر عام اور کمتر لوگ آگے صف اول میں بیٹھ جائیں اور اہل فضل اور ان کے بڑے لوگ طلباء کے مقابلہ میں اساتذہ کرام پیچھے ہوں تو صف کے وقت ان حضرات کو از خود آگے کر دیں اور اکراماً وہ پیچھے ہو جائیں تو یہ بھی بہتر ہے فقہاء محققین کا بھی یہی قول ہے۔ چنانچہ علامہ شامی الردالمختار میں لکھتے ہیں:

"وان سبق احد الی الصف الاول فدخل رجل اکبر منه سنا او اهل علم

ينبغي ان يتاخر ويقدمه تعظيماً له.'' (مصری جلد ا صفحہ ۴۶۹)

معلوم ہوا کہ فقہاء کرام اس ادب اور استحباب کے قائل ہیں کہ چھوٹے اگر صف اول میں ہوں اور دوسری صف میں ان کے بڑے ہوں تو وہ پیچھے ہٹ کر اپنے بڑوں کو آگے کر دیں۔ اور یہ ایثار قرب جائز اور ادباً و کراماً احتراماً مستحب ہے۔ افسوس کہ آج یہ ادب متروک ہو چکا ہے اولاً تو ان آداب و استحباب کا علم بھی نہیں دوم اپنے بڑوں سے عقیدت اور اکرام اور احترام کا اس درجہ تعلق کہاں پیچھے ہٹ کر ان کو آگے کر دیں۔ یہ احترام اور ادب تواضع و مسکنت سے پیدا ہوتا ہے اس دور میں نہ تواضع و مسکنت نہ ادب و احترام۔

صف کے دائیں جانب کو اختیار کرے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نصیحتاً فرمایا کرتے تھے۔ صف کے دائیں رخ کو اختیار کرو۔ دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھنے سے بچو۔ اور تم پر صف اول کا اہتمام لازم ہے۔ (مصنف ابن عبد الرزاق جلد ۲ صفحہ ۵۸)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو یہ پسند کرتے اور چاہتے کہ آپ کے دائیں جانب کھڑے ہوں۔ (نسائی جلد ا صفحہ ۱۳۲، شرح مہذب جلد ۴ صفحہ ۳۰۰)

امام نووی نے لکھا ہے کہ امام کے دائیں ہونا مستحب ہے (شرح مہذب) جس طرح تمام امور خیر میں دائیں کو افضلیت اور فوقیت حاصل ہے۔ اسی طرح صف کی ترتیب میں بھی دائیں جانب کو فوقیت حاصل ہے۔

صف کی دائیں جانب کو بائیں پر پچیس درجہ فضیلت ہے

حضرت ابی جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ صف کا دایاں رخ بائیں پر پچیس درجہ فضیلت رکھتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدائے پاک اور اس کے فرشتے صف کی دائیں جانب والوں پر رحمت کی دعا کرتے ہیں۔

(کنز جلد ۹ صفحہ ۶۲۶، ابن ماجہ صفحہ ۷۰، ابوداؤد صفحہ ۹۸، فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۲۱۳)

حضرت براء فرماتے ہیں کہ جب ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو اسے بہت بہتر سمجھتے کہ آپ کے دائیں جانب رہیں۔ (ترغیب صفحہ ۳۲۰، ابن ماجہ صفحہ ۷۱، فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۲۱۲)

فائدہ: متعدد روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کے دائیں اور صف کے دائیں جانب کو فضیلت اور فوقیت حاصل ہے اسی وجہ سے حضرات صحابہ اس کا خیال رکھتے تھے۔ مگر اس فضیلت کے لئے ایسا نہ کیا جائے کہ تمام لوگ دائیں جانب آ جائیں۔ اور بائیں جانب خالی یا کم لوگ رہیں اس طرح تو صف کی ترتیب ہی بگڑ جائے گی ایسی صورت میں بائیں جانب بھر کر صف کو برابر کرنے کی آپ نے تاکید فرمائی ہے۔

صف کی بائیں جانب کو برابر کرنے کی فضیلت

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ مسجد کا بایاں حصہ بالکل خالی ہوگیا تو آپ نے فرمایا جو مسجد کی بائیں جانب کو پر کرے اس کے لئے دگنا ثواب ہوگا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۷۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو لوگوں کی کمی کی وجہ سے مسجد کے بائیں رخ کو پر کرے اس کے لئے دگنا ثواب ہے۔ (ترغیب صفحہ ۲۲۴)

فائدہ: جب آپ نے دائیں جانب کی فضیلت کو بیان کیا تو لوگ دائیں جانب ہی حصول فضیلت کے لئے آنے لگے جس کی وجہ سے بایاں رخ خالی رہنے لگا۔ حالانکہ صف کے دونوں جانب برابری سے کھڑا ہونا چاہئے۔ اس پر آپ نے بائیں جانب کی فضیلت کو بیان کیا تا کہ بائیں جانب والے بالکل محروم نہ رہیں اور صف برابری سے پر ہو۔

صفوں کے ٹیڑھ سے دلوں کے اختلاف کی وعید

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ صف میں ٹیڑھے مت کھڑے ہو ورنہ اللہ پاک تمہارے دلوں میں ٹیڑھ اور کجی پیدا کر دے گا۔ (ابوداؤد صفحہ ۹۷)

حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے کندھوں کو نماز میں درست فرماتے اور یہ فرماتے کہ برابر برابر ٹھیک سے کھڑے رہو ٹیڑھے مت کھڑے رہو ورنہ تمہارے دل مختلف ٹیڑھے ہو جائیں گے۔ (مسلم صفحہ ۱۸۱، ابن ماجہ صفحہ ۶۹، نسائی صفحہ ۱۳۰)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم صف سیدھی نہ کرنے اور ٹیڑھی رکھنے کی وعید میں فرمایا کرتے تھے کہ تمہارے دل ٹیڑھے ہو جائیں گے۔

صفوں کو ترتیب سے پر کرے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے صف اول کو پورا کرو۔ اس کے بعد دوسرے صف کو جو کمی بیشی رہے وہ آخری صف میں رہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۹۸)

ابراہیم اسے مکروہ فرماتے ہیں کہ آدمی صف دوم میں کھڑا ہو جائے قبل اس کے کہ اول صف کو مکمل کرے۔

اسی طرح تیسری صف میں کھڑا ہو جائے قبل اس کے کہ دوم کو پوری کرے۔ (عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۵۵)

صف اول میں جگہ رہتے ہوئے دوسری صف میں رہنا مکروہ ہے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو پچھلی صف میں کھڑے دیکھا تو فرمایا۔ آگے آؤ میرے قریب لگو۔ تمہارے قریب تمہارے بعد والے رہیں گے جو پیچھے رہتا

ہے خدائے پاک اسے پیچھے ہی رکھتا ہے۔ (مسلم صفحہ۱۸۲)

فائدہ: صف اول یا اگلی صف میں جگہ رہتے ہوئے پچھلی صف میں کھڑے رہنا یہ مکروہ تحریمی ہے۔ کہ صف کے خلاء کو پر کرنا ضروری ہے۔ بعض لوگ باوجودیکہ صف میں جگہ ہونے کے باوجود آگے نہیں بڑھتے تغافل اور سستی سے وہیں کھڑے رہتے ہیں یہ بری بات ہے۔ عبادت میں بھی اطاعت نہیں تو پھر ثواب کی امید کیسے۔

(اعلاء السنن جلد۴ صفحہ۳۲۳)

جو صف اول کو اذیت و تکلیف کی وجہ سے چھوڑ دے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو صف اول کو اذیت اور تکلیف پہنچنے کی وجہ سے چھوڑ دے اللہ پاک اسے صف اول کا ثواب دے گا۔ (ترغیب جلد۱ صفحہ۳۲۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ صف اول میں جگہ ذرا سی ہے گھسنے کی وجہ سے دونوں جانب کے لوگوں کو رکوع سجدے میں تکلیف ہوگی ایسی صورت میں یہ چھوڑ دے گا۔ کہ تکلیف نہ ہو تو صف اول کا ثوب پائے گا۔

امام کے پیچھے سب سے افضل جگہ کون سی ہے

ابو بردہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر ہو سکے تو امام کے پیچھے کھڑے ہو ورنہ تو پھر دائیں جانب۔ (مجمع الزوائد صفحہ۹۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مسجد میں سب سے بہتر جگہ امام کے پیچھے ہے۔ کہ رحمت جب نازل ہوتی ہے تو سب سے پہلے امام پر نازل ہوتی ہے اس کے بعد جو اس کے پیچھے رہتا ہے پھر دائیں جانب پھر بائیں جانب۔ پھر پوری مسجد کو شامل اور گھیر لیتی ہے۔ (کنز العمال جلد۷ صفحہ۶۱۴)

فائدہ: اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ صف اول میں سب سے فضیلت والی جگہ بالکل امام کے پیچھے ہے اس کے بعد صف اول کا دایاں جانب پھر بایاں جانب۔ خیال رہے کہ یہ جگہ اہل فضل وعلم اور صلاح تقویٰ میں ممتاز لوگوں کی ہے۔ بہتر ہے کہ مصلین میں جو بہتر و نیک سمجھتے ہوں وہ رہا کریں۔ تاکہ امام کو اگر کبھی عارضہ پیش آجائے تو اسے اپنی جگہ امام بنا سکے۔

دو ستون کے درمیان نماز بہتر نہیں

عبدالحمید بن محمود کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھی (بھیڑ کی وجہ) ہم لوگ ستون کے درمیان ہوگئے تو ہم لوگ ستون کے درمیان سے ذرا آگے یا پیچھے ہوگئے تو حضرت انس نے فرمایا عہد نبوت میں ہم لوگ ستون کے درمیان پڑھنے سے بچتے تھے۔

(ابوداؤد صفحہ۹۸، مصنف عبدالرزاق صفحہ۶۰، نسائی جلد۱ صفحہ۱۳۲)

معاویہ بن قرہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے عہد مبارک میں دوستون کے درمیان صف لگانے سے منع کیا جاتا تھا اور ہم لوگ اس سے بہت بچتے تھے۔ (ابن ماجہ صفحہ، عبدالرزاق صفحہ ۴۰)

فائدہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے کہ دوستونوں دوکھمبوں کے یا دو پایوں اور کھمبوں کے درمیان صفیں اس وجہ سے ممنوع ہیں کہ اس میں صف برابر نہیں ہو پاتی اور متصل نہیں ہو پاتی ستون کی وجہ سے خلاء رہتا ہے نیز امام کی نقل وحرکت نظر نہیں آتی وغیرہ ذلک اگر مسجد میں تنگی ہوتو پھر اجازت ہے ابن سیرین نے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا ہے۔ (عبدالرزاق جلد۲ صفحہ ۶۰)

صف کے خلاء کو بھرنے کی فضیلت

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو صف کے خلاء کو پر کرتا ہے۔ اس کے لئے اللہ پاک ایک درجہ بلند فرماتا ہے۔ اور اس کے لئے جنت میں گھر بناتا ہے۔

(ترغیب صفحہ ۳۲۲، مجمع الزوائد صفحہ ۹۱)

حضرت ابو جحیفہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جو صف کے خلاء کو پر کرتا ہے اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

(ترغیب جلد ۱ صفحہ ۳۲۲، مجمع جلد ۲ صفحہ ۹۱، کشف الاستار صفحہ ۲۲۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو صف کے خلا کو پر کرے گا اس کا ایک درجہ بلند ہوگا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۷۱)

صف کو آپ نے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ہونا فرمایا ہے۔ خلاء رہنا اس کے خلاف ہے۔ خلاء میں شیطان گھس جاتا ہے جو خشوع کو پامال کر دیتا ہے اس لئے اس پر یہ تاکید اور ثواب ہے۔

صف کے خلاء میں شیطان گھس جاتا ہے

حضرت ابوامامۃ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا صف کی خالی جگہوں کو بھرو کہ اس میں شیطان اس طرح گھس جاتا ہے جیسے کہ بھیڑ کا چھوٹا بچہ۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۹۱، ابوداؤد صفحہ ۹۷)

فائدہ: آپ ﷺ نے مثالاً سمجھایا ہے جس طرح بھیڑ کا چھوٹا بچہ ذرا سی جگہ دیکھ کر گھس جاتا ہے اور مجلس کو منتشر کر دیتا ہے اسی طرح شیطان گھس کر خشوع اور خضوع کو منتشر کر دیتا ہے۔

خلاء کو بھرنے کے لئے قدم بڑھانا خدا کو محبوب

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ دو قدم ہیں۔ ان میں سے ایک قدم اللہ کو بہت محبوب ہیں۔ دوسرا اللہ کو بہت مغبوض ہے جو قدم اللہ کو بہت محبوب ہے وہ یہ ہے کہ کوئی شخص صف میں خالی جگہ دیکھے تو اسے (آگے بڑھ کر) پر کر دے۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۳۲۳)

برابر پچھلی صف میں رہنے کی مذمت

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ہمیشہ پیچھے کی صف میں رہتے ہیں اللہ ان کو پیچھے کردے گا۔ (مسلم صفحہ ۱۸۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صف اول سے ہمیشہ پیچھے رہنے والے پیچھے ہی رہیں گے یہاں تک کہ جہنم میں خدا ان کو داخل کردے گا۔ (ابوداؤد صفحہ ۹۹ ترغیب صفحہ ۳۲۴)

فائدہ: جو لوگ دنیاوی جھمیلوں میں اس قدر گرفتار رہتے ہیں کہ ہمیشہ ہی پچھلی صف میں شریک ہوتے ہیں کبھی ان کو موقعہ نہیں ملتا کہ کچھ پہلے آکر تسبیح تلاوت میں لگیں یا نماز کا انتظار کریں یا تغافل وتساہل کی وجہ سے ہمیشہ مسجد میں آخری وقت میں آتے ہیں جس کی وجہ سے آخری ہی صف میں شریک ہوتے ہیں ایسوں کے لئے یہ وعید ہے کہ غفلت کی یہ تاخیر جہنم کا باعث ہوگی۔ ان لوگوں کے لئے یہ وعید نہیں جو علمی مسائل درس وتدریس تصنیف وتالیف یا اور کسی دینی واخروی امور میں منہمک رہتے ہیں کہ ان کا یہ انہاک بھی عبادت ہے۔ اسی طرح وہ مریض جو معذور ہو جو اپنے مرض کی بنیاد پر صف اول میں ہونے سے احتیاط کرتے ہیں مثلاً عارضہ ریح عارضہ پیشاب وغیرہ کہ اچانک عارضہ لاحق ہونے کی وجہ سے صف اول سے نکلنا پریشانی کا باعث ہوگا۔ معلوم ہوا کہ ہمیشہ بچھڑا رہنا تساہل اور بے پرواہی کی بنیاد پر ہو تب یہ قابلِ مذمت ہے۔

صرف دو آدمی ہوں تو کس طرح کھڑے ہوں گے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک رات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں نے نماز پڑھی۔ تو میں آپ کے بائیں جانب کھڑا ہوگیا تو آپ نے پیچھے کی جانب سے میرا سر پکڑا اور اپنی دائیں جانب کر دیا۔ (بخاری صفحہ ۱۰۰، ترمذی صفحہ ۵۵)

شعبی کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابن عباس نے ذکر کیا کہ میں ایک رات اٹھ کر آپ کی بائیں جانب ہو کر نماز میں شریک ہوگیا۔ تو آپ نے میرا ہاتھ یا بازو پکڑا اور اپنی دائیں جانب کھڑا کر دیا۔ (بخاری صفحہ ۱۰۱)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام کے ساتھ ایک ہی شخص ہو خواہ مرد ہو یا چھوٹا بچہ امام کے دائیں جانب رہے گا بعض لوگ نادانی کی وجہ سے اپنی بائیں جانب بچے کو رکھتے ہیں۔ سو یہ غلط ہے ایسی صورت میں بہتر یہ ہے کہ امام کی ایڑی کے پاس اپنا قدم رکھے۔ تاکہ امام سے کچھ پیچھے رہے اگر بالکل برابر میں رہتے تب بھی گنجائش ہے۔ (اعلاء السنن جلد ۴ صفحہ ۲۱۸)

اگر امام کے علاوہ دو آدمی ہوں تو کس طرح کھڑے ہوں گے

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ جب ہم تین

ہوں تو ہم میں سے ایک (جو امام ہو) آگے ہو جائے۔ (ترمذی صفحہ ۵۵)

یہ روایت عبادہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ پھر میں آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے گھمایا اور اپنی دائیں جانب کر دیا۔ پھر جبار ابن صخر آئے وضو کرنے کے بعد وہ بھی بائیں جانب کھڑے ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں کو پیچھے کر دیا۔ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۱۷)

فائدہ: امام کے علاوہ دو آدمی ہو جائیں تو ایسی صورت میں امام کا آگے اور دونوں مقتدی کا پیچھے کھڑا ہونا لازم ہے۔ (اعلاء صفحہ ۳۱۸)

دو مرد ہوں اور ایک عورت ہو تو کس طرح کھڑے ہوں گے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں اور ازواج مطہرات میں سے کوئی ایک نماز میں شریک تھی۔ تو آپ نے مجھے اپنے بغل میں دائیں جانب کھڑا کیا اور عورت کو ہم دونوں کے پیچھے کیا۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ بیوی ہو یا بہن یا والدہ ہو ہر صورت وہ مردوں اور بچوں کے پیچھے کھڑی ہو گی خواہ اکیلی کیوں نہ ہو۔ (ابن ماجہ صفحہ ۶۹)

صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھنا منع ہے

حضرت وابصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھ رہا ہے۔ آپ نے اسے (تاکیداً) لوٹانے کا حکم دیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۹۹، ابن ماجہ صفحہ ۷۰، طحاوی جلد ۱ صفحہ ۲۲۹)

فائدہ: چونکہ تنہا صف میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ مکروہ کے ارتکاب پر آپ نے تاکیداً تاکہ دوبارہ ایسا نہ کیا جائے نماز لوٹانے کا حکم استحباباً دیا ہے۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نماز کو آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں تھے۔ پس میں صف میں داخل ہونے سے پہلے رکوع میں چلا گیا پھر چل کر میں صف میں شامل ہوا۔ پھر جب آپ نے نماز پوری کر لی۔ تو آپ نے پوچھا کس نے صف میں شامل ہوئے بغیر (تنہا) رکوع کر لی! ابوبکرہ نے کہا میں نے آپ نے فرمایا اب ایسا نہ کرنا خدائے پاک تمہارے شوق میں اضافہ فرمائے۔ (طحاوی صفحہ ۲۳۰)

حسن بصری سے مرسلاً مروی ہے کہ ابوبکرہ نے تنہا صف میں شامل ہوئے بغیر رکوع کر لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: خدا تمہارے شوق میں اضافہ فرمائے۔ اب ایسا نہ کرنا۔ (طحاوی جلد ۱ صفحہ ۲۳۰، ابوداؤد صفحہ ۹۹)

امامت کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ طریق واسوہ حسنہ کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم امامت فرماتے

ابو واقد اللیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھاتے تھے۔ پہلی رکعت کو طویل اور دوسری کو ذرا اس سے کم کرتے تھے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۱۵۹)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ کے پیچھے ہم لوگ نماز پڑھتے تو خواہش کرتے کہ ہم آپ کی دائیں جانب رہیں۔ تاکہ ہماری طرف آپ کا رخ رہے۔ (مسلم صفحہ ۲۴۷، ابوداؤد صفحہ ۹۰، ابن ماجہ صفحہ ۷۱)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرض میں امامت فرماتے تو نہ تو طول کرتے اور نہ مختصر ہی بالکل کرتے بلکہ بیچ راہ اختیار فرماتے اور عشاء کو ذرا تاخیر سے پڑھتے۔ (کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۶۴)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ امامت فرمائی اور ترمذی کی ایک روایت کے اعتبار سے آپ نے ایک مرتبہ اذان دی۔ اسی لئے بیشتر علماء امامت کی افضلیت کے قائل ہیں۔

سفر کے موقعہ پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی امامت فرماتے

حضرت مالک بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں تھا۔ آپ سے زیادہ مختصر نماز پڑھانے والا رکوع وسجود کو اطمینان سے ادا کرنے والا میں نے کسی کو نہ پایا۔

(مجمع الزوائد صفحہ ۷۰)

یزید بن الاسود سوائی کہتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا آپ نے صبح کی نماز پڑھائی

ابو جحیفہ کہتے ہیں میں نے مقام بطحہ میں آپ کے پیچھے عصر کی دو رکعت نماز پڑھی۔

(کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۳۷، مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۶۱، مجمع)

فائدہ: سفر کی حالت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی امامت فرماتے سفر کا تکان تعب اس سے مانع نہ ہوتا۔

آپ ﷺ بڑی ہلکی نماز پڑھاتے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ لوگوں میں سب سے ہلکی نماز پڑھاتے۔

(مسند احمد، مجمع الزوائد صفحہ ۷۱)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آپ ﷺ کے بعد کسی کے پیچھے اتنی ہلکی نماز نہیں پڑھی جتنی ہلکی آپ کے پیچھے میں نے پڑھی۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۷۳)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ہم لوگوں کو فرض نماز پڑھاتے تھے۔ نہ طول کرتے تھے نہ جلدی جلدی پڑھاتے تھے۔ بلکہ متوسط طور سے پڑھاتے تھے۔ (کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۶۴)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ امامت کی صورت میں آپ نماز رکوع اور سجدہ کو اچھی طرح ادا کرتے ہوئے۔ ہلکی اور جلدی پڑھاتے۔ قرأت اور تشہد وغیرہ میں زیادہ تاخیر نہ فرماتے۔ تاکہ لوگوں کو بوجھ اور پریشانی نہ ہو۔ اور کبھی کبھی کچھ لمبی بھی پڑھاتے۔ مگر خیال رہے کہ قرأت مسنون کے دائرے میں ہی رہ کر آپ ہلکی پڑھاتے۔

آپ ﷺ خود تو لمبی اور دیر تک نماز پڑھتے اور امامت میں ہلکی پڑھاتے

حضرت ابوواقد اللیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کو تو بڑی ہلکی نماز پڑھاتے اور خود پڑھتے تو بڑی لمبی نماز پڑھتے۔ (مجمع صفحہ، مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۲۱۸، سبل الہدیٰ صفحہ ۱۵۸)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ تنہا پڑھتے تو خوب اطمینان سے اور لمبی نماز پڑھتے جیسا کہ تہجد میں آپ کی عادت تھی اور اگر امامت فرماتے قوم کو پڑھاتے تو خیال کر کے ہلکی پڑھاتے۔ ایسا نہیں جیسا کہ آج کل بعضوں کو دیکھا جاتا ہے کہ امامت میں تو لمبی قرأت کرتے ہیں اور خود پڑھتے ہیں تو انا اعطینا اور قل ہو اللہ ہی پر اکتفا کرتے ہیں یہ خلوص کے خلاف ہے سنت کے خلاف ہے۔

امامت تو مختصر کرے اپنی نماز لمبی پڑھے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جب کوئی امامت کرے تو ہلکی نماز پڑھائے کہ اس میں مریض ضعیف بوڑھے لوگ ہوتے ہیں اور جب خود تنہا نماز پڑھے تو جس قدر چاہے لمبی کرے۔ (بخاری صفحہ ۹۷، نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۳۲، موطا صفحہ ۴۷)

فائدہ: امام بخاری نے باب قائم کیا ہے کہ اپنی نماز جس قدر چاہے لمبی پڑھے مگر قوم کی مختصر پڑھے آپ نے حضرت عثمان سے فرمایا جب لوگوں کو تم نماز پڑھاؤ تو مختصر پڑھاؤ اور اکیلے پڑھو تو جس طرح چاہے پڑھو۔

(کنز العمال صفحہ ۶۰۰)

لوگوں کی رعایت میں کچھ تاخیر بھی کر دیتے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ جب نماز کا وقت ہو جاتا اور مسجد میں حاضرین کم دیکھتے تو نماز نہ پڑھتے (بلکہ انتظار کرتے) اور جب لوگوں کو دیکھ لیتے (کہ اکثر و بیشتر آگئے ہیں) تو نماز پڑھاتے۔

(ابوداؤد صفحہ ۸۰، کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۶۴)

حضرت سالم ابوالنضر سے روایت ہے کہ جب نماز کا وقت ہو جاتا اور آپ لوگوں کو کم دیکھتے تو بیٹھ جاتے۔ نماز نہ شروع فرماتے اور جب جماعت کی تعداد لوگوں کو دیکھ لیتے تو نماز (جماعت) پڑھتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۸۰)

فائدہ: علامہ شعرانی لکھتے ہیں کہ آپ لوگوں کو کم دیکھتے تو بیٹھ جاتے (انتظار فرماتے) اور جماعت کے لائق دیکھتے تو نماز شروع فرما دیتے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۲۸)

ابن اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جوتے کی آواز پاتے کہ (لوگ آرہے ہیں) تو انتظار کر لیتے۔ (ان کے آنے پر جماعت شروع فرماتے)۔ (کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۵۵)

فائدہ: خیال رہے کہ یہ آپ کے عہد میں ایسا اس لئے تھا کہ جماعت کا حتمی اور متعین وقت نہ تھا کہ اس دور میں گھڑی رائج نہیں ہوئی تھی اب اس دور میں چونکہ گھڑی سے وقت جماعت متعین ہے۔ اس لئے وقت ہو جانے کے بعد انتظار کی ضرورت نہیں۔ چونکہ لوگ اپنے اوقات کے اعتبار سے مشغول رہتے ہیں اس لئے انتظار میں حرج ہوگا۔

امام پہلی رکعت میں ذرا طول کرے کہ مقتدی مسبوق نہ ہوں

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ پہلی رکعت لمبی فرماتے بہ نسبت دوسری رکعت کے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۱۶)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ ظہر اور فجر میں پہلی رکعت طویل فرماتے۔ دوسری رکعت کے مقابلہ میں۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۱۶)

علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ پہلی رکعت ذرا لمبی کرتے تاکہ لوگ رکعت پالیں۔

(کشف الغمہ صفحہ ۱۲۸)

ابراہیم نخعی کہا کرتے تھے نماز کی پہلی رکعت کی قرأت میں طویل کرے۔

حضرت عطا کہا کرتے تھے مجھے پسند ہے کہ امام پہلی رکعت کو طویل کرے تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ شریک ہو جائیں۔ (یعنی پہلی رکعت میں مسبوق نہ ہو سکیں)۔ (عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۲۹۲)

رکوع اور سجدہ کو اچھی طرح ادا کرتے ہوئے ہلکی نماز پڑھاتے

عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ نماز پڑھائی، رکوع وسجود کو اطمینان سے ادا کیا اور نماز ہلکی پڑھائی اور کہا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھاتے تھے۔ (مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ۷۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے تمام ارکان کو مکمل ادا کرتے اور ہلکی مختصر پڑھاتے۔ (بخاری صفحہ۹۸، مسلم، ابن ماجہ صفحہ۶۹، نسائی صفحہ۱۳۲)

اسماعیل بن ابی خالد کہتے ہیں کہ میرے والد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے وہ رکوع وسجود کو اطمینان سے ادا کرتے اور نماز مختصر پڑھاتے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے تھے تو انہوں نے کہا ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح (ہلکی) نماز پڑھاتے تھے۔
(کنز العمال جلد۸ صفحہ۲۷۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے پیچھے ایسی نماز ہی نہیں پڑھی جو رکوع وسجود کے اہتمام کے ساتھ مختصر اور ہلکی نماز پڑھاتا ہو۔ (بخاری صفحہ۹۸، کنز العمال جلد۸ صفحہ۲۷۳)

فائدہ: خیال رہے کہ سنن ومستحبات کی رعایت میں بھی ہلکی نماز ہوسکتی ہے جسے اہل علم جانتے ہیں مثلاً سورہ ملک یا نوح دونوں رکعت میں پڑھ لے۔ کبھی کچھ طویل کرے کبھی مختصر پڑھادے۔ جیسا وقت دیکھے جیسی مصلحت سامنے ہو ان امور کی رعایت کرتے ہوئے نماز پڑھائے۔

امام کے لئے مناسب یہ ہے کہ اپنی دعاؤں میں سب کو شریک کرے

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا بندہ ایسی امامت نہ کرے جس میں صرف اپنے لئے مخصوص دعا کرے ایسا کرنا خیانت ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ۶۶)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک کے کئی مطلب ہیں:

1. جمع کا صیغہ استعمال کرے واحد کا استعمال نہ کرے۔
2. ایسی دعا نہ کرے جس کا تعلق صرف اس کی ذات سے ہو۔ بلکہ ایسی دعا کرے جس میں تمام عامۃ المؤمنین شامل ہوں۔ (درس ترمذی صفحہ۱۳۰)

عموماً قرآنی اور احادیث کی دعائیں ایسی ہی عام ہیں جس کا تعلق کسی مخصوص فرد سے وابستہ نہیں بلکہ پوری امت کے حق میں ہے۔

مقتدی کی رعایت میں نماز مختصر فرمادیتے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے میں نماز شروع کرتا ہوں اور

چاہتا ہوں کہ نماز لمبی پڑھوں پھر بچوں کے رونے کی آواز سن لیتا ہوں تو نماز مختصر کر دیتا ہوں کہ جانتا ہوں کہ بچوں کے رونے سے ان کی والدہ کو تکلیف ہوگی۔ (بخاری صفحہ ۹۸)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں اور بچوں کے رونے کی آواز سن لیتا ہوں تو نماز کو مختصر کر دیتا ہوں۔ ان کی ماؤں کی تکلیف کو نامناسب سمجھتے ہوئے۔ (نسائی صفحہ ۱۳۳)

ابن سابط سے مرسلاً منقول ہے کہ آپ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی اور ساٹھ آیتیں پڑھیں بچے کے رونے کی آواز کان میں آئی۔ تو رکوع فرما دیا۔ پھر دوسری رکعت میں دو ہی پر رکوع فرما دیا۔ (دارقطنی جلد۲ صفحہ ۸۶)

ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی تو قصار مفصل کی دو سورتوں پر ہی اکتفا کیا آپ سے معلوم کیا گیا تو فرمایا میں نے آخر صف سے کسی بچے کے رونے کی آواز سنی تو میں نے پسند کیا کہ اس کی ماں (کے ذہن) کو فارغ کر دوں۔ (مصنف ابن عبدالرزاق جلد۲ صفحہ ۳۶۵)

کمزور بیمار کی رعایت کرتے ہوئے نماز پڑھانے کا حکم

عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو ہماری امامت کرے اسے چاہئے کہ رکوع وجود کو اطمینان کے ساتھ ادا کرے۔ اور ہم میں کمزور بوڑھے راہ گزر مسافر اور اہل حاجت لوگ بھی ہوتے ہیں ہم لوگ اسی طرح آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے۔ (مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ ۷۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی امامت کرے تو نماز ہلکی کرے کہ اس میں بوڑھے کمزور اور بیمار بھی ہوتے ہیں۔ اگر اکیلے پڑھے تو جتنی چاہے لمبی کرے۔ (مسند ابن عبدالرزاق صفحہ ۳۶۲)

آپ ﷺ نے عثمان بن العاص کو طائف کا امیر و گورنر بنا کر بھیجا تو آخری وصیت جو ان کو آپ نے کی تھی وہ یہ تھی کہ نماز ہلکی پڑھائیں۔ (مسند ابن عبدالرزاق جلد۲ صفحہ ۳۶۳)

آپ ﷺ امام کے شدت سے تخفیف ہلکی نماز پڑھانے کو فرماتے

حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ میں صبح کی نماز میں اسی وجہ سے شریک نہیں ہوتا کہ فلاں صاحب (جو امام ہیں) لمبی نماز پڑھاتے ہیں۔ (یہ سن کر) آپ نے اس دن غضب ناک ہو کر ایسی وعظ فرمائی کہ میں نے ایسی وعظ آپ کی کبھی نہیں دیکھی آپ ﷺ نے فرمایا لوگو تم میں سے بعض ایسے ہیں جو لوگوں کو نفرت دلاتے ہیں تم میں سے جو بھی امامت کرے ہلکی

مختصر نماز پڑھائے کہ اس میں (جماعت میں) کمزور بوڑھے اور ضرورت مند رہتے ہیں۔
(ابن ماجہ صفحہ ۶۹، ابن ابی شیبہ صفحہ ۵۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز ہلکی مختصر پڑھایا کرو۔ چونکہ اس میں تمہارے کمزور بوڑھے اور اہل ضرورت رہتے ہیں۔ (مطالب عالیہ صفحہ ۱۱۶)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ معاذ بن جبل نے اپنے لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھائی تو لمبی کر دی تو ہمارے (مسلمین) میں کا ایک آدمی الگ ہوگیا اور خود نماز پڑھ لی۔ حضرت معاذ کو خبر ہوئی تو انہوں نے کہا کہ یہ منافق ہوگیا ہے جب اسے یہ خبر پہنچی تو یہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جو حضرت معاذ نے کہا تھا وہ بتایا تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ سے فرمایا اے معاذ تم بہت فتنہ والے ہو (یعنی لوگوں کو پریشان اور مصیبت میں ڈالنے والے) جب تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ تو **والشمس و ضحها سبح الاسم ربك الاعلى والليل اذا يغشى اقراء باسم ربك** (جیسی متوسط نہ لمبی نہ بہت چھوٹی) پڑھا کرو۔ (ابن ماجہ صفحہ ۶۹)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضرت معاذ نے فجر کی نماز پڑھائی اور اس میں سورہ بقرہ (ڈھائی پارے کے قریب) پڑھ دیا۔ ایک اعرابی بھی پیچھے تھا جو اونٹ سے پانی کھینچنے کا کام کرتا تھا دوسری رکعت میں اعرابی نے حضرت معاذ کو چھوڑ کر علیحدہ نماز پڑھ لی۔ حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر کی گئی اس نے جواب دیا مجھے اپنے اونٹ کا خوف تھا۔ اور میں اہل وعیال کے لئے محنت کرتا ہوں (جس کی وجہ سے میں تھک جاتا ہوں اور طویل نماز میں برداشت نہیں کر پاتا ہوں) تو حضرت معاذ سے آپ نے فرمایا ہلکی نماز پڑھاؤ کہ اس میں (جماعت میں) کمزور بوڑھے اور ضرورت والے حضرات رہتے ہیں پریشانی میں ڈالنے والے مت بنو۔
(مطالب عالیہ جلد ا صفحہ ۱۱۷)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے حضرت اُبی قبا والوں کو نماز پڑھاتے تھے (ایک مرتبہ) طویل سورہ شروع کر دی۔ انصاری ایک غلام نماز میں تھے۔ جب اس نے دیکھا کہ لمبی سورت شروع کر دی تو یہ نماز سے نکل گئے۔ اور وہ اونٹنی سے سیرابی کا کام کرتے تھے۔ جب ابی کو لوگوں نے غلام کے الگ ہونے کا واقعہ بتایا تو ابی بہت غصہ ہوئے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے غلام کی شکایت کی اور غلام نے بھی آکر اپنی شکایت کی۔ یہ سن کر آپ بہت غصہ ہوئے یہاں تک کہ غصہ کے آثار آپ کے چہر پر نمایاں ہوگئے آپ نے فرمایا تم میں سے بعض لوگ لوگوں کو نفرت میں ڈالتے ہیں جب نماز پڑھاؤ تو ہلکی مختصر نماز پڑھاؤ کہ تمہارے پیچھے کمزور بوڑھے بیمار اور اہل ضرورت (کوئی کام لگا رہتا ہے اسے چھوڑ کر نماز کو آتے ہیں) رہتے ہیں۔
(فتح الباری صفحہ ۱۹۸، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۷۲)

فائدہ: ان جیسی روایتوں سے معلوم ہوا کہ امام کو مقتدی کی رعایت کرتے ہوئے مسنون قرأت کے ساتھ ہلکی

اور مختصر نماز اس طرح پڑھانی چاہئے کہ رکوع وسجود میں جلسہ وغیرہ میں طمانیت اور اہتمام ہو۔ ہلکی اور مختصر کا یہ مطلب نہیں کہ مستحب اور مسنون طریقے چھوڑ دیئے جائیں۔ پھر تو نماز ہی مکروہ ہو جائے گی مثلاً یہ کہ طویل قرأت سورہ آل عمران نساء توبہ وغیرہ نہ پڑھ کر سورہ ملک سورہ عبس وغیرہ پڑھے تخفیف کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مسنون قرأت مثلاً سورہ الم وسجدہ اور دہر جمعہ کی صبح میں چھوڑ دے بلکہ یہ سورہ تخفیف قرأت میں داخل ہے۔ جس نے تخفیف کا حکم دیا ہے اسی نے اس پر مداوت فرمائی معلوم ہوا کہ یہ طویل ممنوع میں داخل نہیں ملا علی قاری نے بیان کیا کہ خفت کا مطلب طویل قرأت سے بچنا ہے۔ اسی طرح لمبی دعاؤں اور زائد تسبیحات سے بچنا ہے۔ اسی طرح مدوغیرہ کے طول سے احتیاط مراد ہے۔ (مرقاۃ جلد۲ صفحہ۹۶)

اسی طرح امامت میں تسبیح بھی تین مرتبہ پڑھے حافظ نے ذکر کیا کہ امام تین مرتبہ سے زائد تسبیح نہ کرے۔ (جلد۲ صفحہ۱۹۹)

امامت کے مستحق کون لوگ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کی امامت وہ کرے جو تم میں سب سے زیادہ قرآن پڑھا ہوا ہو۔ اگر قرآن میں سب برابر ہوں تو پھر وہ کرے جو ہجرت میں پہلے ہوا گر اس میں بھی سب برابر ہوں تو وہ کرے جو سنت سے زیادہ واقف ہو پھر اس میں بھی سب برابر ہوں تو وہ کرے جو عمر زائد رکھتا ہے۔ (نسائی جلد۱ صفحہ۱۲۶، ابن ماجہ صفحہ۶۹)

فائدہ: خیال رہے کہ زیادہ قرآن پڑھا ہوا سے مراد اس عہد کا معروف قاری یا حافظ قرآن نہیں بلکہ دین اور فقہ کا زیادہ علم رکھنے والا مراد ہے۔ حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ اس زمانہ کے قرأ بلکہ قاری اس زمانے کے فقیہوں سے زیادہ مسائل سے واقف ہوتے تھے۔ اگر وہ (معروف قاری تو ہو مگر) مسائل صلوٰۃ سے واقف نہ ہو تو ہرگز آگے نہ بڑھایا جائے گا چنانچہ آج کل کے محض حفاظ قرآن ایسے ہی ہیں کہ مسائل نماز سے ناواقف ہوتے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ عمر زائد سے مراد بھی زیادہ مسائل کا واقف مراد ہے۔ چونکہ اس زمانہ میں جس کی عمر زائد ہوتی تھی وہ علم کا زیادہ حامل ہوتا تھا زیادہ مسائل سے واقف ہوتا تھا۔ (فتح جلد۲ صفحہ۱۷۱)

افضل کو آگے بڑھانے کا حکم

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے قوم کا امام اللہ پاک کا قاصد ہے۔ پس جو تم میں افضل ہے اسے آگے کرو۔ (المطالب العالیہ جلد۱ صفحہ۱۲۰)

فائدہ: علامہ عینی نے شرح بخاری میں ان جیسی تمام احادیث اور روایتوں کو سامنے رکھ کر افضلیت اور استحقاق کے اعتبار سے یہ ترتیب بیان کی ہے کہ اولاً امامت کا مستحق وہ ہے جو زیادہ علم رکھتا ہو امام ابوحنیفہ اور امام مالک اور

جمہور علماء نے بیان کیا جو فقہی مسائل میں زیادہ واقفیت رکھتا ہے وہ اولیٰ ہے۔ چنانچہ حضرت ابوسعید کا قول ہے۔ ہم میں سب سے زیادہ اعلم حضرت ابوبکر تھے۔ (اسی وجہ سے آپ نے حضرت صدیق کو امام بنانے کی تاکید فرمائی) چنانچہ علامہ عینی نے ہمارے اصحاب اسی طرح جمہور علماء کا قول بیان کیا ہے کہ سنت فقہ اور احکام شرعیہ سے جو زیادہ واقف ہو اور بقدر ضرورت قرأت بھی جانتا ہو (یعنی گوفنی قاری اور حسن صوت کا حامل نہ ہو) اور حدیث پاک میں جو قرأ ہے اس سے مراد علم قرآنی ہے چونکہ اس زمانہ میں قرآن ہی علم کا معیار تھا (عرفی قاری مراد نہیں) علامہ عینی نے ذکر کیا ہے کہ علم وقرأت میں سب برابر ہوں تو متقی پرہیزگار مستحق ہوگا اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو جو عمر میں بڑا ہوگا وہ مستحق ہوگا۔ (عمدۃ القاری جلد۵ صفحہ۲۰۴)

مگر افسوس کہ آج کل اس ترتیب شرعی سے امامت کا انتخاب نہیں ہوتا بلکہ بیشتر حافظ قاری جو اچھی آواز کا حامل ہو اس کا انتخاب ہوتا ہے بعض مدارس میں عرفاً قاری کا یا بسا اوقات تنخواہ کے تناسب کو برابر کرنے کے لئے امامت کا عہدہ دے دیا جاتا ہے۔ جو ترتیب شرع کے خلاف ہے عالم قاری کے مقابلہ میں محض حافظ اور قاری ہرگز نہیں ہوسکتے ذمہ داروں کو شرعی مسائل اور ترتیب سے واقف ہونا ضروری ہے۔ امامت کے لئے محض قاری کا انتخاب بالکل خلاف شرع ہے۔ موجودہ دور کے فتنوں میں سے یہ ہے کہ مساجد کی امامت میں فقہا کی بیان کردہ شرعی ترتیب کو بالکل ترک کر دیتے اور اپنے احباب متعلقین اقرباء اعزہ کو ترجیح دیتے اور مقرر کرتے ہیں اور ان سے فائق اور لائق اور مستحق بالامامت کو اپنے مفاد ومصالح کی وجہ سے اس کے لئے مقرر نہیں کرتے یعنی اپنے مصالح کو شرعی امور پر ترجیح دیتے ہیں۔

اہل علم وفضل امامت کے زیادہ مستحق ہیں!

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب مرض (وفات) میں مبتلا ہوئے اور مرض نے شدت اختیار کی تو فرمایا حضرت ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض (وفات) میں فرمایا ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ (بخاری صفحہ۹۳، نسائی صفحہ۱۲۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات میں حضرت صدیق اکبر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ (بخاری جلد۱ صفحہ۹۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ چنانچہ وہ لوگوں کو نماز پڑھانے لگے۔ (بخاری صفحہ۱۱)

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوئی تو حضرات انصار نے کہا کہ ایک امیر

ہمارے میں سے رہے گا۔ اور ایک امیر تمہارے (مہاجرین) میں سے رہے گا۔ حضرت عمر تشریف لائے اور فرمایا۔ (ڈانٹتے ہوئے) تمہیں نہیں معلوم کہ آپ نے حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ تم میں سے کون جرأت کرتا ہے کہ وہ ابوبکر پر آگے بڑھے۔ لوگوں نے کہا خدا کی پناہ کہ ہم حضرت ابوبکر سے آگے بڑھیں۔
(نسائی صفحہ ۱۲۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت ابوبکر کی موجودگی میں دوسروں کو امامت کا حق نہیں۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۰۸)

فائدہ: جو علم فضل تقویٰ میں آگے ہو وہی امامت کے زیادہ لائق ہے اسی وجہ سے محدثین نے باب قائم کیا ہے اہل علم و فضل امامت کے زیادہ مستحق ہیں۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۹۳)

جو قرآن وسنت سے زیادہ واقف ہو وہ امامت کرے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ مہاجرین اولین کی جماعت (جو آپ کی تشریف لانے سے قبل مدینہ آئی تھی) ان میں سالم حذیفہ کے مولی قبا میں امامت کرتے تھے۔ کہ وہ قرآن سے زیادہ واقف تھے۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۹۶)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کرتے ہیں کہ جو تم میں سے قرآن کا علم زیادہ رکھتا ہے وہ امامت کرے۔ (نسائی جلد ا صفحہ ۱۲۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قوم کی امامت وہ کرے جو لوگوں میں سب سے زیادہ قرآن پاک کا علم رکھتا ہو۔ (کشف الاستار جلد ا صفحہ ۲۳۱)

ابومرثد سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے لئے خوشی کی بات ہے کہ نماز قبول ہو جائے۔ پس اپنے علماء کو امام بناؤ کہ یہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان قاصد ہیں۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۶۴)

غیر صالح کے لئے مناسب نہیں کہ متقین وصالحین کی امامت کریں۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک طویل روایت میں ہے کہ کوئی عورت کسی مرد کی امامت نہ کرے۔ کوئی بادیہ نشین کسی مہاجر کی امامت نہ کرے۔ کوئی فاسق فاجر کسی مؤمن (صالح) کی امامت نہ کرے۔ ہاں مگر یہ کہ بادشاہ جبراً مسلط کر دے کہ اس کی تلوار یا کوڑے سے ڈرے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۷۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کے لئے مناسب نہیں کہ حضرت ابوبکر کی موجودگی میں دوسرے امامت کریں۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۰۸)

حضرت ابومرثد غنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تمہارے لئے خوشی کی

بات ہے کہ تمہاری نماز قبول ہو جائے۔ پس تمہارا امام تمہارے میں سے بہتر شخص ہو کہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان قاصد پیغام رساں ہے۔ (اعلاء السنن صفحہ ۲۰۳، حاکم)

حضرت ابو اسامہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ تمہاری نمازیں قبول ہوں خوشی کی بات ہے۔ پس چاہئے کہ تمہاری امامت وہ کرے جو تم میں سے بہتر ہو (یعنی دین وتقویٰ اور عمل صالح کے اعتبار سے)۔

(اعلاء السنن جلد ۴ صفحہ ۲۰۰)

حضرت ابن عباس رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا سے روایت ہے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اپنا امام بہتر لوگوں کو بناؤ کہ یہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان قاصد ہے۔ (نیل الاوطار جلد ۲ صفحہ ۱۶۲، دار قطنی صفحہ)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ امامت کے حقدار اہل صلاح ہیں جو علم زہد تقویٰ عمل صالح میں فائق ہوں امامت میں ترجیح کے لائق ہوں ایسوں کو امام بنانا چاہئے اور ایسوں کو ہی نماز میں آگے بڑھنے اور بڑھانے کا حق ہے۔ صالحین کے زمرہ میں غیر صالح کو امامت کا حق نہیں چاہئے کہ جماعت میں جو صالح ہوں ان کو امامت دی جائے۔ چنانچہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے حضرت صدیق اکبر کو جو صلاح میں فائق تھے۔ امامت کے لئے فرمایا فاسق معصیت کبیرہ کے مرتکب ناجائز اور جائز کی پرواہ نہ کرنے والے حرام حلال کا خیال نہ کرنے والے کو امام بنانا اور ان کو خود بننا مکروہ ہے۔ (اعلاء السنن جلد ۴ صفحہ ۲۰۱)

خدانخواستہ ایسا امام بن جائے یا ہو جائے تو اس کے پیچھے جماعت ترک نہ کرے۔ اور سعی کرے کہ صالح امام متعین ہو جائے۔

اہل خانہ امامت کے زیادہ لائق ہے

حضرت عبداللہ بن حنظلہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ قیس بن سعد بن عبادہ کے گھر میں تھے اور ہمارے ساتھ حضرات صحابہ کرام بھی تھے۔ (جب نماز کا وقت آیا تو) میں نے کہا آگے بڑھئے انہوں نے کہا میں نہیں پڑھاؤں گا۔ تو عبداللہ بن حنظلہ نے کہا۔ رسول پاک صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا۔ آدمی اپنے بستر کا زیادہ حقدار ہے۔ آدمی اپنی سواری کا زیادہ حق دار ہے۔ اور آدمی اپنے گھر میں امامت کا زیادہ مقدار ہے۔ پس اس کے مولیٰ کو حکم دیا آگے بڑھے اور نماز پڑھائی۔ (کشف الاستار جلد ۱ صفحہ ۲۳۱، مجمع جلد ۲ صفحہ ۶۵)

علقمہ ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ حضرت ابو موسیٰ اشعری کے گھر تشریف لے گئے نماز کا وقت آیا تو ابو موسیٰ نے کہا آگے بڑھوا ئے عبدالرحمٰن آپ عمر میں ہم سے بڑے ہیں اور علم میں زائد ہیں انہوں نے کہا آپ آگے بڑھئے میں آپ کے گھر آیا ہوں اور آپ کی جائے عبادت میں آیا ہوں آپ زیادہ حق دار ہیں پس ابو موسیٰ آگے بڑھے۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۶۶)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا آدمی کسی کے گھر میں امامت نہ کرے۔ (مختصراً مسلم جلد ا صفحہ ۲۳۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اہل خانہ امامت کے زیادہ لائق ہے لیکن خیال رہے یہ اس وقت ہے جب کہ اہل خانہ اور مہمان دونوں یکساں مرتبہ کے ہوں۔ اگر اہل خانہ جاہل ہو۔ مسائل شرع سے ناواقف ہو۔ مقطوع اللحیہ ہو۔ شریعت سے آزاد لوگوں میں ہو اور مہمان صالح نیک لوگوں میں سے ہو تو نیک و صالح کو امامت کرنی چاہئے۔ تاکہ نماز درست رہے۔ خراب نہ ہو۔

اہل محلّہ اور اہل بستی امامت کے زیادہ لائق ہیں

حضرت مالک بن الحویرث فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جب کوئی کسی کی ملاقات کو جائے تو وہ ان میں امامت نہ کرے۔ (نسائی جلد ا صفحہ ۱۲۷)

نافع نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر مدینہ کے اطراف کے کسی مسجد کے قریب ان کی زمین تھی تشریف لے گئے تھے اس مسجد میں جب اقامت ہوئی۔ لوگوں کو معلوم ہوا حضرت ابن عمر یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں تو ان کو نماز پڑھانے لے گئے۔ اس مسجد کے امام ان کے غلام تھے۔ نمازی اور یہ اسی جگہ کے باشندے تھے۔ مسجد کے امام نے ان کو امامت کے لئے کہا تو اس پر حضرت ابن عمر نے فرمایا۔ تم اپنی مسجد میں امامت کے مجھ سے زیادہ حق دار ہو۔ چنانچہ اس نے نماز پڑھائی۔ (مسند امام شافعی جلد ا صفحہ ۳۰، اعلاء السنن صفحہ ۲۱۱)

فائدہ: علاقے اور محلے کی مسجد کا امام مقدم ہے باہر سے آنے والے کے مقابلہ میں لہٰذا جس محلے اور قوم میں کوئی جائے۔ وہاں امام متعین ہے تو اس امام پر آنے والے کو فوقیت نہ ملے گی وہاں کے امام یا محلے کے لائق امامت لوگ امامت کے لائق ہوں گے۔ ہاں اگر وہ ان کو آگے بڑھائے اصرار کرے ان کے اکرام میں ایسا کرے تو پھر تو وارد شخص کی امامت میں کوئی حرج نہیں ہاں اگر محلے کا امام فاسق یا جاہل ہو۔ اور آنے والا عالم اور صالح ہو تو ایسی صورت میں یہ حقدار امامت ہے۔ اور لوگوں کو ضروری ہے کہ اسے امامت کے لئے آگے بڑھائیں۔

جس امام سے مقتدی لوگ ناراض ہوں ان کی امامت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین آدمی کی نماز اللہ پاک قبول نہیں فرماتے۔ ایک تو وہ جو قوم کی امامت کرے اور قوم اس سے ناراض ہو۔

(ابوداؤد صفحہ ۸۸، ابن ماجہ صفحہ ۶۸)

حضرت جنادہ سے مروی ہے کہ جس کی امامت سے قوم ناراض ہو اور وہ ان کی امامت کرے تو اس کی نماز

گردن سے بھی اوپر نہیں جاتی۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۵۹۰)

فائدہ: حدیث پاک میں اس امام کو جس سے اس کے مقتدی ناراض ہوں نماز پڑھانے سے منع کیا گیا اس سے مراد ایسی ناراضگی ہے جو دین کی بنیاد پر ہو۔ مثلاً امام فاسق و فاجر ہو آزاد ہو لاپرواہ ہو یا سوءعقیدہ کا حامل ہو یا سنت وغیرہ کی رعایت نہ کرتا ہو۔ تب ایسی ناراضگی کا اعتبار ہے۔ اگر دنیاوی عداوت یا مخالفت ہو یا اس میں نفس کو دخل ہو یا ایک دو آدمی ناراض ہوں تو اسی قسم کی ناراضگی کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ایسے امام کی امامت مشروع ہے۔ جیسا کہ ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں بیان کیا ہے۔ "**ای کارھون ببدعته او فسقه او جھله**" کہ امام کے فسق جہالت بدعت سے قوم ناراض ہو نہ کہ دنیاوی جبہ سے "**اما اذا کان بینه وبینھم کراھة وعداوة بسبب امر دنیوی فلا یکون له**" (مرقات جلد ۲ صفحہ ۹۱)

مزید ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ کثیر مقدار جہلاء کی ناراض ہوں تب بھی ان کا اعتبار نہیں ہاں اہل علم و فضل ناراض ہوں تو ایسے امام کی امامت مکروہ ہے۔ "**ولعله محمول علی اکثر العلماء فلا عبرة بکثرة الجاھلین**" (جلد ۲ صفحہ ۹۲)

عموماً آج کل ناراضگی اگر ہوتی ہے تو دنیاوی اور نفس کے دخل سے ہوتی ہے۔ اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ پھر اسے دینی رخ اور جہت دے کر فتنہ پھیلایا جاتا ہے جو ایک مکروہ نامناسب حرکت ہے۔

جو امام حکومت اسلامیہ یا اہل محلہ وقوم کی جانب سے ہو اس کے پیچھے نماز پڑھ لے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہر امیر کی اطاعت کرو۔ ہر امام کے پیچھے نماز پڑھو۔ میرے اصحاب میں سے کسی کو برا مت کہو۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۶۷، اعلاء صفحہ ۲۰۵)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تین امور (سنت) میں سے ہیں۔ ہر امام کے پیچھے تمہاری نماز ہو۔ تمہاری نماز ہو جائے گی گناہ اس کے ملے گا۔ ہر امیر کے ساتھ جہاد کرو۔ تم کو ثواب ملے گا گناہ اس کے سر ہوگا۔ (دارقطنی صفحہ ۵۷)

مکحول کے واسطے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہر امیر (مسلم) کے ماتحت جہاد واجب ہے۔ خواہ صالح ہو یا فاسق تم پر نماز واجب ہے ہر مسلمان کے پیچھے خواہ نیک و صالح ہو یا فاسق گنہ گار۔ خواہ وہ کبائر کا ارتکاب کیوں نہ کرتا ہو۔ (دارقطنی جلد ۲ صفحہ ۵۶، ابوداود، نیل الاوطار جلد ۳ صفحہ ۱۶۳)

فائدہ: خیال رہے حکومت اسلامیہ یا جماعت المسلمین یا اہل محلہ یا مسجد کی کمیٹی کی جانب سے جو امام متعین ہو جائے اہل انتظام جس شخص کو امامت کے لئے منتخب کرلیں۔ اور قریب میں کوئی ایسی مسجد نہ ہو جہاں اس سے بہتر امام ہو۔ تو ایسی صورت میں گھر یا دوکان میں تنہا نماز نہ پڑھے۔ اور اسی طرح جماعت کے ختم ہونے کا انتظار نہ

کرے۔ بلکہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لے چونکہ آپ ﷺ نے ہر مؤمن ومسلم خواہ گنہ گار ہی صحیح اس کے پیچھے نماز پڑھ لینے کا حکم دیا ہے اس لئے جماعت چھوڑ دینا یا اپنی جماعت الگ سے مسجد میں بنانا آپ کی تعلیم کے خلاف گمراہی اور ضلالت کی بات ہے۔ جو بات سنت اور شریعت کے خلاف ہو اس پر جمے رہنا ضد کرنا اسی طرح کلمہ گو کو کافر قرار دے کر اپنے نفس کی اور ہوس کی اتباع کرنا مسلم ومؤمن کو زیبا نہیں دراصل اس میں عموماً عناد باعث ہوتا ہے۔ اور مؤمن کی شان عناد نہیں ہاں مگر یہ ذہن میں رہے اس فاسق وفاجر کا امام ہونا اور بننا درست نہیں۔ آپ کی تعلیم اور ارشاد کے خلاف ہے۔ مگر پڑھنے والا تا کہ جماعت سے الگ نہ ہو جماعت کا ثواب پائے گا۔ آپ کی اتباع کا آپ کے قول پر عمل کرنے کا ثواب پائے گا اسی طرح ذمہ داروں کو ایسا امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ سعی کرے کہ ایسا امام بدل جائے اور صالح آ جائے۔

ہر فاسق وفاجر غیر متقی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہر نیک وصالح اور فاجر کے پیچھے نماز پڑھ لو اور ہر نیک اور فاجر کی نماز جنازہ پڑھو۔ ہر نیک وفاجر کی ماتحتی میں جہاد کر لو۔

(دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۵۷، ابوداؤد صفحہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہر امیر کے ساتھ جہاد تم پر واجب ہے خواہ نیک ہو یا برا نماز تم پر ہر مسلمان کے پیچھے واجب ہے خواہ نیک ہو یا فاجر اگر چہ کبیرہ کا مرتکب ہو۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۳۴۳، سنن کبریٰ صفحہ)

عبدالکریم البکار کہتے ہیں کہ میں نے دس نبی پاک ﷺ کے اصحاب کو دیکھا کہ وہ ظالم خلفاء اور حاکم کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ (نیل الاوطار صفحہ، البخاری فی تاریخہ)

فائدہ: خیال رہے کہ اگر کسی وجہ سے امام مسجد فاسق اور گنہ گار ہو۔ یا ہو جائے تو اس کے پیچھے جماعت کا نہ پڑھنا یا چھوڑ کر تنہا پڑھنا ممنوع ہے۔ اس سے اسلام کی اجتماعیت اور اتحادیت کا شیرازہ منتشر ہوتا ہے جو اساس اسلام کے خلاف ہے۔ فاسق سے مراد وہ ہے جس کا گناہ کبیرہ میں مرتکب ہونا لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ اور شہرت ہو جائے۔ مثلاً داڑھی کا مونڈنا، سودی کاروبار کرنا۔ اعلانیہ ٹی وی دیکھنا، کھلم کھلا رشوت لینا وغیرہ۔ معلوم ہونا چاہئے کہ ایسوں کو امام منتخب کرنا اور بنانا خواہ متولی ہو یا ذمہ داران محلہ مسجد ہوں درست نہیں کہ آپ ﷺ نے نیک وصالح کو امام بننے اور بنانے کا حکم دیا ہے لیکن کسی وجہ سے ایسا امام بن جائے یا ہو جائے تو اس کے پیچھے جماعت ترک نہ کرے بلکہ سنجیدگی سے سعی کرے کہ ایسا امام بدل دیا جائے کہ فاجر کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔ ہاں مگر مکروہ ہوتی ہے اس کی کراہت میں کوئی اختلاف نہیں اعلاء السنن میں ہے "اما کراهة الصلاة خلف

الفاجر فلا خلاف ذلك" (صفحہ۲۰۳)

مگر مکروہ کی وجہ سے جماعت جو واجب ہے اس کے ترک کی اجازت نہ ہوگی۔ ہاں حتی الامکان والوسعہ اس کراہت کے دور کرنے کی سعی اور کوشش لازم ہوگی۔ خوب سمجھ لیا جائے۔

صحابہ کرام فاسق وظالم امام کے پیچھے نماز پڑھ لیتے تھے

حضرت ابن عمر رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا حجاج یوسف کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔

(تلخیص صفحہ۴۵، بخاری، نیل الاوطار صفحہ۱۶۳، اعلاء صفحہ۲۰۶)

حضرت ابو سعید خدری رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نے مروان کے پیچھے عید کی نماز پڑھی۔ (نیل صفحہ۱۶۳)

حضرت حسن وحسین رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا مروان کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے۔

(اعلاء السنن جلد۴ صفحہ۲۰۶، مسند عبدالرزاق صفحہ۳۰۶)

عبیداللہ بن عدی کہتے ہیں کہ وہ حضرت عثمان غنی رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ کے پاس آئے جب کہ (بلوائیوں کے) فتنہ میں محصور تھے کہ آپ تو تمام لوگوں کے امام ہیں اور آپ پر جو حادثہ (بلوائیوں کا فتنہ) پیش آیا ہے ہم دیکھ رہے ہیں اور بلوائیوں کا امام نماز پڑھا رہا ہے جسے ہم پسند نہیں کرتے (یعنی ہم اس کے پیچھے نماز پڑھنا پسند وگوارا نہیں کرتے ہیں) تو فرمایا نماز پڑھنا انہیں کے ساتھ بہتر ہے جس کے پیچھے عام لوگ پڑھیں۔ (بخاری صفحہ۹۶)

حضرت انس رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ حجاج کے پیچھے نماز پڑھ لیتے تھے۔ (مرقات صفحہ۹۳)

ابراہیم نخعی اور خیثمہ حجاج کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ (مسند عبدالرزاق صفحہ۳۸۵)

فَائِدَہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ اگر ظالم وفاسق امام جماعت بن جائے تو اس کے پیچھے نماز جماعت کے ساتھ پڑھ لی جائے۔ حضرات صحابہ کی جماعت نے ظالم فاسق امراء اور حکام کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔

آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ظالم امراء کے ہونے کی پیشینگوئی بھی فرمائی اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم بھی دیا چنانچہ حضرت انس، حضرت ابن عمر، حضرت حسن وحسین، حضرت ابو سعید خدری، نعمان بن بشیر اور اس کے علاوہ بکثرت صحابہ کا فاسق حکام کا پیچھے نماز پڑھنا ثابت ہے۔ حضرت عثمان غنی نے بلوائیوں کے فاسق وظالم امام کے پیچھے نماز کی اجازت دی حجاج کے فسق میں کوئی شبہ نہیں اسی طرح مروان۔ (اعلاء صفحہ۲۰۶)

اس کے پیچھے صحابہ کرام کے جم غفیر نے جو اس جگہ موجود تھے نماز پڑھا کرتے تھے۔ (کذا فی المرقات صفحہ۹۳)

علامہ شعرانی لکھتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام حجاج کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ حالانکہ وہ ظالم تھا اور اس کے ظالمانہ قتل کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی۔ (کشف الغمہ صفحہ۱۴۲)

علامہ شعرانی کی رائے یہ ہے کہ صحابہ اس ظالم کے فتنہ کے خوف سے پڑھتے تھے۔ لہٰذا صالح امام کے پیچھے

پڑھ سکتا ہو اور اس میں کوئی فتنہ نہ ہو تو صالح امام کے پیچھے پڑھے چونکہ آپ نے صالح کو امام بنانے کے لئے فرمایا۔ (کشف الغمہ)

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی نے لکھا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اولیٰ ہے ترک جماعت سے۔
(فتح صفحہ ۱۹۰، عمدہ صفحہ ۲۳۲)

علامہ عینی نے لکھا ہے اگر فاسق اور مبتدع کے پیچھے نماز پڑھے گا تو جماعت کا ثواب پالے گا ہاں مگر اہل تقویٰ کے پیچھے کے نماز کا ثواب نہ ملے گا۔ عینی نے لکھا ہے کہ ایسوں کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔

فاسق کے پیچھے نماز کراہت کے ساتھ صحیح ہوتی ہے۔ (اعلاء السنن صفحہ ۲۰۶)

لہٰذا اعادہ اور لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

ہر مؤمن کے پیچھے خواہ فاسق ظالم ہو نماز پڑھنا اہل سنت کی علامت ہے

حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ہر امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ (مجمع الزوائد صفحہ)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی مرفوع روایت میں ہے کہ ہر نیک و فاجر کے پیچھے نماز پڑھو۔
(تلخیص الحبیر جلد ۲ صفحہ ۲۶، دارقطنی)

فَائِدَہ: آپ ﷺ کے اس فرمان مبارک کے پیش نظر متکلمین اہل عقائد نے بیان کیا کہ اہل سنت والجماعۃ جس کے فرقہ ناجیہ ہونے کی آپ نے شہادت دی ہے علامت ہے کہ وہ ہر صالح اور فاسق کے پیچھے نماز پڑھ لے۔

فن عقاید کی مشہور اساسی کتاب شرح عقائد میں ہے۔ **"صلوا خلف كل بر و فاجر ولان علماء الامة كانو يصلون خلف الفسقة واهل الاهواء والبدع من غير تنكير."** (صفحہ ۱۵۹)

فقہ کی مشہور کتاب کنز الدقائق کی شرح بحر الرائق میں علامہ ابن نجیم نے اہل سنت والجماعت جو جمہور مسلمین کے نزدیک احادیث کے پیش نظر فرقہ ناجیہ ہے کی بنیادی علامتوں کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے **"ويصلى خلف كل امام بر و فاجر"** اور یہ کہ ہر امام کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اہل قبلہ کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے مسجد کی جماعت چھوڑ کر گھر میں یا بیٹھک میں یا دوکان پر اپنی الگ نماز پڑھتے ہیں اور اپنی جماعت الگ کرتے ہیں۔ اہل سنت کے اصول کے خلاف کر رہے ہیں۔ اہل سنت کے اصول میں اس کی گنجائش نہیں۔

ہاں اگر وہ اجماع مسلمین سے دائرہ اسلام سے خارج ہوں تو ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں جیسے غالی شیعہ اور

مرزائی، قادیانی اور دیہاتی عقیدے کے حامل کہ ان کے پیچھے نماز ہی نہ ہوگی۔

اسی طرح ایسا بدعقیدہ جو شرکیہ افعال کا مرتکب رہتا ہو۔ عموماً بے پرواہ بدعتی اور جاہل شرک خفی کے مرتکب ہو جاتے ہیں اگر کوئی فتنہ نہ ہو اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے پر مجبوری نہ ہو تو افتراق سے بچتے ہوئے کسی صالح متقی کے پیچھے نماز پڑھا کرے چونکہ حضرات صحابہ ظالم کے پیچھے پڑھتے تھے نہ کہ بدعقیدہ اور شرکیہ افعال کے مرتکب کے پیچھے پڑھتے تھے۔

بالغ اور بڑے کو امامت کرنے کا حکم فرماتے

حضرت مالک بن الحویرث کہتے ہیں کہ میں اور میرے ایک ساتھی نے جب واپس ہونے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ جب نماز کا وقت آجائے تو اذان دو تکبیر کہو اور جو بڑا ہو امامت کرے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۶۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ کوئی نابالغ امامت نہ کرے تاوقتیکہ بالغ نہ ہو جائے۔ اور اذان وہ دے جو تم میں صالح ہو۔ (کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۶۷)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ اپنے بے وقوفوں کو اور بچوں کو نماز میں آگے مت کرو اور نہ جنازہ میں آگے بڑھاؤ کہ یہ (امام) اللہ کی طرف قاصد ہے۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۵۸۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت امیر المؤمنین نے اس بات سے منع کیا ہے کہ قرآن دیکھ کر لوگوں کی امامت کریں۔ (تراویح وغیرہ میں) اور یہ فرمایا کہ سوائے بالغ کے کوئی امامت نہ کرے۔

(کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۶۳)

محمد بن ابی سوید نے مقام طائف میں ماہ رمضان المبارک میں کسی نابالغ کو امام بنا دیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھ کر (اپنے گمان کے اعتبار سے) خوش خبری سنائی تو حضرت عمر غضب ناک ہوئے اور خط لکھا یہ درست نہیں کہ تم نے نابالغ بچے کو امام بنا دیا۔ (ابن عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۳۹۸)

حضرت عطاء اور حضرت ابراہیم نخعی کا قول ہے کہ کسی بچے کو امام نہ بنایا جائے تاوقتیکہ وہ بالغ نہ ہو جائے۔

(ابن عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۳۹۸)

حضرت مالک بن الحویرث سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے کوئی اذان دے اور جو بڑا ہے وہ امامت کرے۔ (مختصراً مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۳۶، بخاری جلد ۱۰ صفحہ ۹۰)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ امامت بڑا شخص کرے۔ چھوٹے بچے اور نابالغ جو اصطلاح میں صغیر کہلاتا ہے اس کی امامت درست نہیں اس کی امامت نفل اور تراویح میں بھی درست نہیں۔ چنانچہ فقہ کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے۔ **"لا یجوز لرجال ان یقتدوابامراۃ وصبی"** اور اس کی شرح عنایہ ہے **"لا یجوز اقتداء البالغ**

بالصبی. وکذا فی النفل المطلق عند ابی یوسف. والمختار قول ابی یوسف" (فتح القدیر جلد۲ صفحہ۳۵۸)
صحیح مفتیٰ بہ قول ہے کہ فرض، نفل اور تراویح میں نابالغ کی امامت جائز نہیں ہے۔

عورتوں کو امامت کرنے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ کوئی خیر اور بھلائی نہیں ہے عورتوں کی جماعت میں ہاں مگر یہ کہ مسجد میں جماعت جہاں ہوتی ہو۔ (مجمع الزوائد صفحہ)

جابر بن عبداللہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا عورتیں مردوں کی امامت نہ کریں۔
(اعلاء جلد۴ صفحہ۲۰۲، سنن کبریٰ)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ انہوں نے عورتوں کو امامت کرنے سے منع فرمایا ہے۔
(مدونہ امام مالک جلد۱ صفحہ۸۶، اعلاء السنن جلد۴ صفحہ۲۱۵)

فائدہ: عورتوں کی امامت کو آپ ﷺ پسند نہ فرماتے اور اسے کراہیت فرماتے اسی وجہ سے آپ نے فرمایا عورتوں کی جماعت میں کوئی خیر اور بھلائی نہیں ہے۔ ہاں البتہ آپ نے اس وقت جماعت کے ساتھ پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ ظاہر ہے کہ مسجد جماعت میں مردوں ہی کی امامت ہوتی ہے۔ لہٰذا عورتوں کی امامت درست نہیں۔ مزید یہ کہ آپ نے عورتوں کو پچھلی صف میں رہنے کا حکم دیا ہے۔ اور امامت کی صورت میں وہ آگے بڑھیں گے۔ جو آپ کی تعلیم کے خلاف ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ عورتیں حافظ ہونے کی صورت میں تراویح کی امامت عورتوں میں بھی نہیں کرسکتیں اگر کریں گی تو مکروہ تحریمی ہوگی۔

مردوں کے لئے صرف غیر محرم کی امامت ممنوع ہے

حضرت ابی بن کعب نبی پاک ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا میں نے رات ایک کام کیا (جس کے بارے میں آپ سے نہیں پوچھا) آپ نے فرمایا وہ کیا عرض کیا کہ گھر کی عورتوں نے کہا کہ تم قرآن پاک پڑھے ہوئے ہو (زبانی یاد ہے) ہم لوگ نہیں پڑھے ہیں ہمیں تو نماز پڑھا دو۔ چنانچہ ہم نے آٹھ رکعت نماز پڑھا دی ابی کہتے ہیں کہ آپ یہ سن کر خاموش رہے ہم نے سمجھ لیا کہ آپ کی خاموشی رضاء ہے۔ (مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ۷۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ مسجد سے تشریف لاتے تو ہم لوگوں کو نماز (نفل) پڑھاتے۔ (اعلاء السنن جلد۴ صفحہ۲۸۴)

فائدہ: آپ ﷺ نے اہل خانہ کے ساتھ جماعت کی۔ اسی طرح حضرت ابی بن کعب نے بھی اپنے گھر والوں کی امامت کی صرف غیر محرم عورتوں کو نماز پڑھانا مکروہ ہے۔ پس ایسی جماعت جس میں صرف غیر محرم عورتیں ہوں۔ کوئی رشتہ دار محرم بہن وغیرہ یا کوئی مرد وغیرہ نہ ہو تو مکروہ اور ممنوع ہے۔ (اعلاء السنن جلد۱ صفحہ۲۸۴)

آپ ﷺ مسافر ہوکر مقیم کی امامت فرما لیتے

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بھی آپ ﷺ نے سفر کیا تو دو رکعت نماز پڑھی یہاں تک کہ واپس آگئے اور فتح مکہ کے موقعہ پر مکہ میں قیام اٹھارہ راتیں رہیں تو دو، دو رکعت پڑھاتے تھے۔ سوائے مغرب کے پھر (سلام کے بعد) فرمادیتے تھے۔ اے اہل مکہ تم کھڑے ہو جاؤ اور بقیہ دو رکعتیں پوری کرلو۔ ہم مسافر ہیں۔ (تلخیص جلد۲ صفحہ ۴۸، الفتح جلد۵ صفحہ ۱۱۳، نیل الاوطار جلد۳ صفحہ ۱۶۶)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب مکہ تشریف لاتے تو دو رکعتیں نماز پڑھاتے اور پھر فرماتے اے اہل مکہ تم اپنی نماز پوری کرلو۔ ہم مسافر لوگ ہیں۔ (موطا امام مالک صفحہ ۵۲)

حضرت ابن عمر مکہ تشریف لائے لوگ ان کے پاس آئے نماز کا وقت ہوگیا تو انہوں نے امامت کی اور (دو رکعت) نماز پڑھائی اور لوگوں سے کہا اپنی نماز پوری کرلو۔ (مسند عبدالرزاق جلد۲ صفحہ ۳۹۳)

فائدہ: آپ ﷺ نے مسافرت کی حالت میں نماز پڑھائی اور پیچھے مقیم لوگ رہے اس سے معلوم ہوا کہ مسافر مقیم کی امامت کرسکتا ہے۔

ایسی صورت میں مسافر دو رکعت پر سلام پھیر لے گا اور مقیم سے کہہ دے گا کہ وہ اپنی دو رکعت پوری کرلیں جیسا کہ آپ نے کیا اور مقیم ان دو رکعتوں میں قرأت نہیں کریں گے خاموش قیام کر کے رکوع کرلیں گے۔

مسافر مقیم امام کے پیچھے پوری چار رکعت پڑھیں گے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا کیا مسافر جب تنہا پڑھے گا۔ تو دو رکعت پڑھے گا اور مقیم کی اقتداء میں پڑھے گا، تو چار رکعت پڑھے گا۔ فرمایا ہاں یہی سنت ہے۔

حضرت موسیٰ ابن سلمہ نے حضرت ابن عباس سے کہا ہم لوگ جب آپ کے ساتھ (مقیم امام کے ساتھ) پڑھیں گے تو چار رکعت پڑھیں گے اور جب آپ نہیں رہیں گے تو دو رکعت پڑھیں گے فرمایا ہاں آپ ﷺ کی یہی سنت ہے۔ (تلخیص الحبیر جلد۲ صفحہ ۵۰)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مسافر جب مقیم کی اقتداء میں نماز پڑھے گا تو پوری چار رکعت پڑھے گا امام کے ساتھ پوری نماز پر ساتھ میں سلام کرے گا۔

اگر کوئی جاہل یا مفسد صلوٰۃ امام ہوجائے تو

قبیلہ طیٔ کے ایک شیخ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہماری مسجد سے گزر رہے تھے (کہ نماز کا وقت ہوگیا) ایک آدمی آگے بڑھا اور سورہ فاتحہ کے بعد "نحج بیت ربنا الخ" (غیر قرآن) پڑھنے لگا اس پر

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "ما سمعنا بھذا فی الملة الآخرة" پڑھ کر نماز چھوڑ کر چلے آئے۔
(مجمع الزوائد صفحہ ۶۶)

فائدہ: یعنی ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا اتفاق ہوگیا جس کی نماز ہی فاسد ہو جاتی ہے قرآن پاک صحیح نہیں پڑھ پاتا ہے۔کوئی حرف زائد کر دیتا ہے کوئی حرف کم کر دیتا ہے عمل کثیر کا مرتکب ہو جاتا ہے سجدوں میں دونوں پیر اٹھائے رکھتا ہے اپنی جہالت یا نادانی کی وجہ سے فساد صلوٰۃ کا مرتکب ہو جاتا ہے۔یا طہارت کا اہتمام نہیں کرتا۔سردی کے زمانہ میں وضو صحیح نہیں کرتا اس کا مشاہدہ ہو چکا ہے تو ایسی صورت میں اس کی جماعت میں شریک ہونے کا موقعہ مل جائے۔تو دوبارہ اپنی نماز پڑھ لے اور ایسے امام کے پیچھے نماز میں شریک نہ ہو۔

امام کی کوتاہی اور گڑبڑی کا اثر مقتدی پر نہ ہوگا

حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جو لوگوں کی امامت کرے۔اگر اس نے نماز صحیح پڑھائی تو اس کی بھی صحیح اور مقتدی کی بھی صحیح۔اور اگر امام نے کوتاہی کی تو مقتدی کی نماز تو صحیح رہے گی باقی گناہ امام کو ہوگا۔(مجمع الزوائد صفحہ ۶۸)

ابوعلی ہمدانی کہتے ہیں کہ میں ایک کشتی میں سوار تھا اس میں حضرت عقبہ بن عامر الجہنی (صحابی) بھی تھے جب نماز کا وقت آیا تو ہم نے ان سے کہا کہ آپ ہماری امامت کیجئے اور کہا کہ آپ ہمارے درمیان سب سے زیادہ مستحق ہیں آپ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔تو انہوں نے انکار فرما دیا اور کہا کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے۔جو لوگوں کی امامت کرے۔اگر ٹھیک پڑھائی تو اس کی بھی صحیح اور لوگوں کی بھی اگر کوئی گڑبڑی کی تو امام کے ذمہ ہوگی مقتدی کے ذمہ نہیں ہوگی۔(ابن ماجہ صفحہ ۶۹)

فائدہ: اگر مسئلہ کے خلاف کیا تو اس کا ذمہ دار اور مواخذہ امام سے ہوگا۔

اگر امام سنن و مستحبات کی رعایت نہ کرتا ہو تب بھی جماعت نہ چھوڑے

ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے پوچھا کہ ایک امام ہے جو نماز کو ٹھیک سے ادا نہیں کرتا ہے تو کیا اس سے الگ ہو کر (اکیلے) نماز پڑھ لیا کروں۔انہوں نے جواب دیا نہیں ان کے ساتھ ہی نماز پڑھو (یعنی جماعت چھوڑ کر تنہا نہ پڑھو)۔

حضرت اعمش نے حضرت علقمہ سے پوچھا کہ ہمارا امام اچھی طرح نماز نہیں پڑھاتا ہے تو علقمہ نے جواب دیا۔لیکن ہم تو اپنی نماز کو مکمل کریں گے۔یعنی ہم تو جماعت ہی کے ساتھ نماز پڑھیں گے۔(الگ تنہا نہیں پڑھیں گے)۔(مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۳۸۹)

فائدہ: سنن و مستحبات کا جاننے والا امام رکھے تا کہ وہ سنن مستحبات کی رعایت کے ساتھ نماز پڑھائے اگر ایسا امام نہ ہو تب بھی مستحب کی وجہ سے جماعت جو واجب ہے اسے نہ چھوڑے۔

امام پر اعتراض اور تنقید نہ کیا کرے

جابر بن سمرہ نے بیان کیا کہ کوفہ والوں نے حضرت سعد بن وقاص کے متعلق حضرت عمر سے شکایت کی کہ یہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھاتے (ہلکی اور جلدی پڑھاتے ہیں) تو حضرت عمر نے ان سے پوچھا تو حضرت سعد نے جواب دیا۔ میں ایسی ہی نماز پڑھاتا ہوں جیسی نماز حضور پاک ﷺ پڑھایا کرتے تھے کہ شروع کی دو رکعت میں سورہ پڑھا کرتے تھے اور آخری کی دو رکعت میں سورہ کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔ حضرت عمر نے فرمایا تمہارے بارے میں ایسا ہی گمان تھا کہ (نماز سنت کے مطابق پڑھایا کرتے ہو گے۔

(مصنف ابن عبد الرزاق جلد ۲ صفحہ ۲۶۱)

فائدہ: اپنے بڑوں پر خصوصاً دینی اعتبار سے جو بڑے ہوں ان پر تنقید اعتراض کرنا نہایت ہی قبیح اور مذموم امر ہے۔ خطاء بزرگاں گرفتن خطا است یہ شیطانی ملعون حرکت ہے۔ جب دینداروں پر ہی اعتراض کریں گے تو پھر ان سے دینی استفادہ کس طرح حاصل کریں گے نتیجہ یہ نکلے گا کہ دین سے بھی آزاد اور بیزار ہو جائیں گے چونکہ اعتراض سے استفادہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے استاذ اور مرشد پر ذرہ برابر اعتراض اور تنقید کی گنجائش نہیں۔ ہاں ادب سے رائے کا اختلاف ہو سکتا ہے۔

آپ ﷺ تعلیم دیتے کہ امام سے رکوع وسجود میں پہل نہ کی جائے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ہمیں سکھاتے کہ امام سے رکوع اور سجود میں پہل نہ کریں فرماتے جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو جب وہ سجدہ کرے تب تم سجدہ کرو۔ (ابن ماجہ صفحہ ۶۸)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آپ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ جب آپ سمع اللہ لمن حمدہ فرماتے تو ہم میں سے کوئی اپنی پیٹھ اس وقت تک نہ جھکاتا جب تک کہ آپ جھکتے ہوئے زمین کی جانب سجدہ کا ارادہ نہ فرما لیتے۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: علامہ طیبی نے لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ امام کے ارکان ادا کرنے کے بعد مقتدی ادا کرے یعنی اس کے پیچھے رہے۔ چنانچہ امام کے سجدہ میں جانے کے بعد سجدہ میں جائے۔ (مرقات صفحہ ۹۹)

حضرت انس سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ ہمیں نماز پڑھائی فارغ ہونے کے بعد ہم لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا لوگو میں تمہارا امام ہوں، رکوع وسجدہ مجھ سے پہلے نہ کرو (یعنی جلدی میں پہلے شروع نہ کرو) نہ سلام میں۔ میں تم کو آگے سے اور پیچھے سے دیکھتا ہوں۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۸۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص امام سے پہلے سر اٹھائے یا جھکائے اس کی پیشانی شیطان کے ہاتھ میں ہے۔ (موطا صفحہ ۳۲، مشکوٰۃ صفحہ ۱۰۷، فتح الباری صفحہ ۱۸۳)

فائدہ: یعنی اس کی یہ حرکت شیطانی ہے۔ جو شیطان کے تصرف سے ہے۔ (مرقات صفحہ ۱۰۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! جو امام سے پہلے اپنا سر اٹھا لیتا ہے اسے ڈر نہیں کہ اس کا سر مثل گدھے کے ہو جائے۔ (بخاری مسلم صفحہ ۱۸۱، ابن ماجہ)

طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ اس کا سر مثل کتے کے نہ ہو جائے۔ (کنز العمال صفحہ ۶۱۱)

فائدہ: ان روایتوں کا خلاصہ ہے کہ آپ نے امام کی اقتداء میں امام سے پہل کرنے کو منع فرمایا بعض ناواقف لوگ جلدی اور عجلت کی وجہ سے ایسا کر لیتے ہیں یہ مکروہ تحریمی ہے اگر تکبیر تحریمہ میں امام سے پہل کی تو نماز ہی نہ ہوگی۔ حافظ ابن حجر نے ذکر کیا کہ ایسا کرنا حرام ہے۔ حضرت ابن عمر سے تو مروی ہے کہ ایسوں کی نماز ہی باطل ہو جائے گی۔ (فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۱۸۳)

امام کو چاہئے کہ انتقالی تکبیر زور سے کہے

حضرت سعید بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوسعید نے ہم لوگوں کو نماز پڑھائی تو سجدہ سے جب سر اٹھایا تو تکبیر زور سے ادا کی اسی طرح جب سجدہ میں گئے اور اسی طرح جب سجدہ سے اٹھے اسی طرح جب دو رکعت سے اٹھے۔ اور پھر کہا اسی طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (زور سے تکبیر کہتے ہوئے) دیکھا۔

(بخاری صفحہ ۱۱۴، سنن کبریٰ صفحہ ۱۸، نیل الاوطار جلد ۲ صفحہ ۲۴۳)

فائدہ: امام بلند آواز سے تکبیر کہے تاکہ لوگوں کو ارکان کی ادائیگی رکوع وسجود ادا کرنے میں سبقت اور تاخیر نہ ہو۔ آج کل لاؤڈ اسپیکر کی وجہ سے یہ سہولت حاصل ہو سکتی ہے پھر بھی جم غفیر ہو تو مکبّر کا انتظام کر دیا جائے ورنہ بسا اوقات لاؤڈ اسپیکر گڑبڑ ہو جانے کی وجہ سے ایک مجمع کی نماز خراب ہو جاتی ہے۔

مقتدی کے لئے سنت یہ ہے کہ امام کی تکبیر کے بعد تکبیر کہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب امام تکبیر کہہ چکے تب تم تکبیر کہو۔ اور جب تم رکوع کر چکے تب تم رکوع کرو۔ (سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اس لئے بنایا گیا ہے تاکہ تم اس کی اقتداء میں نماز پوری کرو۔ جب وہ تکبیر کہہ چکے تب تم تکبیر کہو۔ اس وقت تم تکبیر مت کہو۔ جب تک امام تکبیر نہ کہہ دے اور جب وہ رکوع میں جا چکے تب تم رکوع میں جاؤ۔ اس وقت تک تم رکوع میں جاؤ ہی

نہیں جب تک وہ رکوع میں نہ جائے۔ (ابوداؤد صفحہ ۸۹)

فائدہ: متعدد روایتوں سے یہ ثابت ہے کہ مقتدی امام کے ساتھ میں تکبیر نہ کہے بلکہ امام کی تکبیر کے بعد کہے۔ یہی سنت ہے دیکھئے آپ نے کتنی تاکید فرمائی کہ اس کی تکبیر اور رکوع سے پہلے تم تکبیر اور رکوع مت کرو۔

بھول پر امام کو لقمہ دینا نماز کی حالت میں درست ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز فجر میں قرأت میں تردد ہوگیا لوٹا رہے تھے یاد نہیں آ رہا تھا جب نماز پوری ہوگئی۔ تو آپ نے پوچھا کہ کیا نماز میں تمہارے ساتھ ابی ابن کعب نہیں تھے لوگوں نے کہا نہیں لوگوں نے سمجھا کہ آپ لقمہ دینے کے لئے پوچھ رہے تھے۔

(مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۶۹، مطالب صفحہ ۱۱۷)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سنت سے یہ ثابت ہے کہ امام جب لقمہ چاہے تو اس کو لقمہ دو پوچھا گیا کہ لقمہ چاہنے کا کیا مطلب کہا جب وہ رک جائے۔ (کنز العمال صفحہ ۲۷۴، مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۱۱۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کسی مقام پر اٹک جائے رک جائے آگے یاد نہ آئے تو لقمہ دینا چاہئے امام کو لقمہ دینا خلاف سنت نہیں ہے۔

سوید بن یزید کہتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز فجر میں شریک ہوا آپ ایک آیت بھول رہے تھے جب فارغ ہوئے تو فرمایا ابی تم نے لقمہ کیوں نہیں دیا۔ (کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۷۶)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ہمیں نماز پڑھائی تو بھولنے لگے ہم نے لقمہ دیا تو انہوں نے لے لیا۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۷۳)

امام کا نہ ملنا قیامت کی علامت

سلامۃ بنت الحر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کی علامت میں سے ہے کہ مسجد میں لوگ ایک دوسرے پر نماز کو ٹالیں گے۔ کوئی امام نہیں پائیں گے کہ ان کو نماز پڑھائے۔

(ابوداؤد صفحہ ۸۶، ابن ماجہ صفحہ ۶۹، کشف الغمہ صفحہ ۱۳۱)

فائدہ: یہ ٹالنا جہالت اور مسائل سے ناواقفیت کی وجہ سے ہوگا جس سے اشارہ اس جانب ہے کہ قرب قیامت میں جہالت اور دین سے بیزاری عام ہو جائے گی یا اس وجہ سے کہ دینی وقعت اور اہمیت نہ ہوگی اس لئے بے پرواہی سے ٹالیں گے یا اس وجہ سے کہ دین سے بیزاری اور بخل کی وجہ سے مسجد کا نظام صحیح نہیں ہوگا۔ کوئی امام متعین نہ ہوگا تو ہر شخص دوسرے کے حوالہ کرے گا اگر امام متعین ہوگا تو ایک دوسرے پر ٹالیں گے نہیں متعین امام خود آگے بڑھے گا۔

نابینا کی امامت آپ ﷺ نے نابینا کو امام بنایا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ابن ام مکتوم کو مدینہ میں اپنا نائب بنایا تھا کہ وہ لوگوں کی امامت کریں۔ (مجمع صفحہ ۶۵)

حضرت عبداللہ بن بحینہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جب سفر فرماتے تو مدینہ میں اپنا خلیفہ حضرت ابن ام مکتوم کو بنا جاتے۔ پس وہی اذان دیتے اقامت کہتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے۔ (مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ ۶۵)

عبداللہ بن نمیر کی روایت ہے کہ قبیلہ بنی حطمہ کے امام آپ ﷺ کے زمانہ میں نابینا تھے۔

(مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ ۶۵، نیل الاوطار جلد۳ صفحہ ۱۶۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ اپنا نائب ابن امام مکتوم کو بنا جاتے وہ امامت کرتے حالانکہ وہ نابینا تھے۔ (سنن کبریٰ جلد۲ صفحہ ۸۸، ابوداؤد صفحہ ۸۸)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ نابینا کی امامت جائز ہے۔ ہاں اگر کوئی نابینا ایسا ہو جس کے بارے میں احتمال یا گمان ہو کہ طہارت میں اس سے کوتاہی ہو جاتی ہے تو ان کو امام نہ بنایا جائے اسی وجہ سے بعضوں نے نابینا کو امام بنانا بہتر قرار نہیں دیا ہے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ اعمی کو امام بنانے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح حضرت سعید بن جبیر کا قول ہے کہ نابینا کو امام نہ بنایا جائے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۱۵)

حضرت ابن عباس فرمایا کرتے تھے کہ ان کو کیسے امام بناؤں کہ وہ قبلہ سے متحرف ہو جاتے ہیں اگر بینا اہل علم وفضل موجود ہوں تو نابینا سے افضل ہیں۔ چونکہ آپ ابن مکتوم کو ان لوگوں میں امام بناتے تھے جو عذر کی وجہ سے جہاد اور سفر میں نہیں جا سکتے تھے۔ چنانچہ اعلاء السنن میں ہے۔ "**وعلی هذا يحمل تقديم ابن ام مكتوم لانه لم يبق من الرجال الصالحين الامامة في المدينة افضل منه جيد**" (صفحہ ۲۰۹)

بحر الرائق میں محیط کے حوالہ سے ہے نابینا کی امامت اس وقت ہے جب کہ قوم میں اس سے افضل کوئی نہ ہو۔ (اعلاء جلد۴ صفحہ ۲۰۹)

تیمّم کرنے والا وضو کرنے والے کی امامت کر سکتا ہے

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ انہوں نے کہا غزوہ ذات السلاسل کے موقعہ پر شدید ٹھنڈی رات میں مجھے احتلام ہو گیا خوف ہوا کہ پانی سے غسل کروں گا تو ہلاک ہو جاؤں گا۔ میں نے تیمّم کر کے اپنے لوگوں کو نماز صبح کی نماز پڑھا دی۔

پھر انہوں نے اس کا ذکر نبی پاک ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا جنابت کی حالت میں کیا تم نے نماز

پڑھا دی اے عمرو پس میں نے آپ کو خبر دی اس بات کی جس نے مجھے غسل کرنے سے منع کیا تھا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک میں نے سنا "ولا تقتلوا انفسکم ان اللّٰہ کان بکم رحیما" تو آپ نے مسکرایا اور کچھ نہ فرمایا۔ (ابوداؤد صفحہ ۴۸، حاکم، اعلاء السنن صفحہ ۲۳۳)

فَائِدَہ: آپ نے حضرت عمرو کے اجتہاد اور فہم پر مسکرایا گویا ان کے فعل کی تصدیق فرمائی اگر تیمم کر کے نماز پڑھانا غلط ہوتا تو آپ منع فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام اگر کسی عذر کی وجہ سے تیمم کرے تو وہ وضو کرنے والے کی امامت کر سکتا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے خف پر مسح کرنے والا پیر دھونے والے کی امامت کر سکتا ہے۔

امام کو اوپر اور مقتدی کو نیچے ہونے سے منع فرماتے

حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منع فرماتے کہ امام اوپر ہو اور مقتدی اس سے نیچے ہوں۔ (دارقطنی، تلخیص الحبیر جلد ۲ صفحہ ۴۵، نیل صفحہ ۱۹۳)

مروی ہے کہ مدائن میں حضرت عمار نے امامت فرمائی اور دکان پر کھڑے ہو کر امامت فرمائی اور لوگ اس سے نیچے تھے۔ تو حضرت حذیفہ آگے بڑھے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر پیچھے کھینچ دیا یہاں تک کہ ان کو نیچے کر دیا پھر جب حضرت عمار نماز سے فارغ ہو گئے تو ان سے حضرت حذیفہ نے فرمایا کہ کیا تم نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک نہیں سنا۔ کہ جب کوئی قوم کی امامت کرے تو مقتدیوں سے اونچے مقام پر نہ کھڑا ہو اس پر حضرت عمار نے فرمایا اسی وجہ سے جب تم نے کھینچا تو میں نے تمہارا کہنا مانا۔ (ابوداؤد صفحہ ۸۸)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی امامت کرے تو قوم سے اونچی جگہ کھڑا نہ ہو۔ (ابوداؤد صفحہ ۸۸)

امام کا مقتدی سے اوپر ہونا منع ہے ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ اس میں اہل کتاب کی مشابہت ہے کم از کم ایک ہاتھ اوپر ہونا منع ہے۔ اور یہ ممانعت اس صورت میں ہے جب کہ امام تنہا کھڑا ہو۔ اگر امام کے ساتھ مقتدی بھی ہوں تو پھر کراہت نہیں۔ چنانچہ حضرت عمار تنہا اونچائی پر کھڑے تھے۔ (مرقات صفحہ ۸۶)

اسی واقعہ میں ہے کہ ایک موقعہ پر حضرت حذیفہ نماز پڑھا رہے تھے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو پکڑ کر کھینچا تھا۔ (مرقات صفحہ ۸۶)

حضرت صحابہ کسی منکر کو برداشت نہیں فرماتے تھے، وسعت کے مطابق فوراً فکر فرماتے افسوس کہ آج منکر اور خلاف سنت امور پر کوئی نکیر کرنے والا نہیں اگر کوئی کرتا ہے تو لوگ اس کی مخالفت اور گستاخی کرنے لگتے ہیں۔

بھول جانے سے جنابت کی حالت میں امامت شروع کر دے تو

حضرت سعید ابن میسب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنابت کی حالت میں نماز پڑھا

دی تو آپ نے نماز کو دوبارہ لوٹایا۔ (مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۳۵۰، ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۴۴)

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک مرتبہ جنابت کی حالت میں نماز پڑھا دی تو انہوں نے خود بھی دوبارہ پڑھی اور قوم کو بھی دوبارہ پڑھنے کو کہا۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۴۴)

حضرت سعید ابن میسب سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے لوگوں کو (بھولے سے) جنابت کی حالت میں نماز پڑھا دی تو آپ نے اور لوگوں نے نماز کو دوبارہ پھر سے پڑھا۔ (شرح مہذب جلد ۴ صفحہ ۲۶۰)

عمرو بن ابن دینار نے حضرت علی ابن ابی طالب کا قول نقل کیا ہے کہ جنابت کی حالت میں جو امامت کرے (بھولے سے) تو امام اور قوم دونوں نماز کا اعادہ کریں۔ (کتاب الآثار، فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۳۷۴)

حضرت جعفر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جنابت کی حالت میں نماز پڑھا دی تھی۔ یا بلا وضو کے تو خود بھی اعادہ فرمایا اور قوم کو بھی اعادہ کا حکم دیا۔

(مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۳۴۷، فتح القدیر صفحہ ۳۷۴، شرح مہذب جلد ۴ صفحہ ۲۶۰)

فَائِدَہ: اگر امام نے بھولے سے بلا وضو یا بلا غسل نماز پڑھا دی تو نہ امام کی نماز ہوگی اور نہ مقتدی کی ہر ایک کو نماز لوٹانی پڑے گی کذا فی الہدایہ امام کا محدث ہونا معلوم ہوگیا تو اعادہ ہوگا یعنی لوٹانا پڑے گا۔ (فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۳۷۴)

امام نووی نے کہا کہ حضرت علی، ابن سیرین، شعبی، ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک اگر امام نے بھولے سے ناپاکی کی حالت میں نماز پڑھا دی اور لوگوں کو اس کا علم نہیں تو ہر ایک کو امام و مقتدی کو نماز لوٹانی پڑے گی۔ یہی مسلک حماد بن ابی سلمان کا ہے۔ (شرح مہذب جلد ۴ صفحہ ۲۶۰)

جماعت ثانیہ کی علمی تحقیق جماعت ثانیہ کے متعلق ائمہ کے اقوال

امام اعظم امام مالک امام شافعی رَحِمَہُمَا اللّٰہُ تَعَالٰی کے نزدیک مسجد میں جماعت ثانیہ ممنوع اور مکروہ ہے۔

(رحمۃ الامۃ)

امام ترمذی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے اہل علم کی ایک جماعت ”سفیان ثوری، ابن مبارک امام مالک، امام شافعی نے بجائے جماعت کے تنہا ہی پڑھنے کو کہا ہے۔ البتہ امام احمد اور امام اسحٰق رَحِمَہُمَا اللّٰہُ تَعَالٰی کے نزدیک جائز ہے۔

(ترمذی صفحہ ۵۳)

اعلاء السنن میں مدونہ کبریٰ کے حوالہ سے ہے کہ عبدالرحمٰن بن المجیر نے کہا میں سالم بن عبداللہ کے ساتھ مسجد الجمعہ میں داخل ہوا اور وہ لوگ نماز سے فارغ ہو چکے تھے۔ تو لوگوں نے کہا کیا (دوبارہ) جماعت نہیں کرو گے۔ حضرت سالم نے فرمایا نہیں مسجد میں ایک جماعت کے بعد دوبارہ جماعت نہیں ہوتی ابن وہب نے بیان

کیا کہ ابن شہاب زہری، یحییٰ بن سعید ربیعہ اور لیث اسی کے قائل ہیں۔

(مدونہ کبریٰ جلد اصفحہ ۸۹، اعلاء السنن جلد ۴ صفحہ ۲۴۸)

اس روایت ان حضرات کے علاوہ اہل مدینہ کا عمل معلوم ہوا کہ مسجد میں ایک مرتبہ جماعت کے بعد دوبارہ جماعت کے یہ حضرات قائل نہیں۔ سلمان سے جو میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مولی ہیں منقول ہے کہ میں حضرت ابن عمر کے پاس مقام بلاط میں حاضر ہوا وہ لوگ نماز پڑھ رہے تھے میں نے کہا آپ ان کے ساتھ نماز پڑھیں گے انہوں نے کہا میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے ایک نماز دومرتبہ (مسجد میں) نہ پڑھو۔

(زیلعی صفحہ ۲۶۶، نسائی)

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ نماز پڑھ چکے ہوں ان کا بھی دوبارہ جماعت کے ساتھ پڑھنا ممنوع ہے اسی طرح کی روایت امام طحاوی نے ذکر کی ہے کہ عمرو بن شعیب نے خالد معافری سے نقل کیا ہے کہ اہل عوالی اپنے گھروں میں نماز پڑھتے تھے۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی نماز پڑھتے تھے۔ تو آپ نے ان کو منع فرمایا کہ ایک نماز دوبارہ پڑھیں۔ (طحاوی)

پس اس حدیث نہی کے مفہوم میں یہ بھی شامل ہے کہ ایک مسجد میں دومرتبہ ایک ہی فرض ادا کیا جائے۔ یعنی دونوں کی حیثیت ایک ہو۔ چنانچہ حضرت سالم نے بھی حضرت ابن عمر کی روایت **"لا تصلوا صلوة يوماً مرتين"** کو اسی معنی پر محمول کیا کہ **"لا تجمع صلاة واحدة في مسجدٍ واحد مرتين"** اسی کو ہمارے اصحاب نے اختیار کیا۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی کتاب الام میں ذکر کیا ہے کہ اگر صحابہ کرام کی جماعت فوت ہو جاتی اور وہ مسجد میں آتے تو منفرد طور پر اکیلے اکیلے جماعت کرتے۔ حالانکہ وہ دوبارہ جماعت کر سکتے تھے۔

(کتاب الام جلد اصفحہ ۱۳۷)

اسی پر کراہت متفرع کرتے ہوئے امام شافعی کہتے ہیں کہ میں نے جماعت ثانیہ کو مکروہ قرار دیا چونکہ حضرات اسلاف کا عمل اس پر نہیں رہا بلکہ بعضوں نے کراہت بھی ذکر کیا ہے۔ (الام جلد اصفحہ ۱۳۶، اعلاء السنن)

معلوم ہونا چاہئے کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ جو اسلاف ذکر کر رہے ہیں اس سے مراد صحابہ و تابعین کی جماعت ہے۔ لہٰذا یہ عمل صحابہ تابعین کے عمل کے خلاف ہوا کہ ذرا فضیلت اور ثواب بلکہ مشروعیت کی بات ہوتی تو ضرور جماعت کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھتے اور اس کا تعامل ہم تک منتقل ہوتا۔

چنانچہ درمختار میں علامہ حصکفی نے بواسطہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرات صحابہ کا تعامل نقل کیا ہے کہ جماعت فوت ہو جاتی تو تنہا نماز پڑھتے۔

ہاں اگر حدود مسجد کے باہر ہو پھر اس کی کراہت نہیں ہوگی مثلاً مسجد سے الگ مدرسہ میں یا مسجد کی وہ سہ دری جو مسجد سے خارج ہو۔ جیسا کہ مدونہ میں ابن قاسم سے منقول ہے کہ امام مالک رَحِمَہُ اللّٰہُ تعَالیٰ کے متعلق ہمیں یہ بات پہنچی کہ مسجد میں جماعت ہو چکی اور کچھ لوگ آئیں تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ مسجد سے باہر ہو جائیں اور جماعت کر لیں۔ ہاں مگر یہ کہ مسجد حرام ہو یا مسجد نبوی ہو تو باہر جا کر جماعت نہ کریں چونکہ جماعت کے مقابلہ میں یہاں تنہا کا زیادہ ثواب ہے۔ اسی کے احناف بھی قائل ہیں۔ (اعلاء جلد۴ صفحہ ۲۵۲)



نماز کی سنتوں کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوۂ حسنہ کا بیان

فجر کی سنت کے متعلق

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نوافل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فجر کی دو رکعت سے زیادہ کسی کا التزام اور اہتمام نہیں دیکھا۔ (بخاری صفحہ ۱۵۶، مسلم صفحہ ۱۵۱)

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی اذان اور اقامت کے درمیان صرف دو رکعت نماز (سنت فجر) ادا فرماتے۔ (مسلم صفحہ ۲۵۰)

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب مؤذن صبح کی اذان دے چکا ہوتا اور صبح نمودار ہو جاتی تو اقامت سے پہلے ہلکی دو رکعت نماز پڑھتے۔ (سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۴۸۱)

فائدہ: اسی اہتمام اور تاکید کی وجہ سے حسن بصری نے واجب قرار دیا ہے اور امام ابوحنیفہ سے بھی ایک روایت واجب کی ہے۔ (فیض الباری صفحہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (عموماً) تیرہ رکعت نماز رات میں پڑھا کرتے تھے اور جب صبح کی اذان ہوتی تو ہلکی دو رکعت نماز پڑھتے۔ (بخاری صفحہ ۱۵۶)

فجر کی دو رکعت سنت کبھی ترک نہ فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعت سنت کبھی ترک نہ فرماتے۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۵۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعت سنت کو کبھی ترک نہ فرماتے نہ صحت کی حالت میں نہ مرض کی حالت میں نہ سفر کی حالت میں نہ گھر میں اور آپ فجر کی دو رکعت سنت کے بعد اور کوئی نماز نہ پڑھتے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۱۴)

ابن قیم نے لکھا کہ فجر کی سنت اور وتر سفر میں بھی ہمیشہ پڑھتے۔ (زاد المعاد صفحہ ۳۱۵)

سنن راتبہ میں سب سے اہم اور موکد یہی سنت ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح صفحہ)

ابن ہمام نے فتح القدیر میں یہ اقوی السنن قرار دیا ہے۔ (فتح جلد ۱ صفحہ ۴۳۸)

فجر کی دو رکعت سنت آپ گھر میں پڑھ کر جاتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی دو رکعت گھر میں اور عشاء کی دو رکعت گھر میں اور صبح کی دو رکعت گھر میں پڑھتے دیکھا۔ (بخاری صفحہ ۱۵۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنت گھر میں ادا فرماتے۔

(ترمذی صفحہ ۹۶)

ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت طیبہ سنن اور نوافل کے متعلق گھر میں پڑھنے کی تھی۔ (صفحہ ۳۱۴)

چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد سے فارغ ہو کر وتر پڑھتے اس کے بعد جب اذان ہو جاتی اور صبح صادق کی روشنی نمودار ہو جاتی تو دو رکعت پڑھتے پھر فجر کی جماعت کے لئے مسجد تشریف لے جاتے۔

فجر کے وقت دو سنت کے علاوہ اور کوئی نماز نہ پڑھتے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فجر سے قبل دو رکعت سنت کے علاوہ کوئی نماز نہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فجر کی دو سنت کے بعد کوئی نماز مت پڑھو۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۸۱)

فائدہ: فجر کے وقت سنت کے علاوہ اور کوئی نماز نفل مکروہ ہے امام ترمذی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ لیکن بعض حضرات شوافع اور مالکیہ کے یہاں کچھ گنجائش ہے۔ مگر ممانعت پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔ جیسا کہ اس روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ عمر بن عتبہ نے آپ سے پوچھا کون سا وقت افضل ہے۔ آپ نے فرمایا شب آخیر کہ اس وقت کی نماز مشہود حاضری (دربار خداوندی) کے لائق ہوتی ہے یہاں تک کہ صبح ہو جائے اور جب فجر طلوع ہو جائے تو کوئی نماز نہیں سوائے دو سنت کے یہاں تک کہ فجر پڑھ لی جائے۔

(مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۲۸۵، معارف السنن جلد ۴ صفحہ ۷۶)

اگر فرض سے قبل صبح کی سنت نہ پڑھ سکے تو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو صبح کی دو رکعت (سنت) نہ پڑھ

سکے تو وہ سورج کے نکلنے کے بعد پڑھ لے۔ (سنن کبر صفحہ ۴۸۴، ترمذی صفحہ، حاکم ابن حبان)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نیند آ جانے کی وجہ سے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی دو رکعت (سنت) فجر چھوٹ گئی تھی تو آپ نے سورج نکلنے کے بعد اسے ادا کیا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۸۰)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مرفوعاً مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی سنت جب چھوٹ جاتی تو طلوع شمس کے بعد ادا فرماتے۔ (مشکل آثار، اعلاء السنن جلد ۷ صفحہ ۱۱۶)

فَائِدَہ: فجر کی دو رکعت سنت اگر نہ پڑھ سکے جماعت کے چھوٹ جانے کی وجہ سے تو اسے سورج نکلنے کے بعد جب ذرا بلند ہو جائے تو پڑھے چونکہ اس کی تاکید ہے چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرات صحابہ کو چھوٹ جانے پر پڑھتے دیکھا تو منع نہیں فرمایا۔

حضرت امام بیہقی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی دو رکعت سنت فوت ہوگئی تو انہوں نے سورج نکلنے کے بعد پڑھی۔ (سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۴۸۴)

فَائِدَہ: اگر فرض کے بعد طلوع شمس سے پہلے پڑھنے کی گنجائش ہوتی تو آپ ضرور پڑھتے اور پڑھنا منقول ہوتا خواہ کسی ایک ہی روایت میں سہی اس سے معلوم ہوا کہ فرض کے بعد پڑھنا صحیح نہیں ہے۔ درمختار میں ہے اگر تنہا سنت چھوٹے تو طلوع شمس سے پہلے پڑھنا بالا جماع مکروہ ہے۔ اور اس کے زوال تک پڑھنے کی گنجائش ہے۔

(اعلاء السنن جلد ۷ صفحہ ۱۱۸)

امام محمد کا قول ہے کہ زوال تک مستحب ہے۔ (اعلاء السنن جلد ۷ صفحہ ۱۱۹)

اگر جماعت کھڑی ہو جائے تو سنت علیحدہ پڑھے

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا مسجد تشریف لائے تو جماعت ہو رہی تھی اور انہوں نے صبح کی دو رکعت سنت پہلے نہیں پڑھی تھی تو انہوں نے حضرت حفصہ کے حجرہ میں جا کر پڑھی پھر امام کے ساتھ شریک ہو گئے۔

(طحاوی صفحہ ۲۲۰)

حضرت ابودرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ مسجد میں داخل ہوئے تو جماعت کھڑی تھی لوگ فجر کی جماعت میں تھے تو انہوں نے مسجد کے کنارے میں دو رکعت نماز پڑھی پھر قوم کے ساتھ جماعت میں شریک ہو گئے۔

(طحاوی جلد ۱ صفحہ ۲۲۰)

فَائِدَہ: فجر کی سنت نہ پڑھی ہو اور جماعت کھڑی ہو جائے تو صف سے الگ مسجد کے کنارے پڑھ کر جماعت میں شریک ہو جائے۔ صف میں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

کبھی سنت فجر ادا کر کے کمر سیدھی کرنے لیٹ جاتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنت گھر میں ادا فرماتے اور دائیں کروٹ لیٹ جاتے۔ (ترمذی صفحہ ۹۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ مؤذن جب اذان (فجر) دے چکا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو ہلکی رکعت نماز پڑھتے پھر دائیں کروٹ لیٹ جاتے یہاں تک کہ مؤذن آتا آپ اس کے ساتھ نکلتے۔

(سنن دارمی جلد ۱ صفحہ ۲۳۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعت سنت پڑھ لیتے تو دائیں کروٹ لیٹ جاتے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۱۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی فجر سے قبل دو رکعت نماز پڑھے تو دائیں کروٹ لیٹ جائے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۷۹، ترمذی صفحہ ۹۶)

فائدہ: خیال رہے کہ فجر کی سنت کے بعد آپ کا لیٹنا رات کی عبادت کی تھکن اور تعب کی وجہ سے تھا لیٹنا کوئی سنت اور عبادت وتقرب کے طور پر نہیں تھا۔ جیسا کہ حضرت عائشہ کی روایت سے جو مصنف (ابن عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۴۳) کی عبارت ہے کہ "لم یضطجع لسنة ولکنه کان بداب (الجد والتعب)" سے معلوم ہوتا ہے۔

کبھی سنت ادا فرما کر گفتگو بھی فرما لیتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنت ادا فرما کر اگر میں سوئی رہتی تو لیٹ جاتے اگر میں جاگی رہتی تو گفتگو فرماتے رہتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۷۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنت کے بعد اگر ضرورت ہوتی تو بات کرتے ورنہ نماز کے لئے (مسجد) تشریف لے جاتے۔ (ترمذی صفحہ ۹۶، ابن خزیمہ صفحہ ۱۶۸، طحاوی صفحہ ۳۳۷)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ فجر کی سنت اور فرض کے درمیان جب ضرورت ہو تو اہل وعیال سے باتیں کر سکتے ہیں۔ ہاں یہ قیمتی وقت واہی تباہی باتوں میں نہ لگے۔ یہ وقت ذکر وعبادت کا ہے۔ اسی وجہ سے صحابہ کی ایک جماعت سنت کے بعد گفتگو کو مکروہ قرار دیتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابن مسعود، سعید بن جبیر، عطا بن رباح، سعید بن مسیب، ابراہیم نخعی، عثمان بن ابی سلیمان گفتگو اور کلام سے منع کرتے ہیں۔ (نیل الاوطار جلد ۳ صفحہ ۲۴)

صبح کی دو رکعت سنت کب پڑھتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت حفصہ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنت اس وقت

پڑھتے جب صبح کی روشنی نمودار ہو جاتی۔ (ابن خزیمہ صفحہ۱۶۲، دارمی صفحہ۳۳۷، نسائی صفحہ۲۵۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب صبح نمودار ہو جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز پڑھتے۔ (ابن ماجہ صفحہ۸۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ بالکل صبح صادق ہوتے ہی نہ پڑھتے عموماً صبح کی ہلکی روشنی نمودار ہوتی، غالباً یہ احتیاط کے پیش نظر تھا کہ غلطی سے صبح صادق سے قبل نہ ہو جائے چونکہ اس زمانہ میں گھڑی تو تھی نہیں۔ اب گھڑی اور وقت معلوم ہونے کی وجہ سے یہ احتمال نہیں رہا۔ صبح کی سنت کا غلس اندھیرے میں پڑھنا افضل ہے بمقابلہ عکس کے۔

فجر کی دو رکعت سنت کی تاکید اور فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فجر کی دو رکعت نماز کو مت چھوڑو اگرچہ گھوڑے تمہیں روند ڈالیں۔ (ابوداؤد صفحہ۱۷۹، احمد، طحاوی صفحہ۱۷۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح کی دو رکعت (سنت) دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ (طحاوی صفحہ۱۷۷)

فائدہ: ان جیسی تاکیدی روایتوں کے پیش نظر محدثین عظام فقہاء کرام نے اس سنت کو موکدہ اور لازم قرار دیا ہے۔ اسی وجہ سے احناف نے اسے جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد بھی آخری تشہد کے ملنے پر پڑھنا جائز قرار دیا ہے بخلاف اور سنتوں کے کہ جماعت کھڑی ہو جانے پر اسے ترک کرنے کو کہا ہے۔ اسی وجہ سے اہل ظاہر اور حسن بصری اس کے وجوب کے قائل ہیں۔ (نیل الاوطار جلد۳ صفحہ۲۰)

فجر کی دو رکعت سنت میں کیا پڑھتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی سنت میں "قل یا ایھا الکفرون" اور "قل ھو اللہ احد" پڑھا۔ (مسلم صفحہ۲۵۱، ابوداؤد صفحہ۱۷۸، ابن ماجہ صفحہ۸۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "قل ھو اللہ احد" ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔ سورہ کافرون ایک چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کو فجر کی دو رکعت میں پڑھتے تھے۔ (طبرانی کبیر، ترغیب جلد۱ صفحہ۳۹۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعت میں "قل یا ایھا الکفرون قل ھو اللہ احد" پڑھتے۔ (دارمی صفحہ۳۳۶، ابن ماجہ صفحہ۸۰، مطالب عالیہ صفحہ۱۴۹)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی سنت میں "قل یا ایھا الکفرون" اور

"قل ھو اﷲ احد" پڑھتے۔ (کشف الاستار)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ میں نے ایک ماہ تک آپ کو دیکھا کہ فجر کی دو رکعت (سنت) میں "قل یا ایھاالکفرون" اور "قل ھو اللّٰہ احد" پڑھتے تھے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۸۰)

فَائِدَہ: بکثرت روایتوں میں آپ کا یہ معمول منقول ہے کہ صبح کی دو رکعت آپ ہلکی پڑھتے اور اس میں یہ چھوٹی دو سورت پڑھتے چنانچہ ان دونوں سورتوں کا پڑھنا فجر کی سنت میں مستحب ہے۔ البتہ حضرت امام اعظم کے نزدیک اس بات کی بھی اجازت ہے بلکہ مستحب ہے کہ طویل قرأت کرے۔ (کذا فی الطحاوی صفحہ ۱۷۷)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فجر کی دو رکعت میں سے اول میں "قولوا آمنا باللہ وما انزل الینا" اور دوسری رکعت میں "اشھدوا بانا مسلمون" پڑھا (یعنی تعالوا الی کلمۃ) سے۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۵۱)

ابن خزیمہ سے بھی روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے صبح کی دو رکعت (سنت) میں یہ پڑھا۔

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فجر کی دو رکعت سنت میں سے اول میں "امن الرسول" سے ختم سورہ تک اور دوسری میں "قل یا اھل الکتب" سے "الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم" پڑھتے امام مسلم نے اپنی روایت میں "امن الرسول" کے بجائے "قولوا امنا باللّٰہ" ذکر کیا ہے۔

(مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۱۴۹)

فَائِدَہ: آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فجر کی دو رکعت سنت میں:

1. اکثر "قل یا ایھا الکفرون" اور "قل ھو اللّٰہ احد" پڑھتے۔ اسی پر بیشتر صحابہ کرام کا بھی عمل تھا۔
2. کبھی "قولو امنا" اور "قل یا اھل کتب" کی آیت پڑھتے۔
3. کبھی طویل قرأت بھی فرماتے (کذا فی ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۴۴)

غالبًا یہ طویل قرأت اس وقت ادا فرماتے جب رات کی نماز میں کسی وجہ سے طول نہ فرماتے۔

عموماً فجر کی سنت بہت ہلکی پڑھتے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فجر کی دو رکعت سنت میں اتنی ہلکی قرأت کرتے کہ میں کہتی کہ شاید سورہ فاتحہ بھی پڑھی کہ نہیں۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۵۶، مسلم صفحہ ۲۵۰، ابوداؤد صفحہ ۱۷۸)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب صبح کی اذان سنتے تو ہلکی دو رکعت نماز پڑھتے۔ (بخاری صفحہ ۱۵۶، مسلم صفحہ ۲۵۰)

حضرت حفصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ فجر کے بعد آپ ﷺ بہت مختصر دو رکعت نماز پڑھتے۔

(بخاری صفحہ ۱۵۷، مسلم صفحہ ۲۵۰)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ فجر کی یہ دو رکعت سنت آپ ہلکی اور مختصر پڑھتے۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ رات میں طویل نماز پڑھتے لمبی لمبی قرأت فرماتے۔ امام مالک نے تو اسے اتنا مختصر سمجھا کہ صرف سورہ فاتحہ ہی پر اکتفاء مسنون قرار دے دیا۔ (طحاوی صفحہ ۱۷۵، نیل الاوطار صفحہ)

البتہ آپ ﷺ کبھی طویل قرأت بھی فرماتے۔

کبھی یہ دو رکعت طویل ادا فرماتے

حضرت سعید بن جبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ذکر کرتے ہیں کہ آپ ﷺ فجر کی دو رکعت میں طویل قرأت فرماتے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۴۴)

مجاہد کہتے ہیں کہ کوئی حرج (یعنی خلاف سنت نہیں کہ) فجر کی دو رکعت میں طویل قرأت کرے۔

(ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۴۴)

حسن بن زیاد کہتے ہیں امام اعظم رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی بسا اوقات اس دو رکعت میں قرآن کا دو حصہ پڑھ لیا کرتے تھے۔

امام طحاوی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک طول قرأت بہتر ہے مختصر قرأت سے۔ (طحاوی صفحہ ۱۷۷)

بخلاف جمہور علماء کے نزدیک چھوٹی سورہ قل ہو اللہ اور کافرون افضل ہے، طویل قرأت کی تاویل میں علامہ انور شاہ کشمیری کا قول ہے۔ کوئی تہجد کا عادی ہو اور کسی روز تہجد چھوٹ جائے تو اس کی تلافی فجر کی سنتوں میں تطویل قرأت سے کرے۔ (درس ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۸۱)

فجر کی دو رکعت سنت کے بعد کیا دعا پڑھتے تب مسجد جاتے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ فجر کی قبل دو رکعت کے بعد یہ دعا پڑھتے پھر مسجد تشریف لے جاتے۔

"اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَرَبَّ اِسْرَافِيْلَ وَرَبَّ مُحَمَّدٍ اَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ"

(مجمع جلد ۱ صفحہ ۲۱۹)

آپ ﷺ سے فجر کی سنت کے بعد دو دعائیں منقول ہیں۔ ایک یہ جو مختصر ہے۔ دوسری ایک طویل دعا بھی منقول ہے جو سنن ترمذی صفحہ پر درج ہے۔ دیکھئے عاجز کی تالیف الدعاء المسنون۔

صلوٰۃ الزوال

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب نصف نہار ہو جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے باغیچوں میں سے کسی باغیچہ میں چلے جاتے اور چار رکعت نماز ایک ہی سلام سے پڑھتے۔(طبرانی کبیر، نیل صفحہ ۶۷)

روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زوال شمس کے بعد فوراً چار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ جو ظہر کے علاوہ ہوتی تھی چنانچہ بعض حضرات اسے صلوٰۃ زوال سے موسوم کرتے ہیں علامہ شعرانی بھی صلوٰۃ زوال کے قائل ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زوال کے بعد چار رکعت پڑھتے۔ چنانچہ کشف الغمہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ذکر کرتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا زوال سے قبل (ضحیٰ چاشت) کی چار رکعت پڑھتے تھے۔ پھر زوال کے بعد چار رکعت پڑھتے تھے۔ پھر ظہر کی سنت ادا فرماتے تھے۔
(کشف الغمہ صفحہ ۱۱۹)

علامہ شوکانی نے اسے مشروع تسلیم کیا ہے اور وہ اس کے استحباب کے بھی قائل ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

"وفيه دليل على استحباب اربع ركعات اذ زالت الشمس قال العراقي وفي غير الاربع التي هي سنة الظهر قبلها". (نیل الاوطار صفحہ ۷۶)

علامہ شوکانی نے بیان کیا کہ نماز زوال کے استحباب پر امام غزالی کا قول ہے جسے انہوں نے کتاب الاوراد میں ذکر کیا ہے۔

صلوٰۃ زوال کی فضیلت

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سورج ڈھلتے ہوئے وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھے اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ یا ایسا ہوتا ہے جیسے کہ اس کی ماں نے جنا ہو۔ (کنز العمال صفحہ ۱۲۷)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مستحب سمجھتے تھے کہ زوال شمس کے بعد جب کہ سورج ڈھل جائے چار رکعت پڑھیں اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ اے اللہ کے رسول ہم آپ کو دیکھتے ہیں کہ آپ اس وقت نماز پڑھنا پسند فرماتے ہیں آپ نے فرمایا اس وقت آسمان کے دروازے کھلتے ہیں اور خدائے پاک مخلوق کو دیکھتے ہیں کہ وہ نماز کی حالت میں ہیں اس نماز پر حضرت آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام بھی مداومت فرماتے تھے۔ (کنز العمال صفحہ ۲۰۶)

محدثین کے نزدیک بھی یہ صلوٰۃ الزوال ہے جو ظہر کے قبل سنت کے علاوہ ہے۔ چنانچہ امام ترمذی نے سنن رواتب کے ذیل میں باب قائم کیا ہے۔ اور پھر اس کے بعد "الصلوٰۃ عند الزوال" قائم کیا ہے اور سائب کی یہ

حدیث پیش کی ہے.......... محدث صاحب کنز العمال نے بھی صلوٰۃ فی الزوال کے نام سے دو مقام پر باب قائم کیا ہے۔ اور ثوبان کی اس روایت سے استدلال کیا ہے...... جو اوپر بیان کی گئی ہے پس معلوم ہوا کہ صلوٰۃ الزوال مستقل نماز ہے جو ظہر کی قبلیہ سنت کے علاوہ ہے جو صوفیا اور مشائخ کے یہاں معمول بہ بھی ہے۔

فرض ظہر سے پہلے چار رکعت سنت ادا فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل چار رکعت ترک نہ فرماتے۔

(بخاری صفحہ ۱۵۷، دارمی صفحہ ۳۳۵، نسائی صفحہ ۲۵۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل چار رکعت میرے کمرہ میں ادا فرماتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۷۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھتے اور عصر سے پہلے دو رکعت پڑھتے ان دونوں کو ترک نہ فرماتے۔ (ابن خزیمہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۳)

قابوس کے والد نے ان کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیجا تاکہ وہ یہ پوچھیں کہ کون سی نماز کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دواماً پڑھنا پسند کرتے تھے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا ظہر سے قبل چار رکعت جس میں طویل قیام فرماتے اس میں رکوع و سجود بہت اچھی طرح ادا فرماتے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۸۰)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل چار رکعت پڑھا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ اور ابن عمر وغیرہ کی روایت میں دو رکعت کا بھی ذکر ہے۔ جسے شوافع نے اختیار کیا۔

(مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۱۵۰، ابن ابی شیبہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں باتیں ثابت ہیں البتہ چار رکعتوں کی روایت زیادہ ہیں اور دو رکعتوں کی کم لہٰذا دونوں طریقے ثابت ہیں۔ (درس ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۹۳)

ظہر سے قبل چار رکعت ایک سلام سے سنت ہے

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب سورج ڈھل جاتا تو آپ ظہر سے قبل چار رکعت نماز ایک سلام سے پڑھتے۔ اور فرماتے سورج ڈھلنے کے بعد آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

(ابن ماجہ صفحہ ۸۰، ابوداؤد صفحہ ۱۸۰، مسند احمد)

بیہقی نے بیان کیا کہ اس روایت میں ہے کہ سلام آخر میں فرماتے یعنی ایک ہی سلام سے پڑھتے۔

(سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۴۸۸)

اسی وجہ سے سنت ہے کہ ایک سلام سے پڑھے اگر دو، دو رکعت کر کے پڑھے گا تو سنت اور اس نماز کا مذکور ثواب حاصل نہ ہوگا۔ ہدایہ میں ہے کہ چار رکعت ایک ہی سلام سے پڑھے۔ علامہ عینی نے بنایہ میں فتح القدیر میں ابن ہمام نے ذکر کیا ہے کہ ایک ہی سلام سے پڑھے۔ (بنایہ صفحہ ۵۳۵، فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۴۴۳)

اسی طرح عنایہ میں ہے چار رکعت ایک سلام سے ہے۔

ظہر کی چار رکعت تہجد کے مثل

حضرت عبدالرحمٰن بن حمید کی روایت عن ابیہ عن جدہ میں ہے کہ زوال کے بعد کی نماز تہجد کی طرح ہے۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۲۲۱)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ظہر سے قبل چار رکعت پڑھ لی اس نے گویا رات میں تہجد پڑھ لی۔

حضرت مسروق کہتے ہیں کہ رات کی تہجد کی نماز کی طرح کوئی نماز نہیں سوائے ظہر کی چار رکعت نماز کے۔ اس کی دن کی نمازوں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسے جماعت کی فضیلت تنہا پر۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۲۲۱)

خاندان اسماعیل کے چار غلام کی آزادی کے برابر ثواب

حضرت صفوان نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جس نے ظہر سے قبل چار رکعت پڑھی اس نے گویا خاندان اسماعیل کے چار غلام کو آزاد کیا۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۲۲۰)

فائدہ: خاندان نبوت کا کوئی فرد اگر غلام ہو جائے تو اس کی آزادی کا بڑا ثواب تھا اسی اہمیت کے پیش نظر آپ نے اس کو مثالاً بیان کیا۔

زوال کے بعد دعا کی قبولیت کا وقت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ جو میری امت میں سے یہ (ظہر سے قبل چار رکعت نماز) پڑھے گا۔ اس نے گویا رات بھر عبادت کی اس وقت آسمان کے دروازے کھلتے ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۲۲۰)

فائدہ: ظہر سے قبل زوال کے بعد چار رکعت کی احادیث میں بڑی فضیلت آئی ہے۔ جیسا کہ ماقبل کی حادیث سے معلوم ہوا۔ یہ فضیلت اس وقت ہے جب کہ ظہر کی فرض سے پہلے پڑھی جائے ظہر کے بعد پڑھنے سے مذکورہ فضیلت حاصل نہ ہوگی۔ عموماً لوگ ظہر سے قبل اس وقت کو تغافل اور تکاسل کی وجہ سے چھوڑ دیتے ہیں س لئے اس کا اہتمام کیا جائے جماعت سے پہلے اس کے پڑھ لینے کی کوشش کی جائے۔ چونکہ اس کی بہت نضیلت ہے اس لئے شیطان کا حملہ اس وقت خاص طور پر ہوتا ہے کہ یہ وقت نکل جائے اور یہ فضیلت حاصل نہ

کر سکے۔

ظہر سے پہلے چار رکعت سنت نہ پڑھتے تو بعد میں پڑھتے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ظہر سے قبل چار رکعت نہ پڑھتے تو بعد میں پڑھتے۔ (ترمذی صفحہ ۹۷)

فائدہ: ظہر کی سنت جو فرض سے پہلے پڑھی جاتی ہے سنن راتبہ میں سے ہے۔ جو احناف اور دیگر حضرات کے نزدیک سنت موکدہ ہے اس کی بڑی فضیلت اور اہمیت ہے اسی وجہ سے کبھی اتفاقاً پہلے نہیں پڑھ پاتے تو اسے بعد میں ادا فرماتے۔ اس کے بعد میں ادا کرنے پر علماء کا اتفاق ہے۔ (اعلاء السنن صفحہ ۱۲۰)

اگرچہ اس کا مخصوص ثواب تو ظہر سے پہلے ہی پڑھنے میں ہے۔ اس لئے اس کا خیال کیا جائے کہ ظہر کی جماعت سے پہلے اس سے فارغ ہو جائے۔

ظہر کی چھوٹی چار رکعت دو رکعت سنت کے بعد پڑھتے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے جب ظہر سے قبل کی چار رکعت چھوٹ جاتی تو اسے دو رکعت سنت کے بعد پڑھتے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۸۰)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ آپ ظہر کی چار رکعت دو رکعت سنت کے بعد ادا فرماتے۔ تا کہ اس دو رکعت کی سنت فرض کے متصل رہے، چونکہ ان سنتوں کی اصل یہ ہے کہ فرائض سے ملی ہوئی ہوں بیچ میں کسی بھی عبادت ذکر و تلاوت کا فصل نہ ہو کہ یہ مکروہ خلاف سنت ہے قاعدہ ہے "**والاصل فی الراتبة البعدية اتصالها بالمكتوبة**". (اعلاء السنن صفحہ ۱۲۰)

ارباب حدیث بھی اسی کے قائل ہیں کہ دو رکعت کے بعد ادا کرے۔ (تحفہ جلد ۱ صفحہ ۳۲۸، نیل الاوطار صفحہ)

فقہا احناف میں سے بیشتر حضرات اسی کے قائل ہیں کہ اول دو رکعت سنت پڑھے پھر چار رکعت پڑھے۔ فتح القدیر نے اسی کو راجح قرار دیا ہے۔ مبسوط شیخ الاسلام میں اسی کو راجح حدیث عائشہ کی وجہ سے قرار دیا ہے۔ امام ابوحنیفہ کا پہلا قول یہی ہے۔ جیسا کہ قاضی خاں نے بیان کیا یہی قول مفتی بہ ہے۔ (درس ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۹۴)

اس کے خلاف امام محمد اسے دو رکعت سے قبل مانتے ہیں۔ اصحاب متون بھی اسی کے قائل ہیں۔

(اعلاء السنن جلد ۱ صفحہ ۱۲۰، الشامی)

ظہر سے قبل کی چار رکعت سے جہنم حرام

حضرت ام حبیبہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهَا سے مروی ہے کہ جو شخص ظہر سے پہلے چار رکعت اور ظہر کے بعد چار رکعت پڑھے گا جہنم اس پر حرام کر دی جائے گی۔ (نسائی صفحہ ۲۵۷)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ جس نے ظہر سے قبل چار رکعت اور ظہر کے بعد چار رکعت پر ہمیشگی سے عمل کیا اس پر اللہ پاک جہنم حرام کردے گا۔ (نسائی صفحہ ۲۵۸)

فائدہ: بڑی اہم فضیلت ہے کہ جو ظہر سے قبل چار رکعت اور بعد میں چار رکعت دو سنت اور دو نفل پر مداومت کرے گا اس پر جہنم حرام ہو جائے گی اس فضیلت سے اکثر لوگ محروم نظر آتے ہیں کہ عموماً دو رکعت سنت ہی پڑھنے پر اکتفا کر لیتے ہیں۔ اور نفل خواہ بیٹھ کر خواہ کھڑے ہو کر نہیں پڑھتے۔ عوام سے زیادہ خواص اہل علم کا طبقہ اس میں زیادہ گرفتا ہے بڑی محرومی کی بات ہے۔ اس نفل کا اہتمام کرنا چاہئے۔

ظہر کی چار رکعت سے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں

حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ظہر سے پہلے چار رکعت جس میں (وسط میں) سلام نہیں ہے۔ آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۸۰)

حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کیا تو آپ کو دیکھا کہ ظہر سے قبل ہمیشہ چار رکعت پڑھتے ہیں تو آپ نے کہا کہ جب سورج ڈھل جاتا ہے تو آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں پھر کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا یہاں تک کہ ظہر پڑھ لی جاتی ہے پس میں چاہتا ہوں کہ اس وقت میری بھلائی اوپر جائے۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۲۱۹)

گزشتہ انبیاء کی سنت ہے

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ وہ نماز ہے جس پر مداومت حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام نے کی ہے۔
(مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۲۱۹)

عصر سے قبل چار رکعت پر رحمت خدا کی دعا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر رحمت خدا کی دعا فرمائی ہے جو عصر سے پہلے چار رکعت پڑھے۔ (ترمذی صفحہ ۹۸، صحیح ابن خزیمہ صفحہ ۲۰۹، ابوداؤد صفحہ ۱۸۰، سنن کبریٰ صفحہ ۴۷۳)

ہمیشگی پر یقینی مغفرت کا وعدہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہماری امت میں سے جو شخص عصر سے پہلے چار رکعت پر مداومت پابندی اختیار کرے گا وہ زمین پر یقینی طور پر مغفور ہو کر پالے گا۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۲۲)

فائدہ: عصر سے پہلے جو چار رکعت ہمیشہ پڑھنے کی عادت ڈالے گا اور شاذ نادر کبھی ناغہ نہ ہو تو اس کی برکت

سے اس کے مرنے سے قبل مغفرت ہو جائے گی اور وہ زمین پر چلتا پھرتا رہے گا اور اس کی مغفرت ہو چکی ہوگی۔
فائدہ: ظہر کے بعد دو رکعت پڑھتے۔

ظہر کے بعد دو رکعت سنت پڑھتے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل چار رکعت اور ظہر کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے۔ (ترمذی صفحہ ۹۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل دو رکعت اور ظہر کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے۔ (ترمذی صفحہ ۹۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھتے ہمارے گھر میں پھر لوگوں کو نماز پڑھاتے۔ پھر گھر واپس تشریف لاتے اور دو رکعت نماز پڑھتے۔
(صحیح ابن خزیمہ صفحہ ۲۰۸، سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۴۷)

فائدہ: ظہر کے بعد چار رکعت پڑھنے کی وجہ سے جہنم حرام ہو جائے گی۔

ظہر کے بعد چار رکعت پڑھنے کی وجہ سے جہنم حرام

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ جو ظہر سے پہلے چار رکعت اور ظہر کے بعد چار رکعت پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر جہنم حرام کر دے گا۔ (ترمذی صفحہ ۹۷، فتح القدیر صفحہ ۴۴۳)
فائدہ: ظہر کے بعد دو رکعت تو سنت موکدہ ہے اور دو رکعت غیر موکدہ ہے۔ دونوں ملا کر چار رکعت پڑھنے کی بڑی فضیلت ہے جہنم سے محفوظ ہونے کی بشارت ہے۔ فتح القدیر میں ہے کہ مشائخ نے چار رکعت پڑھنا مستحب قرار دیا ہے۔ (جلد ۱ صفحہ ۴۴۳)
فائدہ: افسوس کہ آج دو ہی رکعت پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ جو اس فضیلت سے محرومی کا باعث ہے۔

عصر سے قبل چار رکعت پڑھتے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصر سے قبل چار رکعت پڑھتے اور سلام سے فصل فرماتے۔ اور یہ سلام ملائکہ مقربین اور مسلمانوں اور مؤمنین پر کرتے جو ان کے متبعین ہیں۔
فائدہ: سلام سے مراد تشہد کا سلام ہے یعنی دو رکعت پر تشہد پڑھتے اور ایک سلام سے پڑھتے۔ (ترمذی صفحہ ۹۸)
عاصم بن ضمرہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی (سنت) نماز کے بارے میں معلوم کیا تو انہوں نے آپ کی نماز (سنت) کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ظہر سے پہلے چار رکعت ظہر کے

حد دو اور عصر سے قبل چار رکعت پڑھتے تھے۔ (سنن کبریٰ جلد۲ صفحہ۴۷۳)

فقہاء نے بھی اسی وجہ سے عصر سے پہلے چار رکعت کو مستحب قرار دیا ہے۔ (کذا فی الشامی)

کبھی عصر سے قبل دو رکعت بھی پڑھتے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصر سے پہلے دو رکعت پڑھتے۔

(ابوداؤد صفحہ ۱۸۰)

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصر سے قبل دو رکعت نماز پڑھتے۔

(مجمع جلد۲ صفحہ۲۲۱)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عصر سے پہلے دونوں عمل چار رکعت، دو رکعت منقول ہے۔ حسب سہولت و موقعہ س پر چاہے عمل کرے۔ البتہ چار رکعت کی زیادہ فضیلت ہے۔

عصر سے قبل چار رکعت کی پابندی پر جنت میں گھر

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عصر سے پہلے چار رکعت پر ہمیشگی لرے۔ اللہ پاک اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔ (مجمع جلد۲ صفحہ۲۲۲)

بدن پر جہنم حرام

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عصر سے قبل چار رکعت پڑھے گا ں کے بدن پر خدا نار دوزخ کو حرام کردے گا۔ (مجمع جلد۲ صفحہ۲۲۲)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جہنم اسے نہ چھوئے گی۔ (مجمع جلد۲ صفحہ۲۲۲)

مغرب کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں شمار نہیں کرسکتا کہ کتنی مرتبہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یکھا مغرب کے بعد دو رکعت فجر سے پہلے دو رکعت پڑھتے۔ جس میں **قل یا ایہا الکفرون** اور **قل ھو اللہ** تد پڑھتے۔ (ترمذی صفحہ ۹۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کے بعد کی دو رکعت میں اس رطویل قرأت کرتے کہ تمام مسجد والے چلے جاتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۸۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی دو رکعت ھر میں پڑھی۔ (صحیح ابن خزیمہ صفحہ ۲۰۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کے بعد دو رکعت گھر میں پڑھتے تھے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۴۷۷)

علامہ ابن قیم نے ذکر کیا ہے کہ اس میں دو سنت ہیں۔

1. سنت اور فرض کے درمیان کوئی کلام نہ کرے۔
2. گھر میں پڑھے کہ آپ نے اس سنت کے متعلق خصوصیت کے ساتھ گھر میں تاکید فرمائی۔

(ابن قیم جلد ا صفحہ ۳۱۳)

مغرب کے بعد دو رکعت اکثر گھر میں پڑھتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کے بعد دو رکعت نماز آپ کے گھر میں پڑھی۔ (ترمذی صفحہ ۹۸)

حضرت کعب بن عجرہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد بنی عبدالاشہل میں تشریف لائے اور مغرب کی نماز پڑھی جب نماز ہوگئی تو آپ نے لوگوں کو سنت و نفل پڑھتے ہوئے مسجد میں دیکھا تو آپ نے فرمایا یہ نمازیں گھر میں پڑھو۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۸۴، ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۴۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب (مسجد میں) پڑھتے پھر گھر میرے واپس تشریف لاتے اور دو رکعت نماز پڑھتے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۸۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کے بعد کی دو رکعت اپنے کمرہ میں پڑھتے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۶)

حضرت میمون نے بیان کیا کہ حضرات صحابہ ان دو رکعتوں کو گھر میں پڑھنا بہتر سمجھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۱)

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ اکثر بلکہ دواماً آپ نفل خصوصاً مغرب کی سنت گھر میں پڑھتے تھے۔ اسی وجہ سے علماء کی ایک جماعت نے مغرب کی سنت بلکہ نوافل لیل مسجد میں خلاف اولیٰ مکروہ قرار دیا ہے ابن قیم لکھتے ہیں کہ آپ مغرب کی سنت خاص کر کے گھر ہی میں پڑھا کرتے تھے۔ حنابلہ اسے گھر میں سنت قرار دیتے ہیں۔ سائب بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے عہد فاروقی میں دیکھا کہ نماز کے بعد مسجد میں کوئی نہ رہتا سنت کے لئے گھر چلے جاتے امام مروزی تو اس سنت کو مسجد میں پڑھنا گناہ قرار دیتے ہیں۔ یہی قول ابوثور کا ہے۔ اس کے برخلاف جمہور جس میں ابن قیم بھی ہیں مسجد میں بھی جائز قرار دیتے ہیں۔ (زادالمعاد جلد ا صفحہ ۳۱۳)

ابن ابی لیلیٰ نے تو کہہ دیا کہ اگر اس سنت کو مسجد میں پڑھے گا تو ادا ہی نہ ہوگی۔ (مرعاۃ المفاتیح جلد ۲ صفحہ ۱۳۲)

کبھی مغرب کی سنت مسجد میں بھی پڑھ لیتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز مسجد میں پڑھی اس کے بعد وہی نماز پڑھنے لگے۔ (اور اتنی دیر تک پڑھتے رہے) کہ آپ کے علاوہ کوئی نہ رہا۔

(طحطاوی صفحہ ۲۰۱، قیام اللیل مروزی صفحہ ۸۵)

امام طحاوی نے اس روایت سے ثابت کیا ہے کہ فرائض کے سنن ونوافل مسجد میں مکروہ نہیں جیسا کہ بعض حضرات کی رائے ہے۔ چونکہ آپ کا کوئی فعل مکروہ نہیں ہوسکتا آپ کا مسجد میں پڑھنا جواز کی دلیل ہے لہٰذا سنت و نوافل کو مسجد میں بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ اور آج کل تو فرائض کے سنن ونوافل مسجد ہی میں پڑھنا چاہئے تاکہ ان کا پڑھنا عوام میں رائج اور باقی رہے اگر خواص مسجد کو چھوڑ کر گھر میں پڑھنے لگیں گے تو عوام یہ سمجھیں گے یہ فرائض کے سنن ونوافل نہیں ہیں یا ان کی اہمیت جاتی رہے گی اور تغافل کا شکار ہو جائیں گے۔

"اوابین"

مغرب کے بعد چھ رکعت نفل کی فضیلت بارہ سال کی عبادت کے برابر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مغرب کے بعد چھ رکعت پڑھے اور درمیان میں کوئی (دنیاوی گفتگو نہ کرے تو اسے بارہ سال کی عبادت کے برابر ثواب ملے گا۔

(ابن خزیمہ جلد ا صفحہ ۲۰۷، قیام اللیل صفحہ ۸۷، ترمذی صفحہ ۹۸، ابن ماجہ صفحہ ۸۱)

محمد بن عمار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ مغرب کے بعد چھ رکعت پڑھتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا میں نے اپنے محبوب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کے بعد چھ رکعت پڑھتے دیکھا ہے۔ اور آپ نے فرمایا جو مغرب کے بعد چھ رکعت پڑھے گا اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے گو وہ سمندر کے جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۳۰، نیل الاوطار صفحہ ۵۵)

پچاس سال کے گناہ معاف

حضرت سالم نے اپنے والد (عبداللہ بن عمر) سے نقل کیا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مغرب کے بعد چھ رکعت پڑھی گفتگو سے قبل تو اس کے پچاس سال کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

(قیام اللیل صفحہ ۸۷، نیل الاوطار صفحہ ۵۵)

مغرب کے بعد بیس رکعت

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مغرب کے بعد بیس رکعت پڑھے

گا خدا اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔ (ترمذی صفحہ ۹۸)

فَائِدَہ: مغرب کے بعد چھ رکعت نفل پر بارہ سال کی عبادت کی روایت کو امام ترمذی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ گو امام ترمذی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ مگر محدث ابن خزیمہ نے بھی اس کی تخریج کی ہے اور ابن خزیمہ کی روایت کو علامہ سیوطی نے صحیح قرار دیا ہے پس یہ حدیث صحیح ہوئی ضعیف ہونے کے اعتبار سے بھی باب الفضائل میں یہ معتبر ہوگی سلف صالحین کا اس پر عمل رہا ہے۔ یہ تعامل کی دلیل ہے کہ اس کی اصل ہے اور بلاشبہ اس پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ ہر دور میں اہل علم مشائخ نے ان نوافل کا اہتمام کیا ہے لہٰذا ضعیف کے بہانے اسے ترک کرنا صحیح نہیں۔

چھ رکعت پڑھنے کی تفصیل

محدثین وفقہاء نے ان چھ رکعتوں کے متعلق بیان کیا ہے کہ تین رکعت فرض پڑھنے کے بعد چھ رکعت پڑھے یا چار رکعت نفل پڑھے اور سنت موکدہ کو اس چھ میں شامل کرے۔ پھر چھ رکعت یا تو ایک سلام سے پڑھے یا دو، دو رکعت کر کے پڑھے بہتر یہ ہے کہ دو، دو رکعت پڑھے چونکہ آپ ﷺ سے رات کی نماز دو دو رکعت منقول ہے۔

مغرب کے بعد چار رکعت پڑھنے کی فضیلت

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص مغرب کے بعد گفتگو کرنے سے پہلے (یعنی سنت کے بعد مثلاً چار رکعت نماز پڑھے گا اس کا مرتبہ علیین میں بلند کیا جائے گا اور اس شخص کے مانند ہوگا جس نے مسجد اقصیٰ میں شب قدر پائی ہو اور یہ نصف شب کی عبادت سے بہتر ہے۔

(اتحاف السادہ جلد ۳ صفحہ ۳۷۱)

حضرت ابن عمر سے منقول ہے کہ جو مغرب کے بعد چار رکعت پر مداومت کرے گا اسے جہاد کے بعد جہاد کا ثواب ملے گا۔ (قیام اللیل صفحہ ۸۸، اتحاف السادہ صفحہ ۱۱)

آپ ﷺ مغرب کے بعد چار رکعت پڑھتے تھے

معن بن عبدالرحمٰن نے ذکر کیا کہ حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ مغرب اور عشاء کے درمیان چار رکعت پڑھتے تھے اور یہ کہتے۔ تھے کہ نبی پاک ﷺ اسے پڑھتے تھے۔ (قیام اللیل صفحہ ۸۸، نیل الاوطار صفحہ ۵۵)

ابو معمر نے ذکر کیا کہ (حضرات صحابہ وتابعین) مغرب کے بعد چار رکعت پڑھنا مستحب قرار دیتے تھے۔

(قیام اللیل صفحہ ۸۸)

اسود کہتے ہیں کہ جب بھی میں حضرت ابن مسعود کے پاس آیا تو اس وقت (مغرب کے بعد) چار رکعت پڑھتے پایا۔ (قیام اللیل)

نماز اوابین کیا ہے

محمد بن منکدر کہتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا جو مغرب و عشاء کے درمیان نماز پڑھے وہ نماز اوابین ہے۔

حضرت عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ مغرب اور عشاء کے درمیان جو خلوت میں نماز پڑھی جائے۔ وہ اوابین ہے۔ (قیام اللیل صفحہ ۸۸)

فَائِدَہ: آپ ﷺ سے مغرب کے بعد دو، چار، چھ رکعت پڑھنا منقول ہے۔ بعض روایت میں مغرب کے بعد کافی دیر تک بھی پڑھنا منقول ہے۔ آپ ﷺ یہ چار رکعت دو سنت موکدہ کے علاوہ پڑھتے تھے۔
یہ بھی احتمال ہے کہ دو سنت کے بعد دو رکعت اور پڑھتے ہوں گے جسے نفل کہا جاتا ہے اسی کا اعتبار کرتے ہوئے فقہاء نے مغرب کے بعد چار رکعت، دو سنت اور دو نفل شروع قرار دیا ہے۔ اس کا یہی ماخذ ہے۔
خیال رہے کہ اوابین کا اطلاق جس طرح مغرب کے بعد کی نماز پر ہے اسی طرح حدیث پاک میں چاشت کی نماز کو بھی اوابین کہا گیا ہے۔

مغرب کے بعد بکثرت آپ ﷺ نوافل پڑھتے

حضرت حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ میں نے نبی پاک ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی جب نماز ہوگئی تو آپ کھڑے ہوئے اور (نفل) نماز پڑھنے لگے اور آپ نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ عشاء کی نماز پڑھ کر نکلے۔ (ترمذی، احمد، نیل الاوطار جلد ۳ صفحہ ۵۴)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ (بسا اوقات) آپ ﷺ مغرب کے بعد دو رکعت پڑھتے اور طویل قرأت کرتے یہاں تک کہ تمام اہل مسجد (جو مسجد میں نماز کے بعد ذکر وغیرہ میں مشغول ہوتے) چلے جاتے۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۲۳۰)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ بسا اوقات مغرب پڑھ کر نفل پڑھتے رہے یہاں تک کہ عشاء کی اذان ہو جاتی۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۱۲)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قول "ان ناشئة الليل" (جو سورہ مزمل میں رات کی نماز پڑھنے والوں کی تعریف میں ہے) سے مراد مغرب و عشاء کے درمیان کی نماز مراد ہے۔ چنانچہ آپ

ﷺ مغرب وعشاء کے درمیان نماز پڑھا کرتے تھے۔ (نیل الاوطار جلد ۳ صفحہ ۵۴)

حضرات صحابہ کا مغرب وعشاء کے درمیان نوافل کا اہتمام

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام کی ایک جماعت مغرب وعشاء کے درمیان نماز پڑھا کرتی تھی اس پر "تتجا فی جنوبهن عن المضاجع" آیت نازل ہوئی۔ (نیل جلد ۳ صفحہ ۵۴)

اسی طرح حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آیت کریمہ "**کانو قلیلاً من اللیل ما یھجعون**" ان صحابہ کرام کے بارے میں نازل ہوئی جو مغرب وعشاء کے درمیان نماز پڑھا کرتے تھے۔

ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مغرب اور عشاء کے درمیان نوافل پڑھا کرتے تھے اور فرماتے یہی "ناشئة اللیل" (رات کی وہ نماز ہے جس کا ذکر سورہ مزمل میں ہے) ہے۔

حضرت سفیان ثوری نے بیان کیا کہ "من اھل الکتب امة قائمة یتلون ایات اللّٰہ اناء اللیل وھم یسجدون" اہل کتاب میں ایک ایسی جماعت ہے جو پوری رات قرآن کی آیتیں پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کے متعلق ہے جو مغرب وعشاء کے درمیان نوافل پڑھا کرتی تھی۔ اسے اوابین سے بھی موسوم کیا گیا ہے۔ ہمارے عرف اور ماحول میں مغرب کے بعد پڑھی جانے والی نوافل کو اوابین کہا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ حدیث پاک صلوٰۃ ضحیٰ چاشت کو بھی اوابین کہا گیا ہے کوئی حرج نہیں دونوں پر معناً اطلاق کیا جاسکتا ہے۔

مغرب وعشاء کے درمیان نوافل کی فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جس نے ظہر وعصر ومغرب و عشاء کے درمیان عبادت کی اس کی مغفرت کی جائے گی۔ اور دو فرشتہ اس کی شفاعت کریں گے۔

(ابوالشیخ، نیل صفحہ ۵۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور سوال کیا کہ فرض کے بعد کون سی نماز بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا، شروع رات میں نماز پڑھنا۔ (کنزالعمال جلد ۸ صفحہ ۲۰۷)

ابن شاہین نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔ جو شخص مغرب کی نماز پڑھے۔ پھر اس کے بعد دو رکعت نماز گفتگو سے پہلے پڑھے تو اسے اللہ پاک حظیرۃ القدس میں مقام دے گا اور اگر چار رکعت پڑھے گا تو اس نے گویا حج کے بعد حج کیا اور جس نے چھ پڑھا تو اس کے پچاس سال کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

ابان نے حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص مغرب کے بعد بارہ رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں چالیس مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھے۔ تو اس سے ملائکہ مصافحہ کریں گے اور جس سے فرشتے مصافحہ کریں گے ان کو پل صراط پر اور حساب اور میزان میں مامون محفوظ رکھا جائے گا۔ (یعنی خوف سے)۔

(اتحاف السادہ صفحہ ۳۷۱)

سعید بن جبیر کی ثوبان سے یہ روایت ہے کہ جو شخص (مغرب پڑھ کر) مغرب وعشاء کے درمیان مسجد میں معتکف رہے۔ اور سوائے نماز (دعا اور تلاوت قرآن ذکر وغیرہ) کے کوئی دیگر بات و امور نہ کرے۔ تو اللہ پاک پر حق ہے کہ اس کے لئے جنت میں دو محل بنائیں گے ایک محل کی مسافت سو سال ہوگی اور ان کے دو محلوں کے درمیان باغیچہ کا سلسلہ ہوگا کہ اس میں تمام دنیا والے سموجائیں۔

علامہ زبیدی نے اس کی شرح میں لکھا ہے۔ یہ ثواب چند شرطوں کے ساتھ ہے:

❶ مغرب کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی ہو۔

❷ جس مسجد میں جماعت ہوتی ہو وہاں پڑھی ہو گھر میں دوکان میں نہ پڑھی ہو۔

❸ مغرب کی نماز پڑھ کر اسی جگہ بیٹھ کر عبادت میں مشغول ہو گیا ہو۔ کسی دنیاوی اور لغو و بے کار امور میں نہ پڑا ہو۔ تب وہ اس ثواب کا حاصل کرنے والا ہوگا۔

ابن قیم نے بھی مغرب کے بعد سنتوں کے متعلق مستحب یہ لکھا ہے کہ وہ بات اور گفتگو سے قبل ہو۔

(اتحاف السادۃ جلد ۳ صفحہ ۳۷۲)

وہ تو نوافل کے علاوہ سنت مغرب کو اس قید سے مقید کرتے ہیں۔

عشاء سے پہلے چار یا دو رکعت فضیلۃً ثابت ہے

حضرت عبداللہ بن مغفل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ہر اذان اور اقامت کے درمیان نماز ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۸۲)

حضرت بریدہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ہر اذان و اقامت کے درمیان (نفل) نماز ہے سوائے مغرب کے۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۲۳۱، کنز العمال صفحہ ۷۷۸)

حضرت عبداللہ بن زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کوئی فرض نماز نہیں مگر یہ کہ اس کے قبل دو رکعت سنت ہے۔ (ابن حبان، نصب الرایہ، اعلاء السنن جلد ۷ صفحہ ۱۶)

فائدہ: احادیث پاک سے ہر نماز سے قبل نوافل اور سنت کا ثواب بلا شبہ ہو رہا ہے اور حضرت عبداللہ بن زبیر کی اس روایت سے دو رکعت عشاء کے قبل سنت ہونا ثابت ہے عشاء سے قبل جو چار رکعت نفل مشروع ہے یہ

دراصل امام صاحب کے اس اصل پر متفرع ہے کہ ان کے نزدیک دن ہو یا رات چار، چار رکعت ایک سلام سے افضل ہے۔ فتح القدیر میں ہے "وعند ابي حنيفة فيهما اربع أربع" (صفحہ ۴۴۹)

اسی اصول کے پیش نظر عشاء سے قبل چار رکعت مستحب یا نفل قرار دیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے احناف کی کتابوں میں عشاء سے قبل چار رکعت ذکر کیا جاتا ہے چنانچہ ہدایہ میں ہے "اربع قبل العشاء" (صفحہ ۴۴۱) کہ امام صاحب کے نزدیک نفل چار رکعت افضل ہے۔ (بنایہ صفحہ ۵۳۲)

محمد بن نصر نے قیام اللیل میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقطع روایت ذکر کی ہے کہ آپ ﷺ مغرب اور عشاء کے بعد چار رکعت پڑھتے تھے۔ (نیل الاوطار جلد ۳ صفحہ ۵۵)

سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ عشاء سے پہلے چار رکعت پڑھتے تھے۔ (قیام اللیل صفحہ ۸۸)

فائدہ: عشاء سے قبل سنت اور نفل کے سلسلے میں اس سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے ادھر آپ ﷺ سے دن میں چار رکعت اور شب میں بھی چار رکعت پڑھنا منقول ہے چنانچہ صحیحین کے حوالہ سے ہے کہ آپ ﷺ کی نماز تہجد کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ذکر کرتی ہیں کہ آپ چار رکعت پڑھتے تھے۔ اسی طرح چاشت دن میں چار رکعت پڑھتے تھے۔ (فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۴۵۰)

علامہ عینی نے البنایہ میں ذکر کیا ہے کہ عشاء سے پہلے چار رکعت پڑھنا حسن ہے۔ جیسے ظہر میں ذخیرہ میں ہے کہ عشاء سے قبل چار رکعت بہتر ہے۔ (بنایہ جلد ۲ صفحہ ۵۳۲)

قیاس اور مرتبہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے فرائض کی تعداد ما قبل کی سنتیں ہیں۔ چنانچہ فجر سے پہلے دو، ظہر سے پہلے چار، عصر سے پہلے چار، اسی طرح عشاء سے پہلے بھی چار رکعت ہے۔ اس لئے کہ عشاء چار رکعت ہے۔ اسی وجہ سے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ سے چار رکعت پڑھنا منقول ہے۔

عشاء کے بعد دو رکعت سنت پڑھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے آپ ﷺ عشاء کے بعد (فرض کے بعد) دو رکعت نماز پڑھتے۔ (ترمذی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ میں نے عشاء کے بعد کی دو رکعت آپ ﷺ کے ساتھ گھر میں پڑھی ہے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۲۰۸)

حضرت ابن عمر کی ایک روایت میں ہے آپ ﷺ عشا کے بعد دو رکعت پڑھتے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۲۰۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ عشاء کی نماز پڑھاتے پھر میرے گھر تشریف لاتے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ (صحیح ابن خزیمہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۹)

فائدہ: عشاء کے فرض کے بعد دو رکعت پڑھنا سنت موکدہ ہے۔ ابن ہمام نے ذکر کیا ہے کہ عشاء کے بعد دو رکعت تو سنت ہے اور چار رکعت پڑھنا افضل ہے۔ (فتح القدیر جلد ا صفحہ ۴۴۴)

علامہ عینی نے بیان کیا کہ روایت صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ نے ان دو سنتوں کو کبھی نہیں چھوڑا یہ سنن موکدہ میں ہے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۲۵۱)

عشاء کے بعد کبھی چار رکعت بھی پڑھتے

حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی جماعت پڑھائی پھر گھر تشریف لائے اور چار رکعت نماز پڑھی پھر سو گئے چونکہ وتر آپ تہجد کے بعد پڑھتے تھے۔

(سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۴۷۷، بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب عشاء پڑھ کر گھر تشریف لاتے تو چار رکعت یا چھ رکعت پڑھتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۴۷۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ چار تو پڑھتے تھے یا شک ہو گیا کہ چار پڑھی یا چھ پڑھی۔

عشاء کے بعد چار رکعت کی فضیلت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عشاء کے بعد چار رکعت شب قدر کی چار رکعت کی طرح ہے۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۲۳۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص عشاء کی نماز جماعت سے پڑھے پھر چار رکعت مسجد میں نکلنے سے پہلے چار رکعت پڑھ لے تو اس کا ثواب شب قدر کے مثل پائے گا۔

(مجمع صفحہ ۲۳۱)

فائدہ: یعنی عشاء کے بعد دو رکعت سنت اور دو رکعت نفل کی یہ فضیلت ہے اکثر لوگ اس نفل کو چھوڑ دیتے ہیں جس سے اس ثواب سے محرومی ہو جاتی ہے علامہ عینی نے عشاء کے بعد دو رکعت نفل اس طرح پڑھنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بروایت انس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عشاء کے بعد دو رکعت نماز پڑھے اس میں سورہ فاتحہ کے بعد بیس مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھے تو اس کے لئے جنت میں محل بنایا جائے گا۔ (عمدۃ جلد ۶ صفحہ ۲۵۱)

امام اعظم کے نزدیک چار رکعت ایک سلام سے افضل ہے۔ (فتح القدیر جلد ا صفحہ ۴۴۴)

سنن رواتب فرائض سے قبل اور بعد کی سنتوں کی فضیلت اور تاکید

بارہ رکعت سنت موکدہ پر جنت میں گھر

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دن میں (۲۴ گھنٹوں میں) بارہ

رکعت تطوع ادا کرے گا اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جائے گا۔

(ابوداؤد صفحہ ۱۷۸، نسائی صفحہ ۲۵۶، مسلم صفحہ ۲۵۱، ابن خزیمہ صفحہ ۲۰۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دن اور رات میں بارہ رکعت کا اہتمام کرے گا۔ جنت میں داخل ہوگا چار ظہر سے قبل دو ظہر کے بعد دو رکعت مغرب کے بعد عشاء کے بعد دو رکعت فجر سے قبل دو رکعت۔ (نسائی صفحہ ۲۵۶، ابن ماجہ)

فائدہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسی روایت کے اعتبار سے اور مزید دوسری روایت شامل کر کے اس امر کے قائل ہوئیں کہ بارہ رکعت یہ سنت موکدہ ہیں۔ ان کو اہتمام سے پڑھنا لازم ہے اسی روایت میں ظہر سے قبل چار رکعت ہے۔ اسی کو احناف نے اختیار کیا ہے اس کے برخلاف بعض دوسری صحیح روایت میں ظہر سے قبل دو رکعت بھی ہے جس کو شوافع نے اختیار کیا ہے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بارہ رکعت دن میں (سنتیں پڑھے گا) اس کے لئے خدائے پاک جنت میں گھر بنائیگا۔ چار رکعت ظہر سے قبل دو رکعت ظہر کے بعد دو رکعت عصر سے قبل دو رکعت مغرب کے بعد دو رکعت فجر سے قبل۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۲۰۵، نسائی صفحہ ۲۵۶، مشکوۃ)

فائدہ: بعض روایت میں بارہ رکعت کے بجائے دس کا بھی ذکر ہے۔

(کذافی البیہقی صفحہ، زادالمعاد صفحہ ۳۱۴، ابوداؤد صفحہ)

فائدہ: اس روایت میں عشاء کی دو رکعت کے بجائے عصر کی ہے دوسری متعدد روایتوں سے عشاء کا ثبوت ہے۔

حضرت عقبہ بن سفیان کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دن رات میں فرائض کے علاوہ بارہ رکعت سنتوں کو پڑھے گا اللہ پاک اس کے لئے جنت میں گھر میں بنائے گا۔ (نسائی صفحہ ۲۵۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دو دن میں بارہ رکعت (سنت) پڑھے گا۔ جنت میں اس کے لئے گھر بنایا جائے گا۔ (ابن ماجہ، نسائی صفحہ ۲۵۷)

یہ بارہ رکعت ملا علی قاری نے بیان کیا کہ سنت موکدہ ہے بعضوں نے واجب بھی قرار دیا ہے فقہاء احناف نے بھی ان کو سنت موکدہ کہا ہے۔ (کذافی الشامی صفحہ، فتح القدیر)

درمختار میں ہے کہ ان میں سب سے زیادہ اہم بالاتفاق فجر کی سنت پھر ظہر سے قبل کی چار رکعت اسی کو شراح ہدایہ نے ذکر کیا ہے اس کو فتح القدیر نے احسن قرار دیا ہے۔ (فتح القدیر صفحہ)

فرائض سے پہلے اور بعد کی سنتوں کو آپ گھر میں ادا فرماتے

عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ ﷺ کی نماز تطوع (سنت) کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب دیا:

آپ ﷺ ظہر سے پہلے میرے گھر میں سنت ادا فرماتے پھر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو نماز (فرض) پڑھاتے پھر میرے گھر واپس تشریف لاتے اور دو رکعت (سنت) پڑھتے۔

(ابن خزیمہ جلد۲ صفحہ ۲۰۹، ابوداؤد صفحہ ۱۷۸)

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے عشاء کی نماز (مسجد میں) پڑھائی پھر اپنے کمرے میں تشریف لائے اور چار رکعت پڑھی پھر سو گئے (کہ وتر بعد میں پڑھتے تھے) (سنن کبریٰ صفحہ ۴۷۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے ساتھ ظہر سے پہلے اور ظہر کے بعد دو رکعت اور مغرب کے بعد دو رکعت گھر میں پڑھی۔ اسی طرح عشاء کے بعد کی دو رکعت گھر میں پڑھی۔

(صحیح ابن خزیمہ صفحہ ۲۰۸)

حضرت عبداللہ بن سعد نے کہا میں نے آپ ﷺ سے گھر اور مسجد میں نماز پڑھنے کے متعلق پوچھا (کہ کون سی نماز گھر میں اور کون سی مسجد میں پڑھنا افضل ہے) تو آپ نے فرمایا تم نہیں دیکھتے ہو کہ میرا گھر مسجد سے کتنا متصل ہے اور گھر میں نماز پڑھنا پسند کرتا ہوں مسجد کے مقابلہ میں سوائے فرض نمازوں کے۔

(ابن خزیمہ جلد۲ صفحہ ۲۱۰)

عنایہ شرح فتح القدیر میں امام حلوانی کا قول ہے کہ تراویح کے علاوہ تمام سنن گھر میں افضل ہے۔

(فتح القدیر صفحہ ۴۴۱)

علامہ ابن قیم زاد المعاد میں لکھتے ہیں کہ آپ سنن اور نوافل گھر میں پڑھا کرتے تھے۔ (زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۳۱۴)

لیکن اس دور میں نماز سے پہلے اور بعد کی سنتیں مسجد ہی میں پڑھے تاکہ عوام کو اس کی اہمیت کا علم ہو۔ خواص کے گھر میں پڑھنے کی وجہ سے عوام اس سے غافل ہو جائیں گے۔ اور سنتوں کے پڑھنے کی اہمیت ان کے ذہنوں سے نکل جائے گی۔ ہاں البتہ نوافل گھر میں ہی بہتر ہے گو مقتدی کے یہاں دونوں کا گھر ہی پڑھنا افضل ہے اسی وجہ سے ارباب حدیث نے سنتوں اور نوافل کے گھر میں پڑھنے کی سُنّیت اور افضلیت پر باب قائم کیا ہے۔ چنانچہ صحیح ابن خزیمہ میں ہے "أستحباب صلوة التطوع قبل المكتوبات وبعد هن فی البيوت"

(صفحہ ۲۰۸)

اور مطلق نوافل کے گھر میں پڑھنے کی افضلیت پر تمام محدثین نے باب قائم کیے ہیں۔ تاکہ گھر نماز کی

برکت سے شرف اورشیاطین کی برائیوں سے محفوظ رہیں۔

فرائض اوراس کے سنن راتبہ مؤکدہ کے درمیان گفتگو کے متعلق

حضرت مکحول سے مرسلاً منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جومغرب کے بعد کلام اور گفتگو سے پہلے دو رکعت پڑھ لے۔اس کی نماز علیین میں چڑھ جاتی ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ نماز (فرض کے) بعد کوئی ایسی نماز (سنت) جس کے درمیان گفتگو نہ ہوئی ہو علیین میں لکھ دی جاتی ہے۔ (نیل الاوطار، ابوداؤد صفحہ ۵۵)

حضرت ابن مسعود ایک جماعت کے پاس سے گزرے جو فجر کی سنت کے بعد باتیں کررہی تھیں تو آپ نے ان کو گفتگو سے منع فرمایا۔ (ابن ابی شیبہ، اعلاء جلد ۷ صفحہ ۱۹)

ان جیسی روایتوں سے جس میں درمیان میں باتوں اور گفتگو کے نہ ہونے پر فضیلت منقول ہے۔علماء اور فقہاء اور مشائخ نے فرائض اور سنتوں کے درمیان کسی دنیاوی گفتگو کو مکروہ خلاف اولیٰ قرار دیا ہے اور اس کی فضیلت کا قاطع قرار دیا ہے گو نماز درست اور صحیح ہوجاتی ہے۔

چنانچہ اعلاء السنن میں ہے "فدل هذا لحديث على ان عدم التكلم افضل" اور وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ سنن فرائض کے مکملات اور اس کا تتمہ ہیں اور تتمہ شیء کے متصل ہوتا ہے لہٰذا اسے اسی وجہ سے فصل نہ ہونا چاہئے۔

اسی وجہ سے بعض مشائخ نے گفتگو کی صورت میں سنت کا اعادہ کرنے کو کہا۔ "ولذا حكم المشائخ باعادة السنة اذا تكلم" یہ قول فضل کی رعایت میں ہے فساد کی وجہ سے نہیں کہ اس کا ثواب جوجاتا رہا حاصل ہوجائے۔

درالمختار میں ہے "ولو تكلم بين السنة والفرض لا يسقطها ولكن ينقص ثوابها" شوافع اور ارباب حدیث تکلم کو بلا کراہت جائز قرار دیتے ہیں استدلال میں یہ حدیث ذکر کرتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ فجر کی سنت پڑھنے کے بعد اگر میں جاگی رہتی تو آپ ﷺ باتیں کرتے ورنہ لیٹ جاتے وہ حضرات اس کا جواب دیتے ہیں کہ آپ ﷺ کی بات دنیاوی اور لغو نہیں ہوتی تھی ہماری گفتگو کو آپ کی بات پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

علامہ ابن قیم بھی فرض اور سنت کے درمیان گفتگو کی اجازت نہیں دیتے چنانچہ وہ مغرب کی سنت پر لکھتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ فرض کے بعد کلام نہ کرے۔ (زادالمعاد جلد ا صفحہ ۳۱۲)

امام احمد اور اسحٰق راہویہ کے ایک قول میں بات کرنے سے سنت باطل ہوجاتی ہے۔ درمختار اور بحر الرائق

میں بعض احناف کا بھی یہی قول منقول ہے مگر یہ قول مختار نہیں۔ قول محقق اس سلسلے میں یہ کہتے ہیں کہ لغو اور خالص دنیوی باتیں یا کسی ایسے عمل سے جو نماز و ذکر کر کے منافی ہو۔ جیسے خرید فروخت کھانا پینا وغیرہ یا زائد فصل اور تاخیر ہو جائے۔ تو یہ عمل ثواب کو کم کرنے والا ہے۔ (اعلاء السنن صفحہ)

لہٰذا ضروری گفتگو یا معمولی گفتگو قاطع ثواب نہیں۔ جیسا کہ ترمذی کی ایک حدیث سے فجر کی سنت جب آپ ﷺ پڑھ لیتے اگر گفتگو کی ضرورت پڑتی تو گفتگو فرماتے ورنہ نماز کو تشریف لے جاتے۔ اس میں حاجۃ سے معلوم ہوا کہ ضرورت کی وجہ سے گفتگو ہوتی تھی لہٰذا اب دونوں قولوں میں بظاہر کوئی تعارض نہیں کہ لغو اور بلا ضرورت گفتگو بہتر نہیں۔

سنن رواتب کو مسجد میں ادا کرنا بھی آپ سے ثابت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ مغرب کے بعد (بسا اوقات) طویل قرأت فرماتے۔ یہاں تک کہ مسجد میں نماز پڑھنے والے چلے جاتے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی آپ (مسجد میں) عشاء تک نماز پڑھتے رہتے۔ (نسائی صفحہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے۔ پھر چار رکعت مسجد سے نکلنے سے پہلے پڑھ لے تو اسے شب قدر کے برابر ثواب ملے گا۔

(طبرانی کبیر، مرعاۃ جلد ۲ صفحہ ۱۳۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر اس کے بعد چار رکعت پڑھی یہاں تک کہ میرے اور آپ کے علاوہ مسجد میں کوئی نہ رہا۔ (مرعاۃ صفحہ ۱۵۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جمعہ کے بعد سنت پڑھو تو چار رکعت پڑھو۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر جلدی ہو تو دو رکعت مسجد میں پڑھ لو۔ اور دو رکعت واپس آکر پڑھ لو۔ (مسلم صفحہ)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے سنن فرائض کو مسجد میں بھی پڑھا ہے اور ظاہر ہے جو امر آپ سے ثابت ہو خواہ بعض موقعہ پر ہی اس کا جواز تو بلا کراہت ثابت ہو ہی جاتا ہے لہٰذا فرائض اور بعد کی سنتوں کو مسجد میں پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔ البتہ نماز کے علاوہ جو نوافل ہیں مثلاً تہجد، چاشت وغیرہ یہ مسجد کے مقابلہ میں گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ علامہ عینی نے لکھا کہ امام ثوری امام مالک تمام دن کی سنتوں کو مسجد میں افضل قرار دیتے ہیں۔ (عمدۃ صفحہ ۲۵۱)

اس دور میں سنن اور فرائض مسجد میں پڑھنا ہی بہتر ہے

ابن مالک نے بیان کیا کہ سنن راتبہ "فرائض کی سنت" کو (مسجد میں) ظاہر کر کے پڑھنا اولیٰ ہے تاکہ لوگوں کو اس کا علم رہے۔ ملا علی قاری نے بھی بیان کیا کہ تاکہ لوگوں کو علم اس پر عمل کرنے کا رہے۔ صاحب مرعاۃ نے بھی ذکر کیا ہے کہ اس زمانہ میں یہ سنتیں مسجد میں پڑھنا اولیٰ ہے خاص کر کے اہلِ علم اور مشائخ کو تاکہ عوام ان کی اتباع کی وجہ سے اس پر عمل باقی رکھیں اگر اہل علم گھر میں پڑھیں گے تو عوام گھر میں غفلت اور سستی سے اس کے تارک ہو جائیں گے۔ (مرعاۃ صفحہ ۱۳۳)



جدید نظرثانی ایڈیشن

محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری پیاری سنتیں

اُسوۂ حسنہ

المعروف بہ

شمائلِ کبریٰ

جلدِ چہارم

حصہ ہشتم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے متعلق نہایت واضح اور مفصل بیان جو ۲۳ مضامین پر مشتمل ہے۔

مؤلفہ
مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب القاسمی مدظلہ العالی
اُستاذِ حدیث مدرسہ ریاض العلوم گورینی جون پور

پسند فرمودہ
حضرت مفتی نظام الدین شامزئی رحمہ اللہ
اُستاذِ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

ناشر
زمزم پبلشرز
نزد مقدس مسجد اُردو بازار کراچی

جامع دعا

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور، دعائیں تو آپ نے بہت سی بتادی ہیں اور ساری یاد رہتی نہیں، کوئی ایسی مختصر دعا بتا دیجیے، جو سب دعاؤں کو شامل ہو جائے۔ اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا تعلیم فرمائی۔ (ترمذی)

أَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَئَلَكَ
مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ
نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَأَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ
وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔

(ترمذی شریف)

فہرست مضامین

عید و بقر عید کی نماز کے سلسلے میں آپ ﷺ کی پاکیزہ اسوہ وطریق کا بیان ۵۱۴



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

خدائے پاک کا بے انتہا فضل وکرم ہے کہ شمائل کبریٰ کی یہ آٹھویں جلد آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

سلسلہ شمائل کی یہ آٹھویں جلد ہے اور طہارت ونماز کے سلسلہ کی یہ تیسری جلد ہے۔

اس جلد میں سیّد الکونین پیغمبر دو عالم ﷺ فداہ ابی وامی کی صلوٰۃ اللیل، نماز تہجد، تراویح، وتر، اشراق، چاشت، تحیۃ الوضوء والمسجد، نماز استخارہ، صلوٰۃ التسبیح، نماز کسوف وخسوف واستسقاء ودیگر نوافل اور نماز جمعہ، نماز عید وبقرعید ونماز سفر کے متعلق آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کو نہایت ہی بسط وتفصیل کے ساتھ مستند حوالوں کو بقید جلد و صفحات کے بیان کیا گیا ہے۔

اس کے بعد نہم، دہم میں نماز جنازہ زکوٰۃ، روزہ، رویئت ہلال، اعتکاف وغیرہ کے متعلق آپ کے پاکیزہ شمائل کا بیان آ رہا ہے۔

ہمارے مخلص محترم مولانا محمد رفیق عبدالمجید صاحب، زمزم پبلشرز سے اس کی اشاعت کر کے امت میں سنت کی ترویج اور شیوع کی عظیم خدمت انجام دے رہے ہیں۔ خدائے پاک ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے اوران کو دارین کی سعادت وخوشحالی سے نوازے اور مکتبہ کو فروغ اور ترقی عطا فرمائے احیاء سنت اور ترویج شریعت میں ان کو امتیازی شان حاصل ہو۔ آمین۔

خدائے وحدہ لاشریک سے دعا ہے کہ شمائل کے اس وسیع سلسلہ کو جو امت کے لئے سنت اور دارین کی کامیابی کا ایک قیمتی سرمایہ ہے خلوص وعافیت کے ساتھ پائے تکمیل تک پہنچائے۔ رہتی دنیا تک امت کے ہر طبقہ کو اس سے مستفید فرمائے۔ عاجز کی لغزشوں کو معاف فرما کر ذخیرہ آخرت سرمایہ نجات اپنی رضا وتقرب کا باعث بنائے۔ آمین

والسلام

محمد ارشاد القاسمی بھاگل پوری ثم لکھنوی

استاذ حدیث مدرسہ ریاض العلوم، گورینی جون پور

رجب ۱۴۲۳ھ ستمبر ۲۰۰۲ء

صلوٰۃ اللیل

نمازِ تہجد کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ شمائل وطریق مبارک کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم شروع رات میں آرام فرماتے اور آخر رات میں بیدار ہو کر نماز پڑھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شروع رات میں سوتے (عشاء کے بعد) اور آخر رات میں بیدار ہوتے اور نماز (تہجد) پڑھتے۔ (بخاری صفحہ ۱۵۴، نسائی صفحہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شروع رات میں سوتے اور آخر رات میں عبادت فرماتے۔ (مسلم صفحہ ۲۵۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ پاک کے نزدیک سب سے محبوب اور پسندیدہ نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور محبوب روزہ یہی صوم داؤدی ہے کہ نصف شب تک سوتے تھے اور تہائی رات میں اٹھ جاتے تھے پھر رات کے چھٹے حصے میں (بالکل آخر شب) آرام فرماتے اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن ناغہ کرتے۔ (بخاری صفحہ ۱۵۲)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت طیبہ تھی کہ شروع رات میں سو جاتے اور آرام فرماتے اور کبھی نصف شب میں یا اس کے بعد یا دو تہائی گزرنے کے بعد اٹھتے اور نماز میں لگ جاتے، گویا نصف شب کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت الٰہی میں لگ جاتے موقعہ اور طبیعت کے اعتبار سے تھوڑا آگے پیچھے ہو جاتا، آخر شب اٹھ کر عبادت کرنے کے بڑے فوائد ہیں، صحت اور جسمانی اعتبار سے بھی مفید ہے اس وقت کی بادِ نسیم صحت کے لئے بہت مفید ہے، حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ سو کر اٹھنے کے بعد طبیعت میں نشاط رہتی ہے اس وقت خدائے پاک کا اعلان بھی ہوتا ہے کہ کوئی ہے مغفرت چاہنے والا، یعنی یہ وقت خدائے پاک کا بندوں کی طرف توجہ کرنے کا ہوتا ہے۔ (فتح الباری صفحہ ۱۶)

علامہ عینی نے بیان کیا کہ اس وقت اس لئے بیدار ہو کر نماز پڑھتے تھے اور عبادت کرتے تھے کہ یہ وقت نزول رحمت اور سکون اور طمانیت ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۷ صفحہ ۱۸۲)

لہٰذا عبادت میں طبیعت منشرح رہتی ہے۔

ایسے وقت میں اگر نماز کسی ضعف و نقاہت کی وجہ سے نہ پڑھ سکے تو سوئے نہیں ذکر و استغفار میں گزارے۔

آپ ﷺ رات میں تہجد کے لئے کس وقت بیدار ہوتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا آپ ﷺ کس وقت بیدار ہوتے تو فرمایا جب مرغ کی آواز سنتے۔ (بخاری صفحہ ۱۵۲)

اشعث نے بیان کیا کہ جب آپ ﷺ مرغ کی آواز سنتے تو اٹھ جاتے اور نماز پڑھتے۔

(بخاری، مسلم صفحہ ۲۵۵، ابوداؤد صفحہ ۱۹۷)

فائدہ: اس زمانہ میں گھڑی وغیرہ کی سہولت حاصل نہیں تھی اس لئے آپ ﷺ مرغ رکھا کرتے تھے تاکہ اس کی آواز اور بانگ سے آپ اٹھ جائیں، آپ ﷺ سفر میں بھی جاتے تو مرغ ساتھ رکھتے کہ آپ سفر میں بھی اہتمام سے تہجد پڑھا کرتے تھے دیکھئے۔ شمائل کبریٰ صفحہ۔

مرغ کس وقت بانگ اور آواز دیتا ہے، علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں، حافظ نے فتح الباری میں ایک احتمال یہ بیان کیا ہے کہ مرغ اکثر یہ نصف رات کے قریب آواز دیتا ہے جیسا کہ محمد ابن ناصر نے کہا اس اعتبار سے حضرت ابن عباس کی روایت کے موافق یہ بات ہو جائے گی کہ آپ نصف کے قریب بیدار ہوتے تھے۔ اس کے مقابلہ میں ابن بطال کا قول ہے مرغ تہائی رات کے قریب بانگ دیتا ہے۔

(فتح الباری جلد ۴ صفحہ ۱۷، عمدۃ القاری جلد ۷ صفحہ ۱۸۲)

صاحب سفر السعادۃ نے بیان کیا کہ مکان اور زمانہ کے اعتبار سے مرغ کے بانگ میں فرق ہوتا ہے حجاز میں مرغ نصف شب کے بعد اکثر بانگ دینے لگتا ہے اور ہمارے بلاد ہند میں تہائی رات کے اخیر میں بانگ دیتا ہے۔ (حاشیہ ابی داؤد صفحہ ۱۸۷)

خیال رہے کہ مرغ آخر رات میں بانگ دیتا ہے ممکن ہے کہ عرب کے مرغ نصف شب میں بانگ دیتے ہوں ورنہ عموماً ہند میں جیسا کہ دیکھا جاتا ہے صبح صادق سے قریب ایک گھنٹہ پون گھنٹہ کے بانگ دیتا ہے۔ ملا علی قاری نے بیان کیا کہ مختلف موقعہ پر مختلف عادتیں آپ کے بارے میں تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ کی ایک عادت کو بیان کیا۔

علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ اکثر و بیشتر مرغ ثلث لیل (دو تہائی شب گزرنے کے بعد) بانگ دیتا ہے اسی وقت کو آپ نے عبادت کے لئے پسند کیا چونکہ نزول الٰہی کا وقت ہوتا ہے۔ (عمدۃ جلد ۷ صفحہ ۱۸۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کبھی چھوڑتے نہیں تھے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں تہجد کی نماز پڑھنا چھوڑتے نہیں، اگر بیمار ہوتے یا تعب و سستی ہوتی تو بیٹھ کر پڑھتے۔ (مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۲۴۹، سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۱۵، ابوداؤد صفحہ ۱۸۴)

سفر میں بھی تہجد پڑھتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں (کبھی پہلے اور بعد کی سنتیں نہ پڑھتے مگر رات کی نماز تہجد پڑھتے۔ سواری ہی پر پڑھتے جس رخ بھی سواری کا ہوتا۔ (سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۵۸)

ضعف اور نقاہت کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کھڑے ہو کر پڑھتے تھے اور جب عمر ہوگئی (ضعف ہوگیا) تو بیٹھ کر پڑھتے تھے (مگر چھوڑتے نہ تھے)۔ (ابن ابی شیبہ، کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۸۸)

فائدہ: آخر رات میں چونکہ اللہ پاک کا قرب خاص ہوتا ہے اور مناجات الٰہی کا خاص وقت ہوتا ہے خدائے پاک کی توجہ بندے کی طرف مبذول ہوتی ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز کا سفر و حضر میں اہتمام فرماتے بعض علماء کی یہ بھی رائے کہ یہ آپ پر واجب تھی۔

تہجد کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے تو کیا کیا کرتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں رات گزاری (تاکہ آپ کا شب میں عمل مبارک دیکھ لوں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں سو گئے پھر آدھی رات کے قریب یا اس سے تھوڑا قبل یا تھوڑا بعد بیدار ہوئے، اور نیند کے آثار چہرے مبارک سے ہاتھوں سے دور فرمانے لگے پھر (بیٹھے بیٹھے) سورہ آل عمران کی آخری دس آیتیں (ان فی خلق السموٰت والارض سے آخر سورہ تک) پڑھی پھر کھڑے ہوئے اور لٹکے ہوئے مشکیزے کی طرف (پانی لینے کے لئے) متوجہ ہوئے پھر اس پانی سے وضو فرمایا، اور اچھی طرح وضو کیا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ (مسلم جلد ا صفحہ ۲۶۰)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نصف شب کے قریب بیدار ہو جاتے۔ ہاتھوں کو چہرہ انور پر پھیر کر نیند کے آثار کو دور کرنے لگتے۔ پھر وضو سے قبل سورہ آل عمران کی آخری دس آیتیں پڑھتے۔ پھر وضو فرماتے۔ پس رات میں تہجد میں اٹھنے کا مسنون طریقہ اور نماز سے قبل یہ ہے کہ اولاً نیند کے ظاہری آثار کو آنکھ اور

منہ سے دور کرے اور ملے۔ پھر بیٹھے بیٹھے سورہ آل عمران کی آخری آیتیں پڑھے۔ پھر اس کے بعد وضو کرے، مسواک کرے، وضو کے بعد عطر لگائے، اپنے پاس نہ ہو تو اہل خانہ کے پاس سے لے کر لگالے، اس کے بعد اولاً ہلکی دو رکعت پڑھے، اس کے بعد حسب نشاط دو، دو رکعت کر کے حسب وسعت لمبی سورتیں پڑھے، پھر وہ مسنون دعائیں جو تہجد کے ذیل میں ہیں جیسا "الدعاء المسنون" میں بیان کیا گیا ہے پڑھے پھر استغفار پڑھتا رہے، اور موقعہ جاگ کر ذکر اذکار میں رہے یا سو جائے اور فجر کی اذان ہوتے ہی اٹھ جائے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسواک دان میں مسواک رہتی، جب آپ رات میں بیدار ہوتے تو پاخانہ پیشاب سے فارغ ہوتے، مسواک کرتے، وضو کرتے، پھر اپنی بیویوں سے خوشبو حاصل کر کے لگاتے۔ (قیام اللیل صفحہ ۲۲)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ رات میں بیدار ہوتے، نظیف عمدہ کپڑے پہنتے، بہترین خوشبو لگاتے پھر نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ (قیام اللیل صفحہ ۱۱۲)

تہجد کی نماز کے شروع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو نماز کو اس دعا سے شروع فرماتے (یعنی تکبیر تحریمہ) کے بعد یہ پڑھتے:

"اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَ إِسْرَائِيْلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ، اِهْدِنِيْ لِمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَاءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ"

(مسلم صفحہ ۲۲۱۳، ابن خزیمہ صفحہ ۱۸۵)

ترجمہ: "اے جبرئیل و میکائیل و اسرائیل کے رب، زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے، غیب حاضر کے جاننے والے، آپ ہی بندوں کے اختلاف امور میں فیصلہ کرنے والے ہیں، اختلاف کی صورت میں اپنے حکم کی رہنمائی فرما، آپ ہی جسے چاہتے ہیں سیدھے راستے کی رہنمائی فرماتے ہیں۔"

تہجد کے لئے اٹھتے تو یہ دعا پڑھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجد کے لئے اٹھتے تو یہ دعا پڑھتے:

"لا اله الا انت سبحانك، اللهم انی استغفرك من ذنوبی، واسئلك رحمتك، اللهم زدنی علما ولاتزغ قلبی بعد اذ هديتنی وهب لی من لدنك رحمة انك

انت الوھاب'' (ابوداود، نسائی ۲۴۲)

ترجمہ: ''نہیں کوئی معبود آپ کے سوا، آپ پاک ہیں۔ اے اللہ اپنے گناہوں پر آپ سے مغفرت چاہتا ہوں، آپ سے آپ کی رحمت کا سوال کرتا ہوں، اے اللہ میرے علم میں زیادتی فرما، ہدایت کے بعد میرے دل کو کج نہ فرما، اپنی جانب سے رحمت عطا فرما، یقیناً آپ خوب بخشنے والے ہیں۔''

(مزید تفصیل سے تہجد کے موقعہ کی دعاؤں کے لئے ''الدعاء المسنون'' دیکھئے)۔

تہجد کی نماز کی ابتداء میں اولاً دو رکعت ہلکی پڑھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو تہجد کی نماز پڑھتے تو اولاً ہلکی دو رکعت پڑھتے۔ (استذکار جلد ۵ صفحہ ۲۵، مسلم، طحاوی، مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۳۰، سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۶)

حضرت خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز (تہجد) کو غور سے دیکھوں (تو دیکھا) کہ آپ نے اولاً دو ہلکی رکعت پڑھی، پھر دو رکعت طویل تین مرتبہ پڑھی پھر دو رکعت ذرا اس سے ہلکی پھر اس سے ہلکی پڑھی پھر وتر پڑھی، اس طرح تیرہ رکعت ہوئی۔ (مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی رات کو نماز تہجد کیلئے اٹھے تو دو ہلکی رکعت سے شروع کرے (یعنی دو رکعت ہلکی پڑھ لے پھر لمبی پڑھے) (ابن خزیمہ صفحہ ۱۸۲)

اکثر تہجد کی نماز بہت طویل پڑھتے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہجد میں شریک ہوگیا آپ بہت دیر تک کھڑے پڑھتے رہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اتنا طویل کیا کہ میں برا ارادہ کرنے لگا پوچھا کیا برا ارادہ۔ فرمایا، کہ آپ کو چھوڑ دوں اور میں بیٹھ جاؤں۔ (بخاری ۱/۱۵۳، مسلم ۲۶۴، سبل ۲۸۳)

فائدہ: آپ کافی دیر تک کھڑے تہجد میں قرآن پڑھتے رہے جس کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ برداشت نہ کر سکے، اور آپ کو پڑھتا چھوڑ کر الگ ہو جانے کا ارادہ کیا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات تہجد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوگیا آپ نے سورہ بقرہ شروع فرمادی، میں نے (دل میں) کہا سو آیتیں پڑھنے کے بعد رکوع کریں گے۔

(آپ پڑھتے رہے) پھر میں نے سوچا دو سو آیتوں کے بعد سجدہ کرلیں گے، مگر آپ پڑھتے رہے میں نے سوچا ختم پر رکوع کریں گے، مگر آپ پڑھتے رہے یہاں تک کہ سورۃ آل عمران شروع فرمادی، اسے پورا پڑھا سورۃ نساء شروع فرمادی، اسے بھی پورا پڑھ دیا، اور (جلدی نہیں پڑھتے تھے) ترتیل سے پڑھا۔

(نسائی صفحہ ۲۴۶، مسلم صفحہ ۲۶۴)

آپ ﷺ بسا اوقات تہجد کی ایک ایک رکعت میں پوری سورہ بقرہ آل عمران سورہ نساء، سوا پانچ پارے پڑھ لیتے۔ (اتحاف الخیرہ صفحہ ۱۲۲)

آپ ﷺ اس قدر تہجد پڑھتے کہ پیروں پر ورم آجاتا

حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ اس قدر نماز پڑھتے کہ آپ کے پیر مبارک پر ورم آجاتا۔ جو آپ سے کہا جاتا تو آپ فرماتے کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ (بخاری صفحہ ۱۵۲، شمائل صفحہ)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ دیر دیر تک تہجد کی نماز میں کھڑے رہنے سے پیروں میں ورم آجاتا، آپ یہ مشقت اس شکر میں اٹھاتے کہ خدائے پاک نے آپ کی مغفرت فرمادی تھی، حافظ ابن حجر نے ابن ابطال سے لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ عبادت میں کثرت سے مشقت اور تکلیف ہو جائے تو اس کی گنجائش ہے۔ (فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۵۱)

آپ کا مشقت اٹھانا معرفت اور محبت کے کمال کی بات ہے، معرفت اور محبت کی وجہ سے مشقت کا برداشت کرنا سہل اور آسان ہو جاتا ہے، دیکھئے اہل دنیا کو۔ ہاں البتہ مشقت برداشت نہ ہو سکے، اور ملال اور رنج کا باعث ہونے لگے تو حافظ نے بیان کیا کہ چھوڑ دے، لیکن خیال رہے کہ یہ نوافل کے بارے میں ہے، فرائض کی ادائیگی میں ملال ہو تکلیف ہو ادا کرنا ہے، اولاً فرائض شرعیہ میں مشقت اور تکلیف نہیں تمام فرائض شرعیہ میں تکلیف اور مشقت نہ ہونے کو ملحوظ رکھا گیا ہے، اسی وجہ سے تو اگر کھڑے ہو کر نماز سے تکلیف ہوتی ہو تو بیٹھ کر گنجائش دی گئی ہے ہاں البتہ عادت کے نہ ہونے کی وجہ سے نفس کو گراں گزرنا اور بات ہے اور نفس ہی کی مخالفت تو ملحوظ ہے عبادت میں۔

اکثر تہجد کھڑے ہو کر پڑھتے

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ تہجد اس قدر کھڑے ہو کر پڑھتے کہ آپ کے پیر میں ورم ہو گیا۔ (بخاری صفحہ ۱۵۲، نسائی صفحہ ۲۴۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں آپ ﷺ تہجد کی لمبی لمبی رکعت کھڑے ہو کر پڑھتے چنانچہ جب کھڑے ہو کر پڑھتے تو رکوع بھی کھڑے ہونے کی حالت میں فرماتے۔ (مختصرا صفحہ ۲۴۴، نسائی صفحہ ۲۴۴، ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کے قدم مبارک ورم کر جاتے۔ (بخاری صفحہ ۱۵۲)

فائدہ: آپ ﷺ لمبی لمبی رکعتیں کھڑے ہو کر پڑھتے تھے البتہ آخری عمر میں کمزوری کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھنے لگے تھے۔

کبھی بیٹھ کر پڑھتے پھر رکوع کا وقت ہوتا تو کھڑے ہو کر پڑھتے پھر رکوع

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو میں نے (تہجد) بیٹھ کر پڑھتے نہیں دیکھا

یہاں تک کہ آپ ضعیف و کمزور ہوگئے تو آپ نماز (تہجد) بیٹھ کر پڑھتے (چونکہ طویل قرأت کرنا مشکل ہوتا تھا) پھر جب تیں، چالیس آیت باقی رہ جاتیں تو کھڑے ہوتے تو پھر پڑھ کر رکوع فرماتے۔

(نسائی صفحہ۲۴۴، طحاوی جلد۱ صفحہ۲۰۰)

فائدہ: یعنی اس ضعف کی حالت میں بھی آپ بیٹھ کر اٹھ جاتے اور تیں، چالیس آیت کی تعداد کھڑے ہوکر پڑھتے تب رکوع میں جاتے باوجودیکہ آپ کا ثواب بیٹھ کر پڑھنے کی وجہ سے گھٹتا نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ بیٹھ کر پڑھنے کے بعد رکوع کھڑے ہوکر کچھ قرأت کر کے کرسکتا ہے آپ ﷺ کمزوری کی وجہ سے بیٹھ کر طویل قرأت کرتے پھر جب تیں آیتیں باقی رہ جاتیں تو کھڑے ہوکر پڑھتے اور رکوع کرتے افسوس جس نماز کا آپ نے اہتمام کیا آج وہ نماز امت سے یکسر چھوٹ چکی ہے۔

آخر عمر میں بیٹھ کر پڑھنے لگے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو بیٹھ کر (ہمیشہ) نماز (تہجد) پڑھتے نہیں دیکھا، ہاں مگر جب کہ عمر ہوگئی (ضعیف ناتواں ہوگئے) بیٹھ کر پڑھنے لگے۔ (نسائی صفحہ۲۴۴، بخاری صفحہ۱۵۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں آپ ﷺ کی وفات نہیں ہوئی مگر اکثر نماز آپ بیٹھ کر پڑھتے۔

(نسائی صفحہ۲۴۵)

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ وفات سے ایک سال قبل آپ کو بیٹھ کر نماز پڑھتے دیکھا۔ (نسائی صفحہ۲۴۵)

اکثر و بیشتر تہجد دو دو رکعت پڑھتے

حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ ﷺ جب تہجد پڑھتے تو دو رکعت پر سلام فرماتے۔ (مطالب عالیہ صفحہ۱۴۰، مسند احمد جلد۵ صفحہ۴۱۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے رات میں تہجد کی آٹھ رکعتیں پڑھیں جس میں رکوع وسجدہ قیام کی مقدار فرماتے تھے اور دو رکعت پر سلام فرماتے تھے۔ (مجمع صفحہ۲۴۶)

فائدہ: ابن قیم نے لکھا کہ آپ ﷺ (اکثر) تہجد دو دو رکعت پڑھتے۔ (زادالمعاد صفحہ۲۲۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ ﷺ سے رات کی نماز کے بارے میں (کیسے پڑھی جائے) پوچھا تو آپ نے فرمایا دو، دو رکعت۔ (نسائی صفحہ۲۴۶)

کبھی چار چار بھی پڑھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ

رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے، اس کے حسن اور طول کو نہ پوچھئے، پھر چار رکعت پڑھتے اس کے حسن اور طول کو نہ پوچھئے پھر تین رکعت پڑھتے۔ (مسلم جلد ا صفحہ ۲۴۳، بخاری صفحہ ۱۵۴)

کبھی تہجد کی آٹھ رکعت ایک نیت سے بھی پڑھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (کبھی تہجد کی نماز) آٹھ رکعت پڑھتے اور قرأت رکوع سجدہ سب برابر مقدار میں کرتے اور تشہد صرف آخر میں پڑھتے۔

(ابوداؤد صفحہ ۱۹۱، ابن خزیمہ صفحہ، زاد المعاد صفحہ ۳۲۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ آٹھ رکعت ایک ہی مرتبہ بلا بیچ میں سلام کے پڑھتے، ایک سلام سے آٹھ رکعت پڑھنے میں کوئی اختلاف نہیں، البتہ آٹھ رکعت سے زائد پڑھنا مکروہ ہے۔ (فتح القدیر صفحہ ۴۴۶)

دن میں نفل چار رکعت اور رات میں دو رکعت بہتر ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا رات کی نماز کے بارے میں تو آپ نے فرمایا دو، دو رکعت، میں نے پوچھا اور دن کی نماز، تو آپ نے فرمایا چار، چار رکعت۔

فائدہ: جمہور علماء کے نزدیک دن ہو یا رات دو، دو رکعت افضل ہے حضرت امام محمد وابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک رات میں نماز دو، دو رکعت اور دن میں چار افضل ہے اور امام صاحب کے نزدیک دن رات میں چار، چار رکعت افضل ہے۔ (اعلاء السنن جلد ۷ صفحہ ۴۵، کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۳۹۷، بیہقی، عبدالرزاق)

خود بھی پڑھتے اہل عیال کو بھی پڑھنے کے لئے اٹھاتے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دروازے کو ایک رات کھٹکھٹایا اور فرمایا تم لوگ نماز (تہجد) کیوں نہیں پڑھ رہے ہو۔ (مختصر بخاری جلد ا صفحہ ۱۵۲)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک شب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے لئے بیدار ہوئے تو فرمایا آج رات کس قدر فتنے اتارے گئے، اور کس قدر خزانے کھولے گئے۔ (آپ کو کشف ہوا اسی کو بیان فرمایا۔ حجرے والیوں (ازواج مطہرات) کو جگا دو۔ کتنی عورتیں ایسی ہیں جو دنیا میں کپڑے پہنیں ہیں اور آخرت میں ننگی رہیں گی۔ (بے پردگی اور عریانیت کی سزا میں)۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۲۲)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں جس قدر خدا چاہتا نماز پڑھتے رہتے یہاں تک کہ جب رات ہو جاتی تو آپ ازواج مطہرات کو نماز کے لئے جگاتے اور فرماتے نماز، نماز پھر یہ آیت تلاوت فرماتے "وأمر اهلك بالصلٰوة واصطبر عليها" اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے اور ان کو مضبوطی سے جمے رہنے کو کہیے۔ (استذکار جلد ۵ صفحہ ۲۱۶، مصنف ابن عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۴۹)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ سنت و مستحب یہ ہے کہ تہجد خود بھی پڑھے اور اپنے اہل عیال کو پڑھنے کی تعلیم کرے ان کو بھی ترغیب دے تاکہ ان کو بھی عبادت کی عادت ہو اور اس بیش بہا فضیلت سے وہ بھی مشرف ہوں۔

اہل وعیال گھر والوں کو تہجد کے لئے اٹھانے کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب آدمی اپنے اہل (بیوی وغیرہ کو) رات میں اٹھاتا ہے اور دونوں ساتھ نماز پڑھتے ہیں تو ان دونوں کو ذاکرین اور ذاکرات میں لکھ دیا جاتا ہے۔ (نسائی، ابن ماجہ، ترغیب جلد۱صفحہ۴۲۹، سنن کبریٰ جلد۲صفحہ۵۰۱، الاستذکار جلد۵صفحہ۱۸۹)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شب میں تہجد پڑھتے رہتے جب آخر رات ہوتی تو اپنی بیوی کو اٹھاتے۔ (قیام اللیل)

محمد بن طلحہ کہتے ہیں میرے والد رات میں اپنی بیوی کو، لڑکیوں کو، خادموں کو نماز میں اٹھاتے، اور فرماتے دو ہی رکعت چاہے پڑھ لو۔ (قیام اللیل صفحہ۱۰۱)

رحمت کی دعا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ پاک کی اس شخص پر رحمت ہو جو رات کو اٹھا اور نماز پڑھنے لگا اور اس نے اپنی بیوی کو بھی اٹھایا پس اگر وہ نہ اٹھ سکی تو اس کے چہرے پر پانی کا چھینٹا مارا، اسی طرح اس عورت پر خدا کی رحمت ہو جو رات کو اٹھی اور نماز میں لگ گئی اور اپنے شوہر کو بھی اٹھایا اگر شوہر نہ اٹھا تو اس کے چہرے پر پانی کا چھینٹا مارا۔ (ابوداؤد، نسائی صفحہ۲۳۹)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اپنے اہل بیوی اور اولاد کو نوافل کا بھی عادی بنائے، تہجد کا بھی ترغیب، اور سستی اور غفلت کے اسباب کو دور کرے، افسوس کہ آج کے اس دور میں فرائض و واجبات کی ترغیب دی جاتی نہیں، ان نوافل کی کیا دیں گے۔

تہجد پڑھنے کے سلسلے میں وقت کے اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف عادتیں

اکثر و بیشتر تو آپ آخر رات میں اٹھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شروع رات میں سو جاتے اور آخر رات میں بیدار ہوتے۔ (بخاری جلد۱صفحہ۱۵۴، مسلم جلد۱صفحہ۱۵۴، زرقانی جلد۵صفحہ۶۷)

حضرت اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ رات کی عبادت کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا معمول تھا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا آپ شروع رات میں سو جاتے، پھر جب سحر (آخر ثلث

لیل) ہوتا تو (بیدار ہو کر) طاق رات میں نماز ادا فرماتے (چونکہ وتر بھی پڑھتے تھے)۔ (مسند طیالسی جلد۲ صفحہ ۱۲۸)

مسروق نے حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهَا سے پوچھا کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو کون سا عمل پسند تھا تو حضرت عائشہ نے جواب دیا، ہمیشگی والا عمل، پھر پوچھا کب اٹھتے، کہا جب مرغ بانگ دیتا تھا۔ (بخاری صفحہ ۱۵۲)

فائدہ: گھڑی جب ایجاد نہیں ہوئی تھی تو آخر شب کا علم لوگ مرغ کی بانگ سے معلوم کر لیتے تھے ابن بطال نے بیان کیا کہ مرغ تہائی رات میں بانگ دیتا ہے یعنی دو تہائی رات گزرنے کے بعد تیسری تہائی میں، اسی وقت سحر کی ابتداء ہے جو صبح صادق تک باقی رہتی ہے، آپ کے پاس سفید مرغ تھا، جس کی آواز سے آپ بیدار ہوتے تھے۔ (فیض الباری جلد ا صفحہ ۴۱۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا سب سے پسندیدہ نماز خدائے پاک کے نزدیک نماز داؤد ہے کہ وہ آدھی رات سوتے تھے تہائی رات عبادت فرماتے تھے، پھر چھٹے حصہ میں آخر رات صبح صادق کے قریب آرام فرماتے تھے۔ (بخاری صفحہ ۱۵۲)

ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ کی عادت آخر رات میں اٹھنے کی تھی۔ (جلد ا صفحہ ۱۵۸)

حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ ابو حذیفہ کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب رات کا آخر وقت ہوتا تو آپ تہجد پڑھتے۔ (فتح الباری صفحہ ۳۲)

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تہجد کی نماز کے وضو میں مسواک (ضرور) فرماتے

حضرت حذیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تہجد کی نماز کے لئے اٹھتے تو مسواک فرماتے۔ (بخاری صفحہ ۱۵۳، نسائی صفحہ ۲۴۱)

فائدہ: سو کر اٹھنے کے بعد تہجد سے قبل آپ التزاماً مسواک فرماتے، چونکہ اس میں نظافت کے ساتھ دربار الٰہی میں حضوری کا اکرام ہے۔

وضو تہجد کے بعد عطر کا استعمال فرماتے

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے کہ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رات کو اٹھتے، استنجا کرتے وضو فرماتے، مسواک فرماتے، پھر خوشبو کے لئے اہل خانہ کی طرف بھیجتے (تا کہ خوشبو لگائیں)۔

(بزار مجمع جلد۲ صفحہ ۲۶۳، سبل الہدیٰ جلد ا صفحہ ۲۸)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ آخر شب میں عطر کا استعمال فرماتے۔

فائدہ: آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ باوجود عطر ہونے کے مزید خوشبو کا استعمال تہجد کے وقت حضور الٰہی کے اکرام میں فرماتے۔ (شمائل کبریٰ صفحہ ۵۷۸)

کبھی وسط رات میں اٹھتے اور تہجد پڑھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ آپ عشاء کی نماز پڑھ کر بستر پر آتے اور سو جاتے پھر جب آدھی رات ہوتی تو بیدا ہو جاتے، اپنی ضرورت کی طرف متوجہ ہوتے، پانی کی طرف جاتے وضوفرماتے۔ (نسائی صفحہ ۲۴۴، ابوداؤد صفحہ ۱۹۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ رات کو سو گئے یہاں تک جب آدھی رات ہوئی یا اس سے کچھ یا اس کے کچھ بعد آپ بیدار ہوئے اور اپنے چہرے سے نیند کے آثار پونچھنے لگے۔ اور سورہ آل عمران کی آخری دس آیتیں پڑھیں۔ (مسلم صفحہ ۲۶)

صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھا میں نے آپ کی نماز شب پر نظر رکھی، تو میں نے دیکھا کہ آپ نے عشاء پڑھی اور سو گئے جب آدھی رات ہوئی تو جاگے۔

(مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۳۱۲)

فائدہ: معلوم ہوا کہ کبھی آپ آدھی رات کے قریب اٹھ کر بھی تہجد پڑھتے، چنانچہ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں "وكان يقوم تارة اذا انتصف الليل" جلد ا صفحہ ۳۲۸ بیشتر عادت شب آخر میں اٹھنے کی تھی۔

کبھی شروع رات میں سونے سے قبل پڑھنے لگتے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ (کبھی) آپ عشاء کی نماز پڑھتے پھر نوافل پڑھتے، پھر اس کے بعد رات کی نماز پڑھتے اور سو جاتے۔ (مختصر مسند احمد صفحہ ۲۹۴، سبل الہدیٰ صفحہ ۲۷۷)

فائدہ: معلوم ہوا کہ اکثر بلکہ ہمیشہ تو آپ شب آخر میں تہائی رات کے بعد تہجد پڑھتے، کبھی شروع رات میں پڑھنے لگ جاتے اور کبھی وسط رات میں بھی اٹھ جاتے اسی لئے ایک صحابی کا قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے ہر حصہ میں عبادت کرتے تھے جس حصہ میں تم دیکھنا چاہو گے دیکھ لو گے۔

اگر کسی وجہ سے رات میں نہ پڑھ سکتے تو دن میں پڑھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نماز پڑھتے تو اس پر ہمیشگی اختیار فرماتے اگر رات کی نماز تہجد کسی مرض یا شدت نیند یا تکلیف کی وجہ سے رہ جاتی تو دن کو بارہ رکعت پڑھ لیتے تاکہ عبادت اور اس کے دوام کی برکت باقی رہے۔

حضرت عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیند یا اور کسی عذر کی وجہ سے رات کا معمول (نماز ذکر وغیرہ) چھوٹ جائے تو اسے دن میں فجر وظہر کے درمیان پورا کر لینا ایسا ہے جیسے رات ہی میں

اس نے ادا کیا۔ (ابن خزیمہ جلد۳ صفحہ ۱۹۵، ابوداؤد)

فائدہ: خیال رہے کہ اگر رات کا کوئی معمول تہجد تلاوت ذکر وغیرہ عادت کے مطابق نہ کر سکا تو اسے دن میں ادا کرے چھوڑ نہ دے اس سے اس عمل کے برکات اور اثرات باقی اور مسلسل رہتے ہیں چھوڑ دینے سے یہ برکات ختم ہو جائیں گے بلکہ اصل عمل کو جو وہ کرتا تھا بسا اوقات ختم ہو جاتا اور پوری محرومی ہو جاتی ہے۔

کبھی پوری رات نماز میں گزار دیتے

حضرت خباب بن الارت فرماتے ہیں کہ میں ایک رات نبی پاک ﷺ کی نماز کو خوب غور سے دیکھتا رہا پوری رات آپ نماز میں لگے رہے یہاں تک کہ صبح کے وقت آپ نے سلام پھیرا۔

(سبل الہدیٰ صفحہ ۲۹۷، ترمذی، نسائی صفحہ ۲۴۳)

فائدہ: آپ ﷺ کا اکثر یہ معمول بالکل پوری رات عبادت کا نہیں تھا، کبھی کبھی ذوق اور کمال اشتیاق میں ایسا ہوتا تھا۔ حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ آپ رات میں سوتے بھی اور عبادت بھی کرتے، البتہ رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں آپ آخر تک عبادت فرماتے تھے۔

کبھی ایک آیت بار بار پڑھتے ساری رات گزار دیتے

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک پوری رات یہ آیت پڑھتے گزار دی:

"اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ، وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ"

(سبل الہدیٰ جلد۸ صفحہ ۲۹۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ کبھی آپ ﷺ ایک آیت پڑھتے پوری رات گزار دیتے۔ (ترمذی، سبل الہدیٰ جلد۸ صفحہ ۲۹۶)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آیت بار بار پڑھتے پڑھتے آپ نے صبح فرما دی۔

(مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ ۲۷۳)

بیٹھ کر بھی طویل طویل رکعتیں پڑھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ رات میں کھڑے ہو کر بڑی لمبی لمبی نمازیں پڑھتے، اور بیٹھ کر بھی لمبی لمبی نمازیں پڑھتے، اور جب کھڑے ہو کر پڑھتے تو رکوع بھی (عموماً) کھڑے ہونے ہی کی حالت میں کرتے، اور بیٹھ کر پڑھتے تو رکوع بھی بیٹھ ہی کر کرتے۔ (ابوداؤد) صفحہ ۱۳۷

فائدہ: آپ ﷺ لمبی لمبی نمازیں پڑھتے، جس طرح کھڑے اور قیام کی حالت میں لمبی نمازیں پڑھتے اسی طرح بیٹھ کر بھی پڑھتے۔

بسا اوقات جس مقدار سوتے اسی مقدار نماز پڑھتے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز (تہجد) پڑھتے پھر سو جاتے، پھر جس مقدار سوتے اسی مقدار تہجد پڑھتے، جس مقدار پڑھتے اسی مقدار آرام فرماتے اسی طرح سلسلہ رہتا یہاں تک کہ صبح ہو جاتی۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، صفحہ ۲۴۲، ابن خزیمہ جلد۲ صفحہ ۱۸۸)

فائدہ: رات میں تہجد پڑھنے کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مختلف عمل تھا ہمیشہ ایک ہی طریقہ اور مقدار نہیں تھا، جیسی طبیعت ذوق جیسا موقعہ ہوتا اسی اعتبار سے تہجد پڑھتے تاکہ امت کو سہولت حاصل رہے، کبھی آپ ساری رات صبح تک پڑھتے رہتے کبھی اکثر رات، کبھی جس قدر سوتے اسی قدر عبادت کرتے کبھی اس سے کم کبھی ایسا بھی ہوتا کہ تعب اور تکان و مرض کی وجہ سے نہ پڑھتے اور دن میں اسے پورا کرتے۔

کبھی مغرب سے عشاء تک بھی عبادت کرتے پھر تہجد بھی طویل ادا فرماتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ مجھے حضرت عباس نے کسی کام سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا میں آیا تو آپ کو مسجد میں بیٹھا پایا (عبادت میں مشغول) تو مجھے ہمت نہ ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات کروں، آپ نے مغرب ادا کی، اس کے بعد آپ نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ مؤذن نے عشاء کی اذان دی، آپ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر گھر تشریف لائے، یہاں چار رکعت نماز پڑھی...... پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو رکعت کر کے رات کی نماز بارہ رکعت پڑھی۔ (مختصراً، سبل الہدیٰ جلد۸ صفحہ ۲۹۳)

فائدہ: اس طویل روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کے بعد عشاء تک مسلسل عبادت کی اس کے بعد عشاء کے بعد حسب معمول سو گئے پھر رات میں حسب معمول اٹھے اور تہجد ادا فرمائی۔ اس روایت کے پیش نظر صوفیہ کرام نے مغرب سے عشاء تک کی عبادت کی فضیلت کو ذکر کیا اور عباد کی ایک جماعت نے اس پر عمل کیا، چنانچہ امام غزالی نے احیاء میں اسے ذکر کیا ہے۔

تہجد کی رکعتوں کی مقدار کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف عادتیں

❶ چار رکعت: حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں دو یا تین مرتبہ مسواک فرماتے، پھر جب رات کو نماز کے لئے اٹھتے تو چار رکعت پڑھتے نہ درمیان گفتگو فرماتے اور نہ کسی چیز کو کہتے اور دو رکعت پر سلام پھیر دیتے۔ (مسند احمد جلد۵ صفحہ ۴۱۷)

فائدہ: یہ چار رکعت تہجد کی نماز آپ کبھی پڑھتے مثلاً کسی عذر، مرض کی وجہ سے ورنہ تو عموماً آٹھ سے کم نہ

پڑھتے، ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ آپ سے کم از کم تہجد میں دو رکعت بھی منقول ہے۔

(فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۴۴۷)

❷ چھ رکعت: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک طویل روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں بیدار ہوئے مسواک کیا وضو کیا "ان في خلق السموات" آخر تک پڑھا کھڑے ہوئے دو رکعت پڑھی جس میں قیام، رکوع سجود طویل کیا، پھر جا کر سو گئے (پھر اٹھے اور نماز پڑھی) اس طرح تین مرتبہ کیا چھ رکعت پڑھی۔

(مسلم، مشکوٰۃ، طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۷۰، ابوداؤد)

فائدہ: کبھی وتر کے علاوہ چھ طویل رکعت پڑھتے جس میں رکوع اور سجدہ بھی طویل فرماتے، یہ صحت کے موقعہ کا عمل تھا حضرت عائشہ کی ایک حدیث میں ہے کہ آپ تہجد آٹھ رکعت پڑھتے تھے جب ضعیف ہو گئے تو چھ پڑھنے لگے۔ (طحاوی صفحہ ۱۶۸)

❸ سات رکعت: مسروق کہتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز شب کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا تو انہوں نے کہا سات رکعت۔ (بخاری صفحہ ۱۵۳، سبل الهدیٰ جلد ۴ صفحہ ۲۸۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نو رکعت پڑھتے تھے۔ جب عمر ہو گئی اور کمزوری ہو گئی تو سات رکعت پڑھنے لگے۔ (طحاوی صفحہ ۱۶۸)

حضرت ام سلمہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے ساتھ نماز تیرہ رکعت پڑھتے تھے، پھر جب ضعف اور کمزوری ہو گئی تو سات پڑھنے لگے۔ (تلخیص صفحہ ۱۵)

حضرت عائشہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے ساتھ سات رکعت سے کم نہیں پڑھتے تھے۔

(تلخیص جلد ۲ صفحہ ۱۵)

فائدہ: چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کو تہجد کے ساتھ پڑھتے تھے اس لئے یہ نماز طاق عدد ہو جاتی تھی اس طرح چار تہجد ہوتی اور تین رکعت وتر کی، یہ آخر زمانہ کا عمل تھا جب عمر ہو گئی اور آپ کمزور ہو گئے تھے جیسا کہ حضرت عائشہ کا بیان گزرا۔ (فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۴۴۷)

❹ آٹھ رکعت: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شب کی نماز تہجد آٹھ رکعت پڑھتے تھے، جس میں قیام، رکوع وسجود برابر برابر ہوتا تھا، اور دو رکعت پر سلام پھیرتے تھے۔

فائدہ: یعنی جتنی دیر قیام میں لگتی تھی اتنی ہی دیر رکوع وسجدہ میں۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۲۷۷)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں آٹھ رکعت اور دن میں بارہ رکعت پڑھتے تھے۔ (مسند ابویعلی، مجمع صفحہ ۲۷۷، کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۹۱)

بارہ رکعت اس سے مراد ممکن ہے سنن راتبہ ہو، یا مراد اس سے ظہر کی آٹھ رکعت سنت نفل اور عصر کی چار رکعت سنت مراد ہو۔

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے حضرت عائشہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا سے آپ کی نماز شب کے بارے میں معلوم کیا تو انہوں نے فرمایا گیارہ رکعت پڑھتے تھے، چار، چار رکعتیں اور تین وتر پڑھتے تھے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۱۹۲)

سعد بن ہشام نے حضرت عائشہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا سے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی نماز شب کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ آپ عشاء لوگوں کے ساتھ پڑھ کر بستر پر آرام فرماتے، پھر وسط رات میں اٹھتے اپنی ضرورت طہارت وضو سے فارغ ہو کر نماز کی جگہ آتے اور آٹھ رکعت پڑھتے خیال ہے کہ قرأت، رکوع وسجود سب برابر فرماتے۔

(ابوداؤد صفحہ ۱۹۱)

حضرت عائشہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رمضان ہو یا غیر رمضان ہو گیارہ رکعت سے زائد (تہجد) نہ پڑھتے (آٹھ رکعت تہجد، تین رکعت وتر)۔ (استذکار جلد ۵ صفحہ ۲۴۲، موطا، ابوداؤد، ترمذی)

فَائِدَہ: تہجد کی اصل نماز آٹھ رکعت اکثر یا ہمیشہ پڑھتے تھے اس سے کم پڑھنا آخر عمر کا واقعہ ہے اور اس سے زائد جو روایت میں ہے مثلاً گیارہ پڑھتے تھے تو اس میں تین رکعت وتر ہے اس سے زائد جو روایت میں تیرہ مروی ہے اس میں وتر کے بعد کی دو رکعت نفل بھی شامل ہے صحیح روایتوں میں تیرہ سے زائد نہیں مروی ہے البتہ بعض روایت میں سترہ رکعت بھی مروی ہے اس کا بیان اس کی تشریح آگے آرہی ہے۔

ابن ہمام نے شرح ہدایہ میں ذکر کیا ہے کہ آپ کی زائد سے تہجد کی رکعتیں آٹھ ہی ہوتیں اس میں کبھی وتر کبھی کبھی فجر کی سنت شامل کر کے ذکر کر دی جاتیں۔ (فتح القدیر صفحہ ۴۴۷)

مگر روایتیں بتارہی ہیں کہ اس سے زائد بھی پڑھتے گو وہ عام معمول نہ ہوتا۔

⑤ نو رکعت: حضرت عائشہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شب میں نو رکعت تہجد پڑھتے تھے۔

(ترمذی، ابن خزیمہ صفحہ ۱۹۳)

حضرت عائشہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا کی ایک روایت میں ہے کہ جب آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کمزور ہو گئے تو تہجد کی رکعت نو سے چھ یا سات رکعت کر دیا۔ (ابوداؤد، سبل الہدیٰ صفحہ ۲۸۷)

مسروق کے سوال کے جواب میں حضرت عائشہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا نے جواب دیا کہ کبھی آپ رات میں سات رکعت کبھی نو رکعت کبھی گیارہ رکعت پڑھتے تھے جو فجر کی دو سنت کے علاوہ ہوتی تھی۔ (بخاری، مشکوٰۃ)

فَائِدَہ: جیسا وقت جیسا موقعہ ملتا اسی اعتبار سے کم وبیش پڑھتے تھے۔ (مرعاۃ المفاتیح جلد ۴ صفحہ ۱۷۰)

یہاں بھی نو رکعت وتر شامل کر کے ہے چھ رکعت اصل تہجد اور تین رکعت وتر، اور جو حضرات وتر ایک رکعت

بھی درست قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک تہجد کی آٹھ رکعت۔ وتر کی ایک رکعت۔ احناف کے نزدیک بعد میں آپ نے ایک رکعت سے منع فرمادیا تھا۔ (بخاری صفحہ۱۵۱)

❻ گیارہ رکعت: حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ رمضان ہو یا غیر رمضان گیارہ رکعت سے زائد نہیں پڑھتے تھے۔ (بخاری صفحہ۱۵۱)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عشاء اور فجر کے درمیان (جو نماز تہجد پڑھتے تھے) وہ گیارہ رکعت ہوتی تھی۔ (ابن ماجہ صفحہ)

حضرت صفوان بن معطل سلمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ میں سفر کے موقعہ پر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے رات کی نماز کو بغور دیکھتا رہا۔ تو آپ نے گیارہ رکعت پڑھی۔ (مسند احمد، مجمع جلد۲ صفحہ۲۷۲)

فَائِدَہ: آٹھ رکعت تو تہجد کی اور تین رکعت وتر کی، چونکہ آپ وتر تہجد کے وقت پڑھتے تھے اس لئے راوی اسے بھی شامل کر کے بیان کرتا ہے۔

❼ تیرہ رکعت: حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تہجد کی نماز تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔ (ابوداؤد صفحہ۱۸۹)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شب کی نماز تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔

(بخاری صفحہ۱۵۳، سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ۶، ابن خزیمہ جلد۲ صفحہ۱۹۱)

حضرت زید بن خالد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے دو دو رکعت کر کے وتر کے ساتھ تیرہ رکعت پڑھیں۔ (سبل صفحہ۱۹۱)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وتر کے ساتھ تیرہ رکعت پڑھتے تھے پھر اذان کے بعد دو ہلکی رکعت۔ سنت فجر پڑھتے تھے۔ (بخاری، سبل الہدیٰ صفحہ۲۹۴)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سات رکعت سے کم اور تیرہ رکعت سے زائد رات کی نماز وتر کے ساتھ نہیں پڑھی ہے۔ (تلخیص جلد۲ صفحہ۱۵)

فَائِدَہ: حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی روایت میں تیرہ رکعت سے زائد منقول نہیں۔ (تلخیص صفحہ۱۵)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی رات میں نماز تیرہ رکعت ہوتی تھی جس میں وتر، اور فجر کی دو رکعتیں بھی ہوتیں (یعنی آٹھ تہجد، تین وتر، دو سنت)۔ (مشکوٰۃ)

ملا علی قاری نے بیان کیا ہے کہ اس میں تین رکعت کی تصریح، ترمذی نے شمائل میں اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے، اور اسی تیرہ میں سنت فجر بھی ہے پس تہجد کی اصل رکعت آٹھ ہوئیں۔

❽ سولہ رکعت: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں سولہ رکعت فرض کے علاوہ پڑھتے تھے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲/۲۷۲، سبل الہدیٰ صفحہ ۲۹۴)

فائدہ: سولہ کی تعداد اس طرح ہو سکتی ہے کہ اولاً عشاء کی نماز کے بعد گھر میں آ کر چار رکعت پڑھتے تھے سونے سے قبل جیسا حدیث عائشہ میں ذکر ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۳۳۶)

اس کے بعد رات میں کبھی اولاً دو ہلکی رکعت پڑھتے تھے پھر آٹھ رکعت تہجد کی نماز، پھر دو وتر کے بعد کی نماز، اس طرح سولہ ہو گئیں یا بارہ رکعت تہجد کی اور چار رکعت عشاء کے بعد کی۔ اور ہمیشہ کا معمول نہیں تھا ہمیشہ کا معمول تو آٹھ رکعت کا تھا۔

❾ سترہ رکعت: ابوالحسن بن ضحاک نے کہا حضرت طاؤس سے مرسلاً منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں سترہ رکعت نماز پڑھتے تھے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۲۹۴)

محدث ابن مبارک نے حضرت طاؤس سے مرسلاً روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں سترہ رکعت پڑھتے تھے۔ (اعلاء السنن صفحہ ۴۴)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حواشی منذری کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ زائد سے زائد مقدار جو رات کی نماز کے متعلق منقول ہے وہ سترہ رکعت ہے۔ (تلخیص الحبیر جلد ۲ صفحہ ۱۵)

رکعتوں کے مختلف مقدار کی توجیہ اور وضاحت

جیسا کہ روایت مذکور سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت میں رات کی نماز کم از کم چار اور زیادہ سے زیادہ سترہ پڑھتے تھے۔

یہ رکعتوں کا اختلاف، موقعہ اور حال کے اعتبار سے تھا کبھی تعب یا نقاہت یا دوسرے مشاغل کی وجہ سے کم اور کبھی انشراح اور سہولت کی وجہ سے زائد پڑھ لیتے تھے جیسی طبیعت جیسا مزاج ہوتا اس لئے کہ نماز شب کی کوئی رکعت متعین طور پر واجب نہیں تھی۔ (اعلاء)

اور رکعتوں کی تعداد راوی کے اعتبار سے بھی ہے کہ وہ کبھی وتر کبھی وتر کے بعد دو رکعت سنت کو اور فجر کی سنت کو شامل کر لیتے ہیں اور کبھی شامل نہیں کرتے، اور کبھی بعض کو شامل کر لیتے ہیں اور بعض کو نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خالص تہجد کی نماز آٹھ رکعت ہمیشہ یا اکثر پڑھتے تھے اگر اس کے ساتھ تین وتر کو شامل کر لیا جاتا تو گیارہ ہو جاتیں ہیں اگر وتر کے بعد دو سنت کو شامل کر لیا جاتا ہے تو تیرہ بن جاتی ہیں، کبھی چھ تہجد تین وتر، کو نو ہو جاتیں ضعف و نقاہت کے زمانہ میں تہجد چار اور اس کے ساتھ وتر شامل کر لیا جاتا تو سات ہو جاتیں۔

چنانچہ درس ترمذی میں فتح الملہم کے حوالہ سے ہے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول تھا کہ آپ صلوٰۃ اللیل

کا افتتاح رکعتین خفیفتین سے فرماتے (دو ہلکی رکعت سے) جو تہجد کے مبادی میں ہوتی تھیں اس کے بعد آٹھ طویل رکعتیں ادا فرماتے تھے آپ کی اصل تہجد ہی رکعتیں ہوتی تھیں پھر تین رکعت وتر کی پڑھتے تھے پھر دو رکعت نفل بیٹھ کر ادا فرماتے تھے جو وتر کے توابع میں سے ہوتی تھیں، اس کے بعد طلوع فجر کے ساتھ دو رکعتیں سنت فجر اس طرح کل سترہ رکعتیں ہو جاتیں۔ (جلد۲ صفحہ۲۱۳)

نماز تہجد میں قرأت کے سلسلے میں آپ ﷺ کی مختلف پاکیزہ عادتیں

آپ ﷺ کبھی آواز سے پڑھتے کبھی آہستہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کبھی آواز سے قرأت کرتے اور کبھی آہستہ۔ (ابوداؤد صفحہ۱۸۷، ابن خزیمہ صفحہ۱۸۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کبھی زور سے پڑھتے اور کبھی آہستہ پڑھتے۔ (ابن ماجہ صفحہ۹۶)

بسا اوقات کچھ آواز سے قرأت کرتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ اتنی آواز سے قرأت فرماتے کہ اگر حجرے میں ہوتے تو صحن میں آواز آتی۔ (ابوداؤد صفحہ۱۸۷)

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رات میں آپ ﷺ کی قرأت کی آواز میں سنتی اور میں اپنے بستر پر ہوتی۔ (ابن ماجہ صفحہ۹۶، سبل صفحہ۲۷۷)

فائدہ: رات کی نماز اور تہجد میں آپ دونوں طرح آہستہ اور جہر آواز سے قرأت فرماتے۔ لہٰذا دونوں طرح پڑھنا درست اور سنت ہے ہاں آواز سے بہتر ہے۔ خیال رہے کہ اتنی آواز سے پڑھنا کہ دوسرے لوگوں کو پریشانی ہو جائے آپ نے منع کیا ہے۔ (ابن خزیمہ جلد۲ صفحہ۱۹۰)

جب رحمت و جنت اور عذاب کی آیتوں سے گزرتے

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ رحمت کی آیتوں سے گزرتے تو سوال کرتے (دعا کرتے) اور عذاب کی آیتوں سے گزرتے تو پناہ مانگتے اور تنزیہات کے مقام سے گزرتے تو سبحان اللہ پڑھتے۔ (ابن ماجہ صفحہ۹۶، مسلم صفحہ۳۲۹، ابوداؤد)

فائدہ: یعنی جہاں رحمت خداوندی اور جنت کا ذکر ہوتا وہاں اس کی دعا فرماتے، عذاب اور گرفت و مواخذہ کا ذکر ہوتا تو پناہ اور حفاظت مانگتے، جہاں تنزیہات کا ذکر ہوتا یعنی کفار و مشرکین کی ان حرکتوں کا ذکر ہوتا جس سے وہ اللہ کو متصف کرتے تھے جیسے اولاد وغیرہ تو وہاں خدا کی پاکی بیان کرتے ہوئے سبحان اللہ کہتے۔

ابولیلیٰ کہتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغل میں تھا آپ رات کو نفل پڑھ رہے تھے عذاب کی آیت سے گزرے تو آپ نے فرمایا۔ "اعوذ باللّٰہ من النار وویل لأھل النار" (ابن ماجہ صفحہ ۹۶، ابوداؤد)

تہجد کی نماز میں قرأت کی مقدار

اکثر وبیشتر لمبی لمبی سورتیں پڑھتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ آپ کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھی اور طویل قیام کیا اسی طرح رکوع اور سجود بھی کیا۔ (ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پوری رات (قریب) نماز پڑھتی سورہ بقرہ سورہ نساء پڑھتے۔ (مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۹۲)

حضرت حذیفہ کی روایت میں ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہجد کی نماز میں ساتھ ہوگیا، تو آپ نے سورہ بقرہ سورہ نسا، سورہ آل عمران پہلی رکعت میں پڑھ کر سجدہ کیا پھر اسی طرح طویل رکوع وسجدہ کیا۔
(نسائی صفحہ ۲۴۶، مسلم)

کبھی سورہ مزمل کی مقدار قرأت فرماتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیام کی مقدار کا اندازہ لگایا تو معلوم ہوا کہ ہر رکعت سورہ مزمل کی مقدار قرأت ہوتی۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۹۳)

کبھی سورہ بقرہ دو رکعت میں پڑھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ بقرہ کو دو رکعت میں پڑھا۔
(مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۱۴۱، سبل صفحہ ۱۸۵، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۲۷۴)

تہجد اور صلوٰۃ اللیل کا مطلب

معلوم ہونا چاہئے کہ رات کی نماز جو عشاء کے بعد سے شروع ہوجاتی ہے بلکہ ایک اعتبار سے مغرب وعشاء کے درمیان نوافل کو بھی صلوٰۃ اللیل سے موسوم کرتے ہیں چنانچہ آپ سے مروی ہے جو عشاء کے بعد بھی پڑھی جائے وہ صلوٰۃ اللیل ہے۔ (ترغیب، اعلاء السنن صفحہ ۴۹)

بہرحال قیام اللیل کا مفہوم عام ہے اس نماز کو بھی کہتے ہیں جو سونے سے قبل عشاء کے بعد پڑھی جائے اور اسے بھی کہتے ہیں جو سوکر اٹھنے کے بعد پڑھی جائے۔

اور تہجد اس نفل نماز کو کہتے ہیں جو سونے کے بعد اٹھ کر پڑھی جائے چنانچہ علامہ عینی تہجد کا یہ مطلب لکھتے ہیں نیند کے بعد اٹھ کر جاگو۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۶۵)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ تہجد اس نماز کو کہتے ہیں جو نیند کے بعد بیدار ہو کر پڑھی جائے اور آپ کی نماز یہی ہوتی ہے "التهجد يقع على الصلوٰة بعد النوم، واما الصلوٰة قبل النوم فلا تسمى تهجدا"
(تلخیص جلد ۲ صفحہ ۱۷)

ابوبکر ہیثمی نے مجمع الزوائد میں لکھا ہے کہ حجاج ابن عریہ جو صحابی رسول ہیں کہتے ہیں تہجد وہ نماز ہے جو سو کر اٹھنے کے بعد پڑھی جائے اسی طرح حجاج ابن عمر المازنی کہتے ہیں کہ تہجد کی نماز وہ نماز ہے جو سو کر اٹھنے کے بعد پڑھی جائے اور آپ کی نماز ایسی ہی ہوتی تھی۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۲۷۷)

اعلاء السنن میں ہے تہجد اور قیام لیل میں عموم خصوص کی نسبت ہے ہر تہجد قیام لیل ہے مگر عشاء کے بعد سونے سے قبل کی نماز تہجد نہیں ہے حافظ نے فتح الباری میں بھی اسی مفہوم کو اختیار کیا ہے۔

اس کے برخلاف بعض حضرات نے سونے سے قبل عشاء کے بعد کی نماز کو بھی تہجد کے مفہوم میں داخل کیا ہے، چنانچہ مرعاۃ المفاتیح میں ہے صلوٰۃ اللیل اور تہجد دونوں کا مفہوم ایک ہے، ابن فارس اور کراع کے حوالہ سے رات میں نماز پڑھنے والا تہجد پڑھنے والا ہے۔ (جلد ۴ صفحہ ۱۶۴)

تہجد اور اس کے فضائل وخصائص

فرض کے بعد تہجد کا درجہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افضل ترین نماز فرض نماز کے بعد رات کی نماز تہجد ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی صفحہ ۲۴۰، ترغیب جلد ۱ صفحہ ۴۲۳)

جنت میں سلامتی سے داخل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا مجھے وہ اعمال بتائیے کہ جس پر عمل کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا لوگوں کو کھانا کھلاؤ۔ سلام کو عام کرو۔ رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ جب لوگ سو رہے ہوں تو تم رات کو نماز پڑھو۔ سلامتی سے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

فائدہ: تہجد اہل جنت کے اعمال میں سے ہے۔ تہجد کے عادی سہولت سے جنت میں داخل ہونے والے ہیں۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۴۲۵)

جنت کا شیش محل کس کے لئے

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک بالا خانہ ہے جس کا اندر باہر سے باہر اندر سے نظر آتا ہے (یعنی شیشہ کا ہے) ابو مالک اشعری نے پوچھا وہ کس کے لئے ہے۔ اے اللہ کے رسول۔ آپ نے فرمایا۔ جو خوشگوار کلام کرے۔ کھانا کھلائے۔ اور رات میں نماز

پڑھے جب لوگ سورہے ہوں۔ (ترغیب صفحہ ۴۲۴)

تہجد پڑھنے والے اول بلا حساب وکتاب کے جنت میں

حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت میں لوگوں کا حشر ایک مقام پر ہوگا۔ ایک منادی آواز دے گا۔ کہاں ہیں وہ لوگ جن کے پہلو بستر سے الگ رہتے تھے۔ پس وہ لوگ کھڑے ہوجائیں گے اوران کی تعداد کم ہوگی۔ پس یہ جنت میں بلا حساب کے داخل ہوں گے۔ پھر تمام لوگوں کے لئے حساب کا حکم ہوگا۔

(ترغیب صفحہ ۴۲۶، بیہقی)

مؤمن کا شرف اور عزت کس میں

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے محمد عیش کرلو جتنا چاہو، پھر مرنا ہے چاہے جو عمل کرلو بدلہ پانا ہے جس سے چاہے دل لگالو اس سے جدا ہونا ہے اور جان لو کہ مؤمن کا شرف رات کی نماز ہے اور اس کی عزت لوگوں سے استغنا ہے۔

(طبرانی، ترغیب صفحہ ۴۳۱، کنز صفحہ ۷۸۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ رات کی عبادت مؤمن کے لئے فوائد اور فضیلت کے اعتبار سے شرف ہے۔ اس سے ایک روحانی قوت ملتی ہے ایمان کے ازدیاد اور تازگی اور قوت کا باعث ہے۔ اور عزت اس میں ہے کہ بندوں سے اپنی حاجت روائی میں نہ پڑے اسباب ظاہری اختیار کر کے خدا سے اپنی حاجت وضروریات کا سوال کرتا رہے۔

تہجد سے تین شیطانی گرہیں کھلتی ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی جب سوتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر تین گرہیں لگادیتا ہے۔ اور ہر گرہ پر یہ (وسوسہ) ڈالتا ہے کہ رات بہت طویل ہے۔

(یعنی ابھی بہت وقت رات باقی ہے) پس اگر وہ اٹھ جاتا ہے اور ذکر خدا میں لگ جاتا ہے تو اس کی ایک گرہ کھل جاتی ہے پھر وضو کرتا ہے تو (دوسری) گرہ کھل جاتی ہے پھر نماز پڑھتا ہے تو ایک گرہ (تیسری گرہ) کھل جاتی ہے پس وہ صبح خوشگوار طبیعت کے ساتھ کرتا ہے۔ ورنہ تو نفس کی خباثت سستی کے ساتھ صبح کرتا ہے۔

(نسائی صفحہ ۹۳۹، بخاری صفحہ ۱۵۳، مسلم صفحہ ۲۶۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ شیطان اپنے تصرف سے سستی اور غفلت کے اسباب پیدا کردیتا ہے، چنانچہ غفلتوں اور تکاسل کی تین قیدوں میں اسے جکڑ دیتا ہے اسی وجہ سے رات میں تہجد پڑھنے والوں کی تعداد بہت کم ہے۔ ان شیطانی بندھنوں کو توڑنا سب کے بس کی بات نہیں۔

تہجد کی نماز جسمانی صحت اور دفاع مرض کا باعث

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم پر رات کی نماز لازم ہے تم سے پہلے صالحین کی عادت رہی ہے خدا کے تقرب خدا کی خوشنودی گناہوں کی معافی۔ گناہوں سے باز رکھنے اور جسم کو بیماریوں سے بچانے کا باعث ہے۔

فَائِدَہ: اس وقت کی ہوا اور فضاء صحت جسمانی کے لئے مفید اور نفع بخش ہوتی ہے۔ پھر ہلکی سی جسمانی ورزش بھی ہو جاتی ہے جو صحت کو بڑھاتی ہے اور نظام ہضم کو بہتر رکھتی ہے۔ (کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۱۹۱)

تہجد صالحین کا شعار ہے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر تہجد لازم ہے کہ وہ تم سے پہلے صالحین کی عادت رہی ہے۔ تمہارے رب کے تقرب کا ذریعہ ہے گناہوں کو معاف کرنے والی ہے گناہوں سے باز رکھنے والی ہے۔ (ترمذی، ترغیب جلد ۱ صفحہ ۴۲۷)

کنز العمال کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جسم کو بیماری سے دور رکھنے والی ہے۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۷۸۶)

فَائِدَہ: صلحاء اور اولیاء کا معمول رہا ہے کہ وہ تہجد کا التزام اور اہتمام کرتے رہے ہیں۔ اسی کی برکت سے وہ ولایت کے بلند و بالا مرتبہ پر فائز ہوتے ہیں۔ ولایت اور معرفت کا حصول تہجد کی نماز سے ہوتا ہے اسی وجہ سے اہل اللہ اور اصحاب معرفت کی یہ محبوب نماز ہے اس وقت وہ خدائے پاک اور اپنے مولیٰ عزوجل سے مناجات کرتے ہیں اس کا قرب حاصل کرتے ہیں اور اپنی پیاس معرفت کو اس نماز سے بجھاتے ہیں اور روح معرفت کو غذا اور تسکین دیتے ہیں۔

امت کے اشراف کون

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہماری امت کے اشراف، معزز قرآن کے حاملین (حفاظ، وقراء علماء قرآن) اور راتوں کو نماز پڑھنے والے ہیں۔ (ابن ابی الدنیا، ترغیب صفحہ ۴۳۱)

فَائِدَہ: رات کو نماز والے خصوصاً اس دور میں امت کے خاص ہیں بلکہ اخص الخواص ہیں، امت کے چیدہ منتخب بزرگ ہستیوں میں ہیں، جن پر خدائے پاک کو بھی فخر اور تعجب ہوتا ہے۔

کبھی نامراد نہیں ہوگا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ آدمی کبھی نامراد نہیں ہوگا۔ جو بیچ رات میں عبادت کرے۔ سورہ بقرہ سورہ آل عمران پڑھے۔ (طبرانی، ترغیب صفحہ ۴۴۴)

رات کی دو رکعت دنیا و مافیہا سے بہتر

حضرت حسان بن عطیہ سے مرسلاً مروی ہے کہ ابن آدم کی دو رکعت نماز تہجد دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

(کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۷۸۵)

فائدہ: اس نماز سے آخرت میں وہ دولت حاصل ہوتی ہے جو ہفت اقلیم سے بہتر ہے۔ چنانچہ ہفت اقلیم کے بادشاہ ان کے اکرامات کو دیکھ کر رشک اور حسرت کریں گے۔ کاش کہ وہ بادشاہ کے بجائے تہجد گزار عبادت گزار ہوتے۔

رات میں ایک وقت دعاء کی قبولیت کا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات میں ایک وقت ہے جسے یہ وقت مل جائے اور خدا سے دنیا اور آخرت کا کوئی سوال کرے تو اسے مل جاتی ہے اور یہ وقت ہر رات میں رہتا ہے۔

(مسلم، ترغیب جلد ۱ صفحہ ۴۲۷)

رات کی نماز کو دن کی نماز پر فوقیت

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رات کی نماز کو دن کی نماز پر ایسی ہی فضیلت حاصل ہے جیسے خفیہ صدقہ خیرات کو علانیہ خیرات پر فضیلت حاصل ہے۔ (استذکار صفحہ ۱۸۹، ابن عبد الرزاق جلد ۳ صفحہ ۴۷)

فائدہ: چونکہ رات کی نماز نفس پر گران، اور مجاہدہ نفس کی بات ہے۔ نرم نرم بستر، محبوب نیند۔ غفلت و سستی چھوڑ کر وضو کرنا۔ نماز پڑھنا یقیناً ایک مجاہدہ کی بات ہے۔ اسی وجہ سے تو ایسے لوگ دنیا میں بہت کم اور نادر ہیں۔ شاذ و نادر بستی میں کوئی ایسا صالح و نیک ہوتا ہے جو شب اخیر کو یاد خدا میں اور مناجات میں گزارتا ہے۔

رات کو زیادہ سونا اور نماز نہ پڑھنا قیامت کے دن فقیر بناتا ہے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ سلمان کی والدہ نے حضرت سلمان سے کہا: اے بیٹا رات کو زیادہ مت سویا کرو۔ رات کو زیادہ سونا انسان کو قیامت کے دن کنگال بنا دیتا ہے۔

(بیہقی، کنز العمال صفحہ ۷۸۲)

فائدہ: چونکہ سونے والا غافل ہوتا ہے۔ غفلت کی وجہ سے یہ اعمال صالحہ سے محروم رہتا ہے زیادہ سونے والا عموماً کم عقل قلیل الذہن ہوتا ہے یہ دنیاوی فوائد سے بھی محروم رہتا ہے اس کی دنیا بھی اچھی نہیں ہوتی۔ اعمال میں چست نہ ہونے کی وجہ سے بیشتر اعمال سے محروم رہتا ہے جس کی وجہ سے آخرت کی بیش بہا دولت سے بھی محروم رہ کر گھاٹے میں رہتا ہے اور آخرت میں تہی دامن کنگال ہوتا ہے اللہ کی پناہ۔

تین شخص اللہ پاک کو بہت محبوب

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پاک تین شخصوں کو محبوب رکھتے ہیں۔ ایک وہ جو رات کو اٹھے اور قرآن پاک کی تلاوت کرے۔ دوسرا وہ جس کا دایاں ہاتھ چھپا کر ایسا صدقہ کرے کہ بائیں ہاتھ کو پتہ نہ چلے (یعنی بہت ہی چھپ چھپا کر) تیسرا وہ جو کسی معرکہ میں تھا ساتھیوں کو شکست ہوئی اور وہ دشمن کا مقابلہ کرتا رہا۔ (مسند احمد، مشکوٰۃ، اعد اتحاف المہرہ صفحہ ۱۲۲)

فائدہ: یہ تینوں شخص بڑے مجاہد ہیں انہوں نے ایک بڑا اہم کام انجام دیا۔ پہلا شخص نفس کا مجاہد اس نے نفس کی لذت راحت کو چھوڑ کر نیند کو قربان کر کے خدائے پاک کو یاد کیا۔ دوسرا مجاہد مال اور شہادت میں ایک اہم مرتبہ رکھتا ہے۔ عموماً نفس چاہتا ہے کہ میرا خرچ کرنا لوگ جان لیں تاکہ تعریف کریں۔ تیسرا مجاہد قتال ہے جو راہ خدا میں اپنی جان کو قربان کر رہا ہے۔

اہل تہجد کی دعاء رد نہیں کی جاتی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات کا ایک تہائی حصہ رہ جاتا ہے تو ہر رات اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں۔ اور یہ فرماتے ہیں کون ہے جو مجھ سے دعا کرے میں اس کی دعا قبول کروں۔ کون ہے جو مجھ سے مانگے میں اس کو دوں۔ کون ہے جو مجھ سے گناہوں کی معافی چاہے میں اسے معاف کر دوں۔ (بخاری صفحہ ۱۵۳، مسلم صفحہ ۲۵۸)

تہجد پڑھنے والے پر خدائے پاک تعجب فرماتے ہیں

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے رب کو دو آدمیوں پر بڑا تعجب ہوتا ہے۔

❶ جو اپنے بستر سے کود کر نکلتا ہے اور اپنی محبوب بیوی کو چھوڑ کر کیسے لحاف سے نماز کی طرف آتا ہے تو اللہ پاک فرشتوں سے کہتے ہیں دیکھو میرے بندے کو۔ اپنے بستر سے کیسے نکلا۔ اپنی بیوی اہل خانہ کو چھوڑ کر کیسے نماز کی طرف، اس چیز کی رغبت میں جو میرے پاس ہے (یعنی جنت) اور خوف سے جو میرے پاس سے (جہنم سے) متوجہ ہوا۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ لذت اور آرام راحت کو قربان کر کے میری یاد کی طرف دیکھو کیسے متوجہ ہوا۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۱)

یہ محبت اور خوف کی وجہ سے ہوا۔ نفس کے خلاف اور اس کی مخالفت وہ بھی واجب اور فرض نہیں یقیناً تعجب کی بات ہے، ایسے لوگ قابل رشک ہیں۔

جنت میں اڑنے والے گھوڑے کس کے لئے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرمارہے تھے کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کے اوپر سے قیمتی جوڑے نکلتے ہیں اور اس کے نیچے سونے کے ایسے گھوڑے ہیں جس میں یاقوت موتی سے بنے زین لگے ہیں جو نہ لید کرتے ہیں اور نہ پیشاب کرتے ہیں اس کے ایسے بازو ہیں جس کی لمبائی انتہائے بصر تک ہے اس پر اہل جنت چڑھ کر جہاں چاہیں گے اڑیں گے پس اس کے نیچے کے درجے کے لوگ کہیں گے اے میرے رب ایسا اعزاز واکرام کس بنیاد پر ان کو ملا۔ ان کو جواب دیا جائے گا۔ یہ لوگ رات میں نماز پڑھتے تھے اور تم لوگ سوتے تھے وہ لوگ روزہ (نفل) رکھتے تھے اور تم لوگ کھاتے تھے وہ لوگ خرچ کرتے تھے تم بخل کرتے تھے۔ وہ راہ خدا میں جہاد کرتے تھے تم لوگ بخل کرتے تھے۔

(ترغیب جلد ا صفحہ ۴۲۵)

فائدہ: دیکھئے اس حدیث پاک میں کتنی فضیلت ان لوگوں کے لئے بیان کی گئی ہے جو ان اعمال کے کرنے کے درپے ہوں گے جن میں ایک رات کی نماز بھی ہے۔

مسجد حرام سے بھی زائد ثواب تہجد کی نماز کا ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری مسجد میں نماز کا ثواب دس ہزار ہے اور مسجد حرام میں نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر ہے اور سرحدی زمین پر نماز کا ثواب دو لاکھ نماز کے برابر ہے اور ان سب سے زائد ثواب اس دو رکعت نماز کا ہے جسے بندہ بیچ رات میں (یعنی تہجد) پڑھتا ہے جس کا کوئی مقصد نہیں ہوتا سوائے اللہ تعالیٰ کی رضا کے۔ (ترغیب صفحہ ۴۳۰)

فائدہ: دیکھئے اس روایت سے معلوم ہوا کہ تہجد کا ثواب مسجد حرام کی نماز سے بھی زائد ثواب ہے کسی قدر خدائے پاک کا انعام ہے۔ جسے مسجد حرام میں نماز کی وسعت اور طاقت نہیں وہ تہجد کی رکعتوں میں یہ ثواب بلکہ اس سے زائد حاصل کرسکتا ہے افسوس جس نماز کی اتنی اہمیت، آج وہ عوام تو عوام اہل علم اور خواص سے بھی متروک ہوچکی ہے شب آخر کی بیداری امت سے جاتی رہی۔

تہجد کی برکت سے گناہوں اور برائیوں سے رک جاتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا فلاں شخص تو رات میں نماز پڑھتا ہے اور جب صبح ہوجاتی ہے تو چوری کی حرکت کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا، عنقریب وہ اس سے رک جائے گا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۰)

فائدہ: اگر فرائض اہتمام اور پابندی سے پڑھتا ہے تو اس کی برکت سے آہستہ آہستہ دوسرے گناہ جس کا

عادی ہوتا ہے چھوٹ جاتے ہیں اور جس کا عادی نہیں ہوتا ہے اس سے گریز کرتا ہے تہجد کا عادی تو اور گناہ سے احتراز کرنے لگ جاتا ہے تہجد کی نماز سے اس کا قلب روشن اور مجلی ہو جاتا ہے اسے معرفت خداوندی حاصل ہو جاتی ہے جس سے وہ گناہوں کے نقصانات کو سمجھنے لگتا ہے اسے خدا کی ناراضگی کا سبب جانتا ہے کہ تہجد سے وہ خدا ہی کی رضا تو حاصل ہوتی ہے تو گناہوں سے بچنے لگ جاتا ہے دراصل معرفت اور قرب خداوندی سے اس پر حقائق منکشف ہو جاتے ہیں اس لئے وہ صالح ہونے لگتا ہے اور خدا کو ناراض کرنے والے اعمال سے بچنے لگ جاتا ہے۔

جو تہجد نہ پڑھ کر صبح تک سوتا رہتا ہے اس کے کان میں شیطان کا پیشاب

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ایک شخص کا ذکر آپ کے سامنے ہوا جو سوتا رہا یہاں تک کہ صبح کر دی اور نماز کے لئے نہیں اٹھا اور آپ نے فرمایا اس کے کان میں شیطان نے پیشاب کر دیا۔

(بخاری صفحہ ۱۵۳)

فَائِدَۃ: مطلب یہ ہے کہ صبح تک سوتا رہا شیطان نے اس کے کان میں دیر تک سونے کی وجہ سے اہانۃً پیشاب کر دیا اسے اپنے دام اور قید و تصرف میں لے لیا کہ اہم عبادت سے غافل رکھا۔

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ انسان کے خسارے اور نقصان کے لئے یہ بات کافی ہے کہ رات میں صبح تک سوتا رہا اور رات میں ذکر خدا نہ کرے۔ یہاں تک کہ صبح ہو جائے۔ اور اس کے کان میں (غفلت کی وجہ سے) شیطان پیشاب کرے۔ (قیام اللیل صفحہ ۱۰۳)

قیلولہ کر کے تہجد میں اٹھنے کی سہولت حاصل کرے

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا۔ قیلولہ کر کے رات کی نماز میں مدد حاصل کرو۔ اور سحری کھا کر دن میں سہولت حاصل کرو۔ (قیام اللیل صفحہ ۱۰۴)

فَائِدَۃ: گرمی کے زمانہ میں رات چھوٹی ہوتی ہے اس لئے دن کو تھوڑا آرام کرنے سے رات کی عبادت میں سہولت حاصل ہو جاتی ہے اس لئے دن کو کچھ سو جائے تا کہ عبادت کا موقع مل سکے۔

تہجد پڑھنے کی تاکید خواہ کم ہی سہی

حضرت سمرہ بن جندب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ہمیں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حکم فرمایا کہ رات میں تہجد پڑھوں خواہ کم یا زیادہ۔ اور آخر میں وتر پڑھوں۔ (طبرانی، بزار، ترغیب صفحہ ۴۲۹)

حضرت ایاس بن معاویہ مزنی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: رات کی نماز ضروری ہے (فضیلت اور ثواب کے اعتبار سے) خواہ بکری کے دودھ دوہنے کی مقدار کیوں نہ ہو۔ اور یہ کہ عشاء

کے بعد جو نماز پڑھی جائے گی وہ سب قیام اللیل میں ہے۔ (طبرانی، ترغیب جلد ۱ صفحہ ۴۳۰)

فائدہ: عرب کا عرف اور محاورہ ہے کم وقت کی تعبیر "دودھ دوہنے" کی مقدار سے کرتے ہیں۔ چونکہ بکری کے تھن میں دودھ کم ہوتا ہے اس لئے جلدی ہو جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ہمیں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ رات کی نماز پڑھیں اور اس کی آپ نے ترغیب فرمائی۔ یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: تم پر رات کی نماز تہجد ضروری ہے خواہ ایک رکعت سہی۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۴۲۵)

فائدہ: مطلب یہ ہوا کہ تعب و سستی یا قلت وقت یا ضعف کمزوری کی وجہ سے زیادہ نہیں پڑھ سکتا ہے تو کم از کم دو ہی رکعت پڑھ لے تا کہ اس کی فضیلت پائے اور یہ وقت یاد الٰہی میں کچھ گزر جائے۔

ہو سکے تو اس وقت عبادت کرے

عمر بن عنبسہ سے مروی ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے قریب سب سے زیادہ شب آخر میں ہوتا ہے۔ اگر تم سے ہو سکے کہ تم اس وقت خدا کے یاد کرنے والے میں ہو سکو تو ہو جاؤ۔

فائدہ: شب آخر کا وقت بہت قیمتی ہے اللہ پاک کے نزول کا وقت ہے بندوں کی طرف توجہ کا وقت ہے۔ ایسے وقت کو سو کر غفلت میں لہو لعب میں مت گزارو۔ عبادت کر لو۔ اگر نماز نہ پڑھ سکو تو ذکر ہی کچھ کر لو۔ آپ نے تاکیداً فرمایا۔

شرح بخاری میں ہے کہ آخر رات میں ذکر، تلاوت بھی قیام لیل میں داخل ہے۔ نماز متعین نہیں۔ لہٰذا اٹھ کر بستر ہی میں ذکر فکر مراقبہ میں مشغول رہنے والا قیام لیل رات کی عبادت کا ثواب پائے گا۔

(فیض الباری جلد ۲ صفحہ ۴۱۲)

مؤمن کی شان ہے کہ بیماری کی حالت میں ہی تہجد ناغہ کرے

حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو ایک رات یا دو رات تہجد کے لئے نہ اٹھ سکے۔ (بخاری صفحہ ۱۵۱)

ایک روایت میں ہے کہ دو یا تین دن ناغہ ہوا تھا۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۷۱)

فائدہ: علامہ عینی نے شرح بخاری میں بیان کیا ہے کہ کوئی جسمانی بیماری کی وجہ سے آپ بیمار نہیں ہوئے تھے بلکہ آپ پر کچھ دنوں تک وحی کا سلسلہ موقوف ہو گیا تھا۔ (عمدۃ صفحہ ۱۸۲)

اس کے رنج و غم سے متاثر ہوئے کہ آپ کی طبیعت علیل ہو گئی جس کی وجہ سے آپ رات میں نماز کے لئے

نہیں اٹھ سکے تھے۔

اس حدیث پر امام بخاری نے باب قائم کیا ہے "ترك القيام للمريض" جس سے وہ اشارہ کرنا چاہتے ہیں قیام لیل رات میں تہجد پڑھنے کی عادت سنت متوارثہ ہے اس کا غفلت اور سستی سے چھوڑنا مناسب نہیں۔ ہاں مرض اور بیماری میں ترک اور اس کے ناغہ کا سبب ہوسکتا ہے۔

افسوس کہ آج اس سنت پر عمل خواص الخواص میں ہے، بہت کم شاذ و نادر ہی حضرات اس کا معمول رکھتے ہیں اصل میں اس کا داعی اور محرک معرفت وخشیت اور سلوک طریقت ہے آج کے دور میں یہ عامۃً متروک ہے، امت کے چند افراد ہی اس کے عامل ہیں۔ ورنہ تو اسی امت پر ایک زمانہ گزرا ہے کہ بادشاہ عہدہ شاہی اور بادشاہت کی مشغولیت کے ساتھ تہجد کے پابند ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ ہند کے بادشاہوں میں التمش۔ ناصر الدین۔ عالم گیر اورنگزیب۔ اور شیر شاہ سوری وغیرہ حد درجہ تہجد کے پابند تھے یہی نہیں چور ڈکیت بھی تہجد پڑھا کرتے تھے، اور اب تو جو عرفا اور موحولاً مشائخ کہلاتے ہیں وہ بھی تہجد سے عاری نظر آتے ہیں اللہ اللہ کتنا فرق ہوگیا، "اللهم ارحم امة محمد صلى الله عليه وسلم"

تہجد پڑھتا رہے پڑھ کر نہ چھوڑے

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے عبداللہ، فلاں آدمی کی طرح مت ہو جانا کہ رات کو وہ تہجد پڑھتا اور پھر چھوڑ دیا۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۵۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ غفلت اور سستی سے اتنی بڑی دولت کو نہ چھوڑے۔ امام بخاری نے یہ باب قائم کیا ہے "ما يكره من ترك قيام الليل لمن كان يقومه" جلد ۱ صفحہ ۱۵۵ یعنی پڑھتے پڑھتے چھوڑ دینا مکروہ ہے۔

حافظ نے بیان کیا کہ (جاری) عبادت کے سلسلہ کو چھوڑ دینا مکروہ ہے اور اس کا سلسلہ باقی رکھنا مستحب ہے۔ (فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۳۸)

اونگھ اور نیند آنے کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو نماز میں اونگھ (نیند) آئے تو سو جائے یہاں تک کہ نیند چلی جائے اگر وہ نیند اونگھ کی حالت میں نماز پڑھے گا تو اسے نہیں معلوم کہ استغفار کرنے کے بجائے اپنے کو برا کہنے لگ جائے۔ (استذکار صفحہ ۲۰۵، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب تک تم کو نشاط رہے نماز پڑھو۔ اور جب طبیعت میں فتور تھکن پیدا ہو جائے تو چھوڑ دو۔ (بخاری، ابوداؤد صفحہ ۱۸۶)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ نیند کے وقت میں زور ڈال کر عبادت نہ کرے۔ ہاں ایسی ترتیب اور صورت اختیار کرے کہ نیند نہ آئے، مثلاً دوپہر کو سو جائے۔ رات کو زیادہ پیٹ بھر نہ کھائے ٹھنڈی اور نیند زیادہ لانے والی چیزوں کا استعمال خصوصاً رات میں نہ کرے بلغمی مزاج کی وجہ سے زیادہ نیند آئے تو دافع بلغم اشیاء استعمال کرے۔ مشقت اور تعب کی صورت میں نماز پڑھنے سے آپ نے اس وجہ سے منع فرمایا کہ اس سے پھر طبیعت عبادت سے اکتا کر عبادت سے متنفر ہو جاتی ہے۔

رات کی ایک رکعت دن کی دس رکعت سے افضل

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رات کی ایک رکعت دن کی دس رکعت سے افضل ہے۔ (قیام اللیل صفحہ ۶۳)

تہجد کی نماز، خدا سے رات میں ہم کلامی ہے

حضرت ثور بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے (پچھلی کتابوں میں) پڑھا ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے رات میں خوب گفتگو کیا کرو۔ اور لوگوں سے کم۔ لوگوں نے پوچھا کہ اے اللہ کی روح، اللہ سے کس طرح بات کریں۔ کہا خلوت اور تنہائی میں اللہ سے مناجات (تہجد پڑھو) اور دعا کرو۔ (قیام اللیل صفحہ ۶۳)

موتیوں کے گھوڑوں پر اڑان

وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ تہجد پڑھنے والے حضرات قیامت کے میدان میں رہیں گے یہاں تک کہ ان کے لئے موتیوں کے جیسے گھوڑے جن میں روح پھونک دی گئی ہوگی لائے جائیں گے ان سے کہا جائے گا اپنی جنت کے منزلوں میں ان پر سوار ہو کر جاؤ۔ چنانچہ وہ ان پر سوار ہوں گے اور فضا میں اڑ کر جائیں گے لوگ ان کو دیکھیں گے تو ایک دوسرے سے کہیں گے۔ یہ کون لوگ ہیں جن پر خدائے پاک کا ہمارے درمیان اتنا اکرام ہے پس یہ لوگ اسی طرح (اڑتے رہیں گے) جنت میں اپنے گھروں کو جائیں گے۔

فائدہ: ماشاء اللہ کس قدر اکرام ہوگا تہجد پڑھنے والے حضرات پر۔ کہ موتیوں کے گھوڑوں پر اڑ کر قیامت کے میداں سے جنت جائیں گے۔

آسمان تک فرشتوں کا گھیر لینا

حسن رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان کے ساتھ تین خصوصی اکرام کئے جائیں گے۔

1. تہجد پڑھنے والے کی مانگ سے آسمان تک نور کا سلسلہ قائم ہو جاتا ہے۔
2. تہجد پڑھنے والے کے پیر سے آسمان تک فرشتے اسے گھیر لیتے ہیں ایک منادی اعلان کرتا ہے کہ اگر اللہ کے مناجات کو بندہ جان لیتا تو وہ تہجد نہ چھوڑتا۔ (قیام اللیل صفحہ ۶۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ تہجد کے وقت نماز، تلاوت، وذکر کے برکات اور اس کے انوار اور خدائے پاک سے ہم کلامی کو محسوس طور پر اپنی نگاہوں سے دیکھ لیتا تو تہجد سے فارغ ہی نہ ہوتا۔

شب اخیر میں تہجد کے وقت خدا کی خصوصی توجہ اور رحمت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب شب آخر میں ایک تہائی رات باقی رہ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کون ہے جو مجھ سے دعا کرے میں اس کی دعا قبول کروں۔ ہے کوئی سوال کرنے والا کہ میں اسے دوں۔ ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ میں اس کی مغفرت کروں۔
(بخاری جلد ا صفحہ ۱۵۳، مسلم صفحہ ۲۵۸)

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ رات کے تہائی حصہ کے آخر میں آسمان دنیا پر تشریف لاتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں: ہے کوئی مغفرت چاہنے والا، ہے کوئی توبہ چاہنے والا، ہے کوئی مانگنے والا، ہے کوئی دعا کرنے والا، یہاں تک کہ فجر طلوع ہوجاتی ہے۔ (مسلم، کنز جلد ۷ صفحہ ۷۸۴)

اگر امت پر باعث مشقت نہ ہوتا تو فرض کر دیا جاتا

حسان بن عطیہ سے مرسلاً منقول ہے کہ شب اخیر میں ابن آدم کی دو رکعت نماز دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سے بہتر ہے اگر مشقت کی بات میری امت کے لئے نہ ہوتی تو میں فرض کر دیتا۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۷۸۴)

فائدہ: اس نماز کی بڑی تاکید اور ترغیب آئی ہے اور پڑھ کر چھوڑ دینے پر وعید بھی ہے اس لئے عادی پر چھوڑنا ملامت کا باعث ہے اور آپ ﷺ نے اس پر مداومت فرمائی اگر کبھی کسی عذر کی وجہ سے چھوٹ گئی تو اس کی قضاء فرمائی حضرات صحابہ کرام تابعین عظام نے پابندی سے اس پر عمل کیا دن کی مصروفیت اور مشاغل نے قیام لیل سے ان کو باز نہیں رکھا۔ اسی وجہ سے علماء کے ایک طبقہ نے اسے سنت موکدہ قرار دیا ہے۔

چونکہ مذکورہ علامتیں اس کے موکد ہونے کو ثابت کرتی ہیں۔ اس کے بالمقابل جمہور علماء کی رائے ہے کہ یہ غیر موکدہ سنت ہے جسے نفل سے موسوم کیا جاتا ہے۔ کہ اس کا ادا کرنا بڑی فضیلت و منقبت کا باعث اور نہ ادا کرنا کوئی ملامت کا باعث نہیں۔ افسوس کہ امت پر ایک ایسا زمانہ گزرا کہ خواص تو کیا عامی آدمی بھی تہجد اور قیام لیل کا پابند ہوتا تھا اور آج تغافل کا ایسا دور ہے کہ امت کے خوص اور اہل فضل بھی تہجد کے پابند نہیں۔

تہجد کے سلسلہ میں حضرات صحابہ کرام کے اسوۂ حسنہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا فرماتے پھر گھر میں داخل ہوتے اور صبح تک نماز پڑھتے رہتے۔ (اقامۃ الحجۃ)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کے اول حصہ میں کچھ آرام فرماتے اور پھر ساری رات خدائے تعالیٰ کی

عبادت میں مشغول رہتے۔

حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پڑوسی تھی کہتے تھے کہ ہم نے حضرت عمر کا مثل نہیں دیکھا دن کو روزہ دار اور لوگوں کی ضرورتوں میں مصروف اور رات عبادت نماز میں مشغول۔ (قیام اللیل صفحہ ۶۱)

ایک موقعہ پر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت ابن عمر کے متعلق فرمایا۔۔ ابن عمر کیا ہی بہتر آدمی ہے کاش کہ رات میں پڑھا کرتے۔ چنانچہ اس کے بعد حضرت ابن عمر رات میں بہت کم سویا کرتے تھے۔ (قیام اللیل صفحہ ۶۱)

فَائِدَہ: آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے اشارہ اور نمط کو حضرت ابن عمر نے کسی طرح جان سے لگالیا۔ یہ محبت اور خلوص اور کمال اطاعت کی بات تھی آج تو فرائض کا بھی اہتمام نہیں۔ نوافل کا کیا ہوگا، کیسا ماحول آگیا اللہ ہی حفاظت فرمائے۔

تہجد کی نماز اور اس کے معاون اسباب

چونکہ تہجد کی نماز قیام اللیل بڑی قیمتی اور فضیلت کی بات ہے بڑی بیش بہا دولت ہے خاص برگزیدہ بندے ہی اس پر مداومت کرتے ہیں عام طور پر سب کے بس کی بات نہیں۔ بیش قیمت ہونے کی وجہ سے شیطان بھی پوری سعی کرتا ہے کہ اس دولت سے لوگ محروم رہیں اس وجہ سے اکثر لوگ محروم رہتے ہیں، اس سلسلے میں امام غزالی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے قیام اللیل کے معاون اسباب کو بیان کیا ہے اہل طلب ان امور کی رعایت رکھیں گے تو ان کو یہ فضیلت حاصل ہوسکتی ہے۔ کچھ تو اس کے اسباب ظاہری کو بیان کیا ہے اور کچھ باطنی اسباب ہیں۔

اسباب ظاہری جو معاون ہیں چار ہیں

❶ کم کھانا: زیادہ کھانے اور پیٹ بھرنے کی وجہ سے غفلت اور نیند کا غلبہ ہوتا ہے۔ جس سے شب آخر کی عبادت سے محرومی ہو جاتی ہے۔

حضرت زین العابدین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ایک روز حضرت یحیٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ کی آنکھ لگ گئی اور رات کا معمول ترک ہوگیا وجہ اس کی یہ ہوئی کہ جو کی روٹی پیٹ بھر کر کھالی تھی، اس پر حق تعالیٰ نے ان سے بذریعہ وحی فرمایا۔ اے یحیٰ اگر تم جنت الفردوس کو ایک مرتبہ جھانک کر دیکھ لیتے تو اس کے عشق میں تمہارا جسم گھل جاتا۔ اور آنسو بہالینے کے بعد تمہاری آنکھوں سے خون بہتا اور ٹاٹ چھوڑ کر لوہا پہنتے۔ یعنی اس کو حاصل کر لینے کے لئے تم ہر قسم کی سختیاں جھیلتے مگر چونکہ تم نے دیکھا نہیں اس لئے غافل ہو کر سو گئے۔

❷ دن میں مشاغل اور تعب و تھکن کے امور کو ذرا کم کرے چونکہ تھکن اور تعب سے نیند زیادہ آتی ہے اور نیند کا غلبہ رہتا ہے۔

❸ دن کو خصوصاً گرمی کے دنوں میں قیلولہ ضرور کرے۔ اس سے رات کو اٹھنے میں مدد ملتی ہے۔

۴ معاصی اور فواحش سے پرہیز کرے۔ چونکہ گناہوں سے قلب میں قساوت پیدا ہوتی ہے اور قساوت سے عبادت میں غفلت پیدا ہوتی ہے حسن بصری نے فرمایا گناہوں کی وجہ سے تہجد کی دولت سے محروم رہتا ہے۔

خیال رہے کہ تمام گناہ دل میں قساوت پیدا کرتے ہیں اور تہجد کے لئے محرومی اور رکاوٹ کا باعث ہوتے ہیں۔

حسن بصری کا قول ہے جس کی تہجد قضاء ہوتی ہے نیند نہیں ٹوٹتی ہے وہ ضرور کسی گناہ کی سزا میں ہوتا ہے۔

ایک صاحب نے حضرت ابن ادہم سے کہا کوئی ترکیب تہجد کی بتا دیجئے فرمایا دن میں گناہ چھوڑ دیجئے جب دن میں گناہ چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں رات میں اپنے سامنے کھڑا ہونے کو قبول فرمالیں گے۔

(ماخوذ فضائل تہجد، اتحاف السادۃ)

تہجد کے بعد یا شب آخیر میں استغفار

اللہ تعالیٰ کے قول وہ (اہل اللہ) صبح کے وقت استغفار کرتے ہیں کی تفسیر میں حضرت نافع حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا واقعہ نقل کرتے ہیں کہ وہ رات میں عبادت میں مشغول رہتے۔ نافع (اپنے غلام) سے پوچھتے سحر کا وقت ہوگیا۔ نافع کہتے نہیں، تو پھر دوبارہ نماز پڑھنے لگتے۔ پھر جب نافع کہتے ہاں سحر کا وقت ہوگیا تو بیٹھے استغفار کرتے رہتے اور دعا کرتے، یہاں تک صبح ہو جاتی۔

حضرت ابراہیم تیمی کہتے کہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَامُ نے فرمایا تھا (اپنی اولاد کی درخواست معافی پر) تو کہا تھا "سوف استغفر لکم" استغفار کروں گا تمہارے لئے اپنے پروردگار سے اس سے مراد سحر کے وقت کا انتظار تھا۔

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ سحر کے وقت ہر دن آسماں سے ایک منادی آواز دیتا ہے کوئی سائل ہے جسے دیا جائے کوئی دعا کرنے والا ہے جس کی دعا قبول کی جائے کوئی استغفار کرنے والا ہے جس کی مغفرت کی جائے پس آسمان و زمین کے درمیان انسان اور جن کے علاوہ سب یہ آواز سنتے ہیں کیا نہیں دیکھتے مرغ اور اس کے مثل دیگر پرندے اس وقت بولنے لگ جاتے ہیں (مرغ کا بولنا دراصل اپنی زبان میں استغفار کرتا ہے)۔ (قیام اللیل صفحہ ۹۶)

فَائِدَة: علی الصباح پرندوں کا چہچہانا استغفار کرنا ہے۔

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ہم لوگ (صحابہ کرام) جب رات تہجد کی نماز پڑھ لیتے تھے تو اس کے بعد ستر مرتبہ استغفار کا حکم دیا جاتا۔ (قیام اللیل صفحہ ۹۸)

فَائِدَة: سحر کا وقت صبح صادق سے پہلے کا وقت ہے جو سحری کھانے کا وقت ہے تہجد پڑھنے والے عموماً اس وقت

فارغ ہو جاتے ہیں۔ سو تہجد سے فارغ ہو جانے کے بعد استغفار کرنا مسنون ہے۔ اور تہجد کا آخری وظیفہ استغفار اور دعا ہے اگر تہجد کی وجہ سے نہ بھی پڑھ سکا تو بیٹھے بیٹھے استغفار اس وقت کرتے رہنا مسنون ہے۔

تمام اسلاف کرام کا یہ مشغلہ اور معمول رہا ہے جس کے بے شمار دینی و دنیاوی فوائد ہیں۔

تہجد کا عادی اگر تہجد نہ پڑھ سکے تو

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی تکلیف وغیرہ کی وجہ سے رات کی عبادت نہ کر سکتے تو دن میں بارہ رکعت پڑھتے۔ (نسائی جلد ا صفحہ ۲۵۵، قیام اللیل صفحہ ۱۸۹)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس کا رات کوئی معمول نماز وغیرہ چھوٹ جائے اسے ظہر و فجر کے درمیان پڑھ لیا تو گویا اس نے رات ہی میں ادا کیا۔

(نسائی صفحہ ۲۵۵، ابوداؤد صفحہ ۱۸۶، ترمذی، ابن ماجہ)

حمید بن عبدالرحمٰن نے کہا کہ رات کی نماز وغیرہ چھوٹ جائے تو ظہر سے قبل ادا کرلے۔ تو وہ رات کی ہی طرح ہے۔ (نسائی صفحہ ۲۵۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جس شخص کا کوئی رات کے معمولات (تہجد ذکر وغیرہ) چھوٹ جائے اور وہ دن چڑھے ادا کرے تو گویا اس نے رات میں ہی عبادت کی۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۷)

ابوسلمہ کہتے ہیں کہ جس کا کوئی معمول وغیرہ رہ جائے اور اس نے زوال شمس سے پہلے ادا کرلیا تو گویا اس نے رات ہی کو ادا کیا۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۷)

ابن سیرین کے متعلق مروی ہے کہ وہ سات اوراد رات میں پورا کیا کرتے تھے اگر چھوٹ جاتا تو اسے دن میں پورا کیا کرتے۔ (قیام اللیل صفحہ ۱۸۹)

عبداللہ بن ابی بکر کی روایت میں ہے کہ حضرات صحابہ تابعین کا کوئی معمول رات کے نیند کی وجہ سے چھوٹ جاتا تو زوال سے قبل پڑھ لیا کرتے تھے۔ (قیام اللیل صفحہ ۱۸۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جو شخص تہجد پڑھتا ہو رات میں ذکر وغیرہ معمول ادا کرتا ہو۔ کسی وجہ سے رات میں اسے ادا نہ کر سکا تو زوال سے قبل ادا کرے۔ اس کا ثواب فضل الٰہی سے رات کے مثل مل جائے گا مزید اسے دن میں ادا کرے تاکہ اس کے انوار و برکات اور اثرات کو دوام اور پابندی کے ہونے میں ضائع نہ ہو اور عادت بھی باقی رہے گی ورنہ تغافل کی وجہ سے بالکل چھوٹ جانے کا اندیشہ ہے۔



تراویح کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کے اسوۂ حسنہ کا بیان

رمضان المبارک میں آپ نے تراویح کی بیس رکعت پڑھی ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رات بیس رکعت تراویح پڑھائی جب تیسری رات ہوئی لوگ جمع ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے تشریف نہیں لائے پھر صبح کو فرمایا: مجھے خیال آیا کہ اگر تم پر فرض ہو جائے تو تم اسے نبھا نہ سکو (اس لئے پڑھنے نہیں آیا)۔ (تلخیص الحبیر صفحہ ۲۱)

فائدہ: یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دن تراویح کی بیس رکعت ادا فرمائی پھر فرض نہ ہو جائے بلکہ سنت رہے اس لئے آپ اس کے بعد تشریف نہیں لائے اور نہیں پڑھی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد تشریف لائے تو رمضان میں مسجد نبوی میں ایک کنارے لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھا تو آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں جواب دیا یہ لوگ قرآن پڑھنے والے ہیں حضرت ابی ابن کعب امامت کر رہے تھے یہ حضرات ان کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے اچھا کیا۔ (استذکار جلد ۵ صفحہ ۱۳۶)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تراویح پڑھ کر چھوڑ دی تھی کہ فرض نہ ہو جائے اس کو ان صحابہ کرام نے حضرت ابی کی اقتداء میں پڑھنا شروع کر دیا اس کی آپ نے تصویب فرمائی اور مستحسن قرار دیا، اس کو حضرت عمر فاروق نے اپنے دور میں حضرت ابی ابن کعب کی امامت میں جاری اور رائج کیا، حضرت عمر فاروق نے آپ ہی کی سنت کو رائج کیا آپ کی محبوب اور پسندیدہ سنت کو امت میں باقی رکھا اور اس کا سلسلہ چلایا، پس یہ سنت نبوی ہے نہ کہ سنت عمر گو خلفاء راشدین کی سنت بھی قابل اقتداء ہے اور اسے بھی سنت سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں بلا جماعت کے بیس رکعت تراویح پڑھتے اور وتر پڑھتے، ایک روایت میں ہے کہ تین رکعت وتر پڑھتے۔

(مجمع الزوائد صفحہ ۱۷۵، سنن کبریٰ صفحہ ۴۹۶، تلخیص الحبیر صفحہ ۲۲، ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۹۴)

علامہ طحاوی اس روایت مذکور پر فرماتے ہیں، حضرت ابن عباس کی روایت کی بناء پر بیس رکعت آپ ﷺ کے عمل مبارک سے ثابت ہے، علامہ عینی نے بیان کیا یہ سنت عمر نہیں بلکہ سنت رسول ﷺ ہے۔

(صفحہ ۱۷۸)

ابن عبدالبر مالکی نے استذکار میں حضرت ابن عباس کی روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ رمضان میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔ (الاستذکار جلد۵ صفحہ ۶)

امام نووی نے شرح مہذب میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے چند راتیں اصحاب کے ساتھ پڑھیں، پھر باقی ماہ اپنے گھر میں پڑھنے لگے تاکہ امت پر فرض نہ ہو جائے۔ (شرح مہذب صفحہ ۳۰)

ابن قدامہ نے کہا تراویح سنت موکدہ ہے سب سے پہلے آپ ﷺ نے اسے مقرر فرمایا۔

(اتحاف السادۃ جلد ۳ صفحہ ۴۱۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں آپ ﷺ نے ایک رات مسجد میں نماز پڑھائی، لوگوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر اگلے دن بھی نماز پڑھائی، لوگ کثرت سے جمع ہوگئے پھر تیسری رات بھی جمع ہوئے یا چوتھی رات بھی، اس کے بعد نہیں تشریف لائے جب صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا: میں نے تم کو دیکھا جو تم نے کیا (یعنی شوق طلب کے ساتھ کثرت سے جمع ہوئے اور جماعت میں شریک ہوئے، مجھے تمہاری طرف آنے سے کسی چیز نے منع نہیں کیا، مگر یہ کہ میں نے خوف کیا کہ تم پر فرض نہ ہو جائے، اور یہ واقعہ رمضان کا تھا۔

(بخاری صفحہ ۱۵۲، مشکوٰۃ صفحہ)

غالباً یہ وہی روایت ہے جو حضرت عائشہ کی اوپر تلخیص کے حوالہ سے گزری، جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ تراویح کے سنت سے فرض ہو جانے کی خوف سے بعد میں نہیں پڑھی، امام نووی کے مطابق جماعت کے ساتھ مسجد میں تو نہیں پڑھی مگر گھر میں تنہا پڑھتے رہے پس تراویح کی سنت رسول اللہ ہونے میں کوئی کلام نہیں، اسی وجہ سے حضرات صحابہ کرام کی ایک جماعت تراویح گھر میں پڑھتی رہی جس میں حضرت ابن عمر، حضرت قاسم، سالم کا نام علامہ عینی نے عمدہ میں ذکر کیا ہے۔ (جلد ۷ صفحہ ۱۷۸)

خیال رہے کہ انہیں روایات مذکورہ کے پیش نظر خلفاء راشدین حضرات صحابہ کرام، تابعین عظام اور اصحاب خیر القرون، عمل کرتے رہے، اور ماہ رمضان مبارک میں تراویح بیس رکعت پڑھتے رہے، اس سے اس امت کا تعامل اور عملی سلسلہ چلتا رہا، اسی سنت متواترہ پر ہر دور کے اہل ایمان نے عمل کیا اور مساجد اور گھروں کو تراویح کی عبادت سے معمور اور روشن رکھا۔

لہٰذا تراویح اور اس کے بیس رکعت کا انکار امت کے تعامل اور جمہور کے خلاف ہے، مزید کچھ اور تحقیق

آ گے آ رہی ہے، جس سے اجماع، جمہور کا قول و مسلک، معلوم ہو رہا ہے۔

تراویح جماعت کے ساتھ سنت رسول اللہ ﷺ ہے نہ کہ سنت حضرت عمر

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے رمضان المبارک ختم ہونے میں جب سات دن باقی رہا تو لوگوں کو (تراویح کی) نماز پڑھائی، تہائی رات تک، پھر اس کے بعد نہیں پڑھائی، پھر اس کے بعد پڑھائی، اور وہ پانچویں رات تھی یہاں تک کہ نصف رات ہوگئی۔ (استذکار جلد۵ صفحہ ۱۳۸، التمہید جلد ۸ صفحہ ۱۱۲)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگوں کو رمضان کے تیئس کی رات میں ''تراویح'' نبی پاک ﷺ نے پڑھائی یہاں تک کہ ایک تہائی رات ہوگئی۔ (استذکار صفحہ ۱۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ تشریف لائے (مسجد نبوی میں) تو لوگوں کو رمضان میں مسجد کے کنارے ایک جانب نماز (تراویح) پڑھتے پایا، تو آپ نے فرمایا یہ کیا: جواب دیا گیا، وہ لوگ ہیں جن کو قرآن یاد نہیں، ابی بن کعب ان کی امامت کرتے ہیں وہ ان کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں تو آپ نے فرمایا، ٹھیک کر رہے ہیں بہت بہتر کر رہے ہیں۔

ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ رمضان میں تراویح پڑھنے کی ترغیب فرماتے تھے بغیر اس بات کہ کہ اسے فرض قرار دیں، اور فرماتے تھے جس نے رمضان میں ایمان اور ثواب کی نیت سے نماز پڑھی اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (استذکار صفحہ ۱۳۸، ابوداود، نسائی)

فائدہ: آپ ﷺ نے چند دن تراویح رمضان میں پڑھائی پھر فرض ہو جانے کے خوف سے ترک فرما دیا آپ ہی کے اس عمل کو حضرات صحابہ نے اختیار کیا اور ابی کے پیچھے چونکہ ان کو قرآن پاک زیادہ یاد تھا پڑھنے لگے چونکہ حضرات صحابہ جانتے تھے کہ امت کی رعایت سے فرض نہ ہو جائے مواظبت نہیں فرمائی اور ہمارے پڑھنے سے فرض ہونے کا خطرہ نہیں اس لئے اس سنت پر انہوں نے عمل کرنا شروع کر دیا، ادھر آپ ﷺ نے مسجد میں پڑھتے دیکھ کر تصویب اور تعریف فرمائی، جس سے صحابہ کرام کو اس سنت کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے میں تقویت ملی۔

پس تراویح اور اس کا جماعت کے ساتھ ہونا یہ آپ کی سنت اور آپ کے عمل اور آپ کی تقریر اور تصویب سے ثابت ہے پس جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر کی سنت اور جماعت کے ساتھ رائج کرنا ان کے اثر سے غلط ہے، جو کام آپ نے کیا تھا اور جو کام یعنی ابی کی اقتداء میں جماعت تراویح کا ہونا آپ نے دیکھا تھا اسی کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باقی رکھا۔

ابن عبدالبر مالکی فرماتے ہیں: "ان عمر انما منه سنه ما سنه رسول الله صلى الله عليه وسلم" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی سنت کو جاری کیا جس کو آپ ﷺ کر چکے تھے۔ (استذکار جلد ۵ صفحہ ۱۳۸)

پس معلوم ہوا تراویح عین سنت رسول ہے۔

تراویح کے فضائل اور اس کا ثواب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو رمضان میں ایمان کے پیش نظر ثواب کے ارادے سے نماز کے لئے کھڑا ہوگا (تراویح کے لئے) اس کے پچھلے گناہ معاف جائیں گے۔

(قیام اللیل صفحہ ۱۲۲)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے رمضان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا اللہ نے رمضان مبارک کے روزے کو فرض قرار دیا ہے اور میں نے مسلمانوں کے لئے تراویح کو سنت قرار دیا ہے پس جو روزے رکھے اور تراویح پڑھے ایمان اور ثواب کے ارادے سے وہ گناہوں سے ایسے نکل جائے گا جیسا اس کی ماں نے آج ہی جنا ہو۔ (قیام اللیل صفحہ ۲۱۳، بنایہ صفحہ ۵۸۵، مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو نماز تراویح کی ترغیب فرماتے ہوئے سنا۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۷۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے ایمان وثواب کے ارادے سے تراویح میں قیام کیا اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۱۷۵)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا اولاً حمد ثنا کی پھر فرمایا، یہ وہ مہینہ ہے جس کے روزہ کو اللہ پاک نے فرض کیا ہے اور رسول پاک ﷺ نے اس کی تراویح کو مسنون قرار دیا ہے۔

(قیام اللیل صفحہ ۲۱۴)

جلیل القدر صحابہ اور تابعین بھی بیس رکعت تراویح پڑھتے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے اور تین رکعت وتر۔

(عمدۃ القاری صفحہ ۷)

سائب بن یزید کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عمر بن الخطاب کے دور میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔ (سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۴۱۶)

یزید بن رومان کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں تیئیس رکعت (بیس تراویح تین وتر) پڑھتے تھے۔ (موطا امام مالک صفحہ ۴۰، الفتح الربانی جلد ۵ صفحہ ۷، سنن کبریٰ صفحہ ۲۹۶)

حضرت ابن ابی ملیکہ کے متعلق حضرت نافع کہتے ہیں کہ وہ بیس رکعت ہم لوگوں کو پڑھاتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ جلد۲ صفحہ۳۹۲)

ابوالحسناء نے کہا کہ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ بیس رکعت پانچ تراویح میں پڑھائیں۔ (کنز العمال جلد۸ صفحہ۴۰۹)

جلیل القدر ائمہ مجتہدین کے نزدیک تراویح بیس رکعت

علامہ ابن عبدالبر مالکی نے فرمایا صحیح یہ ہے کہ صحابہ کرام حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دور میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔ (مرقات جلد۳ صفحہ۱۲۳)

حضرات ائمہ اربعہ امام مالک اپنے ایک قول میں اور امام ابوحنیفہ، اور حضرت امام شافعی اور امام احمد بن حنبل بیس رکعت کے قائل ہیں۔

بدایۃ المجتہد میں داؤد ظاہری کا قول لکھا ہے کہ وہ بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر کے قائل تھے۔

(صفحہ۲۰۲)

رسائل الارکان میں بحر العلوم لکھتے ہیں بیس رکعت تراویح پر اتفاق ہو گیا اس پر ائمہ اربعہ کے فقہاء کا اتفاق ہے۔ (صفحہ۱۲۸)

امام ترمذی سنن ترمذی شریف میں لکھتے ہیں، بیشتر اہلِ علم جیسا کہ حضرت علی، حضرت عمر وغیرہما صحابہ کرام سے بیس رکعت ثابت ہے یہی قول سفیان ثوری، ابن مبارک اور امام شافعی کا ہے اور امام شافعی نے فرمایا: میں نے اپنے شہر مکہ میں بیس رکعت پڑھتے پایا ہے۔ (ترمذی صفحہ۱۶۶)

حنابلہ: امام احمد بن حنبل کے مسلک کے حاملین بھی بیس رکعت کے قائل ہیں چنانچہ بیس رکعت کو سنت موکدہ قرار دیتے ہیں، اور لکھتے ہیں یہ اس حدیث کی بناء پر ہے جو ابوبکر عبدالعزیز شافعی نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ماہ رمضان میں بیس رکعت پڑھتے تھے، امام نووی شرح مہذب میں لکھتے ہیں: تراویح بیس رکعت ہے دس سلام کے ساتھ جو وتر کے علاوہ ہے، یہ پانچ ترویحہ ہوئے، اور ترویحہ چار رکعت کا ہوتا ہے دو سلام کے ساتھ یہی ہمارا مذہب ہے یہی ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا، یہی امام احمد، ابوداؤد وغیرہ کا مذہب ہے قاضی عیاض نے جمہور علماء کا یہی مذہب نقل کیا ہے۔ (شرح مہذب صفحہ۳۳)

ابن عبدالبر مالکی نے حضرت علی، ابن ابی ملیکہ، حارث صمدانی، ابوالبختر، اہل کوفہ، حضرات شوافع، اور جمہور علماء کا یہی مسلک ذکر کیا ہے کہ تراویح بیس رکعت ہے۔ (الاستذکار صفحہ۱۵۷)

خلافت راشدہ کے دور میں بیس رکعت جماعت سے

حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت ابی بن کعب کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح کی نماز پڑھائیں۔ (کنز العمال، موطا امام مالک صفحہ ۴۰)

فَائِدَۃ: ابن تیمیہ الحرانی اس روایت پر لکھتے ہیں کہ بس ثابت ہوگیا کہ حضرت ابی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے اور وتر تین رکعت، پس کثیر من العلماء کا مسلک اسی سنت پر ہے کیونکہ حضرت ابی بن کعب نے مہاجرین وانصار کی موجودگی میں بیس رکعت پڑھائیں اور کسی صحابی نے اس پر نکیر نہیں فرمائی۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ صفحہ ۱۴۳)

پس گویا بیس رکعت پر صحابہ کا اجماع ہوگیا ابن قدامہ المغنی میں لکھتے ہیں کہ بیس رکعات پر اجماع صحابہ ہوا۔
(المغنی جلد ا صفحہ ۸۰۳)

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے رمضان المبارک میں قراء حضرات کو بلایا اور ایک کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھائیں اور حضرت علی ان کو وتر خود پڑھاتے تھے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۱)

ابوالحسناء نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ رمضان میں بیس رکعت لوگوں کو پڑھائیں۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۳)

عبدالعزیز بن رفیع کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں حضرت ابی بن کعب لوگوں کو بیس رکعت اور تین وتر پڑھاتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۳)

حضرت عطا کہتے ہیں کہ ہم نے (حضرات صحابہ وغیرہ) کو دیکھا کہ وہ بیس رکعت پڑھتے تھے۔
(ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۹۳، الفتح صفحہ ۱۸)

ابواسحاق نے بیان کیا کہ حضرت حارث رمضان میں بیس رکعت پڑھاتے تھے اور تین وتر۔
(ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۹۳، الاستذکار جلد ۵ صفحہ ۱۵۷)

حضرت شبر بن شکل (حضرت ابن مسعود کے شاگرد) رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت اور وتر پڑھاتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۹۲)

حضرت وکیع سے منقول ہے کہ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائیں۔ (الاستذکار صفحہ ۱۵۸)

ابن عبدالبر مالکی نے بیان کیا کہ حضرت علی، ابن ابی ملیکہ حارث صمدان، ابوالبختری شبر (جو حضرت علی اور ابن مسعود کے تلامذہ میں ہیں بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے)۔ (الاستذکار صفحہ ۱۵۷)

بیس رکعت تراویح کا اجماع ہے اور یہ مقدار مجمع علیہ ہے

علماء محققین نے اس اجماع کو ذکر کیا ہے:

❶ ابن قدامہ کی مشہور و معتبر کتاب المغنی میں ہے بیس رکعت تراویح پر اجماع صحابہ ہے۔ (جلد ۱ صفحہ ۸۰۳)

❷ ابن تیمیہ کے فتاویٰ میں ہے مہاجرین و انصار کی جماعت نے بیس رکعت پڑھی اور کسی نے بھی نکیر نہیں فرمائی پس گویا صحابہ کا اجماع ہو گیا۔ (جلد ۱ صفحہ ۱۹۱)

❸ ابن حجر ہیثمی کہتے ہیں صحابہ کرام کا بیس رکعت تراویح پر اتفاق ہو گیا۔ (تحفۃ الاخیار صفحہ ۱۹۷)

❹ عون الباری شرح بخاری میں محدث بھوپالی لکھتے ہیں۔ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دور میں جو طریقہ بیس رکعت کا ہوا اس کو علماء نے اجماع کے مثل شمار کیا ہے۔ (جلد ۲ صفحہ ۳۰۴)

❺ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فتاویٰ عزیزی میں لکھتے ہیں: اس عدد پر صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے۔ (فتاویٰ عزیزی جلد ۱ صفحہ ۱۲۶)

❻ علامہ شعرانی کشف الغمہ میں لکھتے ہیں کہ اسی بیس رکعت پر تمام اسلامی شہروں میں عمل مستحکم ہو گیا۔ (صفحہ ۱۱۶)

❼ علامہ ابن عبدالبر نے بیان کیا کہ جمہور علماء کا یہی قول ہے یہی ہمارے یہاں (مالکیہ) مختار ہے۔ (الفتح الربانی صفحہ ۱۷، الاستذکار جلد ۵ صفحہ ۱۵۷)

❽ ملا علی قاری کی شرح النقایہ میں ہے پس اس پر اجماع ہو گیا چونکہ بیہقی نے سند صحیح سے ذکر کیا کہ حضرت عمر، حضرت عثمان اور علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے زمانہ میں بیس رکعت پڑھتے تھے۔ (صفحہ ۱۰۴)

❾ شرح احیاء میں ہے کہ حضرات صحابہ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی کے زمانہ میں بیس رکعت پڑھتے تھے پس اس پر اجماع ہو گیا۔ (اتحاف السادۃ جلد ۳ صفحہ ۴۱۵)

❿ حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں حضرات صحابہ اور ان کے بعد کے لوگوں نے تراویح بیس رکعت مقرر کیں۔ (حجۃ البالغہ صفحہ ۶۷)

رکعات تراویح کے متعلق

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی جس حدیث میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت (آٹھ نفل تین وتر) سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اس سے مراد رات کی نماز تہجد ہے اس سے مراد تراویح نہیں۔ روایت کا مقصد یہ ہے کہ آپ رمضان میں بھی تہجد کی نماز میں اور دنوں سے اضافہ نہیں فرماتے تھے اسی وجہ سے اسے اکثر محدثین نے باب التہجد اور باب قیام اللیل میں ذکر کیا ہے تراویح مستقل کا اپنے نام سے ذکر

کیا جاتا ہے اسی وجہ سے محدثین کرام نے باب التراویح الگ سے قائم کیا ہے چنانچہ امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی، امام مالک نے اسی طرح مروزی کی قیام اللیل میں تراویح کے ذیل میں اس روایت کو بیان نہیں کیا، ابن قیم نے بھی اسے قیام اللیل میں ذکر کیا یہ طریقے اور طرز اس امر کی وضاحت کرتے ہیں کہ اس سے مراد رمضان المبارک کی تراویح نہیں بلکہ تہجد ہے لہٰذا تراویح کی آٹھ رکعت نہیں بلکہ بیس رکعت ہے جو آپ ﷺ سے، خلفاء راشدین سے جلیل القدر صحابہ وتابعین سے ائمہ مجتہدین سے بلکہ اجماع امت سے ثابت ہے مزید اس کی تحقیق اس سے متعلق تالیف کردہ رسائل میں دیکھئے۔

ائمہ اربعہ بھی بیس ہی رکعت کے قائل ہیں

احناف کی تمام متون وشروح اور مذہب کی کتابوں میں ہے کہ تراویح بیس رکعت ہے اس کا پڑھنا سنت موکدہ ہے۔ (قدوری، ہدایہ صفحہ ۱۳۰، شامی جلد ۲ صفحہ ۴۵، البحر الرائق)

شوافع بھی تراویح بیس رکعت کے قائل ہیں۔

علامہ سبکی شافعی فرماتے ہیں ہمارا مسلک بیس رکعت تراویح سنت ہونے کا ہے جو بسند صحیح ثابت ہے۔

(شرح منہاج، جلد صفحہ، الاستذکار صفحہ ۱۵۷)

امام نووی شرح مہذب میں لکھتے ہیں ہمارا مذہب ہے کہ تراویح بیس رکعت ہے دس سلام کے ساتھ۔

(جلد ۴ صفحہ ۳۱)

علامہ عینی لکھتے ہیں شوافع تراویح بیس رکعت کے قائل ہیں۔ (عمدۃ القاری جلد ۷ صفحہ ۱۷۸)

شرح مہذب میں علامہ نووی نے لکھا ہے کہ ہمارے یہاں مذہب میں بیس رکعت تراویح، دس سلام سے دو دو رکعت کر کے پانچ تراویح کے ساتھ ہے اور تین رکعت وتر۔ (شرح مہذب جلد ۴ صفحہ ۳۲)

اسی طرح حاوی کبیر میں ہے کہ بیس رکعت پانچ ترویحہ میں دو دو رکعت کر کے ہے۔ (الحاوی الکبیر جلد ۲ صفحہ ۲۹۱)

حنابلہ: حنابلہ بھی بیس رکعت کے قائل ہیں۔ امام نووی نے امام احمد کا مسلک بیس رکعت ذکر کیا ہے۔

(شرح مہذب جلد ۴ صفحہ ۳)

علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ امام احمد بھی تراویح بیس رکعت کے قائل ہیں۔ (جلد ۷ صفحہ ۱۷۸)

مالکیہ: مالکیہ حضرات بھی بیس رکعت کے ایک قول میں قائل ہیں۔ (بدایۃ المجتہد)

مالکیہ کے یہاں جو چھتیس رکعت ہے اس میں بیس رکعت تراویح ہے، اور سولہ رکعت ترویحہ میں پڑھی جانے والی نفل ہے، جس کی تشریح یہ ہے کہ اہل مدینہ کا تعامل اور عام طریقہ یہ تھا کہ وہ ترویحہ میں یعنی چار رکعت پڑھ کر امام صاحب جو بیٹھتے تھے تو اس وقفہ میں چار رکعت اور پڑھ لیا کرتے تھے جو حضرات مکہ مکرمہ میں حرم شریف میں

تراویح پڑھتے تھے وہ اس ترویحہ کے وقفہ میں خانہ کعبہ کا طواف کرلیا کرتے تھے۔ (العرف الشذی صفحہ ۳۲۹)

اس طرح اہل مدینہ کے یہاں چار ترویحوں میں سولہ رکعت نفل اور بیس رکعت اصل تراویح مل کر چھتیس ہو جاتی تھیں پس ثابت ہوا کہ تراویح کی اصل مقدار بیس ہی ہے۔

شرح مہذب میں امام نووی نے بھی لکھا ہے کہ اصل تو بیس رکعت تھیں ترویحہ میں وہ چار رکعت پڑھتے تھے جس سے اس کی تعداد سولہ رکعت کے ساتھ چھتیس رکعت اور وتر کے ساتھ انتالیس ہو جاتی تھی (شرح مہذب ۴/۳۳)

شرح زرقانی علی الموطا میں ہے کہ امام مالک نے فرمایا ہمارا قدیم مذہب چھتیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر ہے۔ (جلد ا صفحہ ۲۳۸)

تراویح کی جماعت سنت کفایہ ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے تو دیکھا مسجد کی ایک طرف صحابہ کرام جماعت کے ساتھ (تراویح) پڑھ رہے ہیں آپ نے پوچھا یہ کیا ہے جواب دیا، ان لوگوں کو قرآن پاک یاد نہیں ہے حضرت ابی پڑھتے ہیں تو یہ لوگ ان کے ساتھ جماعت بنا لیتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا کیا، جو کیا خوب بہتر کیا۔ (الاستذکار صفحہ ۱۴۷، اتحاف السادہ جلد ۳ صفحہ ۴۱۸)

فائدہ: تراویح جماعت کے ساتھ مشروع اور سنت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کے ساتھ ادا فرمائی، آپ نے جماعت کے ساتھ ہونے کی تصویب فرمائی، حضرت عمر فاروق نے تمام صحابہ کے سامنے مسجد نبوی میں حضرت ابی کی امامت میں جماعت کرائی، اس طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت کرائی اس طرح صحابہ کرام کا ایک جم غفیر اس پر عامل رہا اس کے بعد تابعین کے دور میں اس پر عمل رہا خیر القرون نے اس پر عمل کیا اس کے بعد امت کا تعامل عہد در عہد چلتا رہا اور آج تک یہ عمل جماعت کے ساتھ ہوتا رہا، گویا عہد نبوت عہد صحابہ سے آج تک اس پر عمل کا سلسلہ چلتا رہا ائمہ محققین کی ایک جماعت نے اس کی تصریح کی ہے۔

امام طحاوی نے بیان کیا ہے کہ تراویح کی جماعت واجب علی الکفایہ ہے چونکہ اجماع اس پر ہے کہ لوگوں کا مسجد کو تراویح سے خالی کرنا درست نہیں۔

ابن عبد البر مالکی نے بیان کیا کہ تراویح نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے جو مستحب اور مرغوب ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی ایسی طریقہ کو اختیار نہیں کر سکتے مگر جسے آپ نے پسند کیا اور جس سے آپ خوش ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے اس فعل کی بڑی تعریف اور منقبت بیان کرتے تھے اور کہتے تھے کہ

انہوں نے ماہ رمضان کو روشن کر دیا۔ (الاستذکار)

شرح احیاء میں ہے کہ احناف، حنابلہ اور بعض مالکیہ کے نزدیک یہ جماعت کے ساتھ افضل ہے۔

(صفحہ۴۲۰)

علامہ عینی نے شرح بخاری میں بیان کیا ہے کہ جوامع الفقہ میں ہے تراویح سنت موکدہ ہے اور جماعت واجب ہے اور ذخیرہ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ اکثر مشائخ کے نزدیک جماعت سنت علی الکفایہ ہے۔

(عمدۃ القاری جلد۷ صفحہ۱۷۸)

علامہ عینی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ رمضان میں مسجد کو تراویح سے خالی نہ رکھا جائے گا لہٰذا جماعت واجب علی الکفایہ ہے۔ (عمدہ صفحہ۱۷۸)

درمختار میں ہے کہ تراویح میں جماعت واجب علی الکفایہ ہے اگر مسجد میں تراویح کی جماعت نہ ہوگی تو سب لوگ گنہ گار ہوں گے۔ (شامی جلد۲ صفحہ۴۵)

شرح منیہ کبیری میں ہے کہ جماعت سنت موکدہ علی الکفایہ ہے۔ (صفحہ۴۰۲)

علامہ عینی نے احناف کا مسلک بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مستحب ہے کہ رمضان میں عشاء کے بعد (مسجد میں جمع ہوں) ایک امام ان کو بیس رکعت پانچ ترویحہ کے ساتھ پڑھائے، اس کی جماعت (مسجد میں) سنت علی الکفایہ ہے اگر مسجد میں جماعت نہ ہوگی تو سب لوگ گنہ گار ہوں گے۔

(عمدۃ القاری جلد۷ صفحہ۱۷۷، بنایہ جلد۲ صفحہ۵۸۶)

شرح مہذب میں علامہ نووی نے بیان کیا کہ (مسلک شوافع میں) جماعت کے ساتھ افضل ہے تنہا پڑھنے سے اسی پر جمہور علماء ہیں بعضوں کا علامہ نووی نے اجماع نقل کیا ہے۔ (شرح مہذب جلد۴ صفحہ۳۲)

خیال رہے کہ تراویح خواہ جماعت کے ساتھ ہو یا تنہا پڑھ رہا ہو عشاء کی نماز فرض پڑھنے کے بعد سے ہے، علامہ عینی لکھتے ہیں تراویح کا وقت عشاء کے بعد وتر سے پہلے ہے۔ تراویح نصف شب تک یا تہائی رات تک پڑھنا مستحب ہے۔ (عمدہ صفحہ)

ملا علی قاری نے مرقاۃ میں ذکر کیا ہے کہ شارح طیبی نے بیان کیا کہ تراویح آخر رات میں بہتر ہے چنانچہ اہل مکہ سو کر اٹھنے کے بعد پڑھتے تھے اور بیشتر لوگ شروع رات میں سونے سے قبل پڑھ لیتے تھے۔

(مرقات جلد۳ صفحہ۱۶۱)

اسی پر اب امت کا تعامل ہے اور یہی طریقہ مسنون آپ سے اور صحابہ کرام اور خلفاء راشدین سے ثابت ہے فتح القدیر میں ہے کہ تراویح کا نصف لیل یا ثلث لیل تک پڑھنا مستحب ہے۔ (جلد۱ صفحہ۳۶۹)

علامہ عینی نے بیان کیا کہ ایک ختم قرآن پاک کا تراویح میں سنت موکدہ ہے لوگوں کی تعب اور سستی کی وجہ سے اسے چھوڑا نہیں جا سکتا۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۷۸)

تراویح وتر کے بعد پڑھی جا سکتی ہے حفاظ کرام کو تراویح پر جو روپیہ ملتا ہے اس کا شرعی حکم شمائل کبریٰ جلد سوم میں دیکھئے۔

عورتوں کے لئے بھی تراویح کا انتظام مسنون ہے جو مرد پڑھائے گا

ہشام بن عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تراویح کی جماعت مقرر فرما دی تھی مردوں پر حضرت ابی بن کعب کو امام مقرر فرما دیا تھا اور عورتوں پر سہل بن حثمہ کو مقرر فرمایا تھا چنانچہ حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک کا پہلا عشرہ شروع ہوتا تو حضرت ابی مردوں کو تراویح پڑھاتے۔

(الاستذکار صفحہ ۱۵۲)

سائب بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت ابی کو (مردوں پر) اور تمیم داری کو (عورتوں پر) امام بنا دیا تھا۔

ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ تمیم داری کو بھی عورتوں کا امام بنا دیتے تھے۔ (الاستذکار جلد ۵ صفحہ ۱۵۲)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مردوں پر تراویح کے لئے حضرت ابی ابن کعب کو اور عورتوں کے لئے تراویح پر حضرت سلیمان ابن ابی خیثمہ کو مقرر فرمایا تھا۔

(قیام اللیل صفحہ ۲۲۶، شرح مہذب)

اسی طرح حضرت عرفجہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ لوگوں کو تراویح کا حکم دیتے تھے مردوں میں بھی امام عورتوں میں بھی امام مقرر فرماتے تھے چنانچہ مجھے عورتوں کی تراویح کا امام بنایا تھا۔

(شرح مہذب صفحہ ۳۴، قیام اللیل صفحہ ۲۲۶)

فائدہ: ان روایات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ جس طرح حضرت عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تراویح کے لئے مردوں کو جمع کیا اور امام مقرر کیا اسی طرح ان حضرات نے عورتوں کے لئے بھی تراویح کا انتظام کیا اور امام مقرر فرمایا۔

جس طرح مردوں کے لئے تراویح سنت ہے اسی طرح عورتوں کے لئے بھی تراویح سنت ہے۔

حیرت اور تعجب ہے کہ مردوں میں تو تراویح کا انتظام مسجدوں میں ہے مگر گھروں میں عورتوں کے اندر تراویح کا اہتمام نہیں، عموماً عورتیں تراویح ترک کر دیتی ہیں منفرداً پڑھنے سے سستی اور تغافل کے باعث ترک کر دیتی ہیں بچوں کی تربیت اور گھریلو مشاغل بہانہ بن جاتے ہیں لہٰذا گھروں میں جماعت سے تراویح کا انتظام جسے مرد پڑھائیں ہونا چاہئے عورتوں میں تراویح کی سنت متروک ہوتی جا رہی ہے اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ

محلے کے بعض گھروں میں حفاظ کرام متعین کر دیئے جائیں جو عورتوں کو تراویح پڑھائیں پردہ کا لحاظ کرتے ہوئے قریبی عورتیں آئیں اور تراویح پڑھیں جن گھروں میں عورتیں زائد ہوں اور مکانی سہولت ہو وہاں اس کا انتظام کریں، قرآنی برکتیں گھر میں ہوں گی اور سنت کی ادائیگی بھی ہو جائے گی اور حفاظ کرام کو بھی سنانے کا موقعہ مل جائے گا۔

تراویح کی جماعت مسجد میں ہو رہی ہو تو گھر میں یا تنہا پڑھنا بھی صحیح ہے

حضرت ابن عمر سالم قاسم ابراہیم نافع یہ حضرات مسجد سے چلے آتے تھے اور لوگوں کے ساتھ مسجد میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ (الاستذکار صفحہ ۵۹، الحاوی جلد ا صفحہ ۲۰۷، عمدۃ جلد ۷ صفحہ ۱۷۸)

امام مالک نے فرمایا حضرت ربیعہ اور دیگر حضرات علماء (صحابہ و تابعین) مسجد سے چلے آتے تھے اور جماعت میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ (الاستذکار جلد ۵ صفحہ ۱۵۸، قیام اللیل صفحہ ۲۳۰)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی جماعت میں شریک نہیں ہوتے تھے (گھر میں پڑھتے تھے)۔

(الاستذکار صفحہ ۱۱)

سعید بن جبیر رمضان میں مسجد میں تنہا تراویح پڑھتے تھے اور ادھر جماعت سے تراویح ہوتی تھی۔

(طحاوی صفحہ ۲۰۷، قیام اللیل صفحہ ۲۳۱)

ابراہیم نخعی بیان کرتے ہیں مسجد میں لوگ امام کے پیچھے جماعت سے پڑھتے تھے اور کچھ لوگ مسجد کے کنارے تنہا پڑھتے تھے۔ (طحاوی صفحہ ۲۰۷)

ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ لیث نے ذکر کیا کہ اگر مسجد میں جماعت ہوتی ہو اور لوگ جماعت سے تراویح پڑھ رہے ہوں تو گھروں اور مسجد سے باہر تراویح کی جماعت کی جا سکتی ہے۔ (الاستذکار جلد ۵ صفحہ ۱۵۸)

امام نووی نے بھی لکھا ہے کہ مسجد میں تراویح ہونے کی شکل میں گھر میں تراویح پڑھنا سنت ہے اگر مسجد میں جماعت نہ ہو اور اسے چھوڑ کر گھر میں پڑھیں تو یہ درست نہیں۔ (شرح مہذب صفحہ ۳۱)

حضرت عروہ بن زبیر رمضان میں لوگوں کے ساتھ عشاء پڑھ کر گھر چلے آتے لوگوں کے ساتھ نہ پڑھتے (گھر میں تراویح پڑھتے)۔ (قیام اللیل صفحہ ۲۳۱)

فائدہ: تراویح مسجد میں سنت موکدہ کفایہ ہے، رمضان المبارک میں مسجد کو جماعت کے ساتھ تراویح سے منور کرنا صحابہ تابعین کا تعامل ہے، ان روایت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ اگر مسجد کشادہ ہو صحن مسجد میں گنجائش ہو اور آواز سے خلل نہ ہو تو مسجد میں دوسری جگہ صحن وغیرہ میں تراویح کی جا سکتی ہے اور اس جماعت ثانیہ میں کوئی کراہت نہیں۔ مسجد میں جماعت تراویح کی صورت میں گھروں میں دکانوں میں بیٹھکوں میں تراویح پڑھنا

درست اور بہتر ہے خصوصاً جو حفاظ کرام فارغ ہیں وہ ان مقامات پر تراویح پڑھائیں جوان کے حق میں بھی سنت مؤکدہ ہے اسی صورت میں عورتیں بھی تراویح کی نماز پڑھ لیں گی اور گناہ سے بچ جائیں گی اور بچے بچیاں بھی پڑھ لیں گی، اور قرآن و دعا کی برکت سے گھر بھی منور ہوگا، لہٰذا ہمارے دور کے حفاظ کرام جو باہر کے علاقے میں تراویح کے لئے مسجد تلاش کرتے ہیں اور بسا اوقات مسجد نہ ملنے پر قرآن پاک نہیں سنا پاتے ہیں بہتر ہے کہ وہ اپنے گھروں میں یا احباب کے گھروں میں تراویح پڑھائیں تاکہ ہر چہار جانب محلے، ماہ مبارک میں قرآن کی برکت سے معمور اور منور ہو جائیں۔

تراویح کی چار رکعت کے بعد استراحت مستحب ہے

زید بن وہب ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر چار رکعت کے بعد ہم لوگوں کو راحت کا موقع دیتے تھے اتنی دیر جتنے میں آدمی مسجد سے مقام سلع (ایک پہاڑ کا نام) چلا جاتا۔

(سنن بیہقی جلد۲ صفحہ ۴۹۷، کنز العمال صفحہ ۴۰۹، اعلاء السنن صفحہ ۶۶)

فائدہ: تراویح کی ہر چار رکعت کے درمیان تھوڑی دیر بیٹھنا جسے جلسہ استراحت کہتے ہیں اور ترویحہ بھی کہتے ہیں مستحب ہے عہد صحابہ کے دور میں اور اس کے بعد بھی عمل رہا، اس ترویحہ کی اصل وہ حدیث اور روایت ہے جسے محدث بیہقی نے اسی باب کے ذیل میں بیان کیا کہ ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شب میں چار رکعت پڑھتے پھر راحت حاصل کرتے۔'' (صفحہ ۴۹۷، کشف الغمہ صفحہ ۱۱۶)

رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم طویل نمازیں پڑھتے تو چار رکعت پر کچھ راحت اور آرام فرماتے، اسی طرح تراویح بھی صلوٰۃ اللیل ہے اس میں بھی وقت لگتا ہے مسلسل تعب کا باعث ہوتا ہے اس لئے چار رکعت کے درمیان آپ کے صلوٰۃ اللیل کی عادت شریفہ کو تراویح میں اختیار کیا۔

کبیری میں ہے: یہ ترویحہ مستحب ہے بیہقی میں بسند صحیح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں لوگ یہ وقفہ اختیار کرتے تھے، اسی طرح اہل حرمین کا بھی تعامل رہا جس مقدار تراویح ہوتی اسی مقدار یہ وقفہ اختیار کرتے۔ (صفحہ ۴۰۴)

شامی میں بھی ہے کہ یہ جلسہ ترویحہ مستحب ہے البتہ آخری ترویحہ بیس رکعت کے بعد اور وتر سے پہلے جلسہ استراحت مستحب نہیں ہے اسی کو فقہاء نے صحیح قرار دیا ہے۔ (شامی جلد۲ صفحہ ۴۶، کبیری)

شرح احیاء میں بھی ہے کہ اس جلوس کو ہمارے اصحاب احناف نے مستحب قرار دیا ہے۔ (جلد۳ صفحہ ۴۲۰)

علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ اس کی اصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہے کہ آپ چار رکعت کے بعد کچھ دیر راحت فرماتے پھر اٹھ کھڑے ہوتے اور پڑھتے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۱۶)

اعلاء السنن اور شرح احیاء میں آخری ترویحہ پر بھی جلسہ استراحت کو مستحب قرار دیا ہے۔ (جلد ۷ صفحہ ۶۶)
حافظ نے لکھا ہے کہ حضرات صحابہ نے جس خبر پر اولا اجماع کیا ہے وہ جلسہ ترویحہ ہے۔ (اعلاء السنن صفحہ ۱۱)
بعض حضرات نے جلسہ ترویحہ میں نفل پڑھنے کو بہتر نہیں سمجھا عتبہ بن عامر لوگوں کو منع کرتے تھے کہ وہ ترویحہ کے درمیان کوئی نفل نماز پڑھیں۔ (قیام اللیل)
شاید کہ تراویح میں تعب کی وجہ سے منع کرتے ہوں، اسی طرح حضرت ابودرداء منع فرماتے تھے۔

ترویحہ کے اوراد، ترویحہ میں کیا کرے

تراویح کے جلسہ استراحت اور ترویحہ میں کوئی متعین عمل ثابت نہیں۔
اسلاف کرام نے اختیار دیا کہ خواہ تسبیح وتہلیل پڑھے یا تلاوت کرے، یا چار رکعت پڑھے، یا خاموش رہے۔ (شامی صفحہ ۴۶، کبیری، اتحاف السادۃ صفحہ ۴۲۰)
اس میں اہل مکہ کا تو یہ عمل تھا کہ وہ اس دوران طواف کرتے تھے اور اہل مدینہ چار رکعت نفل تنہا پڑھتے تھے۔ (شامی صفحہ ۴۶، کبیری اتحاف صفحہ ۴۲۰)
چونکہ حرم میں نفل سے طواف افضل ہے اس لئے اہل حرم کے لئے طواف اولیٰ ہے اور اس کے علاوہ اختیار ہے۔ تسبیح میں اصحاب احناف نے یہ تسبیح ذکر کی ہے جس پر اہل بخاریٰ اور اس کے اطراف کا عمل تھا۔
"سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ، سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظْمَةِ وَالْهَيْبَةِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ، سُبْحَانَ ذِی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا يَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ، رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ" تین مرتبہ پڑھے۔ (اتحاف صفحہ ۴۲۰)
اور علامہ شامی نے اس کے بعد یہ اضافہ بھی کیا ہے:
"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ نَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ" (شامی جلد ۲ صفحہ ۴۶)
شرح احیاء میں ہے کہ بعض نے چوتھا کلمہ بعض نے سورہ اخلاص تین مرتبہ اور بعضوں نے درود پاک ذکر کیا ہے۔ (صفحہ ۴۲۰)
فائدہ: ترویحہ میں ذکر درود استغفار سب کی اجازت ہے۔

رمضان المبارک میں وتر جماعت کے ساتھ تراویح کے بعد مسنون ہے

امام مالک نے حضرت یزید بن رومان سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں (مسجد نبوی میں) رمضان میں تیئس رکعتیں ہوتی تھیں۔ (الاستذکار صفحہ ۱۵۵، شرح مہذب نووی ۳۳)

سائب بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت ابی تین رکعت وتر (تراویح کے ساتھ) پڑھاتے تھے۔

(الاستذکار جلد۴ صفحہ۱۵۵)

حضرت عطاء نے کہا حضرت صحابہ کرام رمضان میں تیئیس رکعت پڑھتے تھے۔ (الاستذکار جلد۴ صفحہ۱۵۹)

فَائِدَہ: وتر رمضان میں جماعت کے ساتھ افضل ہے، گو تنہا بلا جماعت کے بھی جائز ہے۔ (کبیری جلد۴ صفحہ۱۵۹)

قاضی خان میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ افضل ہے۔ (کبیری صفحہ۱۱)

اسی طرح ابن ہمام نے فتح القدیر میں ذکر کیا ہے کہ وتر رمضان میں جماعت کے ساتھ افضل ہے اور ہدایہ میں ہے کہ رمضان کے علاوہ وتر جماعت سے نہ پڑھے۔ (فتح القدیر جلد۱ صفحہ۴۷۰)



نماز وتر کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوہ اور طریق مبارک کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی نماز پڑھتے اور دعاء قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۸۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے آپ کے اصحاب وتر پڑھتے۔
(ابن ابی شیبہ جلد۲ صفحہ ۲۹۵)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وتر کے بارے میں پوچھا گیا۔ کیا یہ فرض ہے، تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھا، اسی پر آپ کے اصحاب رہے (یعنی پابندی سے پڑھتے رہے)۔
(ابن ابی شیبہ جلد۲ صفحہ ۲۹۶)

علامہ عینی نے ابن عقیل کا قول لکھا ہے کہ وتر پڑھنا آپ پر واجب تھا۔
(عمدۃ القاری جلد۷ صفحہ ۱۶، عبدالرزاق جلد۳ صفحہ ۵)

وتر کی نماز تین رکعت پڑھتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی تین رکعت پڑھتے اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے۔ (بیہقی صفحہ ۴۱)

حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی تین رکعت پڑھتے تھے۔
(بزار کشف الاستار صفحہ ۳۵۴)

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی تین رکعت آخر شب میں پڑھتے تھے۔
(ابن ابی شیبہ جلد۲ صفحہ ۲۹۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی تین رکعت پڑھتے تھے جس میں سورہ اعلیٰ، سورہ کافرون، سورہ احد پڑھتے۔ (ابن ابی شیبہ جلد۲ صفحہ ۲۹۹)

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وتر کی تین رکعت پڑھتے۔

(مختصراً ترمذی صفحہ ۱۰۶، مشکوۃ صفحہ ۱۱۳)

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے روایت کرتے ہیں کہ وتر رات میں تین رکعت ہے جیسے دن میں مغرب تین رکعت ہے۔ (دارقطنی جلد۲ صفحہ ۲۸)

حضرت عمر بن خطاب وتر کی تین رکعت ایک سلام سے پڑھتے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۹۴)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وتر کی تین رکعت پڑھتے اور آخر میں سلام کرتے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۱)

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا (صحابہ و تابعین) کا اجماع ہے کہ وتر کی تین رکعت ہے اور یہ کہ ایک سلام سے پڑھا جائے گا۔ (ابن ابی شیبہ جلد۲ صفحہ ۲۹۴)

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وتر کے پڑھنے کی سخت تاکید فرماتے

حضرت بریدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ میں نے رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو یہ فرماتے سنا کہ وتر لازم ہے جو وتر نہ پڑھے ہم میں سے نہیں، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے تین مرتبہ فرمایا۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۰۱، ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۱۷)

حضرت عمرو بن شعیب کی روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اللہ پاک نے ایک نماز کا اضافہ کیا ہے وہ وتر ہے اس کی پابندی کرو۔ (استذکار جلد۵ صفحہ ۲۶۳)

حضرت ابوایوب انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ہر مسلمان پر وتر حق ہے لازم ہے۔ (مسند احمد، ابن حبان، اعلاء جلد۶ صفحہ ۸)

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مرفوعاً روایت ہے کہ ہر مسلمان پر وتر واجب ہے۔

(مسند بزار صفحہ ۲۵۲، اعلاء صفحہ ۱۱)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔ (ابن ابی شیبہ جلد۲ صفحہ ۲۹۷، مجمع صفحہ ۲۴۰)

فَائِدَہ: ان تاکیدی روایتوں کی وجہ سے احناف کے یہاں وتر واجب ہے اور نہ پڑھنے پر اس کی قضاء ضروری ہے، مرقات میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور اصحاب کرام نے اس پر مواظبت فرمائی۔ جس سے وجوب ثابت ہوتا ہے۔ (مرقات جلد۲ صفحہ ۱۷۶)

عید، بقرعید کی نماز کی طرح وتر بھی ہے

سعید بن مسیّب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے وتر کو اسی طرح شروع اور ثابت کیا ہے جس طرح عید اور بقرعید کو۔ (ابن ابی شیبہ جلد۲ صفحہ ۲۹۵)

مطلب یہ ہے کہ جس طرح عید و بقرعید کی نماز واجب ہے اسی طرح وتر بھی واجب ہے۔

فرائض خمسہ کے ساتھ وتر کا اضافہ

حضرت خارجہ بن حذافہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ فجر کے وقت تشریف لائے اور فرمایا، اللہ پاک نے ایک نماز کا اضافہ کیا ہے (یعنی نماز پنجگانہ کے ساتھ) وہ تمہارے لئے سرخ اونٹ سے بہتر ہے لوگوں نے پوچھا وہ کون نماز ہے آپ نے فرمایا وہ وتر ہے جو عشاء اور صبح کے درمیان ہے۔

(ابن ابی شیبہ جلد۲ صفحہ۲۹۷، مجمع جلد۲ صفحہ۲۴۰، استذکار صفحہ۲۶۳، ابن ماجہ صفحہ۸۱)

فَائِدَہ: علامہ عینی نے لکھا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک وتر واجب ہے اسی طرح ابن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت ابراہیم نخعی، یوسف بن خالد سمتی، سعید بن میسب، ابوعبیدہ، ضحاک، سمنون اصبغ بن فرج، کے نزدیک بھی وتر واجب ہے، علامہ عینی نے وتر کے وجوب کو تاکیدی روایتوں کی وجہ سے راجح وجوب قرار دیا ہے۔

(عمدۃ القاری صفحہ۱۱)

ملاعلی قاری نے "الوتر حق" کی شرح میں اسے سنت موکدہ قرار دیا ہے۔ (صفحہ۱۷۵)

ابن نجیم نے محیط اور خانیہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ صحیح اور راجح قول میں یہ واجب ہے، مشائخ نے اسے عملاً واجب اور اعتقاداً سنت کہا ہے۔

بحر الرائق جلد۲ صفحہ۴۰ بروایت زفر یہ فرض ہے۔ (کبیری صفحہ۴۱۱)

آپ ﷺ وتر کی تین رکعت ایک ہی سلام سے پڑھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ تین رکعت وتر ادا فرماتے، درمیان میں فصل نہ فرماتے (یعنی ایک ہی سلام سے پڑھتے)۔ (طحاوی صفحہ۱۶۵، حاکم، ابن ابی شیبہ صفحہ۲۹۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وتر کی تین رکعت پڑھتے اور آخر ہی میں سلام کرتے (یعنی ایک سلام سے پڑھتے)۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ۲۹۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: وتر کی تین رکعتیں اسی طرح ہیں جس طرح مغرب۔ (یعنی جس طرح مغرب کی تین رکعت ایک سلام سے ہے اسی طرح وتر بھی)۔

(مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ۲۴۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ وتر کی دو رکعت پر سلام نہیں کرتے تھے۔

(نسائی صفحہ۲۴۸، سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ۳۱)

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ وتر کی تین رکعت اس طرح پڑھتے کہ

سلام نہ کرتے (یعنی دو رکعت پر سلام نہ کرتے۔'' (سنن کبریٰ صفحہ ۴۰)

دو رکعت پر سلام کر کے وتر ایک سلام سے پڑھنا حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابی، حضرت ابن عباس، ابوامامہ، عمر بن عبدالعزیز اسی طرح سفیان ثوری، ابن مبارک، اور اسی طرح فقہا سبعہ: سعید بن المسیب جیسے بلند پایہ حضرات کا مسلک ہے۔ (غنیۃ المستملی صفحہ ۴۱۴)

ابن عبدالبر نے ذکر کیا کہ وتر کی تین رکعت ایک سلام سے حضرت عمر، حضرت علی حضرت ابن عباس حضرت ابن مسعود ابی ابن کعب، انس بن مالک، ابوامامہ، عمر بن عبدالعزیز اور ثوری کا مسلک ہے۔ (استذکار جلد ۵ صفحہ ۲۸۳)

فائدہ: علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں ذکر کیا ہے کہ ایک سلام سے وتر کی تین رکعت پر اجماع ہے ابن ابی شیبہ نے حضرت حسن بصری کا قول ذکر کیا ہے کہ ایک سلام سے صرف آخری سلام کیا جائے گا وتر کی تین رکعت پر مسلمانوں کا صحابہ تابعین کا اجماع ہے۔ (جلد ۲ صفحہ ۲۹۴)

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فقہاء مدینہ کا قول بھی یہی لکھا ہے وتر تین رکعت ایک سلام سے ہے۔

(طحاوی صفحہ ۱۷۵، بنایہ صفحہ ۱۰۵، مرقات)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ہے کہ ایک سلام سے تین رکعت پڑھا کرتے تھے۔ (کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۶۰)

ابن نجیم نے بحر الرائق میں لکھا ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ وتر کو دو سلام سے ادا کرنا درست نہیں، لہٰذا ان حضرات کی اقتداء میں وتر پڑھنا جو دو سلام سے پڑھتے ہیں درست نہیں ایسے موقعہ پر احناف کو تنہا پڑھنا چاہئے۔

(بحر الرائق صفحہ ۴۲)

یہی علامہ شامی نے بھی حاشیہ بحر میں لکھا ہے کہ شوافع کی اقتداء وتر میں اس وقت درست ہوگی جب وہ ایک سلام سے پڑھیں اسی طرح ردالمحتار میں دو رکعت پر سلام کو مفسد وتر قرار دیا ہے۔ (شامی جلد ۲ صفحہ ۸)

فتح القدیر میں حسن بصری سے منقول ہے کہ مسلمانوں کا (صحابہ تابعین) اجماع ہے کہ وتر تین رکعت ہے ایک سلام سے۔ (جلد ۱ صفحہ ۳۲۸)

وتر کب اور کس وقت ادا فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ رات کے کل حصہ میں وتر ادا کرتے، آپ صبح سے قبل وتر ادا فرما لیتے۔ (بخاری صفحہ ۱۳۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ شروع رات میں، وسط رات میں، اور آخر رات میں وتر پڑھتے تھے، صبح صادق سے پہلے پہلے وتر پورا فرما لیتے۔ (مشکوٰۃ، ترمذی صفحہ ۱۰۳)

حضرت عقبہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ وتر کبھی شروع رات میں، کبھی وسط رات

میں، کبھی آخر رات میں ادا فرماتے تاکہ مسلمانوں کو اس مسئلہ میں سہولت رہے۔

(کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۱۷، مصنف عبدالرزاق صفحہ ۱۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ آپ کبھی وتر عشاء کے بعد ہی پڑھ لیتے کبھی وسط رات میں ادا فرماتے، اور کبھی آخر شب میں، عشاء کے بعد سے فجر تک آپ وتر ادا فرما لیتے، اس لئے کہ صبح صادق ہوتے ہی وتر کا وقت ختم ہو جاتا ہے البتہ مستحب وقت آخر شب ہے۔

آخر شب میں تہجد کے بعد ادا فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد پڑھتے رہتے یہاں تک کہ آخر میں وتر پڑھتے۔ (قیام اللیل صفحہ ۳۰۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور رمضان کے علاوہ میں گیارہ رکعت سے زیادہ (تہجد اکثر و بیشتر) نہ پڑھتے چار رکعت پڑھتے کیا کہنا کس قدر بہتر اور کس قدر لمبی پڑھتے پھر چار رکعت پڑھتے خوب ہی بہتر طور پر طویل ادا فرماتے، پھر تین رکعت (وتر) پڑھتے۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۵۴، مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۵۴، طحاوی صفحہ ۱۶۶)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر شروع رات میں، وسط رات، اور آخر رات میں پڑھتے تھے، پھر آخر رات میں پڑھنا ہو گیا تھا۔ (کنز العمال صفحہ ۶۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو رات کو بیدار ہو اسے چاہئے کہ وتر آخر رات میں صبح سے پہلے پڑھے۔ (مصنف ابن عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۱۸)

فائدہ: ان لوگوں کے لئے جو تہجد پڑھنے کے عادی ہیں، یا رات میں عبادت میں مصروف رہیں آخر میں تہجد بوقت سحر پڑھنا اس کا مستحب ہے آپ ایسا ہی کرتے تھے وتر عشاء کے بعد سے لے کر صبح صادق سے قبل کسی وقت میں پڑھ لے، جائز ہے گو آخر شب بہتر ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح جلد ۴ صفحہ ۲۶۹)

ہاں عشاء پڑھنے سے قبل وتر درست نہیں۔ (مرقات ۱۶۸) ابن ہمام نے ذکر کیا ہے کہ مستحب سحر کا وقت ہے۔ (فتح القدیر)

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر عشاء کے وقت سونے سے پہلے پڑھ لیتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز پڑھتے (مسجد میں) پھر گھر آنے سے قبل سات رکعت پڑھتے چار رکعت میں دو، دو پر سلام پھیرتے، یعنی دو، دو رکعت کر کے سلام پھیرتے چار رکعت ایک سلام سے ادا فرماتے، اس کے بعد تین رکعت ادا فرماتے وتر کی دو رکعت میں سلام کرتے (جیسا

بعض موقعہ پر آپ سے ثابت ہے ورنہ تو ایک ہی سلام سے ادا فرماتے) گھر آتے تو دو رکعت پڑھتے، اور سو جاتے۔ (مختصر سبل الہدیٰ صفحہ ۲۶۳)

فَائِدَة: اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ نے عشاء کے بعد سونے سے قبل وتر کی تین رکعت ادا فرمائی یا تو آپ نے کبھی ایسا کیا ہے تاکہ قول کے علاوہ عمل سے قبل النوم وتر ثابت ہو جائے، ورنہ تو آپ کی عادت طیبہ وتر کی یہ تھی کہ تہجد کے بعد پڑھتے تھے۔

مزید اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عشاء کے بعد آپ چار رکعت پڑھتے تھے اور دو سلام سے۔ اسی قسم کی روایتوں سے فقہاء نے اخذ کر کے بیان کیا ہے کہ عشاء کے بعد دو، دو رکعت کر کے چار رکعت پڑھے، اس کے بعد وتر کی تین رکعتیں، اس کے بعد دو رکعت۔

خیال رہے کہ اس روایت میں وتر کی دو رکعت پر سلام کا ذکر ہے وتر کا یہ طریقہ بھی آپ سے ثابت ہے مگر بیشتر عمل تین رکعت ایک سلام کے ساتھ تھا جسے احناف نے اختیار کیا ہے جس کا ذکر ماقبل گزر چکا ہے۔

وتر کو نوافل کے آخر میں پڑھنا بہتر ہے

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا وتر کو نماز (نفل) کے آخر میں پڑھو۔ (بخاری صفحہ ۱۳۶، مسلم صفحہ، ابوداؤد صفحہ ۲۰۳، نسائی صفحہ ۲۴۷)

حضرت نافع کہتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا، رات کی نماز میں وتر آخر میں پڑھو۔

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ رات کو نوافل پڑھتے رہتے اور آخر میں وتر پڑھتے۔
(سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۳۴، ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۸۷)

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے ثابت شدہ امر یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وتر کو (تہجد کے بعد) شب کے آخر میں پڑھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۸۷)

حضرت ابوسلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تین رکعت وتر آخر شب میں پڑھتے تھے۔
(ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۹۵)

مشغول حضرات کے لئے یا آخر شب میں نہ اٹھ سکنے پر سونے سے پہلے پڑھ لے

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے منقول ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا، جسے اندیشہ ہو کہ وہ آخر رات میں نہ اٹھ سکے گا، وہ وتر پڑھ لے پھر سو جائے، اور جسے یقین ہو کہ وہ شب آخر میں اٹھ جائے گا وہ آخر شب میں وتر پڑھے، چونکہ آخری شب فرشتوں کی حاضری کا وقت ہوتا ہے اور یہ افضل وقت ہوتا ہے۔

(مسلم صفحہ، ترمذی صفحہ ۱۰۳، ابن ماجہ صفحہ ۸۳، ابن خزیمہ صفحہ ۱۴۶، ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۸۲)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا کہ بغیر وتر پڑھے میں سو جاؤں۔
(بزار، نیل صفحہ ۴۱)

سعید بن مسیب سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ابوبکر و عمر نے وتر کا تذکرہ کیا، حضرت ابوبکر نے عرض کیا میں وتر کی نماز پڑھ کر سوتا ہوں پھر اگر جاگ گیا تو نفل پڑھتا رہتا ہوں یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے، حضرت عمر نے عرض کیا میں نماز پڑھ کر سو جاتا ہوں، پھر آخر رات میں وتر پڑھتا ہوں آپ نے اس پر فرمایا، حضرت ابوبکر احتیاط سے کام لیتے ہیں اور حضرت عمر قوت اعتماد پر۔ (کنز العمال صفحہ، نیل صفحہ)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بھر تین امور کی پابندی کی نصیحت فرمائی ان میں ایک یہ کہ وتر پڑھ کر سوؤں۔ (ترغیب جلد ا صفحہ ۳۶۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اگر چہ وتر آخر شب میں بہتر ہے مگر جن لوگوں کو آخر شب میں نیند نہ کھلنے کا اندیشہ ہو یا جن کو مصروفیت زائد رہتی ہو آخر شب میں اٹھنا مشکل ہو ان کو چاہئے کہ سونے سے قبل وتر پڑھ لیا کریں۔

وتر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کونسی سورہ پڑھتے

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی نماز میں "سبح اسم ربك الاعلی" دوسری میں "قل یا ایھا الکافرون" اور تیسرے میں "قل ھو اللہ احد" پڑھتے تھے اور سلام آخر میں فرماتے۔ (نسائی صفحہ ۲۴۸، طحاوی صفحہ ۶۸، دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۳۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی پہلی رکعت میں "سبح اسم ربك الاعلی" دوسری میں "کافرون" تیسری میں "قل ھو اللہ احد" پڑھتے تھے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۸۲)

حضرت عائشہ کی ایک روایت میں وتر میں معوذتین اور سورہ احد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھنا منقول ہے۔
(کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۱۷، طحاوی صفحہ ۱۶۸، بنایہ صفحہ ۵۰۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں سورہ اعلیٰ سورہ کافرون اور قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے۔ (ترمذی صفحہ ۱۰۶، ابن ابی شیبہ کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۱۶۷، ابن ماجہ صفحہ ۸۲)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انہوں نے وتر کی نماز پڑھی، آپ نے پہلی رکعت میں "سبح اسم ربك الاعلی" دوسری میں کافرون تیسرے میں "قل ھو اللہ احد" پڑھا۔ (طحاوی جلد ا صفحہ ۱۶۸، کنز العمال صفحہ ۶۷، دار قطنی صفحہ ۲۱)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان نو سورتوں کو وتر میں (اکثر) پڑھا کرتے تھے، پہلی رکعت میں سورۃ تکاثر، سورۃ انا انزلنا اور اذا زلزلت دوسری رکعت میں سورہ عصر، سورہ کوثر، اور تیسری رکعت

میں سورہ کافرون، سورہ تبت اور قل ھو اللہ احد۔ (طحاوی جلد اصفحہ ۱۷۱، کنز العمال جلد صفحہ ۶۲۸)

فائدہ: وتر میں ان مذکورہ سورتوں کا پڑھنا مسنون اور بہتر ہے، مگر اس پر ہمیشگی نہ کرے بھی کبھی دوسری سورتیں پڑھ لے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: وتر کے لئے یہ سورتیں متعین نہیں، ہاں آپ کی اقتداء میں اور تبرکاً پڑھے تو بہتر ہے۔ (بنایہ صفحہ ۵۰۹)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ وتر میں معوذتین پڑھا کرتے تھے۔ (کنز العمال صفحہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعاء قنوت رکوع سے قبل پڑھتے

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک رات گزاری تا کہ دیکھوں کہ آپ دعاء قنوت وتر میں کس طرح پڑھتے ہیں، آپ نے رکوع سے پہلے دعا قنوت پڑھی۔
(دار قطنی صفحہ ۱۳۲، ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۰۲)

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے اور دعاء قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے۔ (نسائی صفحہ......، ابن ماجہ صفحہ ۸۳، بنایہ صفحہ ۸۰۳)

حضرت علقمہ نے بیان کیا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب، قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۰۲)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قنوت وتر قرات سے فارغ ہونے کے بعد رکوع سے پہلے پڑھتے تھے، احناف کے نزدیک وتر کی دعاء قنوت میں بھی طریقہ مسنون ہے۔

علامہ عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود سال بھر قنوت وتر پڑھا کرتے تھے چنانچہ سفیان ثوری، ابن مبارک، اسحٰق یہ حضرات بھی پورے سال پڑھا کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۲۰)

ابن ہمام نے ذکر کیا کہ عاصم الاحول نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قنوت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا ہاں، پھر پوچھا رکوع سے قبل یا رکوع کے بعد کہا رکوع سے قبل، اور وہ جو حضرت انس کی دوسری روایت رکوع سے بعد قنوت کا پڑھنا ہے تو اس سے مراد قنوت نازلہ ہے کہ ایک ماہ اسے آپ نے پڑھا ہے۔
(فتح القدیر جلد اصفحہ ۴۲۹)

وتر کے بعد دو رکعت پڑھتے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو ہلکی رکعت پڑھتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے جس میں زلزلت اور کافرون پڑھتے۔ (ابن خزیمہ جلد ۲ صفحہ ۱۵۸، دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۳۶)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو ہلکی رکعت بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۸۳، ترمذی صفحہ ۱۰۸)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو رکعت نماز بیٹھ کر پڑھتے جس میں سورہ اذا زلزلت اور کافرون پڑھتے۔ (مشکوٰۃ صفحہ، احمد سنن کبریٰ صفحہ ۳۳)

اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۳)

فائدہ: وتر کے بعد دو رکعت پڑھنا ان احادیث کی وجہ سے سنت ہے اور یہ آپ کی اتباع میں بیٹھ کر پڑھنا بہتر ہے گو کھڑے ہو کر پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے۔

وتر کی تیسری رکعت میں سورۃ کے بعد ہاتھ اٹھائے پھر باندھے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ وہ آخری رکعت میں قل ہو اللہ احد پڑھتے پھر دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے۔ (اعلاء السنن صفحہ ۷۰)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قنوت کے لئے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے۔ (اعلاء السنن جلد ۶ صفحہ ۷۰)

حضرت عبداللہ کی طویل روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (وتر کی آخری رکعت میں) قل ہو اللہ احد پڑھا اس کے بعد تکبیر کہی (ہاتھ اٹھانے کے ساتھ) پھر دعاء قنوت پڑھی (الاستیعاب جلد ۲ صفحہ ۷۹۶، اعلاء جلد ۶ صفحہ ۶۸)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ قنوت سے پہلے ہاتھ اٹھاتے ہوئے تکبیر کہے۔ عبدالرحمٰن بن اسود کی روایت میں ہے کہ وہ قنوت وتر کے لئے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۷)

حضرت ابوہریرہ ماہ رمضان میں قنوت میں دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۴۱)

حضرت ابوقلابہ قنوت کے لئے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے۔

تکبیر کہتے ہوئے ہاتھ اٹھاتے

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء قنوت پڑھنے سے پہلے اللہ اکبر کہا۔ (الاستیعاب جلد ۲ صفحہ ۷۹۶، اعلاء جلد ۶ صفحہ ۶۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ (جب وہ تیسری رکعت) کی قرات سے فارغ ہوتے تو تکبیر کہتے پھر جب قنوت سے فارغ ہوتے تو تکبیر کہتے پھر رکوع میں جاتے۔

(طبرانی، اعلاء، صفحہ ۷۱، ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۷)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب قرات سے فارغ ہو جاتے (تیسری رکعت کی) تو تکبیر

کہتے پھر قنوت پڑھتے پھر رکوع کرتے تو تکبیر کہتے۔ (مغنی جلد۱ صفحہ ۸۰۱، اعلاء جلد ۶ صفحہ ۷۲)

حارث نے حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے نقل کیا ہے کہ تکبیر کے بعد وہ قنوت شروع کرتے۔ (کنز العمال)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قرات سے فارغ ہوتے تو تکبیر کہتے اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھے تک اٹھاتے۔ (کبیری صفحہ ۴۱۷، اعلاء صفحہ ۷۲)

فَائِدَہ: معلوم ہوا کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ جب تیسری رکعت میں سورۃ پڑھ لے تو اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ اٹھائے پھر قنوت پڑھے، حضرات صحابہ کرام کا اسی طریقہ پر عمل تھا جیسا کہ جلیل القدر صحابہ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت براء رضوان اللہ علیہم اجمعین سے صراحۃً مروی ہے۔ (اعلاء صفحہ ۷۲)

اسی کے قائل ابو عبیدہ اور اسحاق ہیں۔ (کبیری صفحہ ۴۱۰)

وتر کا وقت کب تک رہتا ہے

حضرت خارجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تشریف لائے اور فرمایا، اللہ پاک نے ایک نماز کا تمہارے پر اضافہ کیا ہے، وہ تمہارے لئے سرخ اونٹ سے بھی بہتر ہے وہ وتر ہے اللہ پاک نے اس نماز کا وقت عشاء اور طلوع فجر کے درمیان رکھا ہے۔ (استذکار صفحہ ۲۸۷)

حضرت ابوسعید خدری کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے منادی نے اعلان کیا کہ خبردار صادق ہو جانے کے بعد وتر نہیں ہے۔ (استذکار جلد ۵ صفحہ ۲۸۷)

فَائِدَہ: ان روایتوں کے پیشِ نظر اس امر پر تو اجماع ہے کہ وقت اس کا عشاء کے بعد شروع ہوتا ہے اس سے قبل نہیں، اور بیشتر علماء اس کے قائل ہیں کہ طلوع صبح صادق تک اس کا وقت وقت اداء رہتا ہے۔

چنانچہ ابن عبدالبر مالکی لکھتے ہیں کہ سعید بن جبیر، مکحول، عطاء بن ابی رباح، سفیان ثوری کا بھی یہی مسلک ہے کہ طلوع فجر کے بعد وتر کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ (استذکار جلد ۵ صفحہ ۲۸۷)

امام نووی نے شرح مہذب میں لکھا ہے کہ اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ وتر کا وقت عشاء سے طلوع فجر صبح صادق تک رہتا ہے۔ (شرح مہذب جلد ۴ صفحہ ۲۱)

لہٰذا اگر کوئی شخص صبح صادق تک نہیں پڑھ سکا تو اب طلوع شمس کے بعد وقت یا دیگر اوقات میں جس میں قضا مشروع ہے قضاء کرے۔

وتر نہ پڑھ سکے تو قضاء کا حکم

حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے منقول ہے کہ رات میں جس کی وتر چھوٹ جائے وہ دن میں قضاء کرے۔
(دارقطنی جلد ۲ صفحہ ۲۲)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ہم میں سے کسی کو صبح ہو جائے اور وتر کی نماز نہ پڑھ سکے تو کیا ہوگا، آپ نے فرمایا صبح ہو جانے کے بعد پڑھ لے۔ (دارقطنی جلد۲ صفحہ۲۲)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو وتر بغیر پڑھے سو جائے یا بھول جائے وہ جب صبح ہو جائے تو پڑھ لے یا جب بھی یاد آ جائے۔ (ابوداؤد صفحہ۲۰۳، ابن ماجہ صفحہ۸۳، ترمذی صفحہ۱۰۷)

فائدہ: ہدایہ میں ہے کہ وتر کی بالا جماع قضاء ہے یعنی تمام علماء اس پر اتفاق رکھتے ہیں کہ اس کی قضا ہوگی۔

(فتح القدیر صفحہ۴۲۶)

طاؤس سے منقول ہے کہ جس کی وتر رہ جائے اور صبح ہو جائے تو وہ وتر پڑھ لے جب اسے یاد آئے۔ ابن عبدالرزاق جلد۳ صفحہ۸ پر لیث نے ذکر کیا کہ طاؤس نے کہا کہ وتر کی قضا کی جائے گی۔

فائدہ: وتر واجب ہے، اس کا وقت وقت عشاء ہے، علامہ عینی نے لکھا ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک صبح صادق ہو جانے سے اس کا وقت ختم ہو جاتا ہے، جب وقت میں وتر ادا نہیں کی جائیں تو پھر اس کی قضاء واجب ہے۔

(عمدۃ القاری جلد۷ صفحہ۵)

علامہ طیبی کے حوالہ سے مرقات میں ہے کہ وتر بلا پڑھے سو جائے تو صبح (طلوع شمس کے بعد) اسے پڑھے۔

مرقات میں ہے کہ احناف کے نزدیک وتر کی قضاء ہے حتیٰ کہ اگر صاحب ترتیب نے صبح پڑھ لی، اور وتر نہیں پڑھا تو اس کی نماز صبح صحیح نہ ہوگی۔ (صفحہ۱۶۴)

کہ ترتیب کی وجہ سے اس کے ذمہ سے صبح سے قبل وتر ادا کرنا تھا ہاں اگر صاحب ترتیب نہ ہو تو ادا ہو جائے گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر سفر میں بھی پڑھتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی نماز سفر میں سواری پر پڑھ لیتے تھے۔

(بخاری صفحہ۱۳۶، طحاوی صفحہ۱۴۹، ابن ماجہ صفحہ۸۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ وہ سواری پر نماز پڑھتے رہتے تھے (نفل) اور وتر پڑھتے تو اتر کر زمین پر پڑھتے۔ (طحاوی صفحہ۲۴۹)

حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ سفر میں بھی سنت (موکدہ) ہے۔

(ابن ابی شیبہ جلد۲ صفحہ۳۰۱)

فائدہ: خیال رہے کہ وتر واجب ہے اس کا سواری پر پڑھنا درست نہیں، ہو سکتا ہے کہ آپ نے کسی عذر کی وجہ

سے پڑھا ہوگا عینی اور طحاوی نے لکھا کہ واجب کے حکم سے پہلے آپ نے سواری پر پڑھا ہو۔

(طحاوی جلد ۱ صفحہ ۲۴۹، عمدۃ صفحہ ۱۵، بحر جلد ۲ صفحہ ۴۰)

قنوت میں کیا پڑھے

حضرت عبید بن عمیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے رکوع کے بعد یہ قنوت پڑھی:

"اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنُثْنِی عَلَیْکَ الْخَیْرَ کُلَّهٗ وَنَشْکُرُکَ وَلَا نَکْفُرُکَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّی وَنَسْجُدُ وَاِلَیْکَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَنَرْجُو رَحْمَتَکَ وَنَخْشٰی عَذَابَکَ اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ." (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۱۴، طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۴۷، بنایہ جلد ۲ صفحہ ۵۰۷، بحر الرائق جلد ۲ صفحہ ۴۵، قیام اللیل صفحہ ۲۲۱)

ابوعبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم لوگوں کو یہ دعا قنوت سکھاتے تھے تاکہ وتر میں پڑھیں:

"اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنُثْنِی عَلَیْکَ الْخَیْرَ کُلَّهٗ وَنَشْکُرُکَ وَلَا نَکْفُرُکَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّی وَنَسْجُدُ وَاِلَیْکَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَنَرْجُو رَحْمَتَکَ وَنَخْشٰی عَذَابَکَ اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ." (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۰۱، مرقات جلد ۳ صفحہ ۱۷۴، شرح مہذب)

مراسیل ابوداؤد میں حضرت خالد بن عمران سے مروی ہے کہ (قبیلہ مضر پر بددعا سے منع کرنے کے موقعہ پر) حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یہ دعاء قنوت کی آپ کو تعلیم فرمائی تھی۔ (مرقات جلد ۳ صفحہ ۱۷۴)

علامہ سیوطی نے ذکر کیا ہے کہ دعا مذکور بکثرت روایت سے ثابت ہے جو مختلف الفاظ سے مروی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ یہ قرآن کا جزء تھا جو منسوخ التلاوۃ ہوگیا جس کا نام سورۃ عقد اور خلع تھا۔ (اتقان)

درمختار میں ہے کہ اس قنوت کا پڑھنا سنت ہے۔ (اعلاء صفحہ ۹۲)

حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسی قنوت کو پڑھا کرتے تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی تعلیم کردہ ہونے کی وجہ سے اس کا پڑھنا دوسری دعاء کے مقابلہ میں بہتر ہے۔ (اعلاء السنن) بحر الرائق میں ہے کہ اس دعاء پر اتفاق کیا ہے۔ لہٰذا اس کو پڑھے۔ (جلد ۲ صفحہ ۴۵، فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۴۳۴)

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک دعاء قنوت کی تعلیم

حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات مجھے سکھائے کہ میں اسے قنوت (وتر) میں پڑھا کروں:

"اللھم اھدنی فیمن ھدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت وبارك لی فیما اعطیت وقنی شرما قضیت انك تقضی ولا تقضی علیك وانه لا یذل من والیت تبارکت ربنا وتعالیت." (ابوداؤد صفحہ ۲۰۱، ترمذی صفحہ ۱۰۵، ابن ماجہ صفحہ ۸۲، نسائی صفحہ، مجمع جلد ۲ صفحہ ۴۴، حاکم بنایہ صفحہ ۵۰۵، ابن خزیمہ جلد ۲ صفحہ ۱۵۱، فتح القدیر صفحہ ۳۰)

ملا علی قاری نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ قنوت کے بعد اس کا ملالینا بہتر ہے۔ (مرقات جلد ۳ صفحہ ۱۷۴)

شرح منیہ میں بھی لکھا ہے کہ دعاء قنوت کے بعد اس کا پڑھنا اولیٰ ہے، درمختار میں اس کا شامل کرنا مستحب لکھا ہے۔ فتح اور بحر میں ہے کہ اللھم کے بعد اس دعاء حسین کو پڑھنا بہتر ہے۔ (صفحہ ۴۵، فتح القدیر صفحہ ۴۳۰)

وتر کے آخر میں کیا پڑھتے

حضرت عبدالرحمٰن ابن ابزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد (سلام کے بعد جب بیٹھتے تو "سبحان الملك القدوس" تین مرتبہ فرماتے اور آخری مرتبہ ذرا کھینچ کر کہتے۔

(ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۶۸، ابن عبدالرزاق صفحہ)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی نماز کا سلام پھیرتے تو "سبحان الملك القدوس" کہتے، اور نسائی کی روایت میں ہے کہ تیسری مرتبہ آواز کو بلند فرماتے بیہقی میں ہے تیسری مرتبہ زور سے پڑھتے اور کھینچ کر پڑھتے۔ (سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۳۹، مشکوٰۃ، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۲۰۲)

فائدہ: چنانچہ ملا علی قاری نے مرقات میں ذکر کیا کہ آپ تیسری مرتبہ مد کھینچ کر پڑھتے، اور آواز بھی بلند کرتے چنانچہ وتر کے بعد اس طرح کرنا سنت ہے۔

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ بعض روایت میں "رب الملئکة والروح" کا بھی ذکر ہے۔ چنانچہ بیہقی میں ہے کہ تیسری مرتبہ "رب الملئکة والروح" پڑھتے۔ (سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۴۰)

وتر کے بعد کی دعاء

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے آخر میں یہ دعا پڑھتے:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ، وَاَعُوْذُبِكَ

مِنْكَ، لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ."

ترجمہ: "اے اللہ میں آپ کی ناراگی سے آپ کی رضا کی پناہ مانگتا ہوں، اور آپ کی سزا سے معافی کی پناہ مانگتا ہوں، آپ سے پناہ مانگتا ہوں آپ کی کوئی تعریف نہیں حاصل کرسکتا جیسا کہ آپ نے خود اپنی تعریف کی۔" (ابوداؤد صفحہ۲۰۲، ابن ابی شیبہ جلد۲صفحہ۳۰۶، ترمذی جلد۲صفحہ۱۹۶، سنن کبریٰ صفحہ۴۲)

فائدہ: آپ وتر کے سلام کے بعد یہ دعاء پڑھتے۔ وتر کے بعد یہ دعاء مسنون ہے۔

اگر وتر شروع رات میں پڑھ لے تو نوافل پڑھے مگر وتر نہیں

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کی حالت میں تھے آپ نے فرمایا یہ سفر بڑی پریشانی اور مشکلات کا باعث ہے جب تم وتر پڑھ لو تو دو رکعت پڑھ لو (نفل) اگر (تہجد کے لئے) جاگ گئے تو ٹھیک (نماز پڑھ لوگے) نہیں تو یہ دو رکعت اس (تہجد) کی جگہ ہو جائے گی۔

(دارمی، طحاوی صفحہ۲۰۲، دارقطنی جلد۲صفحہ۳۶، بیہقی، معارف جلد۴صفحہ۲۵۹)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وتر کو شروع رات میں پڑھ لیا کرتے تھے پھر جب رات میں بیدار ہوتے تو دو، دو رکعت پڑھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ۲۸۵)

مسروق نے ذکر کیا کہ جب تم وتر پڑھ کر سوئے ہو پھر بیدار ہو جاؤ تو دو رکعت نفل پڑھتے رہو (مگر وتر نہ پڑھو)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر وتر شروع رات میں پڑھ لیا تو وتر نہ پڑھے ہاں دو۔ دو رکعت پڑھتا رہے یہاں تک کہ صبح ہو جائے۔

معارف السنن میں ہے کہ جس نے شروع رات میں وتر پڑھ لیں پھر تہجد کے وقت اٹھا تو تہجد پڑھ سکتا ہے، اب دوبارہ وتر پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ یہی مسلک امام اعظم ابوحنیفہ، امام ثوری، امام مالک، امام اوزاعی، امام شافعی، امام احمد، ابوثور، ابن المبارک، ابراہیم نخعی، اور حضرات صحابہ میں صدیق اکبر حضرت عمار، حضرت سعد بن وقاص، حضرت ابن عباس، حضرت ابوہریرہ، حضرت عائشہ، تابعین میں حضرت علقمہ حضرت طاؤس اور ابوالحلز کا ہے، شرح مہذب میں امام نووی، اور قاضی عیاض نے اکثر علماء کا یہی مسلک نقل کیا ہے۔ (جلد۴صفحہ۲۵۵)

امام ترمذی فرماتے ہیں یہی صحیح قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کے بعد نماز (نفل) پڑھی ہے۔

(ترمذی صفحہ۱۰۸، معارف جلد۴صفحہ۲۵۸)

ابن ابی شیبہ میں حضرت رافع کا قول ہے کہ میں وتر پڑھ لیتا ہوں، اور پھر رات میں بیدار ہوتا ہوں تو دو دو رکعت پڑھتا ہوں اور وتر نہیں۔ (صفحہ۲۸۵)

اسی طرح دیگر متعدد صحابہ اور تابعین کی روایتوں کو نقل کیا ہے کہ وتر شروع رات میں پڑھنے کے بعد تہجد پڑھتے تھے پھر وتر نہیں پڑھتے تھے، کہ آپ ﷺ نے وتر کو دوبارہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے، رہی بات کہ جو آپ نے فرمایا، وتر کو آخر میں پڑھا کرو، اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ شروع رات میں وتر پڑھ لیا اور تہجد پڑھ لیا تو دوبارہ پڑھو، ہاں اگر ہو سکے تو وتر کو آخر رات میں پڑھو، یعنی تہجد کے بعد، چنانچہ وتر کا آخری میں ہونا مندوب اور اولیٰ ہے۔ (معارف جلد۴ صفحہ ۲۵۸)

جمہور علماء کا یہی مسلک ہے۔

امام نووی لکھتے ہیں کہ وتر کے بعد رات میں نماز پڑھے تو پڑھ سکتا ہے وتر کے لوٹانے کی ضرورت نہیں، آپ نے وتر کے بعد دو رکعت اس لئے پڑھی تاکہ معلوم ہو جائے کہ وتر کے بعد نماز پڑھ سکتا ہے۔

(شرح مہذب جلد۴ صفحہ ۱۶)

قنوت نازلہ

اعداء اسلام کی سخت اذیت پر قنوت نازلہ مسنون ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے رکوع کے بعد ایک ماہ تک قنوت نازلہ پڑھی، اس موقعہ پر آپ نے پڑھا جب قراء کی ایک جماعت جس کی تعداد ستر تھی، ان کو شہید کر دیا تھا۔

(بخاری صفحہ ۱۳۶)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے قبیلہ رعل اور ذکوان پر ایک ماہ تک قنوت نازلہ پڑھی۔ (بخاری جلد۱ صفحہ ۱۳۶، نسائی صفحہ ۱۶۴)

علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے، کفار اعداء اسلام کی جانب سے حوادث کے موقعہ پر اس کا پڑھنا مسنون ہے۔ (صفحہ ۵۲۴)

قنوت نازلہ صبح میں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کیا آپ ﷺ نے صبح میں قنوت (نازلہ) پڑھی ہے تو آپ نے فرمایا ہاں۔ (بخاری صفحہ ۱۳۶)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ قنوت (نازلہ) صبح میں پڑھتے تھے، صحیح ابن خزیمہ میں حضرت براء کی روایت میں مغرب کا بھی ذکر ہے۔ (جلد۲ صفحہ ۱۵۴، نسائی صفحہ ۱۶۴، ابوداؤد، عمدۃ القاری صفحہ ۲۱)

فائدہ: قراء اور حفاظ قرآن کی ایک جماعت کو جس میں ستر افراد تھے دھوکہ دے کر کفار نے شہید کر دیا تو آپ ﷺ نے ان ظالمین کے حق میں بددعاء کی قنوت نازلہ پڑھی تھی۔ (عمدۃ القاری جلد۷ صفحہ ۱۸)

اسی سے کفار کی سخت اذیت کے موقعہ پر اس کا پڑھنا مسنون ہوا ابن ہمام لکھتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مسیلمہ سے جنگ میں اہل کتاب سے جنگ میں قنوت نازلہ پڑھی ہے، اسی طرح حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے۔ (فتح صفحہ ۴۳۴)

قنوت نازلہ مغرب میں بھی

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مغرب اور فجر میں قنوت (نازلہ) پڑھتے تھے۔

فَائِدَہ: حاشیہ بخاری میں امام طحاوی کے حوالہ سے ہے کہ اب مغرب میں قنوت نازلہ نہیں ہے۔ (بخاری صفحہ ۲۶)

ایک ماہ سے زیادہ آپ نے نہیں پڑھا

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ایک ماہ تک قنوت نازلہ پڑھی۔ جس میں آپ نے قبیلہ عرب پر بددعاء فرمائی پھر آپ نے چھوڑ دی۔ (نسائی جلد ا صفحہ ۱۶۴)

ایک روایت میں چالیس دن تک ہے۔ (عنایہ فتح القدیر ۴۳۵)

فَائِدَہ: آپ نے قنوت نازلہ صرف ایک ماہ پڑھی اس کے بعد نہیں پڑھی، اس سے معلوم ہوا کہ ایک ماہ تک پڑھنا مسنون ہے۔

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قومہ میں سمع اللہ کے بعد قنوت نازلہ پڑھتے

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ جب "سمع الله لمن حمده، ربنا لك الحمد" پڑھ لیتے تو کھڑے ہونے کی حالت میں سجدہ سے پہلے بددعاء فرماتے (قنوت نازلہ) پڑھتے۔

(نسائی جلد ا صفحہ ۱۶۴)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فجر کی دوسری رکعت میں جب رکوع سے سر اٹھاتے تو یہ فرماتے "اللهم العن فلانا الخ" (یعنی قنوت نازلہ) پڑھتے۔

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے رکوع کے بعد (قومہ میں) ایک ماہ تک قنوت پڑھی۔ (نسائی جلد ا صفحہ ۱۶۴)

ان روایتوں کے پیش نظر جمہور علماء نے یہ مسنون قرار دیا ہے کہ مسلمانوں پر جب کوئی حادثہ، دشمنان اسلام، کفار مشرکین، یہود و نصاری کی جانب سے کوئی اذیت دہ تکلیف دہ، معاملہ پیش آئے، نقصان پہنچانے یا قتل و ہلاکت کے درپے ہو جائیں تو ایسے پریشان کن موقعہ پر دفاع اور خدا سے مدد نصرت کے لئے صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھیں، مقتدی خاموش قنوت نازلہ کی دعاؤں پر قومہ کی حالت میں ہاتھ چھوڑے آمین کہتے رہیں، چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے علاوہ حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت معاویہ محاربہ کے موقعہ

پر پڑھتے تھے۔ (اعلاء السنن جلد ۶ صفحہ ۸۳، طحاوی جلد ا صفحہ ۱۴۹)

شرح منیہ کے حوالہ سے کفار کی جانب سے مصائب کے موقعہ پر ہمارا اور جمہور کا مذہب قنوت نازلہ پڑھنا ہے۔ (اعلاء صفحہ ۱۰۱)

خیال رہے کہ معمولی مصیبت پر قنوت نازلہ نہ پڑھے تاوقتیکہ سخت مصیبت اور ہلاکت کا واقعہ نہ پیش آئے جیسے فساد اور جنگی موقعہ پر۔ (اعلاء صفحہ ۹۶)

قنوت نازلہ صرف صبح کی نماز میں پڑھے، اشباہ کے حوالہ سے ہے کہ حوادث کے موقعہ پر فجر میں قنوت پڑھے۔ (اعلاء صفحہ ۱۰۱)

بنایہ میں ہے کہ امام طحاوی نے فرمایا حوادث کے موقعہ پر صرف فجر میں قنوت نازلہ پڑھے۔

احناف کے نزدیک مغرب اور بقیہ نمازوں میں قنوت نازلہ منسوخ ہے امام طحاوی نے مغرب اور بقیہ نمازوں میں اسے منسوخ مانا ہے۔ (جلد ا صفحہ ۱۴۶)

حوادث وفساد کے موقعہ پر فجر میں قنوت نازلہ کا معمول بنایا ہے۔ (بحر صفحہ ۴۸، شامی صفحہ، بنایہ)

قنوت نازلہ صرف فجر کی نماز میں پڑھی جائے گی۔ (الشامی جلد ۲ صفحہ ۱۱)

البتہ شدت کے موقعہ پر مغرب میں پڑھی جائے گی۔

دعاء قنوت نازلہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مرفوعاً منقول ہے کہ آپ ''اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ'' کے بعد یہ قنوت پڑھا کرتے تھے:

''اَللّٰھُمَّ عَذِّبْ کَفَرَۃَ أَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ، الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَکَ عَنْ سَبِیْلِکَ وَیَجْحَدُوْنَکَ آیَاتِکَ وَیُکَذِّبُوْنَ رُسُلَکَ، وَیَتَعَدُّوْنَکَ حُدُوْدَکَ، وَیَدْعُوْنَ مَعَکَ اِلٰھًا آخَرَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ تَبَارَکْتَ وَتَعَالَیْتَ عَمَّا یَقُوْلُ الظَّالِمُوْنَ، عُلُوًّا کَبِیْرًا''

(الدعاء جلد ۲ صفحہ ۴۵، الدعاء المسنون صفحہ ۴۱)

ترجمہ: ''اے اللہ مشرکین اور اہل کتاب کے منکرین پر عذاب نازل فرمایئے کہ جنہوں نے آپ کے راستہ سے لوگوں کو باز رکھا آپ کی آیتوں کا انکار کیا، آپ کے رسولوں کو جھٹلایا، آپ کے مقرر کردہ حدوں سے تجاوز کیا، آپ کے ساتھ دوسرے معبود کو شریک کیا حالانکہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں بابرکت ہیں آپ، بلند وبالا ہیں آپ ان تمام چیزوں سے، جو آپ کے لئے یہ ثابت کرتے ہیں۔''

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے منقول ہے کہ رکوع کے بعد یہ دعاء قنوت (نازلہ) پڑھا کرتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِلْمُؤمِنِيْنَ وَلِلْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَاَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنَهُمْ وَانْصُرْ هُمْ عَلٰى عَدُوِّكَ وَعَدُوِّهِمْ، اَللّٰهُمَّ الْعَنِ الْكَفَرَةَ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَكَ عَنْ سَبِيْلِكَ وَيُكَذِّبُوْنَكَ رُسُلَكَ وَيُقَاتِلُوْنَ اَوْلِيَائَكَ اَللّٰهُمَّ خَالِفْ بَيْنَ كَلِمَتِهِمْ وَزَلْزِلْ أَقْدَامَهُمْ وَانْزِلْ بِهِمْ بَاسَكَ الَّذِىْ لَا تَرُدُّه عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ." (سنن کبریٰ صفحہ۲۱۰، الدعاء المسنون صفحہ۱۹۳)

تَرجَمَہ: "اے اللہ تمام مؤمن مرد اور عورتیں، تمام مسلم مرد مسلم عورتوں کی مغفرت فرما دیجئے ان کے قلوب میں الفت اور ان کے درمیان مصالحت فرما دیجئے، اپنے اور ان کے دشمن پر مدد فرما دیجئے اے اللہ ان کافروں پر لعنت فرمایئے، جنہوں نے آپ کے راستے سے لوگوں کو روکا، آپ کے رسولوں کو جھٹلایا، آپ کے دوستوں سے قتال کیا، اے اللہ ان کی باتوں کے درمیان اختلاف فرما دیجئے، ان کے قدم کو متزلزل کر دیجئے، ان پر ایسا عذاب نازل کیجئے جس سے یہ مجرم قوم بچ نہ سکیں۔"

فَائِدَہ: بہتر یہ ہے کہ اولاً حضرت حسین کی روایت میں جو قنوت "اللهم اهدني" ہے اسے آخر تک پڑھے، پھر اس کے بعد حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے جو دعاء قنوت اوپر منقول ہے، اسے پڑھے، مزید وہ دعائیں جو اسلاف سے ثابت ہیں پڑھی جا سکتی ہیں۔



سنن ونوافل نمازوں کے سلسلے میں آپ ﷺ کے پاکیزہ اسوہ اور طریق مبارک کا بیان

صلوٰۃ اشراق

آپ ﷺ اشراق اہتمام سے ادا فرماتے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب سورج اپنے مطلع سے نکل کر ایک نیزہ یا دو نیزہ بلند ہو جاتا، جیسے پچھم میں عصر کے وقت سورج رہتا ہے تو آپ ﷺ دو رکعت نماز پڑھتے۔ (مختصر ابن ماجہ ۱۸)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب سورج طلوع ہو کر بلند ہو جاتا تو آپ دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ (اتحاف السادۃ جلد ۲ صفحہ ۳۶۹)

حضرت عاصم بن ضمرہ سلول کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی سے آپ ﷺ کے دن کے نوافل کے متعلق معلوم کیا تو انہوں نے جواب دیا تم کہاں اس کی طاقت رکھ سکو گے، تو میں نے کہا، بتایئے جہاں تک ہو سکے گا کوشش کروں گا، تو حضرت علی نے فرمایا: آپ ﷺ جب فجر پڑھ لیتے تو رک جاتے، یہاں تک کہ سورج اتنا ہو جاتا، یعنی مشرق میں اس مقدار ہو جاتا جتنا کہ عصر کے وقت بلند رہتا ہے (یعنی ایک ڈیڑھ دو نیزہ) یعنی پچھم کی طرف تو آپ کھڑے ہوتے دو رکعت نماز پڑھتے الخ۔

(ابن ماجہ صفحہ ۸۱، ترمذی صفحہ ۱۳۱، اتحاف السادۃ، الفتح جلد ۲ صفحہ ۱۹۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ صبح کی نماز پڑھ کر اس جگہ سے نہ اٹھتے یہاں تک کہ نماز پڑھ لیتے۔ (ترغیب صفحہ ۲۹۶)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ طلوع شمس کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے تھے، جسے ارباب حدیث کی ایک جماعت اور علماء وصوفیا اشراق کے نام سے موسوم کرتے ہیں، دن کے آغاز میں جب سورج نکل کر کچھ اونچا بلند ہو جائے۔ آپ ﷺ سے اس نماز کی بڑی فضیلت منقول ہے۔

اشراق کی فضیلت

مقبول حج وعمرہ کا ثواب

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو صبح کی نماز جماعت سے پڑھے پھر بیٹھا ذکر الٰہی کرتا رہے، یہاں تک کہ سورج نکل جائے (اور ذرا اونچا ہو جائے) پھر دو رکعت نماز پڑھے تو اسے حج وعمرہ کا ثواب ملے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مکمل، مکمل مکمل، یعنی پورا ثواب ملے گا۔
(ترمذی صفحہ ۱۳۱، ترغیب صفحہ ۱۹۵)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے، پھر طلوع شمس تک بیٹھا ذکر کرتا رہے، پھر دو رکعت نماز پڑھے تو وہ حج وعمرہ کا ثواب لے کر آئے گا۔
(ترغیب جلد ۶ صفحہ ۲۹۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو صبح کی نماز پڑھ لے پھر اسی جگہ بیٹھا رہے، یہاں تک کہ نماز پڑھ لے تو اسے مقبول حج وعمرہ کا ثواب ملے گا۔ (طبرانی، ترغیب صفحہ ۲۹۶)

فائدہ: افضل ہے کہ اسی جگہ بیٹھا ذکر کرتا رہے پھر سورج نکلنے اور بلند ہونے پر دو رکعت نماز پڑھ لے، خیال رہے کہ یہ فضیلت اسے حاصل ہوگی جو فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھ کر ذکر میں لگا رہے، خواہ تلاوت و استغفار میں لگا رہے، حدیث پاک میں یہ ثواب دو امور کے ساتھ ہے۔

1. فجر کی جماعت کے ساتھ نماز پڑھی ہو۔
2. نماز کے بعد ذکر وغیرہ میں لگا ہو کسی دنیاوی امور تجارت دکانداری یا دنیاوی گفتگو وغیرہ میں نہ لگا ہو تب حج و عمرہ کا ثواب پائے گا، ورنہ تو اشراق کی اس فضیلت کے علاوہ دوسری فضیلت کا حامل ہوگا۔

مزید اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ اشراق جو کہ نفل ہے مسجد میں پڑھی جائے گی، چنانچہ ظفر جلیل کے حوالہ سے اعلاء میں ہے کہ یہ نماز مسجد میں پڑھی جائے گی۔ (جلد ۷ صفحہ ۲۶)

جیسا کہ حدیث پاک کی عبارت اور اس کا سیاق بتا رہا ہے کہ مسجد میں بیٹھنے کے بعد نماز کا ذکر ہے، کو گھر میں بھی صحیح ہے۔

اشراق سے جسم پر جہنم حرام

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح کی نماز پڑھے پھر ذکر کرتا رہے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے، پھر دو رکعت یا چار رکعت نماز پڑھے تو جہنم اس کی کھال کو نہ چھوئے گی۔ (بیہقی، ترغیب جلد ۱ صفحہ ۲۹۶)

گناہ معاف جیسے ماں نے آج ہی جنا ہو

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو شخص فجر کی نماز پڑھے اور اسی جگہ بیٹھا رہے اور دنیاوی کوئی لغو بات نہ کرے، ذکر خدا میں لگا رہے پھر اچھی طرح دھوپ نکلنے اور روشن ہو جانے پر چار رکعت نماز پڑھتے تو وہ گناہ سے ایسا نکل جائے گا جیسے اس کی ماں نے آج جنا ہو، کوئی گناہ نہ رہے گا۔ (ابویعلی، ترغیب صفحہ ۲۹۷)

عقبہ بن عامر کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے موقعہ پر فرمایا جو سورج سامنے آنے کے بعد اچھی طرح وضو کر کے نماز پڑھے اس کے گناہ اس طرح معاف ہو جائیں گے گویا اس کی ماں نے آج ہی جنا ہو۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۲۲۶)

خاندان اسماعیل کے چار غلام کی آزادی سے زیادہ ثواب

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے خاندان اسماعیل علیہ السلام کے چار غلاموں کی آزادی سے زیادہ پسند ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ بیٹھا رہوں جو صبح کے بعد سے طلوع شمس تک ذکر خدا میں لگے ہوں، اسی طرح عصر کے بعد سے غروب شمس تک۔ (ترغیب صفحہ ۲۹۵)

بہترین نفع

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے فرمایا کیا تم کو میں نہ بتادوں جلد لوٹنے والا اور بہترین نفع اٹھانے والا وہ ہے جو صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے، پھر طلوع شمس تک ذکر خدا میں مشغول رہے۔ (ترغیب صفحہ ۲۹۹)

سمندر کے جھاگ سے زیادہ گناہ تب بھی معاف

حضرت سہیل بن معاذ کی روایت ان کے والد سے ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح کی نماز کے بعد مصلیٰ پر بیٹھا رہے، یہاں تک کہ ضحیٰ (صغریٰ) کی نفل نماز پڑھ لے اور سوائے خیر کے (ذکر وغیرہ دینی بات کے) کوئی بات نہ کرے تو اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے، گو اس کے گناہ سمندر کے جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔

فائدہ: ضحیٰ سے مراد یہاں اشراق ہے، جسے ضحیٰ صغریٰ بھی کہتے ہیں۔

(اشعۃ اللمعات، اعلاء السنن جلد ۷ صفحہ ۲۶، احمد، ابوداؤد صفحہ ۱۸۲، ترغیب جلد ۱ صفحہ ۲۹۵)

فائدہ: کسی شئی کی بے انتہا کثرت اور زیادتی کو عرب سمند کے جھاگ سے تشبیہ دیتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ گناہوں کا انبار کیوں نہ ہو، نماز کی برکت سے معاف ہو جائیں گے، یعنی صغیرہ گناہ کبیرہ نہیں کبیرہ توبہ سے معاف ہوتے ہیں۔

شروع دن میں چار رکعت سے دن بھر کی کفالت (حدیث قدسی)

حضرت عقبہ بن عامر جہنی کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے آدم کی اولاد شروع دن میں چار رکعت نماز پڑھ لو، دن بھر تک کے لئے میں کافی ہو جاؤں گا۔ (مجمع صفحہ ۲۳۵)

فائدہ: شروع دن میں چار رکعت سے دن بھر کی کفالت ہو جاتی ہے یعنی اللہ پاک دن بھر کے کام میں معین مددگار اور اس کے محافظ ہو جاتے ہیں، اور اللہ پاک کی مدد و نصرت حاصل ہوتی ہے، یہ روایت حدیث قدسی اور مطلق حدیث دونوں سے ثابت ہے، یہ حدیث تنہا مجمع میں متعدد صحابہ سے حضرت ابودرداء، ابومرہ، نواس بن سمعان، ابوامامہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ثابت ہے۔

فائدہ: معلوم ہونا چاہئے کہ احادیث پاک میں طلوع شمس اور زوال کے مابین دو نمازوں کا ذکر ہے پہلی قسم کی وہ روایت ہے جس میں طلوع شمس کے بعد (جب سورج ایک دو نیزے کے مثل بلند ہو جائے) کی نماز کا ذکر ہے، اسے ارباب علم کی ایک جماعت اشراق کے نام سے موسوم کرتی ہے۔

دوسری وہ نماز ہے جو سورج کے خوب بلند ہو جانے پر گویا ایک چوتھائی دن ہو جائے، پڑھی جائے، اسے ضحیٰ کبریٰ اور چاشت کہتے ہیں، یہ دونوں نمازیں الگ الگ ہیں، بعضوں نے دونوں کو ایک قرار دیا ہے یعنی ضحیٰ، جیسا کہ کشف الغمہ میں حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا ہے اور اسی کی جانب بعض محدثین بھی گئے ہیں۔

صحیح اور محقق یہ ہے کہ یہ دونوں نمازیں الگ الگ ہیں گو ان پر ایک دوسرے کا اطلاق کیا گیا ہے، حضرت انس کی روایت میں اسے ضحیٰ کہا گیا ہے، جس کی تشریح میں صاحب اشعۃ اللمعات نے اشراق کہا ہے۔ (اعلاء صفحہ)

اسی طرح حضرت ام ہانی کی روایت میں چاشت کو اشراق کہہ دیا گیا ہے۔ (اعلاء صفحہ ۲۵)

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد صحابہ میں دونوں پر مشترک طور سے ضحیٰ اور اشراق کا اطلاق کیا جاتا تھا، اب متاخرین بلکہ عہد صحابہ اور تابعین کے بعد اشراق اور ضحیٰ کی اصطلاح الگ ہوگئی ہے۔

اسی لئے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں جس میں فجر کے بعد بیٹھے ذکر کرنے کے بعد طلوع شمس پر دو رکعت نماز کا ذکر ہے اس پر اعلاء السنن میں ہے **"دال التغائر بين صلوة الاشراق والضحى"**

(جلد ۸ صفحہ ۲۵)

مزید اشراق اور چاشت کے الگ الگ ہونے کی تائید اس باب کی مشہور حدیث حدیث علی سے بھی تائید پیش کی جاتی ہے کہ آپ ﷺ جب کہ سورج اتنا ہو جاتا جتنا کہ عصر کے بعد مغرب کی جانب رہتا ہے (یعنی تھوڑا بلند دو نیزے کے قریب) تو آپ دو رکعت نماز پڑھتے پھر اتنا بلند ہو جاتا جتنا کہ ظہر کے بعد آسمان پر رہتا ہے (اتنا دن نکلنے کے بعد ہو جاتا) تو آپ دو رکعت نماز پڑھتے، اس میں دیکھئے دو الگ الگ وقتوں میں نماز کا

ذکر ہے، لہٰذا دونوں کو ایک کیسے کہا جاسکتا ہے۔

چنانچہ آپ اشراق کے ذیل میں ذکر کردہ روایتوں کو دیکھیں گے، اور پھر ضحیٰ چاشت کے ذیل میں ذکر کردہ روایتوں کو دیکھیں گے تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ دونوں نمازیں الگ الگ ہیں، دونوں کا وقت الگ ہے، اور بیشتر فضائل وثواب بھی دونوں کے الگ الگ ہیں، اور کچھ میں اشتراک ہے سو اس سے کوئی حرج نہیں۔

اسی وجہ سے امام غزالی اور علامہ شعرانی نے اشراق اور ضحیٰ کو الگ الگ باب میں ذکر کیا ہے اور اسی کی تائید علامہ عراقی نے اور علامہ زبیدی شارح احیاء نے روایتوں کے پیش نظر کی ہے۔

آپ ﷺ صبح کی نماز کے بعد مصلیٰ ہی پر بیٹھے طلوع تک ذکر فرماتے رہتے

حضرت سماک نے جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ ﷺ صبح کی نماز کے بعد کیا کرتے کہا صبح کی نماز پڑھتے تو مصلیٰ ہی پر بیٹھے رہتے یہاں تک کہ سورج نکل آتا۔ (صحیح ابن خزیمہ جلد۲ صفحہ ۳۷۳، مسلم صفحہ)

حضرت جابر سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ جب صبح کی نماز پڑھتے تو چہار زانو ہو کر اسی جگہ بیٹھے رہتے، یہاں تک کہ سورج خوب اچھی طرح نکل آتا یعنی تھوڑا بلند ہو جاتا (پھر نماز پڑھتے جیسا کہ دوسری روایت میں ہے)۔ (ترغیب صفحہ ۲۹۸)

حضرت ابوبکر کی حدیث میں ہے جو شخص صبح کی نماز پڑھ کر طلوع شمس تک بیٹھا ذکر کرتا رہے وہ جلد لوٹنے والا اور ستر من نفع چاہنے والا ہے، (یعنی تھوڑا وقت کم محنت اور بہت ثواب)۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۲۹۹)

نماز چاشت

آپ ﷺ چاشت کی نماز پڑھتے

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ان کے گھر میں فتح مکہ کے دن داخل ہوئے غسل کیا اور آٹھ رکعت نماز پڑھی، بہت ہلکی پڑھی کہ میں نے اتنی ہلکی نماز آپ کی نہیں دیکھی ہاں مگر رکوع سجدہ اطمینان سے فرماتے۔ (بخاری صفحہ ۱۵۷، مسلم صفحہ ۲۴۹، ابوداؤد صفحہ ۱۸۳، ترمذی صفحہ ۱۰۸)

ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ فتح مکہ کے دن آپ ﷺ نے آٹھ رکعت چاشت نماز کی پڑھی اور ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۸۳)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ چاشت کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ (مجمع صفحہ ۲۳۵)

فائدہ: آپ ﷺ سے دو، دو رکعت پر بھی اور چار رکعت پر بھی سلام ثابت ہے آپ دونوں طرح پڑھتے۔ (اعلاء السنن جلد ۷ صفحہ ۲۸)

آپ سے چاشت کی نماز قریب بیس صحابہ نے روایت کی ہے، چاشت کی احادیث تواتر معنوی کے درجہ تک پہنچ گئی ہیں۔ "اشعة اللمعات" (اعلاء صفحہ ۲۷)

علامہ شعرانی نے لکھا کہ کبھی آپ چاشت کی دو رکعت، کبھی چار رکعت، کبھی آٹھ رکعت کبھی بارہ رکعت ادا فرماتے۔

اکثر آپ اس وقت دو رکعت ادا فرماتے، پھر تھوڑی دیر کے بعد زوال کا وقت آتا تو (زوال کے بعد متصلاً) چار رکعت نماز زوال ادا فرماتے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۱۹)

کبھی ترک بھی فرما دیتے

حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ چاشت کی نماز پڑھتے تو ہم لوگ کہتے کہ آپ اسے اب نہ ترک فرمائیں گے، اور کبھی چھوڑ دیتے تو ہم لوگ کہتے کہ اب آپ نہ پڑھیں گے۔

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ایک دن پڑھتے اس کے دوسرے دن چھوڑ دیتے۔

(زاد صفحہ ۳۵۴، ترمذی صفحہ ۱۰۸، الفتح الربانی جلد ۵ صفحہ ۲۸، زاد صفحہ ۳۵۳)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ فرائض و واجبات کی طرح بالکل دوام و التزام نہ فرماتے، بلکہ کبھی چھوڑ بھی دیتے، اسی وجہ سے حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی روایت چھوڑے ہوئے دن کے متعلق ہے کہ آپ نماز چاشت نہیں پڑھتے، اس خیال سے دوام نہ فرماتے کہ امت کو سہولت رہے موطا میں ہے کہ آپ باوجودیکہ آپ کو عمل کرنا پسند ہوتا فرض ہونے کے خوف سے ترک فرما دیتے۔ (زادالمعاد صفحہ ۳۵۲)

چاشت کی نماز چار رکعت بھی پڑھتے

معاذہ عدویہ نے حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے پوچھا کہ آپ چاشت کی نماز پڑھا کرتے تھے، انہوں نے کہاں ہاں! چار رکعت اور کبھی زیادہ بھی جو اللہ چاہتا۔ (ابن ماجہ صفحہ، مسلم صفحہ ۲۴۹)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی ایک روایت میں ہے کہ درمیان میں سلام نہ فرماتے، یعنی چار رکعت ایک سلام سے پڑھتے۔ (ابویعلی، اعلاء صفحہ ۲۸، نصب الرایہ صفحہ ۲۹۰، نسائی صفحہ ۳۶۹)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے میرے گھر میں چاشت کی چار رکعت نماز پڑھی۔ (الفتح الربانی جلد ۵ صفحہ ۳۸)

امام غزالی نے احیاء میں اور اس کی شرح اتحاف میں علامہ زبیدی نے ذکر کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اکثر و بیشتر چار رکعت پڑھا کرتے تھے۔ (اتحاف جلد ۳ صفحہ ۳۶۹)

کبھی دو رکعت بھی پڑھتے

عتبان بن مالک کے گھر میں آپ ﷺ نے چاشت کی دو رکعت پڑھی ہے۔ (زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۳۴۸)

کبھی چھ بھی آپ ﷺ پڑھتے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نے چاشت کی چھ رکعت نماز پڑھی اسے (نماز چاشت) ترک نہیں کیا۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۲۳۷)

فائدہ: یعنی حضرت انس کی تحقیق کے مطابق ہمیشہ پڑھتے یا اکثر پڑھتے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں اونٹ دینے کے لئے آپ ﷺ کے پاس آیا تو دیکھا آپ نے چاشت کی چھ رکعت نماز پڑھی۔ (مجمع صفحہ ۲۳۸، زاد المعاد صفحہ ۳۴۴)

حضرت ام ہانی کی ایک روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن آپ تشریف لائے اور چھ رکعت چاشت پڑھی۔ (مجمع صفحہ ۲۳۸)

فائدہ: صحاح کی مشہور روایت میں آٹھ کا ذکر ہے ممکن ہے کہ دو رکعت تحیۃ الوضوء ہو یا دو رکعت نماز شکر فتح ہو اور یہ چار رکعت چاشت مل کر آٹھ طبرانی نے حضرت علی، انس، عائشہ جابر رضوان اللہ علیہم سے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے چھ رکعت پڑھی ہے۔ (زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۳۴۵)

حضرت علی سے اس کی توجیہ میں منقول ہے کہ دو رکعت شروع دن میں جسے اشراق کہا جاتا ہے اور چار خوب دن ہونے پر جسے ضحیٰ کہتے ہیں پڑھتے تھے۔ (شرح احیاء صفحہ ۳۶۹)

آپ ﷺ نے دو سے آٹھ رکعت تک پڑھی ہے

حضرت ام ہانی کی روایت میں ہے کہ آپ نے آٹھ رکعت پڑھی۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۴۹)

حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے چاشت کی دو رکعت چار رکعت، چھ رکعت، آٹھ رکعت پڑھی ہے۔

فائدہ: آپ ﷺ سے مختلف موقعہ پر مختلف تعداد کے ساتھ پڑھنا منقول ہے، یہ حالات اور وقت کے اعتبار سے ہے، اسی وجہ سے روایتوں کا اختلاف ہے، علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ جس نے جتنی رکعت پڑھتے دیکھی وہ نقل کر دی۔ (زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۳۵۱)

رکعت کے متعلق ترغیب اور فضیلت تو ہے مگر آپ سے پڑھنا ثابت نہیں، جو روایت بارہ کے پڑھنے کے متعلق ہے وہ موضوع ہے۔ (زاد المعاد صفحہ ۳۴۴)

خلاصہ یہ ہے کہ اس کی کوئی تعداد متعین نہیں، اسی وجہ سے ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ اسود سے کسی نے رکعت کی تعداد کے متعلق پوچھا تو فرمایا، جتنا چاہو پڑھ لو۔ (یعنی شارع کی جانب سے کوئی تعین نہیں)۔

(زادالمعاد صفحہ ۳۵۴)

امام غزالی نے ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ سے اس بارے میں زائد سے زائد آٹھ رکعت منقول ہے۔

(احیاء العلوم)

اسی وجہ سے ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آٹھ رکعت پڑھتی تھیں۔

(اتحاف السادۃ جلد ۳ صفحہ ۳۶۹)

شرح مہذب میں امام نووی نے اصحاب کے نزدیک اس کی زائد مقدار آٹھ رکعت ذکر کی ہے۔

(اتحاف صفحہ ۳۶۸)

اس کے برخلاف نووی نے شرح روضہ اور شرح منہاج میں اکثر کی تعداد بارہ لکھی ہے، ضعیف حدیث میں بارہ کی فضیلت کی وجہ سے نووی کے ایک قول میں زائد تعداد بارہ اور افضل آٹھ ذکر کیا ہے۔

(شرح احیاء جلد ۳ صفحہ ۳۶۸)

چاشت کے بعد کیا پڑھنا مسنون ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے چاشت کی نماز پڑھی پھر **"اللھم اغفرلی وارحمنی وتب علی انك انت التواب الرحیم"** سو مرتبہ اسے پڑھا۔ (زادالمعاد جلد ۱ صفحہ ۳۴۳)

فَائِدَہ: موقعہ ہو تو چاشت کے بعد یہ وظیفہ سو مرتبہ پڑھ لے۔

نماز چاشت کی فضیلت

پابندی سے پڑھنے پر گناہوں کی معافی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو چاشت کی دو رکعت پر پابندی کرے گا، اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر کیوں نہ ہو۔

(ترمذی صفحہ ۱۰۸، ابن ماجہ صفحہ ۹۸، ترغیب صفحہ ۴۶۲، زاد صفحہ ۳۴۷)

چاشت کے ارادے سے نکلنے پر عمرہ کا ثواب

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو چاشت کی نماز کے لئے نکلے اور اس کے لئے رکے (یعنی رک کر پڑھے) اسے عمرہ کا ثواب ہوگا۔ (ترغیب صفحہ ۴۶۵، زاد صفحہ ۳۵۰)

دو سے بارہ رکعت تک کی فضیلت

حضرت ابوداؤد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاشت کی دو رکعت نماز پڑھے وہ غافلین میں نہ لکھا جائے گا، اور جو چار رکعت پڑھے گا وہ عابدین کی جماعت میں شمار ہوگا اور جو چھ رکعت پڑھے گا اس کے دن کے لئے کفایت ہوگی اور جو آٹھ رکعت پڑھے گا وہ قانتین میں لکھا جائے گا (جس کا عبادت میں ممتاز مقام ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام قانت تھے) اور جو بارہ رکعت پڑھے گا اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جائے گا۔ (ترغیب صفحہ ۴۶۵، مجمع جلد۲ صفحہ ۲۳۶)

بارہ رکعت چاشت پر جنت میں سونے کا گھر

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاشت کی بارہ رکعت نمار پڑھے گا اس کے لئے جنت میں سونے کا گھر بنے گا۔

(ابن ماجہ صفحہ ۹۸، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۳۶۳، اتحاف صفحہ ۳۷۰، زاد المعاد صفحہ ۳۴۷)

شرح احیاء میں ہے کہ مشائخ (صوفیہ) نے چاشت کی بارہ رکعت پڑھنے کا کہا ہے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص تین مرتبہ پڑھے۔ (اتحاف جلد۳ صفحہ ۳۷۱)

جسم کے تین سو ساٹھ جوڑوں کا صدقہ

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں۔ اس پر ہر جوڑ کا صدقہ لازم ہے۔ (کہ وہ صحیح سالم کر رہا ہے) لوگوں نے کہا کون اس کی طاقت رکھے گا۔ اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا مسجد سے ناک کے ریزے کا صاف کرنا دفن کرنا (اس زمانے میں کھرچ کر صاف کرنا باہر ڈال دینا) اسی طرح راستہ سے نقصان دہ چیزوں کا ہٹانا، (صدقہ ہے) اگر اس کی طاقت نہ ہو یعنی صورت نہ ہو سکے تو چاشت کی دو رکعت تمہارے لئے کافی ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۸۲، ابن خزیمہ، ترغیب صفحہ ۴۶۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ آدمی کے ہر جوڑ (جو تین سو ساٹھ) پر ہر دن صدقہ لازم ہے، اور اس کے لئے دو رکعت چاشت کی نماز کافی ہے۔ (مجمع جلد۲ صفحہ ۲۳۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ انسان کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں، چاشت کی دو رکعت نماز کا اتنا عظیم ثواب ہے کہ ان تمام جوڑوں کی جانب سے گویا صدقہ ہو جاتا ہے جو اس کے شکر کے طور پر ہے۔

صوفیا کرام کے نزدیک اس نماز کی خصوصیت روزی کی برکت ہے۔ چنانچہ شفیق بلخی کا قول ہے کہ میں نے روزی کی برکت چاشت کی نماز میں دیکھی۔ (فضائل نماز صفحہ ۱۹)

لہٰذا روزی کی برکت کا ایک ذریعہ چاشت کی نماز ہے۔

چاشت کی پابندی یا پڑھنا اوّاب برگزیدہ بندوں کی خاصیت

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا چاشت کی پابندی اواب (اللہ کے خاص بندے جو اس کی طرف رجوع اور متوجہ رہتے ہیں) کرتے ہیں۔

(ابن خزیمہ، ترغیب صفحہ ۴۶۶، مجمع جلد ۲ صفحہ ۲۳۹، حاکم جلد ۱ صفحہ ۳۱۴)

شہید کا مرتبہ

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے منقول ہے کہ جو چاشت کی نماز پڑھے مہینہ کے تین روزے رکھے سفر اور حضر میں وتر پڑھنا نہ چھوڑے وہ شہید کا ثواب پائے گا۔ (اتحاف السادہ صفحہ ۳۶۸)

چاشت کی پابندی سے جنت کا ایک دروازہ خاص

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جنت میں ایک دروازہ ہے جسے دروازہ چاشت کہا جاتا ہے، جب قیامت کا دن ہوگا ایک منادی پکار لگا کر کہے گا کہاں ہیں وہ لوگ جو چاشت کی پابندی کرتے تھے، یہ تمہارا دروازہ ہے، اللہ کی رحمت میں تم اس سے داخل ہو جاؤ (یعنی جنت میں)۔

(ترغیب صفحہ ۴۶۷)

فَائِدَۃ: یہ دروازہ ان کے اعزاز میں ہوگا، آپ نے دیکھا ہوگا بڑے اور معزز لوگوں کی آمد پر خوشنما دروازہ بنایا جاتا ہے اسی طرح ان کے اعزاز میں ہوگا۔ (مجمع صفحہ ۲۳۸)

بعض محبوب اصحاب کو چاشت کی تاکید فرماتے

آپ نے تین امور کے پابندی کی نصیحت فرمائی کہ جب تک زندہ رہوں اسے نہ چھوڑں ① ہر ماہ کے تین روزے کی ② چاشت کی ③ یہ کہ وتر پڑھ کر سوؤں (شاید آنکھ نہ کھلے اور یہ قضاء ہو جائے)۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۵۰، ابوداؤد صفحہ ۲۰۳، نسائی، ترغیب صفحہ ۴۶۲)

علامہ شعرانی لکھتے ہیں کہ (آپ چاشت کی نماز ادا فرماتے) آپ اپنے اصحاب کو سفر اور گھر میں نماز چاشت کی تاکید و ترغیب فرماتے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۱۸)

چاشت کس وقت پڑھے مسنون وقت

حضرت زید بن ارقم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ اوابین (چاشت) کی نماز اس وقت ہے جب کہ شدت گرما کی وجہ سے (دھوپ کی بلندی اور تیزی کی وجہ) گھر جلنے لگیں۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۴۱، مسلم صفحہ ۲۵۷، دارمی صفحہ ۳۴۰، مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۶)

فَائِدَۃ: اس حدیث پاک میں چاشت کے وقت کو ذکر کیا گیا ہے فصیل اونٹنی کے بچے کا گھر اس وقت گرم ہوتا

ہے جب سورج بلند ہوکر اس کی دھوپ کی گرمی عالم پر موثر ہو جاتی ہے، یہ وقت دن کی چوتھائی کا ہے، ملا علی قاری نے مرقات میں ذکر کیا ہے، "وهی ربع النهار" اس اعتبار سے اگر چھ بجے اگر طلوع ہوگا تو نو، تا دس بجے دن کا چوتھائی ہو جائے گا۔

مرعات المفاتیح میں ہے کہ نصف النہار سے قبل جسے ضحیٰ کبریٰ کہتے ہیں، چاشت کا وقت ہے۔ (۳۵۲/۴)

مطلب یہ ہے کہ اشراق کا وقت جو طلوع شمس کے بعد ہوتا ہے وہ یہاں نہیں ہے۔

شرح احیاء میں ہے کہ سورج کے بلند اوپر چڑھ جانے کے بعد سے لے کر زوال سے قبل تک وقت ہے۔ (اتحاف صفحہ ۳۷۰)

علامہ نووی نے شرح مسلم میں ذکر کیا ہے کہ افضل وقت چاشت کا سورج کی روشنی میں شدت آجانے کے وقت ہے اور ویسے تو طلوع شمس سے لے کر زوال تک اس کا پڑھنا جائز ہے۔ (شرح مسلم صفحہ ۲۵۷)

مزید تفصیل اوقات صلوٰۃ کے ذیل میں گزر چکی ہے، وہاں دیکھئے۔

کون سی سورہ بہتر ہے

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ نماز چاشت میں سورہ والشمس اور سورہ ضحیٰ پڑھیں۔ (حاکم، اعلاء جلد ۷ صفحہ ۲۹، اتحاف السادۃ صفحہ ۳۷۱)

کسی نماز میں کوئی سورہ متعین نہیں، جو چاہے پڑھے ہاں چاشت کی مناسبت سے اس کا پڑھنا اچھا اولیٰ ہے۔

نماز تحیۃ الوضوء

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے صبح کی نماز کے وقت (بعد) پوچھا کہ اے بلال وہ عمل جس پر تم کو زیادہ امید ہو جو تم نے اسلام لانے کی حالت میں کیا ہے میں نے تمہارے جوتے کی آواز کو اپنے آگے سنا، انہوں نے کہا میں نے کوئی ایسا عمل جس پر زیادہ امید ہو نہیں کیا، ہاں مگر یہ کہ رات یا دن میں سے جب بھی میں وضو کرتا تو اس وضو کے بعد دو رکعت نماز پڑھ لیتا ہوں، روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی وجہ سے تم ہم سے پہلے جنت میں ہوئے۔

(اتحاف صفحہ ۴۶۲، بخاری صفحہ ۱۵۴، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۹۲)

بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ صبح میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا، اور فرمایا: اے بلال کسی وجہ سے تم ہم سے جنت میں سبقت حاصل کر گئے، میں جب بھی جنت میں داخل ہوا تو تمہارے چپل کی آواز اپنے آگے سنا، تو انہوں نے کہا جب بھی میں بے وضو ہوا تو وضوء کیا اور دو رکعت نماز

پڑھی تو آپ ﷺ نے فرمایا اسی عمل کی وجہ سے یہ (درجہ حاصل) ہوا۔

(ترمذی، مسند احمد، ابن حبان حاکم، اتحاف السادۃ صفحہ ۴۶۴)

فائدہ: اس روایت سے وضوء کے بعد نماز اور ہمیشہ طاہر باوضو رہنا ثابت ہوا۔ (الفتح الربانی صفحہ ۴۴)

عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو کوئی تم میں سے وضو کرے، اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھے دل اور اعضاء جوارح کی توجہ کے ساتھ تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ (مسلم جلد ا صفحہ ۱۲۲، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ترغیب صفحہ ۱۷۳)

زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا جو اچھی طرح وضو کرے، سنت اور مستحب کی رعایت کے ساتھ پھر دو رکعت پڑھے جس میں سہو نہ ہو (یعنی خشوع اور توجہ کے ساتھ) تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (ترغیب صفحہ ۱۷۳)

فائدہ: تحیۃ الوضوء مستحب نمازوں میں سے ہے، وضوء کے بعد اسی دو رکعت کے اہتمام سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنت میں سبقت کا درجہ ملا، اور اس پر جنت کا وعدہ وجوب ہے، علامہ نووی نے ذکر کیا ہے کہ اس نماز میں سنت وضوء کی نیت کرے۔

نماز تحیۃ المسجد

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں مسجد میں داخل ہوا اور آپ ﷺ اپنے اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے، میں بھی بیٹھ گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا، تم کو کس نے منع کیا کہ بیٹھنے سے پہلے تم دو رکعت پڑھتے تو میں نے کہا میں نے آپ کو اور لوگوں کو بیٹھے دیکھا (تو بیٹھ گیا) آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک کہ دو رکعت نماز نہ پڑھ لے۔ (مسلم صفحہ ۲۴۸)

حضرت عبداللہ بن زبیر سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک شخص سے جو مسجد میں داخل ہوا فرمایا بغیر دو رکعت پڑھے مت بیٹھو۔ (مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۲۹)

تحیۃ المسجد کا ترک قیامت کی علامت

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کی علامت یہ ہے کہ لوگ مسجد سے گزریں گے، (داخل ہوں گے) مگر دو رکعت نماز نہیں پڑھیں گے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۱۹)

فائدہ: بعض حضرات نے آپ ﷺ کے صیغہ امر کی بنیاد پر تحیۃ المسجد کو واجب قرار دیا کہ مسجد میں داخل ہونے کے وقت اس کا پڑھنا لازم ہے، ظاہریہ میں ابن بطال اسی کے قائل ہیں، جمہور حضرات کے نزدیک سنت ہے، ائمہ فتاویٰ نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ یہ مستحب ہے، شرح منیہ میں ہے کہ مسجد میں داخل ہونے پر اس کا

پڑھنا مستحب ہے۔ (صفحہ ۵۳۰)

ہاں اس کا ترک اگر نماز کا وقت ہو مکروہ تنزیہی ہے، احناف اوقات مکروہہ میں اس کے پڑھنے کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔ (الفتح الربانی جلد ۵ صفحہ ۴۵)

شرح احیاء میں ہے کہ بیٹھنے سے قبل پڑھ لے، فرض نماز اس کی جانب سے کافی ہو جائے گا، بدائع کے حوالہ سے ہے کہ فرض نماز کے ساتھ اس کی نیت کرے تو ظاہر ہے، اور بعض علماء کے نزدیک یہ معتبر نہیں ہے، اور مسجد حرام میں تحیۃ المسجد نہیں پڑھی جائے گی، طواف بیت اللہ اس کا تحیہ ہے۔ (اتحاف السادۃ جلد ۳ صفحہ ۲۷۴، نیل جلد ۳ صفحہ ۲۰)

خیال رہے کہ بیٹھنے سے تحیۃ المسجد کی مشروعیت ختم نہیں ہوتی، بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بیٹھ جانے سے تحیۃ المسجد کی نیت ختم ہو جاتی ہے سو یہ غلط بات ہے، افضل ہے کہ بیٹھنے سے پہلے پڑھ لے، جو ایک قریبی وقت میں بار ہا داخل ہو تو ایک ہی تحیۃ المسجد کافی ہے، اور بعضوں کی رائے ہے کہ ہر مرتبہ پڑھے، اور اسی کو راجح قرار دیا ہے، شرح احیاء و کبیری میں ہے کہ دن میں ایک مرتبہ کافی ہے۔ (اتحاف صفحہ ۴۳۰)

"نماز استخارہ"

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگوں کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم استخارہ اس طرح سکھلاتے تھے جس طرح قرآن کی سورتیں (یعنی استخارہ کی تاکید کرتے دعاؤں کو اہتمام سے یاد کراتے) آپ فرماتے جب کوئی اہم کام درپیش ہو تو نفل دو رکعت نماز پڑھو، (فارغ ہونے کے بعد) پھر یہ دعا پڑھو اور اس کا نام لو (ہذا الامر پر)۔ (بخاری صفحہ ۹۴۴، ترمذی صفحہ ۱۰۹، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۲۱۵، ابن ماجہ صفحہ ۹۸)

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدم کی اولاد کی سعادت مندی میں سے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرے اور اس کے فیصلے پر راضی رہے، اور اس کی بدبختی میں یہ ہے کہ استخارہ چھوڑ دے اور اس کے فیصلے پر ناراض ہو۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۴۸۰)

فائدہ: چونکہ بندوں کا علم ناقص ہے بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنے زعم گمان کے اعتبار سے کوئی کام اچھا سمجھ کر کرنا چاہتا ہے، حالانکہ انجام اس کے حق میں اچھا نہیں ہوتا، کبھی ایسا ہوتا ہے خدشہ اور ڈر کی وجہ سے تذبذب میں پڑ جاتا ہے اور کچھ نہیں کر پاتا، اسے اس وقت ضرورت پڑتی ہے طمانیت کے ساتھ کام کرے ایسے ہی موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استخارہ اللہ پاک سے خیر کی راہ معلوم کرنے کا طریقہ سکھلایا ہے، بندہ جب اپنی بے علمی اور عاجزی کا احساس کرتے ہوئے اپنے رب سے جو علیم بھی ہے حکیم بھی ہے قادر مطلق ہے، رہنمائی اور مدد طلب کرے گا کہ جو اس کے نزدیک بہتر ہو وہی کرنے کے لئے اس کے ذہن میں ڈالے تو انتہائی بعید ہے کہ اللہ پاک اس بندے کی رہنمائی اور مدد نہ فرمائے۔

خیال رہے کہ یہ رہنمائی کہ کام کا یہ رخ اختیار کرو، اس کا کوئی خاص طریقہ حدیث پاک میں نہیں ہے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی رخ کی جانب ذہن اطمینان کے ساتھ آمادہ ہو جاتا ہے، کبھی ذہن اور قلب میں آ جاتا ہے کہ یہ کرو، اور یہ مت کرو، کبھی خواب سے بھی اشارہ ہو جاتا ہے، اگر ذہن میں تذبذب کی کیفیت رہے، تو دوبارہ کر لیا جائے تاوقتیکہ کسی طرف رجحان نہ ہو اقدام نہ کیا جائے، پھر استخارہ سے ذہن میں کوئی رخ کرنے کو آ جائے اور کرے تو پھر بالکل خدشہ فکر نہ کرے خدا کی حکمت اور بھروسہ پر چھوڑ دے "**فاذا عزمت فتوكل على الله**" کبیری میں ہے، استخارہ سات مرتبہ تک کرے چونکہ آپ نے حضرت انس کو سات مرتبہ استخارہ کرنے کو فرمایا تھا۔
(کبیری صفحہ ۵۳۱)

واضح رہے کہ شرع کی جانب سے جو حکم متعین ہو مثلاً فرض اور مستحب کے کرنے حرام اور مکروہ سے بچنے میں کوئی استخارہ نہیں، استخارہ صرف اس امر مباح اور جائز میں ہے جس کا دونوں رخ کرنا یا نہ کرنا برابر ہو، مثلاً حج واجب ہے تو اس کے کرنے یا نہ کرنے کا استخارہ نہ ہوگا، ہاں کس دن کس گاڑی سے کن کی رفاقت میں کرے گا اس کے لئے ہوگا، اسی طرح اشیاء کے خریدنے رشتہ نکاح منظور کرنے میں ہوگا نکاح کرنے میں نہیں ہوگا۔

دعاء استخارہ

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ تَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّي فِي دِيْنِي وَ مَعَاشِي وَعَاقِبَةِ اَمْرِي وَآجِلَهٗ فَاقْدِرْهُ لِي وَيَسِّرْهُ لِي ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّيْ فِي دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ وَآجِلِهٖ فَاَصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِيْ بِهٖ." (بخاری صفحہ ۵۶، ۹۴۴)

ہذا الامر پڑھنے کے وقت جس مقصد اور کام کے لئے استخارہ کر رہا ہو اس کا دھیان رکھے اگر ایک مرتبہ میں شرح صدر نہ ہو دوبارہ کرے۔

صلوٰۃ العیدین

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص عید اور بقرعید کی رات میں عبادت کرے گا اس کا دل زندہ رہے گا جس دن لوگوں کے دل مردہ ہو جائیں گے۔
(ترغیب جلد ۲ صفحہ ۱۵۳، تلخیص صفحہ ۸۶)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عیدین کی دو راتوں میں ثواب کی

نیت سے عبادت کرے گا اُس دن اس کا دل نہیں مرے گا جس دن لوگوں کے دل مر جائیں گے۔

(ابن ماجہ صفحہ ۱۲۷، ترغیب جلد ۲ صفحہ ۱۵۲)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جوان پانچ راتوں کو عبادت کرے گا وہ محبوب جنت ہو جائے گا، ذی الحجہ کی آٹھویں، نویں، دسویں رات، عید اور شب برات کی رات۔

(اتحاف السادۃ جلد ۳ صفحہ ۴۱۰، الترغیب والترہیب جلد ۲ صفحہ ۱۵۲، اعلاء صفحہ ۳۶)

فَائِدَہ: شرح احیاء میں ہے کہ امام شافعی نے شب عید کی عبادت کی بڑی تاکید کی ہے، امام نووی نے کہا کہ شب کے اکثر حصہ میں عبادت سے یہ فضیلت حاصل ہوگی، قاضی حسین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے کہ شب عید میں (تاکید کے ساتھ) عشاء اور فجر کی جماعت کا اہتمام کرے، حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ ان راتوں میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

① شب جمعہ ② شب عیدین ③ شروع رجب کی رات ④ نصف شعبان کی رات۔

(اتحاف السادۃ جلد ۳ صفحہ ۴۱۰)

درمختار میں ان راتوں کی عبادت کو مستحب قرار دیا ہے، علامہ شامی نے بیان کی کہ نصف رات کی عبادت گویا پوری رات کی عبادت ہے، چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ آپ نے پوری رات صبح تک کبھی عبادت نہیں کی۔ (شامی صفحہ ۲۵)

بلکہ کچھ آرام بھی کیا ہے، اس سے طبیعت میں نشاط رہتی ہے۔ پس حتی المقدور کچھ عبادت ضرور کرے۔

صلوٰۃ التسبیح

صلوٰۃ التسبیح سے ہر قسم کے گناہ معاف

حضرت عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے چچا حضرت عباس سے فرمایا، اے عباس: اے میرے چچا: کیا میں تمہیں عطیہ کروں، ایک بخشش کروں ایک چیز بتاؤں دس چیزوں کا مالک بناؤں، جب تم اس عبادت کو کرو گے، تو اللہ تعالیٰ تمہارے سب گناہ پہلے کے اور پچھلے پرانے اور نئے، غلطی سے ہونے والے یا بالقصد جان بوجھ کر کئے گئے، صغیرہ ہو یا کبیرہ، پوشیدہ طور پر کئے ہوئے یا کھلم کھلا کئے ہوئے، سب ہی معاف فرمادیں گے، وہ عمل یہ ہے چار رکعت نماز (صلوٰۃ التسبیح کی نیت سے باندھو، ہر رکعت میں الحمد اور سورۃ پڑھ کر جس کو تو رکوع کرنے سے قبل "سبحان اللّٰه، الحمد للّٰه، لا الٰه الا اللّٰه اکبر" پندرہ مرتبہ پڑھو، پھر جب رکوع کرو، تو (رکوع کی تسبیح کے بعد دس مرتبہ پڑھو، پھر رکوع سے سر اٹھاؤ تو دس

مرتبہ پڑھو، پھر سجدہ کروتو دس مرتبہ پڑھو، پھر سجدہ سے اٹھ کر بیٹھوتو دس مرتبہ پڑھو پھر دوسرے سجدہ میں جاؤ (تسبیح کے بعد) دس مرتبہ پڑھو، پھر دوسرے سجدہ سے اٹھوتو کھڑے ہونے سے پہلے بیٹھ کر دس مرتبہ پڑھو، یہ سب مل کر پچھتر ہوئے، اسی طرح ہر رکعت میں پچھتر ہوگا، (چار رکعت میں تین سو ہو جائیں گے) اگر ہو سکے تو روزانہ اسے ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر جمعہ کو ایک مرتبہ پڑھا کرو، یہ بھی نہ ہو سکے تو ماہ میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو یہ بھی نہ ہو سکے تو سال میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو، یہ بھی نہ ہو سکے عمر میں ایک مرتبہ پڑھ لو۔

(ترمذی صفحہ۱۰۹، ابن ماجہ صفحہ۹۲، مشکوٰۃ صفحہ۱۱۷، ترغیب صفحہ۴۶۸، ابوداؤد صفحہ۱۸۴)

فائدہ: متعدد روایتوں میں اس صلوٰۃ التسبیح کی بڑی فضیلت ذکر کی گئی ہے، نفل نمازوں میں اس سے زیادہ فضیلت کہ کبیرہ تک کی معافی کا ذکر ہے، اور تاکید کہ کم از کم عمر میں ایک ہی مرتبہ سہی پڑھ لے، کسی نماز کے متعلق منقول نہیں، علامہ منذری نے بیان کیا کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت سے بطرق کثیر منقول ہے، محدثین کی ایک جماعت نے اس کی تصحیح کی ہے، حاکم نے ابن عمر کی روایت کی تصحیح کی ہے۔ (ترغیب صفحہ۴۷۷)

بکثرت کتب حدیث میں اس کی تخریج کی گئی ہے۔

امام ترمذی نے سنن ترمذی میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک اور بہت سے علماء سے اس کی فضیلت نقل کی گئی ہے۔ (ترمذی صفحہ۱۰۹)

امام ترمذی نے ایک دوسرا طریقہ صلوٰۃ التسبیح کا اس طرح بیان کیا ہے کہ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء پڑھی جائے گی، پھر پندرہ مرتبہ یہ تسبیح پڑھی جائے گی پھر فاتحہ اور سورہ پڑھنے کے بعد دس مرتبہ تسبیح پڑھی جائے گی، خیال رہے کہ اس صورت میں دوسرے سجدہ کے بعد کھڑے ہونے سے قبل تسبیح نہیں پڑھی جائے گی۔

امام ترمذی نے ذکر کیا کہ خواہ چار رکعت پڑھے، یا دو رکعت کر کے پڑھے، رکوع اور سجدہ کی تسبیح پہلے پڑھی جائے گی پھر یہ تسبیح پڑھی جائے گی۔ (ترمذی صفحہ۱۰۹، ترغیب صفحہ۴۷۰)

عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا کہ اگر سجدہ سہو کی ضرورت پڑ جائے تو سہو میں تسبیح نہیں پڑھی جائے گی، چونکہ اس کی مقدار تین سو ہے۔ (ترمذی صفحہ۱۱۰، ترغیب صفحہ۴۷۰)

علامہ منذری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے طبرانی کی ایک روایت جو ابوالجوزاء کے واسطے سے ہے یہ دعا نقل کی ہے اسے تشہد کے بعد سلام سے قبل پڑھے (اپنی حفظ سے زبان سے نہیں) پھر اس کے بعد سلام کرے، (ہو سکے تو یہ دعا یاد کرے، اور حسب موقعہ صلوٰۃ التسبیح میں پڑھ لیا کرے) وہ دعا یہ ہے:

"اللھم انی اسئلك توفیق اھل الھدی واعمال اھل الیقین، ومناصحة اھل التوبة وعزم اھل الصبر وجد اھل الخشیة وطلب اھل الوغبة وتعبد اھل

الصبر وجد اهل العلم حتى اخافك، اللهم انى اسئلك مخافة تحجزنى عن معاصيك حتى اعمل بطاعتك عملا استحق به رضاك وحتى اناصحك بالتوبة خوفاً منك وحتى اخلص لك النصيحة حبالك وحتى التوكل عليك فى الامور حسن ظن بك سبحان خالق النور"

مرقات میں اس کے بعد یہ زائد ہے "ربنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا انك على كل شيء قدير برحمتك يا ارحم الراحمين" (مرقاۃ صفحہ۱۹۳، ترغیب صفحہ۱۷۴، شامی صفحہ۲۸)

صلوٰۃ التسبیح سے متعلق چند مسائل اور آداب وغیرہ

صلوٰۃ التسبیح میں کل تسبیح ہر رکعت میں پچھتر چار رکعت میں تین سو ہے۔ (مرقات جلد۲ صفحہ۱۹۲)

اس کے دو طریقہ حدیث پاک سے ثابت ہے۔

1. الحمد اور سورت کے بعد پندرہ مرتبہ، اور دوسری رکعت میں سجدہ کے بعد اٹھنے سے قبل دس مرتبہ
2. ثنا کے بعد پندرہ مرتبہ، الحمد سورۃ کے بعد دس اس میں دوسرے سجدہ کے بعد دس مرتبہ نہیں پڑھا جائے گا۔ (شامی صفحہ۲۷)

- دو رکعت اور چار رکعت ہر طرح صحیح ہے، بعضوں نے کہا دن میں چار رکعت ایک سلام سے اور رات میں دو، دو رکعت پڑھے۔ (مرقاۃ صفحہ۳۷۲)
- ملا علی قاری نے ذکر کیا کہ بظاہر چار رکعت ایک سلام سے ہے۔ (مرقات صفحہ۱۹۲)
- افضل یہ ہے کہ مسبحات میں سے ایک ایک سورہ پڑھے۔ (مرقات)
- بعض روایت میں لاحول ولاقوۃ الا باللہ بھی ہے، لہٰذا اس کا بھی کبھی کبھی اضافہ کر لیا جا سکتا ہے، بہتر ہے۔ (مرقات جلد۲ صفحہ۱۹۳)
- اس کا بہتر وقت زوال کے بعد ظہر کی چار رکعت سے قبل ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح جلد۴ صفحہ۳۷۲، مرقات صفحہ۱۹۲)

لہٰذا ظہر کی اذان کے بعد فوراً شروع کر دے اگر دیر لگتی ہو تو اذان سے قبل شروع کر دے، تاکہ ظہر کی چار رکعت بھی پڑھ سکے، اگر ایسے وقت میں پڑھا کہ ظہر کی چار رکعت سنت چھوٹ گئی چونکہ جماعت کا وقت ہو گیا، تو یہ برا ہوا، کہ مستحب کی وجہ سے سنت موکدہ جس کا وقت متعین تھا چھوٹ گیا۔

- ان سورتوں کا پڑھنا بہتر ہے، سورۃ زلزال، عادیات، فتح، اخلاص، تکاثر، عصر، کافرون۔ (مرقات)
- سلام کے بعد اپنی ضرورتوں کی دعا کرے، رکوع اور سجدہ کی تسبیح کے بعد یہ تسبیح دس مرتبہ پڑھے۔ (مرعاۃ صفحہ۳۷۲، ترمذی صفحہ۱۰۹، مرقات صفحہ۱۹۲، شامی صفحہ۲۷)

❊ ہر جمعہ کو پڑھنا، حضرت ابن عباس ہر جمعہ کو زوال کے وقت (بعد) پڑھتے تھے۔ (مرقاۃ)

❊ ان تسبیحوں کو زبان سے نہ گنے زبان سے گننے سے نماز ٹوٹ جائے گی۔ (شامی صفحہ ۲۸، فضائل ذکر صفحہ ۱۷۵)

❊ تسبیح ہاتھ میں لے کر گننا مکروہ ہے۔ (فضائل ذکر)

❊ بہتر یہ ہے کہ انگلیاں جہاں نماز میں جس حالت میں رہتی ہیں اسی حالت میں رکھتے ہوئے دباتا رہے اس اشارہ اور دبانے سے شمار کا پتہ چل جائے گا۔ (الشامیہ صفحہ ۲۸)

❊ اگر کسی موقعہ پر تسبیح بھول جائے تو اس کے بعد والے موقعہ پر پڑھ لے، ہاں قومہ اور جلسہ میں نہ پورا کرے، بلکہ رکوع تک کی تسبیح سجدہ میں پوری کرے۔ (شامی صفحہ ۲۷)

❊ سجدہ سہو میں یہ تسبیحات نہ پڑھے۔ (کبیری صفحہ ۵۳۲)

نماز شب برأت

شب برأت کی فضیلت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ماہ شعبان کی نصف ماہ کی شب (پندرہویں کی رات) ہوتی ہے تو اس کی رات عبادت کرو، دن میں روزہ رکھو، اور اللہ تعالیٰ غروب شمس کے وقت آسمانی دنیا پر تشریف لاتے ہیں، اور فرماتے ہیں ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ میں اس کی مغفرت کردوں، ہے کوئی رزق چاہنے والا، میں اسے رزق عطا کروں، ہے کوئی بیمار پریشان حال میں اسے عافیت دوں، اسی طرح فرماتے رہتے ہیں یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۹۹، مشکوۃ صفحہ ۱۱۵)

حضرت کثیر بن مرہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات کو بندے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں پس تمام اہل زمین کی مغفرت فرماتے ہیں سوائے مشرک کے اور کینہ پرور کے اور ایک روایت میں ہے قاتل نفس کے۔ (مصنف ابن عبدالرزاق جلد ۴ صفحہ ۳۱۷، مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۶۸)

نصف شعبان کی رات دعا و عبادت کی رات ہے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ان پانچ راتوں کو عبادت کرے گا، جنت اس کے لئے واجب ہو جائے گی، ذی الحجہ کی آٹھویں رات، لیلۃ الترویہ، عرفہ کی رات، عیدین کی رات، نصف شب کی رات۔ (ترغیب جلد ۲ صفحہ ۱۵۲، اتحاف السادۃ جلد ۳ صفحہ ۴۲۷، اعلاء السنن جلد ۷ صفحہ ۳۰۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ پانچ راتیں ایسی ہیں جس میں دعائیں رد نہیں کی جاتیں شب جمعہ، ماہ رجب کی پہلی رات، نصف شعبان کی رات، عیدین کی راتیں۔ (ابن عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۳۱۷)

خالد بن معدان کی روایت میں ہے سال میں پانچ راتیں ایسی ہیں جو اس میں ثواب وتقرب کی نیت سے عبادت پر ہیشگی اختیار کرے گا، خدا اسے جنت میں داخل کرے گا، رجب کی پہلی رات، عید و بقر عید کی راتیں، شب عاشورہ، نصف شعبان کی رات شب کو عبادت، دن کو روزہ۔ (تلخیص الحبیر جلد۲ صفحہ ۸۶)

حضرت امام شافعی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ پانچ راتیں دعاؤں کی قبولیت کی ہیں شب جمعہ، شب عیدین، رجب کی پہلی شب، شعبان کی رات، پندرہ کی شب۔ (تلخیص جلد۲ صفحہ ۸۶)

فَائِدَہ: نصف شعبان کی رات میں دعا عبادت واذکار کی فضیلت منقول ہے، اور اس پر امت کا تعامل چلا آرہا ہے، علامہ تقی الدین سبکی نے ذکر کیا ہے کہ نصف شعبان کی عبادت سال بھر کے گناہ کو شب جمعہ کی عبادت ہفتہ کے گناہ کو شب قدر کی عبادت عمر بھر کے گناہوں کو معاف کرتی ہے۔ (اتحاف السادۃ جلد۳ صفحہ ۴۲۷)

اس میں دعا اور عبادت مسنون اور باعث فضیلت ہیں، شب میں مغرب کی بعد سے فجر تک عبادت و تلاوت ودعاؤں میں مشغول رہنا سنت ہے۔

دن میں روزہ رکھنا سنت ہے

اس نصف شعبان کی رات میں ایک روایت کے اعتبار سے روزی، اور موت وحیات کے فیصلے ہوتے ہیں، جیسا کہ حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ سے آپ ﷺ نے پوچھا معلوم ہے تمہیں اس رات میں کیا ہوتا ہے۔ کہا کیا ہوتا ہے اے اللہ کے رسول! فرمایا: اس میں تمام اولاد آدم کے فیصلے ہوتے ہیں موت کے متعلق سالانہ فیصلے ہوتے ہیں (اس سال کون مرے گا) اس میں بندوں کے اعمال لے جائے جاتے ہیں، لوگوں کے رزق کا فیصلہ ہوتا ہے۔ (مشکوۃ صفحہ ۱۱۵)

سلیمان ابن یسار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ پندرہ شعبان کی رات میں لوگوں کی موت کا فیصلہ ہوتا ہے، یہاں تک کہ آدمی سفر میں نکلتا ہے، حالانکہ اس کی موت کا فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے (چنانچہ سفر میں موت آجاتی ہے) آدمی بازاروں میں چلتا ہے حالاکہ اس کا نام (اس سال کے) مرنے والوں میں لکھا ہوا ہوتا ہے۔

(ابن عبدالرزاق صفحہ ۳۱۷)

اسی وجہ سے آپ اس رات دعاؤں میں مشغول رہتے اور اللہ پاک سے بہتر فیصلہ کی درخواست فرماتے اور آپ نے فرمایا کہ اس وقت میں روزے کی حالت میں ہونا پسند کرتا ہوں کہ خدا کا فیصلہ ہو رہا ہو اور میں روزہ کی حالت میں ہوں، چنانچہ علامہ شعرانی نے ''کشف الغمہ'' میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ پاک اس رات میں سال میں مرنے والوں لوگوں کا فیصلہ فرماتے ہیں، پس میں پسند کرتا ہوں کہ میری موت کا فیصلہ روزے کی حالت میں ہو۔ (جلد ۱ صفحہ ۲۰۸)

اس رات میں عبادت تلاوت، دعاء اذکار کے ذریعہ خدا کی خوشنودی اور رضاء حاصل کی جائے، دین اور دنیا کی اچھائیاں اور بھلائیاں اپنے حق میں اور پوری امت کے حق میں مانگی جائیں، رزق صحت وعافیت اور برکت عمر کی دعا خصوصیت سے کی جائے، خیال رہے کہ حدیث پاک میں اس سلسلے میں کوئی خاص نماز، یا دعا، یا وظیفہ منقول نہیں ہے، البتہ بعض اکابر واسلاف سے کچھ منقول ہے، جس کے اختیار کرنے اور اس پر عمل کرنے کی گنجائش ہے، امام غزالی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے نماز کا یہ طریقہ صوفیہ اور مشائخ سے نقل کیا ہے، مغرب کے بعد چھ رکعت نماز پڑھی جائے، دو، دو رکعت کر کے، ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک مرتبہ اور سورہ اخلاص چھ مرتبہ پڑھے، اور ہر دو رکعت کے بعد سورہ یٰسین شریف ایک مرتبہ پڑھے، پھر دعا مانگے اول دو رکعت کے بعد برکت عمر کی دعا مانگے، دوسری رکعت کے بعد برکت رزق کی دعا مانگے، تیسری دو رکعت کے بعد حسن خاتمہ کی دعا مانگے۔

(اتحاف السادۃ شرح احیاء جلد ۳ صفحہ ۴۶۵)

سلام کے بعد اولاً سورہ یٰسین شریف پڑھے پھر دعا مانگے، دیگر امور اور ضرورتوں کے لئے صلوٰۃ الحاجۃ چھ رکعت یا چار رکعت پڑھ کر دعا مانگے۔

صلوٰۃ الحاجۃ کے لئے کوئی خاص طریقہ متعین نہیں، جو سورہ چاہے پڑھ کر دعا مانگے، فقہاء کرام نے بھی اس رات کی عبادت کو مستحب قرار دیا ہے۔ (الشامی جلد ۲ صفحہ ۲۵)

اسی پر امت کے اسلاف واکابرین وصالحین کا تعامل چلا آ رہا ہے، اسی طرح حسب وسعت ساری رات یا اکثر رات یا کم از کم عشاء کے بعد نماز، تلاوت دعاء استغفار میں مشغول رہے، پھر کسی وقت اپنے علاقے کے قبرستان میں جا کر ایصال ثواب اور دعاء مغفرت کرے، یہ مسنون عمل ہے اور سنت سے ثابت ہے، آپ ﷺ نے اس رات مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع تشریف لے جا کر دعا فرمائی تھی، اس رات کوئی خاص دعا جیسا کہ ذکر کیا گیا احادیث وآثار میں نہیں ملی، البتہ مشائخ کرام اور اسلاف عظام سے یہ دعا اس رات میں منقول ہے، جیسے مغرب کی چھ رکعت نماز جس کا ذکر اوپر کیا گیا اس کے بعد پڑھے۔

ملا علی قاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے مرقات میں ذکر کیا ہے کہ اس رات کوئی دعا حدیث پاک سے ثابت نہیں البتہ حضرت عمر فاروق سے حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ سے منقول ہے، اگرچہ اس دعاء کو حدیث کی کتاب میں نقل کیا گیا ہے مگر کسی حدیث نبوی سے ثابت نہیں وہ دعا یہ ہے:

"اللهم ان كنت كتبتنا اشقياء فامحه واكتبنا سعداء وان كتبتنا سعداء فاثبتنا فانك تمحو ما تشاء وتثبت وعندك ام الكتاب." (مرقات المفاتیح جلد ۳ صفحہ ۱۹۷)

شب برأت کے موقع پر تین امور

❶ رات میں عبادت ودعا۔

❷ قبرستان جانا اور ایصال ثواب کرنا۔

❸ دن کو روزہ رکھنا۔

ان کے علاوہ، دیگر امور جو رائج اور عوام میں جاری ہیں بدعت رسم جہالت اور خلاف شرع گناہ کی باتیں ہیں۔

❶ مثلاً شب برأت کو تہوار کی طرح منانا، یہ عبادت کی رات ہے تہوار نہیں، تہوار صرف دو ہیں، عید اور بقرعید، لہٰذا نئے کپڑے بنوانا اور پہننا، عورتوں کا خصوصیت کے ساتھ چوڑیاں پہننا جیسا کہ بعض علاقوں میں رائج ہے رسم اور جاہلانہ ممنوع باتیں ہیں۔

❷ حلوہ میٹھا، پلاؤ وغیرہ بنانا، اس کی کوئی اصل نہیں بدعت اور اس رات کے ساتھ اس کو جوڑنا اور دین اور ثواب کا کام سمجھنا گناہ ہے۔

❸ مسجدوں میں گھروں میں چراغاں کرنا، معمول اور ضرورت سے زائد روشنی کرنا بلب اور موم بتی جلانا جائز نہیں منع ہے، روشنی کی زیادتی کا عبادت اور دعا سے کیا تعلق۔

❹ پٹاخے خریدنا اور چھوڑنا، حرام اور لعنت کے امور ہیں، نہ معلوم یہ آتش بازی اور پٹاخے کی لعنت اس امت میں اس قیمتی رات میں کسی طرح داخل ہوگئیں۔

❺ اسی طرح روحوں کی آمد کے واہی عقیدے کی بناء پر گھروں کا صاف کرنا، خوشبو اگربتی جلانا، گلیوں اور کونوں میں بلاضرورت روشنی کرنا جہالت کی باتیں ہیں۔

❻ یہ سمجھنا کہ شب برأت میں مردوں کی روحیں اپنے گھروں میں آتی ہیں اور گھومتی پھرتی چکر لگاتی ہیں، کسی معتبر حدیث وآثار سے ثابت نہیں ہے، یہ جاہلانہ باتیں ہیں۔

❼ بعض علاقوں میں اس رات مساجد میں بڑی بھیڑ ہوتی ہے، مسجد میں جمع ہوکر راتوں کو جاگتے ہیں، بسا اوقات بچوں کے شور شغب سے مسجد کی شدید بے ادبی ہوتی ہے، یہ بھی غلط رسم ہے فقہاء کرام نے ان راتوں میں مسجد میں جمع ہوکر عبادت کرنے سے منع کیا ہے، فقہ کی مشہور کتاب نورالایضاح اور اس کی شرح طحطاوی میں اسے مکروہ کہا ہے۔

❽، ❾ یہ نفلی عبادت ہے، نوافل کی گھر میں فضیلت ہے، اور اس کے گھر میں ادا کرنے کا حکم ہے، تاکہ گھر عبادت کے نور سے روشن اور بابرکت رہے شب برأت کے موقعہ پر اپنے اپنے گھروں میں عبادت کریں، اپنے

گھر والوں بیوی بچوں کو لے کر عبادت و دعا میں حسب فرصت مشغول رہیں، تا کہ گھر میں برکت و نور رہے۔

خیال رہے کہ شیطان اور نفس کا مکر و فریب اور پھندہ ہے کہ ان واہی امور میں پھنسا کر وہ عبادت اور دعا کی فضیلت عظیم سے محروم کرنا چاہتا ہے، اس لئے اوپر کے واہی امور کو چھوڑ کر مسنون اور مشروع طریقے کو اختیار کرنا چاہئے، تا کہ گھر گناہ سے محفوظ اور ثواب حاصل ہو۔

عشرہ ذی الحجہ کی عبادت

عشرہ ذی الحجہ کے راتوں میں عبادت کی فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عشرہ ذی الحجہ کی عبادت سے کوئی عمل افضل نہیں، لوگوں نے پوچھا کیا جہاد بھی نہیں، آپ نے فرمایا، ہاں جہاد بھی نہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ان دنوں کے عمل سے زیادہ کسی دن کا عمل محبوب و پسندیدہ نہیں۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۲۸۵، مسند طیالسی مرتب صفحہ ۲۰۶، ابوداؤد، ترمذی صفحہ ۱۵۸)

مسند ابی عوانہ میں ہے کہ عشرہ ذی الحجہ کے ایک روزہ کا ثواب ایک سال کے روزے کے برابر ہے، اور اس کی ایک رات کی عبادت کا ثواب شب قدر کی عبادت کے برابر ہے۔ (مرقات المفاتیح جلد ۴ صفحہ ۳۰۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذی الحجہ کے دس دنوں کی عبادت سے زیادہ اللہ پاک کو اور کسی دن کی عبادت محبوب نہیں، اس کے ہر دن کا روزہ سال بھر کے روزوں کے برابر اور اس کی ہر رات کی عبادت شب قدر کی عبات کے برابر ہے۔ (ترمذی صفحہ ۱۵۸، ابن ماجہ)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ عشرہ ذی الحجہ کی عبادت کے اعتبار سے بہت فضیلت ہے، عبادت کے لئے افضل ترین ایام ہے، رات کی عبادت کا ثواب شب قدر میں عبادت کی طرح ہے، اس لئے اس عشرہ کے ایام میں عبادت ذکر و شغل کا زیادہ اہتمام ہونا چاہئے، کچھ وقت نکال کر ذکر نماز تلاوت میں لگانا چاہئے۔

نماز برائے قوت حافظہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں قرآن پاک میرے سینے سے نکل جاتا ہے، اور جو یاد کرتا ہوں محفوظ نہیں رہتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو ایسی ترکیب نہ بتلاؤں جو تم کو بھی نفع دے اور جس کو تم بتلاؤ اسے بھی نفع دے، اور جو یاد کرو وہ تمہارے سینہ میں محفوظ رہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا ارشاد فرمائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا شب جمعہ میں اگر ہو سکے تو آخر رات میں جب تہائی رات ہو جائے اٹھ جاؤ تو بہت بہتر ہے، کہ یہ وقت ملائکہ کے نازل ہونے کا ہے اور

دعا اس وقت خاص طور پر قبول ہوتی ہے، اور میرے بھائی یعقوب علیہ السلام نے جو "سوف استغفرلکم" کہا تھا اس سے شب جمعہ مراد تھی اگر اس وقت جاگنا دشوار ہو تو رات کے درمیانی حصہ میں اور یہ بھی نہ ہو سکے تو شروع رات میں کھڑے ہو کر چار رکعت نماز نفل پڑھو، پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد "سورہ یٰسین" دوسری میں فاتحہ کے بعد سورہ "دخان" اور تیسری میں فاتحہ کے بعد "الم سجدہ" اور چوتھی رکعت میں فاتحہ کے بعد "سورہ ملک" پڑھو، اور جب التحیات سے فارغ ہو جاؤ تو اول حق تعالیٰ کی خوب حمد و ثناء بیان کرو، اور اس کے بعد خوب مجھ پر درود بھیجو اور تمام انبیاء پر درود بھیجو اس کے بعد مؤمنین پر اور ان مؤمنین بھائیوں پر جو تم سے پہلے گزر گئے ہیں استغفار کرو پھر یہ دعا پڑھو۔

"اللهم ارحمني بترك المعاصي ابدا ما ابقيتني وارحمني ان اتكلف ما لا يعنيني وارزقني حسن النظر فيما يرضيك عني، اللهم بديع السموات والارض ذوالجلال والاكرام، والعزة التي لا ترام، اسئلك بالله بارحين بجلالك ونور وجهك ان تلزم قلبي حفظ كتابك كما علمتني وارزقني ان اتلوه على النحو الذي يرضيك عني اللهم بديع السموات والارض ذوالجلال والاكرام والعزة التي لا ترام، اسئلك بالله يارحمن بحلال لك ونور وجهك ان تنور بكتابك بصري وان تطلق به لساني وان تفرج به عن قلبي وان تشرح به صدري وان تعينني به بدني فانه لا تعينني على الحق غيرك ولا يوتيه الا انت ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم." (ترغيب صفحه٢١٤، ترمذی صفحه١٩٧، الدعا صفحه١٤٢)

صلوٰۃ التوبہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کسی آدمی سے کوئی گناہ ہو جائے پھر وہ وضو کرے، نماز پڑھے اللہ سے توبہ کرے تو اللہ پاک اسے معاف فرما دیتے ہیں پھر آپ نے یہ آیت پڑھی، جن لوگوں نے کسی بری حرکت کا ارتکاب کیا یا اپنی جانوں پر ظلم کیا (گناہ کیا) اللہ کو یاد کیا (ذکر یا نماز کے ذریعہ سے) گناہ پر خدا سے توبہ استغفار کیا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۷، ترمذی صفحہ ۹۲، ترغیب جلد ا صفحہ ۲۷)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس سے کوئی گناہ ہو جائے پھر وضو کرے اچھی طرح وضو کرے پھر کسی زمین پر جہاں اطمینان سے نماز پڑھ سکے نکل جائے اور دو رکعت نماز پڑھ لے اللہ سے اپنے گناہ کی معافی مانگے تو اللہ پاک معاف کر دیتے ہیں۔

(مرسلاً بیہقی، نزول الابرار صفحہ ۳۹، ترغیب صفحہ ۲۷۳)

فَائِدَہ: اگر کوئی گناہ کبیرہ سرزد ہو جائے تو مستحب ہے کہ دو رکعت نماز پڑھ کر گناہ پر ندامت کے ساتھ توبہ و استغفار کرے تاکہ کبیرہ کے اثر سے قلب زنگ آلود نہ ہو جائے، اور اللہ کی رحمت سے دور نہ ہو جائے۔

صلوٰۃ رد الضالۃ

گم شدہ اشیاء کے ملنے کے لئے نماز

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس کسی کا کوئی سامان گم ہو جائے یا کوئی بھاگ جائے یا (گم ہو جائے) وہ دو رکعت نماز پڑھے، اور یہ دعا پڑھے:

"بسم اللّٰه يا هادى الضلاة وراد الضالة ارد على ضالتى بعزتك وسلطانك فانها من عطائك وفضلك." (ابن ابی شیبہ، طبرانی، حاکم، نزل الابرار صفحہ ۳۰۷)

تَرجَمَہ: "اللہ کے نام سے اس گم شدہ کو راستہ دکھانے والے، اے گم شدہ کو واپس لانے والے، ہمارے گم شدہ کو اپنی عزت اور مملکت کے طفیل واپس فرما، کہ یہ آپ کی بخشش اور فضل سے ہو سکتا ہے۔"

فَائِدَہ: حصن حصین اور ابن ابی شیبہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کے گم ہونے یا فرار پر، یا کسی شئے کے غائب ہونے پر اس کے حاصل ہونے کے لئے دو رکعت نفل نماز پڑھ کر خدائے پاک سے یہ مذکورہ دعا کے ذریعہ اعانت حاصل کرے۔

علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ اسلاف کرام سے (صحابہ و تابعین) جب کوئی چیز گم ہو جاتی تو دو رکعت نماز پڑھتے اور یہ دعا پڑھتے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۲۰)

نماز حاجت

حضرت عبداللہ ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے اللہ پاک سے کوئی ضرورت وابستہ ہو یا کسی انسان سے کوئی ضرورت وابستہ ہو، وہ وضو کرے، ذرا اچھی طرح دو رکعت نماز پڑھے، پھر خدا کی حمد کرے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور یہ دعا پڑھے۔

"لا اله الا اللّٰه الحليم الكريم سبحان اللّٰه رب العرش العظيم، الحمد اللّٰه رب العالمين اسئلك موجبات رحمتك وعزائم مغفرتك والغنيمة من كل برو السلامة من كل اثم لا تدع لى ذنبا الا غفرته ولا هما الا فرجته ولا حاجة هى لك رضى الاقضيتها يا ارحم الراحمين"

پھر اپنی ضرورت کی دعا مانگے۔ (ترغیب جلد اصفحہ ۴۷۶)

وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے حاجتیں نماز کے ذریعہ طلب کی جاتی ہیں، پہلے لوگوں کو جب کوئی حادثہ پیش آتا تھا وہ نماز ہی کی طرف متوجہ ہوتے تھے، اللہ تعالیٰ قاضی الحاجات ہے مسبب الاسباب ہے، زمین و آسمان کی کنجیاں اس کے قبضہ میں ہیں، وہی ساری انسانی ضرورتیں پوری کرتا ہے، اور انسانوں کے دل میں ضرورتیں پوری کرنے کا خیال ڈالتا ہے، اسے کے قبضہ میں لوگوں کا دل ہے، لہٰذا کسی قسم کی ضرورت ہو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے، دو رکعت نفل نماز پڑھے اور اللہ کی حمد وثناء کے بعد درود پڑھے اور الحاح زاری کے ساتھ دعا کرے، رحمت خدا سے امید ہے کہ ضرورت پوری ہوگی کسی مصلحت اور حکمت خداوندی سے دیر ہو تو گھبرا کر دعا چھوڑ نہ دے کرتا رہے، جو دروازہ کھٹکھٹایا جاتا ہے، کبھی نہ کبھی ضرور کھلتا ہے، خیال رہے کہ احادیث و آثار اور اسلاف کرام مشائخ عظام سے بہت سی دعاء حاجات منقول ہیں نہایت بسط و تفصیل سے اس باب کے نوادرات مجربات کو "الدعاء المسنون" جو دعاؤں کے موضوع پر ایک وسیع کتاب ہے ذکر کر دیا گیا ہے، اہل طلب ذوق اس سے فائدہ حاصل کریں۔

صلوٰۃ المصائب والحوادث

مصائب اور کسی پریشانی کے وقت نماز سے مدد حاصل کرے

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو جب مصیبت یا پریشانی پیش آتی تو نماز پڑھتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۷۸)

فائدہ: حضرت صہیب نقل کرتے ہیں کہ پہلے انبیاء کا بھی یہی معمول تھا کہ ہر پریشانی کے وقت نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے، حضرت ابودرداء فرماتے ہیں کہ جب آندھی چلتی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فوراً مسجد تشریف لے جاتے تھے اور جب تک آندھی بند نہ ہو جاتی مسجد سے نہ نکلتے، اسی طرح جب سورج یا چاند گرہن ہو جاتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوراً نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو ہر قدم پر حضور کی اتباع فرمانے والے ہیں ان کے حالات میں بھی یہ چیز نقل کی گئی ہیں (کہ وہ بھی مصائب پریشانی رنج وغم کے موقعہ پر نماز سے مدد حاصل کرتے)۔

حضرت ام کلثوم کے خاوند حضرت عبدالرحمٰن بیمار تھے اور ایک دفعہ ایسی سکتہ کی سی حالت ہوگئی کہ سب نے انتقال ہونا تجویز کر لیا، حضرت ام کلثوم اٹھیں اور نماز کی نیت باندھ لی، نماز سے فارغ ہوئیں تو حضرت عبدالرحمٰن کو بھی افاقہ ہوا حضرت نضر کہتے ہیں دن میں ایک مرتبہ سخت اندھیرا ہو گیا میں دوڑا ہوا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے دریافت کیا، حضور کے زمانہ میں بھی کبھی ایسی نوبت آئی ہے انہوں نے فرمایا، خدا کی پناہ، حضور کے زمانہ میں تو ذرا بھی ہوا تیز چلتی تھی تو ہم سب مسجدوں کو دوڑ جاتے تھے، کہ کہیں قیامت تو نہیں آگئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک مرتبہ سفر میں تھے راستہ میں اطلاع ملی کہ بیٹے کا انتقال ہوگیا، اونٹ سے اترے، دو رکعت نماز پڑھی پھر "انا للّٰہ وانا الیہ راجعون" پڑھا۔

نماز اللہ کی بڑی رحمت ہے، اس لئے ہر پریشانی کے وقت ادھر متوجہ ہو جانا گویا اللہ کی رحمت کی طرف متوجہ ہو جانا ہے، اور رحمت الٰہی مساعد و مددگار ہوگی تو پھر کیا مجال ہے کسی پریشانی کی کہ باقی رہے۔

(فضائل اعمال جلد ا صفحہ ۱۰ نماز)

کسی قسم کی بھی پریشانی ہو رنج غم فکر ہو، مرض کی پریشانی اچانک حادثہ کی پریشانی، فوراً نماز کی جانب متوجہ ہو جائے اور ازالہ پریشانی کی دعا کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رنج و غم کے دفع کرنے کی دعائیں منقول ہیں پڑھے، یہ دعائیں نہایت تفصیل سے عاجز کی کتاب الدعاء المسنون میں صفحہ ۳۷۱ سے ۳۹۱ تک منقول ہیں، اس کا معمول حسب موقعہ رکھا جائے، انشاء اللہ پریشانی دور ہو جائے گی۔

صلوٰۃ شکر

شکراً دوگانہ ادا فرماتے

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جس دن (وقت) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوجہل کے قتل کی خبر آئی آپ نے دو رکعت نماز (بطورِ شکریہ کے) پڑھی۔ (ابن ماجہ صفحہ ۹۹)

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ نے دشمن کے قتل کے شکریہ پر دو رکعت نماز ادا کی اسے نماز شکر کہتے ہیں، امام اعظم شکریہ کے طور پر نماز ہی کے قائل ہیں، محض سجدہ کے نہیں۔ (حاشیہ ابن ماجہ)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی خوشی کی خبر آتی تو شکراً سجدے میں گر جاتے۔ (مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۴۵، ابن ماجہ صفحہ ۱۰۰، زاد المعاد صفحہ ۲۶۰، ترمذی صفحہ ۲۸۷)

ایک موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نفل نماز میں) بہت طویل سجدہ کیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ آپ نے بہت طویل سجدہ کیا، آپ نے فرمایا، میں نے شکراً سجدہ کیا، اس پر کہ اللہ پاک نے میری امت کے ستر ہزار کو بلا حساب جنت داخل ہونے کی خبر دی۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۸۹)

فائدہ: یہ سجدہ آپ نے الگ سے نہیں کیا بلکہ نماز کے سجدے ہی میں شکر ادا کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز نفل

کے سجدے میں بھی شکر کا ادا کیا جا سکتا ہے۔

خوشی کے موقعہ پر سجدے میں گر جاتے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ ﷺ کو لکھ کر اطلاع دی کہ ہمدان قبیلہ اسلام لے آیا، آپ یہ سن کر فوراً سجدے میں گر گئے۔ (بیہقی، زاد المعاد صفحہ ۳۶۰)

حضرت معاذ بن جبل کی حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اطلاع کی کہ میں تم کو تمہاری امت کے بارے میں رنجیدہ نہیں کروں گا۔ (یعنی شفاعت قبول کروں گا) تو آپ سجدے میں چلے گئے۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۲۸۸)

حضرت ابوبکرہ ذکر کرتے ہیں کہ وہ آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے، ایک خوش خبری دینے والے نے دشمن پر ظفر و فتح کی اطلاع دی، آپ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود میں سر مبارک رکھے لیٹے تھے، آپ کھڑے ہوئے اور سجدے میں گر گئے۔ (مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۴۵، زاد جلد ۱ صفحہ ۳۶۰)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نکلے، ایک بلندی میں گئے اس میں داخل ہو گئے، رخ قبلہ ہوئے اور سجدے میں گر گئے اور لمبا سجدہ کیا، پھر سر اٹھایا، اور فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور یہ بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں جو آپ پر درود پڑھے گا خدائے پاک بھی اس پر درود پڑھے گا (رحمت کی دعا کرے گا) اور جو آپ ﷺ پر سلام بھیجے گا خدا بھی اس پر سلام بھیجے گا، تو میں نے شکریہ کا سجدہ کیا۔ (مسند احمد، نیل الاوطار جلد ۳ صفحہ ۱۰۵)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کسی خوشی و مسرت کی خبر پر صرف سجدۂ شکر ادا فرماتے جس کی بلا تاویل جمہور اجازت دیتے ہیں۔

حضرات صحابہ بھی شکراً سجدہ فرماتے

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب مسیلمہ کے قتل کی خبر آئی تو سجدے میں گر گئے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب ذوالثدیہ ”خارجی کے قتل کی خبر ملی“ تو سجدہ میں چلے گئے۔ (نیل الاوطار صفحہ ۱۰۶)

حضرت کعب بن مالک کو جب عہد نبوی میں قبول توبہ کی بشارت دی گئی تو سجدے میں چلے گئے۔

فائدہ: مسرت اور خوشی کی خبر اور اطلاع پر نماز شکر اور جمہور علماء کے نزدیک نماز اور صرف سجدہ بھی جائز ہے اور مستحب ہے، چنانچہ ابن ماجہ میں باب قائم کیا ہے، الصلوٰۃ والسجدہ، اس سے وہ دونوں کے جواز اور استحباب کو ثابت کرنا چاہتے ہیں، جس کے محدثین قائل ہیں، امام اعظم صرف دو رکعت نماز کے قائل ہیں ان کے نزدیک

صرف نمازِ شکر مشروع ہے صرف الگ سے سجدہ نہیں، جن روایتوں میں صرف سجدے کا ذکر ہے وہ اس سے مراد نماز لیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ سجدہ بول کر نماز مراد لینا عرف شرع میں رائج ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے، "اعنی بکثرۃ السجود" یعنی نماز کے ذریعہ میری مدد کرو۔ (مسلم صفحہ ۱۹۳)

اسی طرح قرآن میں سجدہ بول کر نماز مراد لیا گیا ہے، فتح مکہ کے موقعہ پر جو آپ نے نماز پڑھی تھی وہ بھی بعضوں کے نزدیک فتح پر شکراً نماز تھی۔ (اعلاء صفحہ ۲۳۲)

البتہ امام محمد کے نزدیک سجدۂ شکر مستحب ہے اور اسی کو مفتی بہ قرار دیا گیا ہے، علامہ شامی نے بھی یہی قول صاحبین کا نقل کیا ہے۔ (اعلاء صفحہ ۲۳۱)

احادیث وآثار سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، لہٰذا کسی مسرت اور خوشی پر فرطِ مسرت سے کوئی شکراً سجدے میں گر جائے تو اس میں کوئی کراہیت نہیں، البتہ افضل ہے کہ دو رکعت شکرانہ کی نماز پڑھ لے۔

نمازِ استسقاء

آپ طلب بارش کے لئے نماز پڑھتے

حضرت عبداللہ بن زید سے مروی ہے کہ آپ ﷺ عیدگاہ کی طرف نکلے اور استسقاء "طلب باراں" کے لئے دو رکعت نماز پڑھی۔ (بخاری صفحہ ۱۴)

حضرت عباد بن تمیم نے اپنے چچا سے روایت کی کہ آپ ﷺ عیدگاہ کی طرف نکلے استسقا کے لئے قبلہ رخ ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھی، اور اپنی چادر کو پلٹ دیا۔ (بخاری صفحہ ۱۴۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ استسقا کے لئے نکلے اور ہم لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائی اور جہراً قرأت فرمائی، بلا اذان و بلا اقامت کے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۳۲۳)

نماز کے لئے عیدگاہ کی جانب نکلتے

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ استسقاء کے لئے عیدگاہ کی جانب نکلے۔

(بخاری صفحہ ۱۴۰، ابن خزیمہ صفحہ ۳۳۲، نسائی صفحہ ۳۲۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ لوگوں نے قحط اور بارش نہ ہونے کی شکایت کی تو آپ نے حکم دیا کہ عیدگاہ کی جانب ممبر لے جایا جائے (چونکہ آپ منبر پر خطبہ بیان فرماتے) (ابن حبان، سبل الہدیٰ ۸/۳۳۷)

فَائِدَۃ: استسقاء کی نماز کے لئے عیدگاہ، جنگل یا صحراء کی جانب نکل کر پڑھنا سنت اور مستحب ہے، شرح احیاء میں ہے کہ مسجد حرام مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی میں فضیلت کی وجہ سے استسقاء کی نماز افضل ہے، آپ ﷺ نے

مسجد نبوی میں نماز اس لئے نہیں پڑھی کہ اس وقت مسجد چھوٹی تھی تنگ ہونے کی وجہ سے آپ نے عیدگاہ اختیار کیا تھا، نیز یہ کہ اس موقعہ پر بچے اور حائضہ عورتیں بھی آئیں اس لئے آپ نے مسجد نبوی کے بجائے عیدگاہ پسند کیا۔
(اتحاف جلد۳ صفحہ ۴۴۰)

بلا اذان و بلا اقامت کے جماعت کرتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقاء کے لئے ایک دن نکلے بلا اذان و بلا اقامت کے دو رکعت نماز پڑھی۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۴۷، ابن خزیمہ صفحہ ۳۳۳)

فائدہ: جس طرح عید بقرعید اور سورج گرہن کی نمازوں میں اذان و اقامت نہیں ہے اسی طرح استسقاء میں بھی اذان و اقامت مشروع نہیں ہے، البتہ لوگوں کو مطلع اور خبردار کرنے کے لئے اعلان کیا جا سکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔

نماز کے بعد قبلہ رخ ہو کر دعا فرماتے

حضرت عبداللہ بن زید انصاری کی روایت ہے کہ جب آپ استسقاء کے لئے نکلے اور دعا کا (نماز کے بعد) ارادہ کیا تو قبلہ رخ ہوئے اور چادر کو پلٹ دیا۔
(سنن کبریٰ صفحہ ۳۵۰، ابوداؤد صفحہ ۱۶۵، بنایہ جلد۲ صفحہ ۹۱۹، دارقطنی جلد۲ صفحہ ۶۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز استسقاء کی بلا اذان و اقامت کے پڑھائی اور خطبہ دیا اور قبلہ رخ ہو کر دعا کی۔ (سنن کبریٰ، الفتح الربانی صفحہ ۲۳۳)

فائدہ: مسنون ہے کہ نماز کے بعد استسقاء کے متعلق وعظ کرے، جس میں توبہ و استغفار کی ترغیب دے، اور بارش رکنے کا سبب گناہ اور خدا کی نافرمانی بتائے، پھر رخ قبلہ ہو کر نہایت الحاح زاری کے ساتھ دعا کرے۔

نماز استسقاء میں قرأت جہراً فرماتے

حضرت عباد بن تمیم کی اپنے چچا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقاء کے لئے دو رکعت نماز پڑھائی، اور قرأت زور سے فرمائی۔ (نسائی صفحہ ۳۲۶؟)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین میں اور استسقاء میں قرأت زور سے فرماتے۔ (دارقطنی صفحہ ۶۷)

فائدہ: آپ سے استسقاء کی نماز میں جہراً قرأت ثابت ہے، اسی لئے اس میں جہراً ہی قرأت کرے۔

نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن استسقاء کے لئے نکلے بغیر اذان و

اقامت کے دو رکعت نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا اور دعا کی۔

(ابن خزیمہ جلد ۲ صفحہ ۳۳۸، ابن ماجہ صفحہ ۹۰، بنایہ صفحہ ۹۱۸، الفتح صفحہ ۲۳۴)

عبداللہ بن زید المازنی کی روایت ہے کہ آپ ﷺ عیدگاہ کی جانب نکلے، استسقاء کی دعا کی جب رخ قبلہ ہوئے تو چادر کو پلٹا، اور اسحٰق کی روایت میں ہے کہ آپ نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی (یعنی نماز کے بعد خطبہ دیا) اور رخ قبلہ ہو کر دعا کی۔ (الفتح جلد ۲ صفحہ ۲۳۴، نسائی، ابوداؤد صفحہ ۱۶۵، مسلم صفحہ ۲۹۲)

فائدہ: نماز استسقاء میں نماز کے بعد خطبہ کا مطلب وعظ و نصیحت کرنا ہے، اور یہ واضح کرنا ہے کہ بارش اور آسمانی نظام سب اللہ پاک کی قدرت میں ہے اور اسی کے تابع ہے، اور یہ کہ بارش کا وقت پر نہ ہونا، گناہ اور نافرمانی کے سبب سے ہے، اس لئے توبہ واستغفار کی تاکید کرکے، انابت الی اللہ کی ترغیب دے، الحاح وزاری کے ساتھ دعا کی ترغیب دے۔

تفاؤل خیر کے طور پر چادر پلٹ دیتے

حضرت عباد کی اپنے چچا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ استسقاء کے لئے نکلے، دو رکعت نماز پڑھی، جہراً قرأت فرمائی، رخ قبلہ ہوئے، دعا کی اور اپنی چادر کو (تفاؤلاً) پلٹ دیا۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۳۹)

فائدہ: خیال رہے کہ چادر کا پلٹنا اکثر روایت میں مذکور ہے، یہ کوئی استسقاء کی سنت نہیں ہے تفاؤلاً خیر کے لئے ہے کہ جس طرح چادر پلٹ دی ہے اسی طرح ہماری حالت کو بھی پلٹ دے۔ (بنایہ جلد ۲ صفحہ ۹۲۱)

استسقاء میں کھڑے ہو کر بھی دعا فرمالیتے

حضرت عباد بن تمیم کی اپنے چچا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ استسقاء کے لئے عیدگاہ نکلے، آپ نے کھڑے ہو کر دعا کی۔ (سنن دارمی جلد ۱ صفحہ ۳۶۱، دارقطنی صفحہ ۶۷)

عمیر مولی ابی اللحم سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور پاک ﷺ کو استسقاء کے موقعہ پر مقام زوراء میں احجار زیت کے قریب کھڑے ہو کر استسقاء کی دعا مانگتے ہوئے دیکھا۔

(مسند احمد الفتح جلد ۶ صفحہ ۲۴۷، ابوداؤد صفحہ ۱۶۵، حاکم)

فائدہ: خیال رہے کہ دعا اکثر آپ ﷺ ہاتھ اٹھا کر بیٹھ کے مانگتے مگر استسقاء کے موقعہ پر الحاح اور تضرع میں مبالغہ کی وجہ سے کھڑے ہو کر بھی مانگتے۔

کبھی استسقاء میں محض دعا پر بھی اکتفا فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے شکایت کی کہ مال ہلاک

ہوئے آل اولاد مشقت میں پڑ گئے (خشک سالی کی وجہ سے) تو آپ نے طلب بارش کے لئے دعا فرمائی۔
(بخاری صفحہ ۱۳۸)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے، لوگ کھڑے ہوئے اور فریاد کرنے لگے، بارش رک گئی، درخت سوکھ گئے، جانور ہلاک ہوگئے، دعا کیجئے کہ اللہ بارش برسائے، چنانچہ آپ نے "اللھم اسقنا، اللھم اسقنا" دومرتبہ دعا کی۔ (بخاری صفحہ ۱۳۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری روایت میں ہے کہ جمعہ کے خطبہ کے موقعہ پر ایک شخص آیا، اور کہا اے اللہ کے رسول، بارش رک گئی دعا فرمایئے کہ اللہ پاک بارش برسائے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، پس بارش ہونے لگی، اور اتنی بارش ہوئی، کہ ہم لوگوں کا گھر پہنچنا مشکل ہوگیا۔ (بخاری صفحہ ۱۳۸)

فائدہ: خیال رہے کہ طلب بارش کے لئے آپ سے دو رکعت نماز پڑھ کر اہتمام سے دعا کرنا بھی ثابت ہے، اور بغیر نماز پڑھے محض دعا بھی صحاح اور سنن سے ثابت ہے، چنانچہ صحاح کی مشہور روایت میں جمعہ کے دن خطبہ کے موقعہ پر صرف دعا کا ہی ذکر ہے، لہٰذا محض دعا پر بھی اکتفا سنت اور آپ سے ثابت ہے استسقاء نماز ہی کے ساتھ خاص اور مسنون نہیں، اسی وجہ سے ارباب حدیث نے استسقاء بغیر صلوٰۃ باب قائم کر کے اشارہ کیا ہے کہ بغیر نماز کے بھی استسقاء سنت ہے، یہی مطلب ہے امام ابوحنیفہ کے قول کا کہ استسقاء میں نماز مسنون نہیں، یعنی سنت نماز کے ساتھ خاص نہیں۔

ہاتھ اٹھا کر استسقاء کی دعا فرماتے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (ہر دعا کے لئے) ہاتھ نہ اٹھاتے مگر بارش کی دعا کے لئے اٹھاتے، اور اتنا اٹھاتے کہ بغل کی سفیدی نظر آنے لگی۔ (بخاری صفحہ ۱۴۰، ابن خزیمہ صفحہ ۲۲۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ ایک اعرابی نے جب بارش کے لئے دعا کی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کو (دعا کے لئے) اٹھایا۔ (بخاری صفحہ ۱۴۰)

فائدہ: دعا تو بغیر ہاتھ اٹھائے بھی زبان سے کی جا سکتی ہے، البتہ استسقاء کے موقعہ پر آپ نے اہتمام سے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی، اس لئے استسقاء کے لئے مسنون ہے کہ دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر الحاح وزاری کے ساتھ دعا مانگے، استسقاء کی دعاؤں کے لئے الدعاء المسنون دیکھئے اس میں آپ کی متعدد دعائیں ذکر کی گئی ہیں۔

نماز سورج گرہن

سورج میں گرہن لگتا تو آپ نماز کی جانب متوجہ ہوتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سورج میں گرہن ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں لگ گئے،

اور سورہ بقرہ کے مثل طویل قیام کیا۔ (مختصراً، بخاری صفحہ ۱۴۳)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میں حاضر تھا، سورج میں گرہن لگا، آپ کھڑے ہوئے اپنی چادر کو گھسیٹتے ہوئے (جلدی کی وجہ سے) مسجد میں داخل ہو گئے ہم لوگ بھی مسجد میں داخل ہوئے، اور آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی (اور طویل قیام کیا) یہاں تک کہ سورج روشن ہو گیا۔
(بخاری صفحہ ۱۴۱)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب کوئی آسمانی واقعہ سورج یا چاند گرہن کا پیش آتا تو آپ نماز میں مشغول ہو جاتے یہاں تک کہ گرہن ختم ہو جاتا۔ (طبرانی، کبیر، سبل الہدیٰ صفحہ ۸)

فائدہ: سورج اور چاند گرہن کی نماز جمہور کے نزدیک سنت ہے، ابن حجر نے سنت موکدہ قرار دیا ہے، ایک قول میں یہ فرض کفایہ ہے، ابن ہمام نے ایک قول واجب کا بھی نقل کیا ہے۔ (مرقات جلد ۴ صفحہ ۳۱۷)

نماز اتنی طویل کرتے کہ گرہن ختم ہو جاتا

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کے موقعہ پر ہمیں بہت لمبی دو رکعت نماز پڑھائی یہاں تک کہ سورج روشن ہو گیا۔ (بخاری صفحہ ۱۴۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طویل روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کے موقعہ پر نماز پڑھائی کہ سورج روشن ہو گیا۔ (بخاری صفحہ ۱۴۳)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب سورج گرہن دیکھو تو نماز میں لگ جاؤ، یہاں تک کہ سورج کھل جائے، روشنی آجائے۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۴۵، سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۳۴۱)

فائدہ: سورج یا چاند گرہن کے موقعہ پر آپ نے نمازوں میں مشغول ہونے کا حکم دیا ہے، آپ اس قدر طویل نماز پڑھتے کہ گرہن ختم ہو کر روشنی آجاتی، اسی لئے مسنون یہ ہے کہ روشنی آنے تک نماز میں مشغول رہے، اگر روشنی سے پہلے نماز پوری ہو جائے تو دعا اور استغفار میں وقت گزارے جب تک سورج میں روشنی نہ آجائے۔

افسوس در افسوس کہ آج گرہن کے موقعہ پر لوگ نماز و استغفار کے بجائے لہو لعب سورج کے دیکھنے اور بے کار گفتگو میں لگے رہتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ذکر و نماز کے بجائے گپ شپ میں وقت گزار دیتے ہیں، بہت کم نماز کا اہتمام ہوتا ہے، بڑے رنج کی بات ہے، عوام تو عوام خواص بھی نماز کا اہتمام نہیں کرتے۔

گرہن پر دو رکعت نماز جماعت سے مسنون ہے

حضرت قبیصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سورج گرہن ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھی۔
(سنن کبریٰ صفحہ ۳۲۴، ابن خزیمہ جلد ۲ صفحہ ۳۳۰، الفتح الربانی جلد ۶ صفحہ ۱۹۳)

ابوشریح خزاعی نے بیان کیا کہ عہد عثمان میں سورج گرہن ہوا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو رکعت نماز پڑھائی۔ (بزار صفحہ ۳۲۴)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھائی۔ (سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۳۳۱)

فائدہ: خیال رہے کہ سورج گرہن کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رکوع اور سجدہ کی مختلف تعداد کے ساتھ نماز منقول ہے، احناف نے تمام نمازوں کی طرح جیسا کہ آپ نے فرمایا بھی ہے اختیار کیا ہے، باقی عام طریقہ کے خلاف جو آپ سے منقول ہے، وہ کسی حکمت کی وجہ سے آپ نے کیا تھا، محراب نبوی کی دیوار میں جنت وجہنم کا کشفاً مشاہدہ ہوا تھا اس لئے آپ نے ایسا کیا، یہ آپ کے ساتھ خاص تھا، عام امتی کو دیگر نمازوں کی طرح پڑھنے کا ہی حکم ہے۔ (حاصل کلام شراح)

فائدہ: اصل تو دو رکعت ہی ہے، علامہ عینی نے بنایہ میں محیط کے حوالے سے لکھا ہے کہ چار بھی پڑھ سکتا ہے۔ (جلد ۲ صفحہ ۸۹۷)

بنایہ میں ہے کہ اس کے ادا کرنے کا طریقہ جماعت کے ساتھ ہے۔ (جلد ۲ صفحہ ۸۹۶)

اور اس کا مقام ادا مسجد یا عیدگاہ ہے، اور اس کا وقت اوقات مکروہہ کے علاوہ ہے۔ (بنایہ جلد ۲ صفحہ ۸۹۷)

اس میں اذان واقامت نہیں ہے، اور نہ نماز کا کوئی خطبہ (جمعہ کی طرح) ہے۔ (اتحاف صفحہ ۴۳۴)

فائدہ: ملا علی قاری نے ذکر کیا ہے کہ یہ نماز جماعت کے ساتھ جامع مسجد میں یا عیدگاہ میں پڑھی جائے گی۔ (مرقات جلد ۲ صفحہ ۳۱۸)

شرح احیاء میں ہے کہ جامع مسجد میں اس کا پڑھنا مستحب ہے۔ (اتحاف جلد ۳ صفحہ ۴۳۰)

سورج گرہن کی نماز دیگر فرض نمازوں کی طرح ہے

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب سورج گرہن ہو تو نماز پڑھو جس طرح فرض نماز پڑھتے ہو۔ (طبرانی، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۱)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب تم یہ (گرہن) دیکھو تو دیگر نمازوں کی طرح اسے پڑھو۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۲۰۸)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جس طرح اور فرائض ونوافل میں ایک رکوع اور دو سجدے کئے جاتے ہیں اسی طرح اسے بھی پڑھو۔

سورج گرہن کی نماز مسجد میں مسنون ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں سورج گرہن ہوا تو آپ مسجد تشریف لائے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ مسجد تشریف لائے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۳۴۱)

فائدہ: خیال رہے کہ سورج گرہن کی نماز سنت ہے مگر اس کا مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھنا سنت ہے، اکیلے اکیلے گھر میں پڑھنا منع ہے، چنانچہ ملاعلی قاری نے لکھا ہے کہ جامع مسجد میں یا عیدگاہ میں اسے پڑھے۔

(مرقات)

اسی وجہ سے امام بخاری نے باب قائم کیا ہے، (صلوٰۃ الکسوف فی المسجد صفحہ ۱۴۴) جس سے اس کے مسجد میں جماعت کے ساتھ ہونے کی سنت کو واضح کر رہے ہیں۔

ہاں البتہ جماعت کی شکل نہ ہو، آبادی نہ ہو، تنہا یا مسجد کہیں دور ہو اور جماعت کا انتظام نہ ہو تو ایسی صورت میں تنہا بھی پڑھ سکتا ہے۔

جماعت کی صورت نہ ہو اور مسجد میں انتظام نہ ہو تو تنہا بھی پڑھ لے

حضرت عبداللہ بن صفوان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو زمزم کے مقام پر نماز سورج گرہن پڑھتے دیکھا۔ (مختصراً سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۳۴۲)

فائدہ: علامہ عینی نے نہایہ میں محیط کے حوالہ سے ذکر کیا ہے تنہا بھی (جب کہ جماعت کی صورت نہ ہو) پڑھ سکتا ہے۔ (جلد ۲ صفحہ ۸۹۷)

بنایہ میں ہے کہ اگر امام جماعت کے ساتھ نہ پڑھائے تو تنہا نماز پڑھ لے۔ (جلد ۲ صفحہ ۹۰۸)

گرہن کے موقعہ پر دعا ذکر نماز اور صدقہ کا حکم

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک طویل روایت میں ہے کہ جب تم یہ (گرہن) دیکھو تو اللہ سے دعاء (مغفرت اور گناہ کی معافی) میں لگ جاؤ، ذکر کرو، نماز پڑھو، صدقہ خیرات کرو۔

فائدہ: گرہن کے موقعہ پر صدقہ کرے چونکہ اس سے خدا کا غصہ ٹھنڈا اور اس کی رضا حاصل ہوتی ہے۔

(بخاری صفحہ ۱۴۲، الفتح جلد ۶ صفحہ ۲۲۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک طویل روایت میں ہے کہ جب تم یہ (گرہن کا معاملہ) دیکھو تو

اللہ کی یاد میں لگ جاؤ۔ (بخاری صفحہ ۱۴۴)

حضرت اسماء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی طویل روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے خطبہ فرمایا کہ جب تم یہ دیکھو تو نماز، صدقہ، ذکر کی جانب متوجہ ہو جاؤ۔ (الفتح الربانی جلد ۶ صفحہ ۲۲۳، ابن خزیمہ جلد ۲ صفحہ ۳۲۹)

حضرت ابو مسعود انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، جب یہ دیکھو تو ذکر خدا اور نماز کی جانب متوجہ ہو جاؤ۔ (سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۳۲۰)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ گرہن کے موقعہ پر دنیاوی مشاغل کے بجائے عبادت ذکر توبہ واستغفار میں لگ جائے۔

گرہن کے موقعہ پر دعا اور استغفار کی تاکید

حضرت ابو موسیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم گرہن دیکھو تو اللہ کی یاد میں فوراً لگ جاؤ، دعا اور استغفار کرو۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۴۵)

نہایہ میں ہے کہ اگر نماز جلدی پڑھ لے (یعنی سورج میں روشنی سے پہلے) تو دعا میں طول کرے۔
(جلد ۶ صفحہ ۹۰۶)

یعنی دعا و استغفار میں لگ جائے، یہاں تک کہ سورج روشن ہو جائے۔

گرہن کے موقعہ پر مسجد جانے کی تاکید

محمد بن لبید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ جس دن حضرت ابراہیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ (آپ کے صاحبزادے) کا انتقال ہوا تو اس وقت سورج گرہن کا واقعہ پیش آیا آپ نے فرمایا جب تم یہ دیکھو تو مسجد کی جانب دوڑو۔
(مسند احمد الفتح الربانی جلد ۶ صفحہ ۱۸۵)

گرہن کے موقعہ پر وعظ بیان سنت ہے

حضرت عائشہ و اسماء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے (گرہن کے موقعہ پر) خطبہ دیا۔
(بخاری، ابن خزیمہ جلد ۲ صفحہ ۳۲۵)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی طویل حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا تو آپ مسجد تشریف لے گئے، اور دو رکعت نماز پڑھائی اور سورج روشن ہو گیا، آپ کھڑے ہوئے، اللہ کی حمد و ثنا فرمائی جو اس کے لائق ہے، پھر (وعظ میں) فرمایا سورج اور چاند خدا کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، کسی کی موت و حیات سے اس میں گرہن نہیں لگتا، جب یہ پیش آئے تو فوراً نماز کی جانب متوجہ ہو جاؤ۔ (بخاری صفحہ ۱۴۲)

سمرہ بن جندب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ جب سورج گرہن ہوا تو آپ ﷺ نے وعظ فرمایا، اور اما بعد فرمایا۔ (الفتح الربانی جلد ۶ صفحہ ۲۲۲)

فَائِدَہ: سورج گرہن کی نماز اور دعا سے فارغ ہونے کے بعد لوگوں کے سامنے کچھ وعظ کردے، گرہن کی وجہ اور اس کی حکمت ذکر کردے، اور ایسے موقعہ پر بجائے لہولعب، بے کار امور دنیاوی مشاغل کے نماز، دعا، ذکر استغفار اور صدقہ کی تاکید اور ترغیب دے، اور قیامت سے ڈرائے، اسی قسم کا بیان آپ نے کیا۔

سورج گرہن کی نماز کے لئے لوگوں کو بلانا اور اکٹھے کرنا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جب سورج گرہن ہوا، تو لوگوں میں اعلان کیا گیا کہ نماز (جماعت) ہونے جارہی ہے۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۳۲۰، بخاری صفحہ ۱۴۲، صحیح ابن خزیمہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۱، جلد ۲ صفحہ ۳۲۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ سورج گرہن ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا، ایک آدمی کو کہ وہ اعلان کرے کہ نماز تیار ہے۔ (دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۶۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا تو آپ نے وضو کیا اور حکم دیا کہ اعلان کردیا جائے کہ نماز تیار ہے۔ (الفتح الربانی جلد ۲ صفحہ ۱۷۸، سنن کبریٰ صفحہ ۳۲۰)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ اس جماعت کسوف میں نہ تو اذان ہے اور نہ اقامت ہے، البتہ لوگوں کو شریک جماعت کے لئے اطلاع اور خبر دی جاسکتی ہے، اعلان کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ اوپر حدیث پاک میں ہے۔

نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت جہراً کی

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے، نماز گرہن میں طویل جہری قرأت کی۔

(سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۲۳۶، ابن خزیمہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۴، دار قطنی صفحہ ۶۳، الفتح الربانی صفحہ ۱۸۲)

کبھی آہستہ بھی قرأت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سورج گرہن کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، ہم لوگ آپ کے قرأت کی آواز نہیں سن رہے تھے۔ (سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۳۳۵، طحاوی، بنایہ جلد ۲ صفحہ ۹۰۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں سورج گرہن ہوا، آپ نکلے اور لوگوں کو نماز پڑھائی آپ کی قرأت کا اندزہ لگایا (چونکہ زور سے نہیں پڑھ رہے تھے) تو اندازہ لگا کہ سورہ بقرہ کے مثل (ڈھائی پارے) قرأت فرمائی۔ (سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۳۵)

فَائِدَہ: سورج گرہن میں آپ کی قرأت زور سے تھی یا آہستہ دونوں روایتیں ہیں، امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے قرأت آہستہ سراً کہا ہے اور حضرات صاحبین زور جہراً کے قائل ہیں۔ (طحاوی، بنایہ صفحہ ۹۰۶)

نماز چاند گرہن

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورج گرہن میں چار رکوع اور چار سجدہ کے ساتھ نماز پڑھتے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ سورج اور چاند گرہن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز دیگر نماز کی طرح پڑھتے۔ (دارقطنی صفحہ ۹۴، دارقطنی بلوغ الامانی جلد ۶ صفحہ ۲۳۰)

ابن حبان نے اپنی سیرت میں بیان کیا کہ پانچویں ہجری میں چاند گرہن ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو سورج گرہن کی طرح نماز پڑھائی، اور یہ گرہن کی پہلی نماز تھی۔

(بلوغ الامانی جلد ۶ صفحہ ۲۳۰، سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۳۳۵، اتحاف السادۃ جلد ۳ صفحہ ۴۴۳)

ابوشریح الخزاعی کی روایت میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج اور چاند گرہن کے موقعہ پر ہمیں نماز کا حکم دیا ہے۔ (الفتح صفحہ ۲۰۷، بزار جلد ۱ صفحہ ۳۲۴)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند میں کسی کی موت سے گرہن نہیں لگتے، وہ دونوں اللہ کے نشانیوں میں سے نشانی ہیں۔ جب گرہن کا مشاہدہ کرو، تو نماز میں لگ جاؤ۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۳۰۸)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب آسمانی کوئی واقعہ پیش آتا سورج یا چاند گرہن کا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی جانب متوجہ ہوجاتے یہاں تک کہ سورج یا چاند روشن ہوجاتا۔

(طبرانی، کبیر، سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۳۳۵، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۲۱۱)

فائدہ: آپ کے زمانہ میں جس طرح سورج گرہن ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اسی طرح آپ کے زمانہ میں چاند گرہن بھی ہوا اور آپ نے نماز پڑھی، اسی وجہ سے سورج اور چاند گرہن کے وقت نماز پڑھانا اور ذکر و استغفار میں لگ جانا سنت ہے، مرقات میں ہے کہ پانچویں ہجری کے جمادی الآخری ماہ میں چاند گرہن ہوا تھا، اور آپ نے نماز پڑھی تھی۔ (مرقات جلد ۴ صفحہ ۲۱۷)

فائدہ: چاند گرہن کے موقعہ پر بھی نماز پڑھنا مسنون ہے، احناف کے نزدیک اس نماز میں جماعت نہیں ہے، تنہا تنہا لوگ پڑھیں۔ (کمافی البدایہ والنہایہ ۹۰۸)

علامہ عینی نے نہایہ میں علامہ زبیدی نے شرح احیاء میں ذکر کیا ہے کہ آپ کے زمانہ میں چاند گرہن ہوا، اور جماعت ہوتی تو ضرور اس کا ذکر اس کی روایت میں ہوتی۔ (نہایہ صفحہ ۸۰۹، شرح احیاء صفحہ ۴۴۲)

لہٰذا مذہب احناف یہ ہے کہ لوگ اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھیں، ابن قیم نے بھی ذکر کیا ہے کہ چاند گرہن کے موقعہ پر آپ سے جماعت سے نماز ثابت نہیں۔ (زادالمعاد، اتحاف صفحہ ۴۴۳)

تمام فقہاء نے اس میں جہری قرأت کو مستحب قرار دیا ہے۔

نماز خوف

حضرت خصیف نے ابوعبیدہ سے انہوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی جس میں ہے کہ آپ نے حرہ بنی سلیم میں دو رکعت ادا فرمائی اس طرح کہ ایک جماعت ہتھیار لے کر دشمنوں کے مقابلہ کے لئے چلی گئی دوسری جماعت جو آپ کے ساتھ تھی اسے ایک رکعت پڑھائی، پھر یہ جماعت چلی گئی، اور ہتھیار سنوار لیا پھر پہلی جماعت آئی اور آپ کے ساتھ ایک رکعت پڑھی، آپ کے ساتھ رکوع وسجدہ کیا، آپ نے سلام پھیر لیا کہ (آپ کی دو رکعت پوری ہوگئی) (یہ جماعت چلی گئی) پھر وہ جماعت آئی اور ایک رکعت پوری کی یہ جماعت فارغ ہوگئی تو ہتھیار سنوار لیا (دشمن کے مقابلہ چلی گئی) پھر یہ جماعت آئی اور اس نے ایک رکعت پوری کی پس آپ کی دو رکعت (ایک ساتھ ہوئی) اور ان کی ایک ایک رکعت آپ کے ساتھ ہوئی۔ (احکام القرآن للجصاص)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ہم لوگوں نے نجد کے علاقے میں دشمنوں سے مقابلہ کیا، بس ہم لوگ صف بستہ ہوگئے آپ کھڑے ہوئے ہم لوگوں کو نماز پڑھائی، ایک جماعت آپ کے ساتھ تھی ایک جماعت دشمن کے مقابلہ میں چلی گئی، آپ کے ساتھ جو جماعت تھی آپ کے ساتھ رکوع اور دو سجدوں کو ادا کیا، اور یہ جماعت اس جگہ چلی گئی جہاں نہ شریک ہونے والی جماعت تھی، پھر یہ جماعت آئی آپ نے ان کے ساتھ ایک دو سجدے ادا کیا، پھر آپ نے سلام پھیر دیا، پھر ہر جماعت نے ایک ایک رکعت باقی ماندہ پورا کیا۔

(بخاری صفحہ ۱۲۸)

فائدہ: جہاد کے موقعہ پر جب خطرہ ہو کہ دشمن نماز کے موقعہ پر حملہ نہ کردے، اور لوگ ایک ہی امام کے پیچھے جماعت کرنا چاہتے ہوں، تو یہ نماز پڑھی جاتی ہے، علامہ شامی نے لکھا ہے کہ صلوٰۃ خوف کی احادیث میں جتنی صورتیں مروی ہیں سب جائز ہیں، ان تمام طریقوں سے پڑھی جاسکتی ہے، البتہ یہ طریقہ ہمارے یہاں بہتر ہے۔ (جلد ۲ صفحہ ۳۶۰)

احناف نے اس طریقے کو اس وجہ سے پسند کیا کہ یہ طریقہ قرآن پاک کے بھی موافق ہے اور اصول ترتیب کے بھی موافق ہے اگرچہ اس ترتیب میں چلنا لوٹنا زیادہ ہے لیکن اس میں کوئی بات نہ موضوع امامت کے خلاف ہے، نہ ترتیب طبعی کے اور نہ قرآن کریم کے ظاہری الفاظ کے۔ (درس ترمذی جلد ۲ صفحہ ۳۶۰)

علامہ عینی نے قدوری کی شرح میں مختصر الکرخی کے حوالہ سے بیان کیا کہ صلوٰۃ خوف کی منقولہ تمام صورتیں درست ہیں سب طریقے جائز ہیں، علامہ شعرانی نے کیا خوب لکھا کہ جب امن کی حالت میں لوگ نماز جماعت کے پابند نہیں تو جہاد و خوف کی حالت میں کون جماعت کا اہتمام کرے گا۔ (اعلاء السنن صفحہ ۱۶۳)

نماز جمعہ کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور پاکیزہ شمائل کا بیان

جمعہ کی نماز دو رکعت ہے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے جمعہ کی نماز دو رکعت ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۷۴، نسائی صفحہ ۲۱۱، ابن حبان)

فائدہ: جمعہ کی نماز واجب دو رکعت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کس وقت پڑھتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ہی سورج ڈھلتا اس وقت جمعہ کی نماز پڑھتے۔ (بخاری صفحہ ۱۲۳، ابوداؤد صفحہ ۱۵۵، تلخیص صفحہ ۵۷، ترمذی صفحہ ۳۶۱، طیالسی مرتب صفحہ ۱۴۱)

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے سورج ڈھلتا جمعہ کی نماز پڑھتے (یعنی ظہر کی طرح تاخیر نہ فرماتے)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ بھیجا تو فرمایا کہ جب سورج ڈھل جائے تو جمعہ پڑھا دو۔ (بنایہ جلد ۲ صفحہ ۷۹۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم زوال کے بعد بلا تأخیر کے جمعہ پڑھتے

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ پڑھتے اور پھر واپس لوٹتے اور دھوپ کا سایہ تلاش کرتے تو نہ پاتے۔

(ابن ماجہ صفحہ ۷۷، مسلم صفحہ ۲۸۳، ابوداؤد صفحہ ۱۵۵، بنایہ صفحہ ۷۹۸، سنن کبریٰ صفحہ ۱۹۰، طیالسی صفحہ ۱۴۱)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ سایہ تلاش کرتے تو ایک یا دو قدم کے مثل پاتے۔

(سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۱۹۱، طیالسی صفحہ ۱۱)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کب پڑھتے تھے جواب دیا جمعہ

پڑھتے تھے پھر اونٹ کو چرانے لے جاتے تھے یعنی سورج ڈھلنے کے بعد۔ (مسلم صفحہ ۲۸۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ جمعہ کی نماز (زوال کے بعد) جلد پڑھتے تھے اور قیلولہ بعد میں کرتے تھے۔ (بخاری صفحہ ۲۸۳)

فائدہ: آپ جمعہ کی نماز ہمیشہ زوال کے بعد متصلاً پڑھتے، عینی میں ہے کہ جاڑا ہو یا گرمی آپ جمعہ کی نماز ہمیشہ زوال کے بعد متصلاً پڑھتے۔ (عمدہ جلد ۶ صفحہ ۲۰۲)

فیض الباری میں ہے کہ گرمی کی وجہ سے جمعہ میں تاخیر نہیں کی جائے گی۔ (جلد ۲ صفحہ ۲۳۴)

حافظ نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے حضرت انس کی حدیث سے اس بات کا پتہ چلا کہ آپ ہمیشہ جمعہ زوال کے بعد پڑھتے تھے۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواہ جاڑا ہو یا گرمی جمعہ کی نماز ایک ہی وقت (زوال کے بعد) پڑھتے تھے (تاخیر نہیں کرتے تھے) جمعہ کی نماز ہر زمانہ میں جلدی پڑھنا سنت ہے بلا تاخیر کے۔ (صفحہ ۴۹۰)

ابن قدامہ نے مغنی میں لکھا ہے کہ گرمی کی شدت ہو یا جاڑا ہو زوال کے بعد متصلاً ہے۔

جمعہ کی اذان کب دی جاتی

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن حضرت سعد جمعہ کی اذان نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس وقت دیتے تھے جب کہ سایہ اصلی مثل شراک (جوتی کے تسمہ) کے ہوتا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۷۷)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کی اذان اس وقت دیتے جب سایہ اصلی مثل جوتے کے تسمہ کے ہو جاتا۔ (عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۲۰۱)

فائدہ: جمعہ کا وقت سورج ڈھلتے ہی شروع ہو جاتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جیسے زوال کا وقت ختم ہوتا ویسے ہی جمعہ کی اذان ہو جاتی، ظاہر ہے کہ جب آپ نماز جمعہ زوال کے بعد بلا تاخیر کے پڑھا کرتے تھے تو اذان کا زوال کے بعد متصلاً ہونا خود ہی معلوم ہو گیا امت کا تعامل بھی ہے کہ زوال کے بعد متصلاً جمعہ کی اذان ہو جاتی ہے تاکہ تاخیر کی وجہ سے نماز کا وقت خلاف سنت نہ ہو ہاں اس سے قبل جائز نہیں اور تاخیر خلافِ سنت ہے، شرح مہذب میں علامہ نووی نے لکھا ہے کہ جمہور علماء، صحابہ، تابعین اور اسلاف کے نزدیک جمعہ کا وقت زوال کے بعد ہوتا ہے۔ زوال سے قبل صحیح نہیں ابن عربی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

(شرح مہذب جلد ۴ صفحہ ۵۱۱، معارف السنن جلد ۴ صفحہ ۳۵۴، تحفہ جلد ۱ صفحہ ۳۱۱، مرعاۃ)

لہٰذا جمعہ کی اذان بھی زوال کے قبل جمہور علماء کے نزدیک درست نہیں کہ وقت نہیں ہوتا۔

آپ ﷺ جمعہ کے لئے گھر سے کب نکلتے

آپ ﷺ جمعہ کی نماز کے لئے زوال ہوتے ہی متصلاً نکل جاتے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۷۲)

فائدہ: چونکہ آپ ﷺ تشریف لاکر نماز جمعہ پڑھاتے اور آپ کا حجرہ مبارکہ بالکل مسجد سے متصل تھا، حجرہ سے تشریف لاتے اور مؤذن اذان دیتا آپ خطبہ دیتے۔

عام لوگوں کو زوال سے قبل مسجد میں آنا باعث فضیلت ہے اور زوال کے بعد تو آنا ہے ہی تاکہ فضیلت جمعہ پائیں۔

عینی نے لکھا ہے کہ جو زوال کے بعد (اذان ہو جائے تب) آئے وہ فضیلت اور ثواب (جو اول وقت میں آنے کا ہے) نہیں پائے گا۔ (عمدہ جلد ۶ صفحہ ۱۷۲)

ناخن لب اور بالوں کی صفائی سنت ہے

حضرت ابو جعفر سے مروی ہے کہ آپ ﷺ پسند فرماتے کہ ناخن اور لب جمعہ کے دن بنائیں۔
(سنن کبریٰ، جلد ۳ صفحہ ۲۴۴، سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۲۰۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جمعہ کے دن ناخن بناتے نماز سے قبل لب تراشتے۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۱۷۱، تلخیص جلد ۲ صفحہ ۱۷۱، اتحاف السادۃ صفحہ ۳۵۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو جمعہ کے دن ناخن کاٹے گا وہ دوسرے جمعہ تک برائی سے محفوظ رہے گا۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۱۷۱، اتحاف السادۃ صفحہ ۳۵۱)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو جمعہ کے دن ناخن بنائے گا وہ مرض سے بری ہو کر صحت میں داخل ہوگا۔ (اتحاف السادۃ جلد ۳ صفحہ ۳۵۱)

ابن حمید نے اپنے والد عبدالرحمٰن سے نقل کیا کہ جو جمعہ کے دن ناخن بنائے گا، خدا پاک اسے مرض سے نکال کر صحت میں لائے گا۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۵۹)

علامہ شعرانی لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ (اس دن) مسواک کے ذریعہ نظافت کی لب تراشنے کی بغل کے بال صاف کرنے کی اور ناخن بنانے کی ترغیب دیتے تھے، اور فرماتے تھے کہ جو جمعہ کے دن ناخن بنائے گا وہ دوسرے جمعہ تک برائی سے محفوظ رہے گا۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۴۲)

محمد بن حاطب نے بیان کیا کہ آپ ﷺ جمعہ کے دن لب اور ناخن تراشتے تھے۔ (ابونعیم کنز جلد ۶ صفحہ ۳۸۷)

ابو جعفر سے مرسلاً مروی ہے کہ آپ ﷺ جمعہ کے دن ناخن کاٹنے کو پسند فرماتے تھے۔
(عمدۃ القاری جلد ۲۲ صفحہ ۴۶)

فائدہ: بعض لوگوں نے جمعرات کے دن بھی ناخن تراشنا لکھا ہے مگر سنت یہ ہے کہ جمعہ ہی کے دن بالوں کی صفائی لب اور ناخن وغیرہ تراشے تا کہ سنت کا ثواب پائے، حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ جمعہ کے دن نظافت کا حکم ہے اسی دن کاٹے۔ (فتح جلد ۱۰ صفحہ ۳۴۶)

حضرت ابن عمر جمعہ کے دن ناخن کاٹتے لب تراشتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۴۴)

صاحب درمختار علامہ طحاوی نے لکھا ہے کہ لب ناخن وغیرہ (بالوں کی صفائی) تراشنا جمعہ کے دن مستحب ہے۔ (شامی جلد ۵ صفحہ ۲۸۸)

جمعہ کے لئے غسل کرنا سنت ہے

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جمعہ کے لئے آؤ تو غسل کرو۔
(بخاری صفحہ ۱۲۰، مسلم صفحہ ۲۷۸، ابن ماجہ صفحہ ۷۶)

حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ہر بالغ شخص پر جمعہ کا غسل کرنا لازم ہے۔ (بخاری صفحہ ۱۲۱، نسائی صفحہ ۲۰۴)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ہر مسلمان پر ہفتہ میں ایک دن غسل کرنا لازم ہے وہ جمعہ کا دن ہے۔ (طحاوی صفحہ ۶۹)

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ہفتہ میں ایک دن غسل کرنا لازم ہے وہ جمعہ کا دن ہے۔ (طحاوی صفحہ ۶۹)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جمعہ کے دن غسل کا حکم دیتے تھے۔
(طحاوی صفحہ ۶۹)

حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جمعہ کے دن غسل کرنا بالوں کی جڑوں سے گناہ کھینچ لاتا ہے۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۱۷۴)

فائدہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن غسل کا اہتمام کرنا سنت ہے جس پر عہد نبوت سے اب تک تعامل ہے، اس دن غسل کے متعلق بکثرت روایات ہیں جس میں جمعہ میں غسل کی تاکید کی گئی ہے چنانچہ بعضوں کے نزدیک غسل واجب ہے۔ (فتح جلد ۲ صفحہ ۳۶۱)

ویسے بھی غسل روزانہ یا ایک دو دن کے بعد نہ کر سکے تو ہفتہ میں ایک بار صحت اور نظافت کے اعتبار سے کرنا ضروری ہے اور وہ دن جمعہ کا بہتر ہے۔ غسل جمعہ کی نماز کے اہتمام کے لئے ہے، ملا علی نے مرقات میں اس غسل کو سنت موکدہ لکھا ہے۔ (صفحہ ۲۶۱)

جمہور علماء نے جمعہ کے لئے جمعہ سے قبل کرنا مستحب قرار دیا ہے تا کہ نظافت غسل کے ساتھ جمعہ میں شرکت ہو۔ غسل سے نظافت حاصل ہوتی ہے اور نظافت اللہ کو پسند ہے بڑی گندگی اور دناءت کی بات ہے کہ آدمی ہفتہ میں بھی غسل نہ کرے، شرح احیاء میں ہے کہ غسل کی وجہ سے تکبیر کے بجائے تاخیر ہو تب بھی غسل کرنا اولیٰ ہے۔ (صفحہ ۲۵۸، فتح الباری صفحہ ۳۵۸)

غسل کا وقت

عینی میں ہے کہ غسل کا وقت جمعہ کے دن فجر کے بعد سے شروع ہو جاتا ہے۔ (صفحہ ۶۰، صفحہ ۱۷۵)

جمہور علماء بھی اسی کے قائل ہیں شرح احیاء میں ہے کہ اگر جامع مسجد فجر کے بعد جائے تو فجر کے بعد ہی غسل کرے اور جمعہ کی نماز کے وقت مسجد جائے تو اس سے پہلے غسل کرے۔ (جلد ۳ صفحہ ۲۴۳)

ایک قول علامہ عینی نے یہ بھی لکھا ہے کہ جمعرات یا شب جمعہ کو غسل کر لیا تو یہ بھی کافی ہے سنت ادا ہو جائے گی۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۱)

مگر یہ قول جمہور علماء اور تعامل کے خلاف ہے اور مفہوم حدیث جو غسل جمعہ سے متعلق ہے اس کے بھی خلاف ہے۔

خیال رہے کہ غسل جمعہ سے قبل سنت ہے جمعہ کے بعد سنت کا ثواب نہ پائے گا، چنانچہ ابن عبدالبر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ کوئی جمعہ کے بعد غسل کرے گا تو غسل مسنون نہ ہوگا۔

(استذکار صفحہ، اتحاف السادہ جلد ۳ صفحہ ۲۲۷، فتح الباری صفحہ ۳۵۸)

اگر جمعہ کے دن عرفہ یا عید بقر عید ہو جائے تو ایک ہی غسل کافی ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۱۶۶)

عورتوں اور بچوں پر بھی غسل جمعہ مسنون ہے

شقیق اپنے اہل خانہ مردوں اور عورتوں کو جمعہ کے دن غسل کرنے کہا کرتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۰)

شرح مسند میں ہے کہ جس طرح مردوں پر جمعہ کا غسل سنت ہے اسی طرح عورتوں پر بھی سنت ہے۔

(الفتح الربانی جلد ۶ صفحہ ۵۷)

پس عورتوں کو بھی چاہئے کہ جمعہ کے دن غسل کا اہتمام کریں ان کو بھی غسل مسنون کا ثواب ملے گا۔

بعض روایتوں کے اعتبار سے عورتوں کے بھی غسل کرنے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے شرح مہذب میں ہے کہ شوافع مالکیہ اور جمہور علماء کے نزدیک عورتوں کے لئے بھی سنت ہے۔ (جلد ۴ صفحہ ۵۳۶)

بچوں کو بھی غسل کرا دیا جائے تا کہ وہ بڑے ہو کر اس سنت کے پابند رہیں اور امت کا اس پر تعامل بھی ہے۔

مسافروں پر غسل جمعہ

حضرت عمر سفر میں غسل کرتے تھے، اسود علقمہ بھی سفر میں جمعہ کے دن غسل کرتے تھے۔ (چونکہ جمعہ پڑھنا نہیں ہوتا تھا) اس کے برخلاف حضرت طلحہ، طاؤس مجاہد سفر میں غسل جمعہ نہیں کرتے تھے۔

(عمدۃ جلد ۵ صفحہ ۱۷۰، انحاف جلد ۳ صفحہ ۳۴۸)

فائدہ: چونکہ مسافرین پر جمعہ نہیں لہٰذا غسل بھی سنت نہیں، تاہم اگر جمعہ کا موقعہ ہو تو غسل کر کے جمعہ میں شریک ہونا بہتر ہے یا نظافت کے لئے جمعہ کا غسل کر لینا گو سنت تو نہیں بہتر ہے۔

غسل کے بجائے وضو پر اکتفاء کی اجازت

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جمعہ کے دن وضو کیا اس نے بھی ٹھیک کیا اور جس نے غسل کیا اس نے افضل اور بہتر کیا۔

(ابوداؤد، ترمذی صفحہ ۱۱۱، نسائی صفحہ ۲۰۹، طحاوی صفحہ ۱۷)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جمعہ کے دن وضو کیا اس نے بھی ٹھیک کیا اور جس نے غسل کیا اس نے افضل کیا۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۱۷۵، طحاوی صفحہ ۱۷، طیالسی فتح المعبود جلد ۱ صفحہ ۱۴۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن غسل فرماتے اور کبھی نہ فرماتے چھوڑ دیتے۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۱۷۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا، کیا جمعہ کا غسل واجب ہے فرمایا واجب تو نہیں ہاں مگر صفائی اور بہتر ہے غسل کرے تو اچھا ہے نہ کرے تو کوئی واجب (کا ترک) نہیں (کہ اس کا گناہ ہو)۔

(طحاوی جلد ۱ صفحہ ۶۹)

فائدہ: جمہور علماء کے نزدیک غسل مستحب ہے عذر یا بلا عذر کے نہ کر سکے اور وضو صرف کرے تو یہ بھی جائز ہے اور اس میں کوئی گناہ نہیں خطابی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ بلا غسل کے نماز جمعہ صحیح ہے۔

(فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۳۶۱)

ابن عبدالبر مالکی نے لکھا ہے کہ جو بغیر غسل کے جمعہ پڑھ لے اس کا جمعہ بالاتفاق صحیح ہو جائے گا۔

(الاستذکار صفحہ ۴)

اسی وجہ سے کہ واجب نہیں کہ آپ جمعہ میں غسل نہ فرماتے، مگر جو لوگ بیچ میں غسل نہیں کرتے ہیں ان کو تو ہفتہ میں ایک دن جمعہ کے دن غسل نظافت کے لئے ضرور کرنا چاہئے۔

غسل جنابت کے علاوہ غسل جمعہ کرنا مسنون ہے

حضرت عبداللہ بن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں غسل کر رہا تھا کہ حضرت ابی تشریف لائے، تو انہوں نے پوچھا، یہ تمہارا غسل جنابت کا ہے یا جمعہ کا میں کہا جنابت کا کہا دوبارہ پھر غسل کرو، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے جو جمعہ کے دن غسل کرتا ہے تو اس کی طہارت دوسرے جمعہ تک باقی رہتی ہے۔ (طبرانی، ترغیب، جلد ا صفحہ ۴۹۷)

حضرت ابی کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے غسل کی سنت کا ثواب جمعہ کی نیت اور جمعہ کے لئے غسل کرنے سے ملے گا۔

پس اس سے بھی معلوم ہوا کہ وہ غسل جنابت جو فجر سے قبل کیا گیا ہو اس غسل سے جمعہ کے غسل کی سنت ادا نہ ہوگی، بلکہ جمعہ کے دن یا جمعہ کی نماز سے قبل کے غسل سے سنت کی ادائیگی کا ثواب ملے گا۔

مسند احمد کی شرح میں ہے کہ تمام جمہور علماء اس کے قائل ہیں کہ فجر سے قبل کا غسل جمعہ کے غسل (مسنون) کے لئے کافی نہ ہوگا، سوائے امام اوزاعی کے نزدیک، البتہ فجر کے بعد کا غسل جمعہ کے لئے کافی ہو جائے گا، مگر امام مالک اس بات کے قائل ہیں کہ نماز جمعہ اور غسل کے درمیان اتصال ضروری ہے غسل کرتے ہی فوراً جمعہ کی جانب کوچ کرے، ابوداؤد ظاہری اس کے قائل ہیں کہ جمعہ کے دن ہونا کافی ہے حتیٰ کہ جمعہ کی نماز کے بعد بھی کرے گا تو غسل مسنون ادا ہوگا جمہور علماء کے نزدیک نماز سے قبل ہی غسل مسنون ہو سکتا ہے۔

(الفتح الربانی صفحہ ۵۶)

غسل نماز جمعہ کے لئے یا جمعہ کے دن کے لئے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی (نماز) جمعہ کے لئے آئے تو غسل کرے۔ (بخاری صفحہ ۱۲۰، نسائی صفحہ ۲۰۴)

فائدہ: ان جیسی روایتوں کے پیش نظر امام مالک نے اور لیث نے فرمایا کہ جو شروع ہی دن میں غسل کرے، اور نماز جمعہ کے آنے کے وقت نہ کرے تو اس کا غسل جمعہ کے لئے کافی (باعث ثواب) نہ ہوگا۔

(استذکار جلد ۵ صفحہ ۳۶)

امام مالک کے نزدیک غسل کے بعد متصلاً مسجد میں جانا ہے جمہور کے نزدیک یہ اتصال سنت نہیں، فجر کے بعد کے غسل سے بھی سنت ادا ہو جائے گی۔ (معارف السنن جلد ۴ صفحہ ۳۲۲)

بعض علماء کی رائے ہے کہ اسی غسل سے جمعہ کی نماز پڑھے غسل اور جمعہ کے درمیان وضو نہ ٹوٹے ہمارے نزدیک یہی بہتر ہے، ابن سیرین مستحب سمجھتے تھے کہ غسل اور جمعہ کے درمیان حدث (بے وضوئی) لاحق نہ ہو

جائے۔ (ابن عبدالرزاق صف ۲۰۱، معارف السنن صفحہ ۱۱)

اس کی تائید صحابہ کرام کے اس عمل سے بھی ہوتی ہے کہ بعض صحابہ وضوٹوٹنے پر دوبارہ غسل فرماتے۔

(ابن عبدالرزاق صفحہ ۲۰۲)

امام شافعی، امام ابوحنیفہ، حسن بصری، ابراہیم نخعی، امام احمد، اسحٰق، ابوثور اور طبری کہتے ہیں کہ فجر کے بعد شروع دن میں غسل کیا، تو جمعہ کا غسل ہو جائے گا۔ (الاستذکار جلد ۵ صفحہ ۳۷)

ظاہر الروایۃ میں ہے کہ امام صاحب کے نزدیک غسل نماز جمعہ کے لئے ہے یہی رائے امام ابو یوسف کی ہے، البتہ امام محمد اور حسن بن زیاد کے نزدیک جمعہ کے دن کے لئے ہے۔ ابن عبدالبر مالکی نے لکھا ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جس نے جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد غسل کیا وہ غسل سنت کا ادا کرنے والا نہ ہوگا۔

(الاستذکار جلد ۵ صفحہ ۳۶)

ابن عبدالبر نے جمہور کا مسلک یہ لکھا ہے کہ غسل دن جمعہ کے لئے نہیں ہے۔

امام نووی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے شرح مہذب میں لکھا ہے کہ اگر فجر سے قبل غسل جمعہ کے لئے غسل کر لیا تو جمہور علماء کے نزدیک غسل جمعہ نہ ہوگا۔ (صفحہ ۵۳۶)

غسل کرنے کے بعد جمعہ سے پہلے وضوٹوٹ جائے تو

حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی سے منقول ہے کہ جمعہ کے دن غسل کے بعد ان کا وضوٹوٹ جاتا تو وضو کر لیتے دوبارہ غسل نہ کرتے۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۲۰۲، ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۹، استذکار صفحہ ۳۸)

حضرت مجاہد کہتے ہیں اگر بے وضو ہو جائے تو وضو کر لے اسی طرح حضرت عطا فرماتے (ابن عبدالرزاق صفحہ ۱۱)

فَائِدَۃ: اگر جمعہ سے قبل غسل کیا اور ابھی جمعہ کی نماز پڑھی نہیں کہ وضوٹوٹ گیا تو ایسی صورت میں اب غسل دوبارہ کرنے کی ضرورت نہیں وضو کر لے غسل کا ثواب مل جائے گا، شرح بخاری فیض الباری میں ہے کہ دوبارہ غسل کرنے کی ضرورت نہیں وضو کر کے پڑھ لے ثواب پا جائے گا۔ (فیض الباری جلد ۲ صفحہ ۲۳۲)

جمعہ کے غسل سے جمعہ کی نماز پڑھنا بہتر ہے

ابراہیم لیثی کہتے ہیں کہ حضرات صحابہ مستحب سمجھتے تھے کہ جمعہ کے غسل اور نماز کے درمیان حدث (وضو ٹوٹنا) نہ ہو یہاں تک کہ اگر وضوٹوٹ جاتا تو غسل دوبارہ کرتے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۹۹)

حضرت قتادہ اور یحییٰ بن کثیر کہتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام اس بات کو مستحب جانتے تھے کہ جمعہ کے دن شروع میں غسل کر لے پھر وضوٹوٹ جائے تو دوبارہ غسل کر لے۔ (مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۲۰۲)

ہشام کہتے ہیں کہ حضرت ابن سیرین مستحب فرماتے تھے کہ غسل اور وضو کے درمیان وضو نہ ٹوٹے (اسی وضو سے جمعہ ادا ہو جائے)۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۹۹، استذکار صفحہ ۱۱)

فائدہ: بہتر اور مستحب ہے کہ اس وقت غسل کرے کہ غسل کا وضو باقی رہے اور اسی سے جمعہ پڑھے اسی لئے مالکیہ کے نزدیک غسل کے بعد متصلاً جانا سنت ہے لیکن اگر غسل کا وضو باقی نہ رہا تو اسلاف کرام سے دونوں قول اور عمل ثابت ہیں۔

حسب سہولت جس پر چاہے عمل کرے جمہور علماء کے نزدیک غسل کے بعد دوبارہ غسل نہ کرے گا تب بھی غسل کا ثواب پائے گا۔

جمعہ کے لئے مسواک کی تاکید

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کا غسل ہر بالغ پر لازم ہے اور یہ مسواک کرے اور عطر ہو تو عطر لگائے۔ (بخاری صفحہ ۱۲۱، سنن کبریٰ صفحہ ۲۴۲)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں پر حق ہے کہ جمعہ کے دن مسواک کا اہتمام کرے اور اچھے کپڑے پہنے، خوشبو ہو تو خوشبو لگائے۔

(بخاری صفحہ ۱۲۱، عمدۃ القاری، ابن ابی شیبہ، سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۲۴۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن جو مسلمانوں کے اجتماع کا دن ہے فرمایا اسے اللہ پاک نے تمہارے لئے اسے عید کا دن بنایا ہے، غسل کرو مسواک کرو۔

(سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۲۴۳)

ابن سباق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غسل کرو خوشبو ہو تو خوشبو لگاؤ اور مسواک کرو۔

محمد بن عبدالرحمٰن بن ثوبان کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مسلمان پر حق ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرے۔ (سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۲۴۳)

خوشبو لگائے مسواک کرے۔ (الفتح الربانی جلد ۶ صفحہ ۵۱)

فائدہ: امام بخاری نے کتاب الجمعہ میں السواک یوم الجمعہ سے جمعہ کے دن مسواک کے اہتمام کو واضح کیا ہے۔ (بخاری صفحہ ۱۲۲)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ وضو اور غسل کی تکمیل طہارت کے لئے مسواک لازم ہے۔

عطر اور خوشبو کا اہتمام سنت ہے

حضرت سلمان فارسی کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو جمعہ کے دن غسل کرے حسب استطاعت نظافت حاصل کرے، اپنا تیل یا اپنی خوشبو لگائے، اور دو آدمیوں کے بیچ میں گھسے بغیر پھر جس قدر ہو سکے نماز پڑھے پھر امام کے خطبہ کے وقت خاموش رہے تو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (بخاری صفحہ ۱۲۴)

فائدہ: اپنا تیل یا خوشبو کا مطلب یہ ہے چونکہ ہر آدمی اپنے پاس عطر رکھتا ہے اسی لئے کہا گیا، مرقاۃ میں لکھا ہے کہ اس سے اشارہ ہے اس بات کی طرف آدمی اپنے پاس عطر اور خوشبو رکھے اس کا ذخیرہ رکھے۔ (صفحہ ۴۵۶)

افسوس کہ آج یہ سنت متروک ہوگئی ہے، لوگ کپڑے اور جوتے کا ذخیرہ رکھتے ہیں مگر عطر کا نہیں، امام بخاری نے خصوصیت کے ساتھ "الطیب للجمعة، الدھن للجمعة" قائم کر کے خوشبو کے استعمال کی اہمیت اور مسنونیت کو واضح کیا ہے۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۲۱)

ملا علی قاری نے مرقات میں لکھا ہے کہ علامہ طیبی نے جمعہ کے دن خوشبو عطر کو سنت موکدہ قرار دیا ہے۔ (مرقات صفحہ ۲۶۱)

جمعہ کے دن عطر کا استعمال بالاتفاق سنت ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے واجب قرار دیتے ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح جلد ۴ صفحہ ۴۷۰)

عینی میں ہے کہ اپنے پاس خوشبو عطر کا اہتمام رکھنا سنت ہے۔ (عمدہ صفحہ ۱۷۵)

تاکید ہے کہ اس کے پاس خوشبو اتفاقاً نہ ہو تو اہل خانہ سے لے کر خوشبو لگائے تب جمعہ کی نماز کو جائے۔

جمعہ کے لئے بہتر لباس پہنے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو جمعہ کو غسل کرے اور خوشبو لگائے اور اچھے کپڑے پہنے اور طمانیت کے ساتھ نکلے، مسجد آئے پھر جتنی چاہے نماز پڑھے اور کسی کو تکلیف نہ دے پھر خاموش رہے اور امام کے آنے تک نماز پڑھے اور کسی کو تکلیف نہ دے پھر خاموش رہے اور امام کے آنے تک نماز پڑھے تو اس کے لئے دونوں جمعوں کا کفارہ ہوگا۔ (مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۴۲۰، زاد المعاد صفحہ ۳۸۱)

ابن قیم لکھتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ جمعہ کے دن بہتر کپڑا اپنی وسعت کے مطابق زیب تن کرے۔ (زاد المعاد صفحہ ۳۸۱)

علامہ شعرانی لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ جمعہ کے دن عمدہ لباس زیب تن کی ترغیب دیتے تھے۔ (کشف الغمہ جلد ۱ صفحہ ۱۴۲)

ابن ابی لیلیٰ نے بیان کیا کہ میں نے اصحاب بدر اور اصحاب شجرہ (جو صحابہ میں ممتاز تھے) کو دیکھا کہ جمعہ کے دن عمدہ کپڑا پہنتے عطر ہوتا تو عطر لگاتے پھر جمعہ کو جاتے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۵۶)

علامہ طیبی نے احسن ثیاب سے مراد سفید کپڑے لئے ہیں گویا ان کے نزدیک سفید کپڑا جمعہ میں بہتر ہے۔ (مرقاۃ جلد ۴ صفحہ ۱۷۴)

شرح مہذب میں ہے کہ سفید کپڑا بہتر ہے۔ (جلد ۴ صفحہ ۴۳۸)

جمعہ کے لئے خاص لباس رکھتے اسے پہنتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو کپڑے تھے جسے آپ جمعہ کے دن پہنتے تھے پھر جب واپس آتے تو اسے لپیٹ کر رکھ دیتے۔ (مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۱۷۱)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ اور عیدین میں لال یمنی چادر زیب تن فرماتے۔ (سبل الہدیٰ، سنن کبریٰ، شرح مہذب جلد ۴ صفحہ ۵۳۸)

فائدہ: جس طرح مردوں پر عمدہ کپڑا ہے اسی طرح بچوں اور عورتوں پر بھی ہے۔ (شرح مہذب جلد ۴ صفحہ ۵۳۸)

فائدہ: جمعہ کے لئے اچھے اور بہتر خوشنما کپڑے سے مزین ہونا مستحب ہے۔ (اتحاف جلد ۳ صفحہ ۲۵۳)

امام بخاری نے باب "یلبس احسن ما یجد" قائم کر کے اسی طرف اشارہ کیا ہے موجودہ کپڑوں میں بہتر کپڑے پہنے۔ (بخاری صفحہ ۱۲۱)

بالاتفاق تمام علماء کے نزدیک اچھے کپڑے اچھی ہیئت مستحب ہے۔ (مرقاۃ جلد ۴ صفحہ ۴۷۰)

نیا کپڑا ہو تو اسے جمعہ کے دن سے شروع کرے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ کوئی نیا کپڑا پہنتے تو اسے جمعہ کے دن پہنتے۔ (سبل الہدیٰ)

جمعہ کے دن عمامہ کا اہتمام

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن عمامہ پہنتے۔ (سبل الہدیٰ صفحہ ۲۰۷)

حضرت ابوہریرہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں نکلے جمعہ کے دن مگر عمامہ باندھے ہوئے تھے، اگر عمامہ نہ ہوتا تو کپڑے کا ٹکڑا ہی لپیٹ لیتے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۲۰۸)

فائدہ: امام کے لئے خصوصیت کے ساتھ تاکید ہے کہ مقتدی کے مقابلہ میں اچھی ہیئت خوشنما کپڑے اور عمامہ کے ساتھ ہونا مستحب ہے۔ (اتحاف السادہ، صفحہ ۲۵۳، شرح مہذب جلد ۴ صفحہ ۵۳۸)

گاؤں اور دیہات والوں پر جمعہ نہیں

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ان پانچ لوگوں پر جمعہ نہیں ہے عورت، مسافر، غلام، بچے اور گاؤں والوں پر۔ (مجمع صفحہ ۱۷۰، طبرانی، کنز صفحہ ۲۲۷)

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نہ جمعہ نہ تکبیر تشریق نہ عید نہ بقرعید ہے مگر شہر والوں پر یا (شہر کی جامع مسجد میں)۔ (بنایہ صفحہ ۸۹۷، ابن عبدالرزاق صفحہ ۱۶۷)

حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ دیہات والوں پر جمعہ نہیں ہے بلکہ اہل شہر پر ہے جو مدینہ کے مانند ہو۔

(بنایہ صفحہ ۱۱)

حضرت ابن جریج نے عمر بن دینار سے نقل کیا ہے کہ ہمیں یہ پہنچا ہے کہ نہیں ہے جمعہ مگر بڑی بستی میں۔

(صفحہ ۶۹)

حضرت ابوبکر محمد بن عمر بن حزم نے اہل قباء اہل ذوالحلیفہ اور چھوٹی بستی والوں کو حکم دیا کہ وہ خود جمعہ قائم نہ کریں اور جمعہ کے لئے شہر مدینہ میں آئیں۔ (مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۱۶۹)

ابوعبدالرحمٰن سلمی نے حضرت علی کا قول نقل کیا ہے، جمعہ اور تکبیر تشریق صرف جامع مسجد میں ہے، اور وہ بصرہ، کوفہ، مدینہ، بحرین، مصر، شام جزیرہ، اور کبھی یمن یمامہ کو شہر کہتے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے منقول سے ظاہر ہے انہوں نے آپ سے ہی اخذ کیا ہوگا پس یہ مرفوع کے حکم میں ہے۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۱۶۸)

حضرت حسن بصری اور محمد بن سرین کہتے ہیں کہ جمعہ شہر والوں پر ہے۔ (ابن ابی شیبہ، اعلاء صفحہ ۲۴)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے پوچھا گیا کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان جو بستیاں ہیں ان میں جمعہ ہوگا تو آپ نے جواب دیا کہ اگر وہاں امیر کا قیام ہو تو جمعہ جائز ہے۔ (سنن کبریٰ، اعلاء جلد ۸ صفحہ ۱۱)

ظاہر ہے امیر، قاضی، چھوٹی بستیوں اور دیہات میں نہیں ہوتے جیسے ہمارے دور میں تھانہ تحصیل، کچہری، پوسٹ آفس وغیرہ بس معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر کے نزدیک بھی خالص دیہاتی علاقوں میں درست نہیں، یہی رائے عمر بن عبدالعزیز کی بھی ہے جو خلیفہ راشد ہیں۔ (اعلاء جلد ۸ صفحہ ۱۲)

خیال رہے کہ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور حذیفہ کا اثر موقوف حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔

(اعلاء جلد ۸ صفحہ ۲۴)

علامہ ابوبکر جصاص رازی نے بیان کیا کہ فقہاء امصار کا اس پر اتفاق ہے کہ جمعہ کے لئے مخصوص ہی مقامات ہیں، ہر جگہ جمعہ قائم کرنا درست نہیں، اس پر اجماع منعقد ہے کہ وادیوں میں، چشموں کے مقام پر جہاں

کچھ لوگ ہوں جمعہ درست نہیں اسی طرح ہمارے اصحاب ''احناف'' نے کہا یہ شہری علاقوں اور قصبوں میں قائم کیا جائے گا، دیہاتوں میں نہیں یہی رائے سفیان ثوری عبید اللہ ابن الحسن کی ہے۔ (اعلاء جلد۸ صفحہ۴)

ابن ماجہ کی حدیث ابن عمر سے جس میں ہے کہ اہل قبا آپ کے ساتھ جمعہ پڑھتے تھے معلوم ہوا کہ اس وقت قباء میں دیہات اور مدینہ سے الگ ہونے کی بنیاد پر درست نہیں تھا، ورنہ بجائے یہاں مدینہ آنے کے حکم دیتے۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ عرب کے قبیلہ والے جو مدینہ کے اطراف (دیہات) میں رہنے والے جمعہ نہیں پڑھتے تھے اور نہ آپ نے ان کو حکم دیا۔ (تخلیص الحبیر صفحہ۵۷)

کن لوگوں پر جمعہ واجب ہے اور کن پر نہیں

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو خدائے پاک اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس پر جمعہ کے دن جمعہ پڑھنا ہے، وہاں مگر مریض پر مسافر پر عورت پر بچے پر اور غلام پر واجب نہیں۔
(دارقطنی جلد۲ صفحہ۳، کنزالعمال جلد۷ صفحہ۷۲۶)

حضرت ابن شہاب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے جمعہ پوری جماعت (مسلمین) پر واجب ہے سوائے چار کے یہ غلام بچہ، مریض اور عورت پر۔ (ابوداؤد)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسافر پر جمعہ نہیں ہے۔
(دارقطنی صفحہ۴)

ام عطیہ کہتی ہیں کہ ہم (عورتوں کو) جنازے کے پیچھے چلنے سے منع کر دیا گیا اور یہ کہ ہمارے اوپر جمعہ نہیں ہے۔ (ابن خزیمہ، تلخیص جلد۲ صفحہ۷۰)

حضرت حسن نے کہا اگر نابینا کوئی قائد مسجد سے لے جانے والا نہ پائے تو اس پر جمعہ نہیں اگر مسجد لے جانے والا ہے تو اس پر جمعہ ہے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ۱۵۴)

ابراہیم نخعی نے بیان کیا کہ قیدیوں پر جمعہ نہیں ہے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ۱۶۰)

علامہ عینی نے بنایہ میں لکھا ہے کہ نابینا کا کوئی قائد ہو تو اس پر بھی واجب ہے۔ (جلد۲ صفحہ۷۸۶)

بذل میں ہے کہ اجماع ہے کہ نابینا، قائد نہ پائے تو اس پر جمعہ نہیں ہے۔ (صفحہ۱۶۹)

امام اعظم کے نزدیک قائد ہونے پر بھی مستحب ہے واجب نہیں۔ (بذل، شامی صفحہ۱۵۴)

بھینگے اور ضعیف البصر پر جمعہ واجب ہے، علامہ شامی کی رائے ہے کہ جو نابینا بلا قائد اور رہنما کے بازاروں اور گلیوں میں چل پھر لیتے ہوں ان پر واجب ہے۔ (صفحہ۱۵۴)

سخت بارش کی وجہ سے جمعہ میں حاضر نہ ہونے کی اجازت

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے سخت بارش کے موقعہ پر مؤذن سے کہلوایا کہ اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو۔ (بخاری صفحہ ۱۲۳)

شرح منیہ میں ہے کہ اگر ایسا مرض ہے کہ جامع مسجد نہیں جاسکتا یا یہ کہ جانے سے مرض بڑھ جائے یا صحت میں دیر ہو جائے، یا زیادہ ضعیف اور بوڑھا ہو جامع مسجد نہیں جاسکتا تو ان تمام صورتوں میں جمعہ واجب و لازم نہیں۔ (حلبی کبیری صفحہ ۵۴۹)

فَائِدَہ: درمختار میں ہے کہ شدید بارش ہو کیچڑ ہو برف باری ہو رہی ہو تو جمعہ میں حاضر نہ ہونے کی اجازت ہے گھر میں ظہر پڑھ لے۔ (شامی صفحہ ۱۵۴)

مسافرین پر جمعہ واجب نہیں

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا مسافر پر جمعہ نہیں ہے، ابن مسیب نے کہا مسافر پر جمعہ نہیں ہے۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۱۷۴)

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حدیث میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا، مسافر پر جمعہ نہیں ہے۔ (دارقطنی جلد ۲ صفحہ ۳)

شرح مسند احمد میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سفر فرماتے تھے مگر سفر میں جمعہ نہیں پڑھتے تھے، آپ جمعہ کے دن عرفہ (حجۃ الوداع کے موقع پر) میں تھے آپ نے اس وقت ظہر اور عصر ایک وقت میں پڑھیں جمعہ نہیں پڑھا۔

حضرات خلفاء راشدین حج وغیرہ کا سفر فرماتے ان میں سے کوئی جمعہ نہیں پڑھتے تھے اسی طرح حضرات صحابہ کرام اور ان کے بعد کے حضرات کا عمل تھا، حضرت حسن سے منقول ہے کہ عبدالرحمٰن بن سمرہ کے ساتھ میں نے کابل میں سالوں قیام کیا نماز میں بھی قصر کیا اور جمعہ بھی نہیں پڑھتے تھے۔

حضرت انس نے ایک سال تک یا دو سال نیشاپور میں قیام کیا اور جمعہ نہیں پڑھتے، ابن منذر نے اس سنت پر اجماع نقل کیا ہے کہ مسافرین پر جمعہ نہیں لہٰذا اس کی مخالفت درست نہیں۔ (الفتح الربانی جلد ۶ صفحہ ۳۱)

شرح منیۃ میں ہے کہ مسافروں پر جمعہ کے نہ ہونے پر ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کا اجماع ہے۔ (صفحہ ۵۴۸)

فَائِدَہ: خیال رہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مسافرین حضرات خود جمعہ قائم نہیں کر سکتے، ہاں البتہ شہر یا قصبہ میں مقیم حضرات جو جمعہ پڑھیں گے اس میں شریک ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح مسافر جمعہ کی نماز پڑھا سکتا ہے اس کی امامت کر سکتا ہے۔

علامہ نووی نے اس پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے کہ مسافر جمعہ کی امامت کر سکتا ہے۔ (شرح مہذب جلد ۴ صفحہ ۲۵۰)

مدینہ سے قریبی بستی کے لوگ جمعہ پڑھنے آتے

حضرت ثوری کی روایت میں ہے کہ اہل قباء کے اصحاب نبی ﷺ نے ذکر کیا کہ ہم لوگوں کو آپ نے حکم دیا کہ قباء سے جمعہ کے لئے آئیں۔ (ترمذی صفحہ۱۱۲، تلخیص جلد۲ صفحہ۵۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ (قرب مدینہ کے لوگ) اور عوالی کے باشندے باری بنا کر جمعہ کے لئے آتے۔ (سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ۱۷۳، بخاری، مسلم)

سعید بن زید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام شجرہ میں تھے جو مدینہ سے چھ میل کے فاصلے پر تھا، یہ جمعہ میں (مدینہ) آتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمر طائف سے دو میل کے فاصلہ پر تھے وہاں سے جمعہ کے لئے آتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ۱۰۲)

زہری نے بیان کیا کہ ذوالحلیفہ کے باشندے جو مدینہ سے چھ میل کے فاصلے پر تھے جمعہ میں حاضر ہوتے تھے۔ (سنن کبریٰ، ابن ابی شیبہ صفحہ۱۰۲)

عطاء بن رباح نے ذکر کیا کہ اہل منیٰ جو مکہ سے تین میل کے فاصلے پر تھے جمعہ میں حاضر ہوتے تھے۔
(سنن کبریٰ صفحہ۱۷۳)

حضرت سعد سات میل کے فاصلہ پر رہتے تھے کبھی جمعہ میں آتے تھے اور کبھی نہیں آتے تھے۔
(ابن ابی شیبہ صفحہ۱۰۲)

حضرت ابوعروہ مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر رہتے تھے جمعہ میں نہیں آتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ۱۰۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ قباء کے لوگ آپ ﷺ کے پاس جمعہ میں آتے تھے۔
(ابن ماجہ، اعلاء جلد۸ صفحہ۱۵)

فائدہ: قباء مدینہ سے تین میل کے فاصلہ سے ایک بستی یا ایک بڑا سا محلہ تھا، اب تو کثرت آبادی کی وجہ سے مدینہ ہی میں داخل ہے، چھوٹی بستی ہونے کی وجہ سے وہاں جمعہ نہیں پڑھا جاتا تھا، وہاں کے لوگوں پر جمعہ نہیں تھا، اسی طرح شجرہ اور ذوالحلیفہ میں اسی وجہ سے قباء میں سب لوگ حاضر نہیں ہوتے تھے بلکہ یکے بعد دیگر باری باری سے آتے تھے، آپ ﷺ نے اس وجہ سے یہ حکم دیا تھا تاکہ آپ کی زیارت سے مشرف ہوں اور دینی امور سیکھیں۔ (معارف السنن صفحہ۳۴۷)

اس سے معلوم ہوا کہ شہر کے قریب گاؤں اور چھوٹی بستیاں جہاں جمعہ منعقد نہیں ہوتا ہو وہاں کے لوگ شہر اور قصبہ میں جمعہ کے لئے آیا کریں تاکہ وعظ اور دینی مسائل سیکھ سکیں۔

ان روایت مذکورہ کا خلاصہ نکلا کہ شہر سے قریب گاؤں اور دیہات والے جن پر گو جمعہ فرض نہیں مگر جمعہ میں

شریک ہونا بہتر اور مستحب ہے، چنانچہ اعلاء السنن میں جن مقامات میں جمعہ درست نہیں وہاں کے لوگوں کو جو قریب ہوں جمعہ کے لئے آنا مستحب ہے، ہاں مگر یہ کہ وہاں کی مسجد جماعت (ظہر وعصر سے) ویران نہ ہو جائے۔ (جلد۸ صفحہ۶)

شہر سے متصل یا قریبی علاقے میں رہنے والوں پر جمعہ

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ان لوگوں پر جمعہ ہے جو شریک ہو کر شام سے پہلے گھر آسکتے ہیں۔ (ترمذی صفحہ۱۱۲)

حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جمعہ ان لوگوں پر ہے جو جمعہ کی اذان سنتے ہیں۔ (ابوداؤد صفحہ۱۵۱، سنن کبریٰ صفحہ۱۷۳)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ اہل شہر پر خواہ اذان کی آواز آئے یا نہ آئے سب کے نزدیک جمعہ واجب ہے۔

(نیل الاوطار جلد۳ صفحہ۲۲۶)

اس دور میں اذان کی آواز کا خصوصاً اعتبار نہیں، گھنی آبادی کی وجہ سے چند گھروں سے زیادہ آواز مؤذن کی نہیں جاسکتی اور لاؤڈ اسپیکر سے بھی شہروں محلوں میں جو ذرا فاصلے سے ہوں نہیں پہنچ سکتی، اور شہر کے بالکل کنارے کے مسجد کی آواز فاصلہ سے ہونے والی دیہات میں پہنچ سکتی ہے، اس لئے فقہاء نے اذان سننے کو معیار نہیں بنایا۔

حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ عرب کے قبیلے والے جو مدینہ کے اردگرد تھے، وہ جمعہ نہیں پڑھتے تھے اور آپ نے نہ ان کو حکم دیا۔ (تلخیص الحبیر جلد۲ صفحہ۵۷)

اعلاء السنن میں ہے ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایہ میں ہے کہ جمعہ انہیں پر واجب ہے جو شہر قصبہ میں ہوں یا اس سے متصل آبادی میں ہوں اس کے قریب دیہاتوں پر نہیں۔ (صفحہ۲۹)

عینی نے شرح بخاری عمدۃ القاری میں ذکر کیا ہے کہ جو لوگ شہر اور قصبہ کے اس آخری حدود اور مسافت میں رہتے ہیں جو جمعہ میں شریک ہوکر شام کو رات شروع ہونے قبل پیدل آسکتے ہیں ان پر جمعہ لازم ہے۔

(معارف السنن صفحہ۳۵۲)

درس ترمذی میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا مسلک یہ ہے کہ جمعہ اس شخص پر واجب ہے جو شہر میں رہتا ہو یا شہر کے فناء میں، فناء سے باہر رہنے والوں پر جمعہ کی شرکت واجب نہیں اور فناء کی کوئی حد مقرر نہیں بلکہ شہر کی ضرورت جہاں تک بھی پوری ہوتی ہوں وہاں تک کا علاقہ شہر میں داخل ہے۔ (جلد۲ صفحہ۲۶۶)

درمختار میں ہے اگر کوئی آبادی شہر سے منفصل ہے اور جمعہ کے اذان کی آواز وہاں جاتی ہے تو جمعہ واجب

ہوگا، علامہ شامی نے بعض محققین کا قول نقل کرتے ہوئے اسے نا قابل تسلیم مانا ہے اور کہا کہ اذان کی آواز کا میل دومیل ہونے کا اعتبار نہیں۔ (صفحہ ۱۵۳)

علامہ شامی نے شہری حدود اور فناء ہی اصل مانا ہے حتیٰ کہ اگر بیچ میں کھیت وغیرہ کا فصل ہو جائے تب بھی یہ کھیت کے فصل سے کوئی حرج نہ ہوگا۔

آج کل شہری حدود بہت دور تک پھیلی ہوئی ہیں کچھ کچھ فاصلے سے آبادی اور دکانیں ہوتی ہیں مگر وہ بھی شہری حدود میں داخل ہیں۔

جمعہ کے لئے جماعت ضروری ہے دو آدمی کافی نہیں

ابن شہاب نے نبی پاک ﷺ سے نقل کیا ہے کہ جمعہ ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ واجب ہے، سوائے چار کے غلام، عورت، بچہ، مریض۔ (اعلاء صفحہ ۴۱، سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۱۷۲)

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ جمعہ جماعت ہی کی صورت میں واجب ہے ایک دو آدمی پر واجب نہیں بخلاف فرائض خمسہ کے۔

فائدہ: علامہ عینی نے بیان کیا کہ جمعہ کے لئے جماعت کا ہونا شرط ہے۔ (اعلاء جلد ۸ صفحہ ۴۱)

کبیری میں ہے کہ پانچویں شرط جمعہ کے لئے جماعت کا ہونا ہے جس پر اجماع ہے۔ (صفحہ ۵۵۷)

اس امر پر امت کا اجماع ہے کہ جمعہ کی نماز تنہا درست نہیں۔ (اعلاء صفحہ ۴۱)

فائدہ: ابن نجیم بحر میں لکھتے ہیں کہ جمعہ کے لئے شرط ہے کہ امام کے علاوہ تین آدمی کی جماعت کم از کم ہو، علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جمعہ کے لئے جماعت کا ہونا ضروری ہے البتہ جماعت کی مقدار کے بارے میں اختلاف ہے۔ حتیٰ کہ امام کے علاوہ تین آدمیوں میں غلام، بیمار، مسافر ہوں تب بھی صحیح ہے۔

(جلد ۱ صفحہ ۱۶۱، کبیری صفحہ ۵۵۷)

علامہ شوکانی نے نیل الاوطار میں ذکر کیا ہے کہ ابن منذر نے یہی قول اوزاعی ابوثور، امام مزنی، سیوطی سفیان ثوری اور لیث کا لکھا ہے اسی کے قائل اور مؤید ابوطالب ہیں (کہ امام کے علاوہ تین آدمی ہوں)۔

(نیل الاوطار جلد ۳ صفحہ ۲۳۲)

جہاں جمعہ شرعاً جائز ہو اور امام کے علاوہ تین آدمی بھی کم از کم نہ ہوں تو بجائے جمعہ کے یہ لوگ ظہر پڑھیں گے۔ اسی طرح جن دیہاتوں اور چھوٹی بستیوں میں جمعہ صحیح نہیں وہاں لوگ روزانہ کی طرح ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھیں گے۔

یوم جمعہ کے فضائل

جمعہ عید اور بقر عید سے بھی افضل ہے

حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جمعہ دنوں کا سردار ہے، اور اللہ کے نزدیک بڑے مرتبہ کا حامل ہے اور اللہ پاک کے نزدیک اس کی عظمت عید و بقر عید سے زائد ہے۔

(ابن ماجہ صفحہ ۷۶، بزار، ترغیب صفحہ ۴۹۰)

فائدہ: سال کے تمام دنوں میں جمعہ کا دن سب سے افضل ہے ابن عربی نے اسے عرفہ سے بھی افضل قرار دیا ہے محلی سے حاشیہ موطا میں منقول ہے جمعہ عرفہ سے افضل ہے چنانچہ شوافع کا ایک قول یہ ہے جمعہ کے افضل ہونے کی حدیث اصح ترین حدیث ہے بعضوں کی رائے یہ ہے کہ ہفتہ کے دنوں میں جمعہ اور سال کے دنوں میں عرفہ افضل ہے۔ (مرقاۃ جلد ۴ صفحہ ۴۲۲)

دنوں میں سب سے اچھا بہتر افضل ترین دن جمعہ ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا دنوں میں جس میں سورج نکلتا ہے سب سے بہترین دن جمعہ کا دن ہے۔ (مسلم صفحہ ۲۸۲، ابوداؤد، ترمذی، نسائی صفحہ ۲۰۳)

حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے دنوں میں افضل ترین دن جمعہ کا دن ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۵۰، نسائی صفحہ ۲۰۳، ابن ماجہ، ترغیب صفحہ ۴۹۱)

جمعہ کا دن مسلمانوں کا عید کا دن ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ آپ ﷺ نے جمعہ میں سے کسی جمعہ کے دن فرمایا یہ دن تمہارے لئے عید کا دن ہے پس غسل کرو، مسواک کا استعمال کرو۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۷۳، سنن کبریٰ صفحہ ۲۴۳)

علامہ شعرانی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ بکثرت فرمایا کرتے تھے کہ اے مسلمانوں کی جماعت جمعہ تمہارے لئے عید کا دن ہے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۴۳)

جمعہ کا دن سیّد الایام ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تمام دنوں کا سردار جمعہ کا دن ہے۔

(مجمع جلد ۲ صفحہ ۱۶۴)

حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کا دن دنوں کا سردار

ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۷۶)

کون کون سی چیزیں افضل ترین اشیاء ہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں تمہیں افضل ترین اشیاء نہ بتا دوں افضل ملائکہ حضرت جبرئیل افضل الانبیاء حضرت آدم ہیں افضل الایام یوم جمعہ ہے مہینوں میں افضل رمضان ہے راتوں میں افضل شب قدر ہے عورتوں میں افضل مریم بنت عمران ہے۔ (مجمع جلد۲ صفحہ ۱۶۵)

جمعہ ہی کے دن قیامت آئے گی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورج طلوع ہونے والے دنوں میں سب سے افضل ترین دن جمعہ ہے اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی دن جنت میں داخل ہوئے اسی دن جنت سے نکالے گئے، اور قیامت اسی دن قائم ہوگی۔ (مسلم صفحہ ۲۸۲، ترمذی صفحہ ۱۱۰، ابوداؤد صفحہ ۱۵۱)

فائدہ: یعنی قیامت جس دن قائم ہوگی وہ جمعہ کا دن ہوگا اسی وجہ سے جمعہ کے اول وقت میں تمام مخلوق خوف زدہ رہتے ہیں کہ آج قیامت نہ آجائے، اور مہینہ محرم کا ہوگا۔

جمعہ کے دن تمام مخلوق خوف زدہ

حضرت ابولبابہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مقرب فرشتہ نہ آسمان نہ زمین نہ ہوا نہ پہاڑ نہ سمندر مگر یہ کہ جمعہ کے دن سب خوف زدہ رہتے ہیں۔ (کہ قیامت نہ آجائے چونکہ جمعہ کے دن قیامت آئے گی)۔

کعب احبار نے کہا کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو آسمان زمین پہاڑ، سمندر اور تمام مخلوق سوائے ابن آدم اور شیاطین کے خوف زدہ ہوجاتے ہیں۔ (سفر السعادۃ صفحہ ۱۵۸)

انسان اور جنات کے علاوہ سب خوف زدہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں "طور" کی جانب گیا حضرت کعب احبار سے ملاقات ہوئی میں ان کے ساتھ بیٹھ گیا، انہوں نے مجھے تورات کی خبریں سنائی میں نے ان کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سناتے ہوئے کہا دنوں میں سب سے بہترین دن جمعہ کا دن ہے اسی دن حضرت آدم پیدا کئے گئے اسی دن زمین پر اتارے گئے اسی دن توبہ قبول کی گئی اسی دن وفات پائی، اسی دن قیامت واقع ہوگی سو کوئی مخلوق ایسی نہیں سوائے انسان و جنات کے مگر یہ کہ جمعہ کے دن صبح کے وقت خوف زدہ ہوجاتے ہیں یہاں تک کہ سورج نہ نکل آوے۔ (مسند احمد مرتب جلد ۶ صفحہ ۷)

فائدہ: شرح مسند میں ہے کہ انسان اور جنات کو غفلت کی وجہ سے پتہ نہیں چلتا نہ وہ اس کے انتظار میں رہتے

ہیں، ملائکہ کو قیامت کے نہ ہونے کا علم اطلاع سے ہو جاتا ہے اور ان کے علاوہ کو الہام سے پتہ چل جاتا ہے کہ قیامت نہ ہوگی۔ (بلوغ الامانی جلد ۶ صفحہ ۴)

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قیامت جمعہ کو آئے گی تو اس کی علامت صبح صادق سے ہی شروع ہو جائے گی اور جب علامت نہیں پائی گئی یہاں تک کہ سورج بھی اچھی طرح نکل گیا تو خدا کی دی ہوئی فہم وادراک سے سمجھ لیتے ہیں کہ قیامت اب نہیں آئے گی اس لئے صبح کو تو خوفزدہ رہتے ہیں پھر بعد میں خوف جاتا رہتا ہے۔

طلوع شمس گزر جانے کے بعد پرندوں وغیرہ کو راحت اور خوشی

احیاء العلوم میں ہے کہ جمعہ کے دن پرندے اور دوسرے جانور ایک دوسرے کو سلامتی اور مبارک باد دیتے ہیں اس کی شرح اتحاف میں ہے کہ چونکہ جمعہ کو قیامت آئے گی جب صبح کا وقت گزر جاتا ہے تو علم ہو جاتا ہے کہ قیامت نہیں آئے گی اس لئے مسرت سے ایک دوسرے کو خوشی سے سلامتی اور سلامتی کرتے ہیں۔

(اتحاف السادہ جلد ۳ صفحہ ۲۱۷)

جمعہ کے دن کی پانچ فضیلت اور خصوصیت

حضرت ابوالبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کا دن دنوں کا سردار ہے اللہ کے نزدیک عظمت والا ہے، خدا کے نزدیک اس کا مرتبہ عید و بقر عید سے بھی زیادہ ہے اس کی پانچ خصوصیتیں ہیں اسی دن اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، اسی دن حضرت آدم زمین پر اتارے گئے اسی دن ان کی وفات ہوئی اس دن میں ایسا وقت ہے جس میں کوئی بھی بندہ اللہ سے دعا کرے گا تو اس کی دعا قبول ہوگی ہاں مگر یہ کہ کسی حرام کا سوال نہ کرے۔ (مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۴، ابن ماجہ صفحہ ۷۶)

جمعہ کے دن قیامت کے تین ہولناک احوال

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا جمعہ کو کس وجہ جمعہ کہا جاتا ہے، آپ نے فرمایا اسی دن حضرت آدم کی پیدائش ہوئی اسی دن صعقہ اسی دن بعثت اور اسی دن بطشہ ہوگا۔

(مسند احمد مرتب صفحہ ۷)

فائدہ: اس حدیث پاک میں قیامت کے تین ہولناک امور کا بیان ہے،

1. صعقہ، یہ پہلا صور ہے، جس کا ذکر قرآن پاک میں "فاذا نفخ فی الصور فصعق" میں ہے۔
2. بعثت، مردوں کو دوبارہ اٹھنا ہے جس کا ذکر "فاذا ھم قیام ینظرون" میں ہے۔
3. بطشہ، بکثرت گرفت قیامت کے دن جس کا ذکر "ان بطش ربك لشدید" میں ہے۔

جمعہ کے دن حضرت جبرئیل کی آمد

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نازل ہوتے ہیں اور اپنے جھنڈے کو مسجد حرام میں گاڑ دیتے ہیں، باقی تمام فرشتے ان مسجدوں میں چلے جاتے ہیں جہاں جمعہ ہوتا ہے، اور اپنے اپنے جھنڈوں کو اور نشانات کو مسجدوں کے دروازے پر نصب کر دیتے ہیں پھر چاندی کے کاغذ اور سونے کے قلم نکالتے ہیں۔ (اتحاف السادہ صفحہ ۲۵۹، عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۱۷۱)

فَائِدَہ: جمعہ کے اعزاز اور احترام و اکرام میں حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام کا مسجد حرام میں نزول ہوتا ہے کتنی بڑی شرف اور فضیلت کی بات ہے۔

جمعہ کے دن نور کے صحیفوں اور قلم کے ساتھ فرشتوں کا نزول

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی روایت ہے کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ملائکہ کو نور کے صحیفوں اور نور کے قلم کو لے کر بھیجتے ہیں جو مساجد کے دروازوں پر بیٹھ جاتے ہیں جو پہلے پھر اس کے بعد جو آتا ہے اسی طرح سب کا نام لکھتے ہیں۔ (اتحاف صفحہ ۲۵۹)

جمعہ کے دن ہر دروازے پر فرشتوں کا قیام

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو ہر دروازہ پر فرشتے مقرر ہو جاتے ہیں جو آنے والوں کے نمبر مرتبہ لکھتے ہیں اور جب امام منبر کی طرف آتا ہے تو یہ فرشتے رجسٹر بند کر دیتے ہیں اور خطبہ سننے میں لگ جاتے ہیں۔ (ابن ماجہ صفحہ ۷۷، عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۱۷۱)

ہر دروازہ پر دو فرشتوں کا مقرر ہونا

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا مسجد کے ہر دروازے پر دو فرشتے ہوتے ہیں، جمعہ میں پہلے آنے والوں کا نام لکھتے ہیں پھر اس کے بعد جو آئے۔

(ابن حبان، کنز العمال صفحہ ۷۱۲، عمدۃ القاری صفحہ ۱۷۱)

جمعہ کے دن اعمال کا ثواب بڑھا دیا جاتا ہے

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جمعہ کے دن اعمال، نیکیوں کا ثواب بڑھا دیا جاتا ہے۔ (طبرانی اوسط، کنز العمال صفحہ ۷۱۲)

ابن عبدالبر مالکی نے حضرت کعب احبار سے نقل کیا ہے کہ صدقہ کا ثواب بڑھا دیا جاتا ہے، اور ہلال بن یساف نے حضرت کعب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ نیکیوں کے ثواب اور گناہوں کی سزا میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔

(الاستذکار صفحہ ۹۳)

سفر السعادہ میں ہے کہ اس دن صدقہ خیرات کا ثواب دوسرے دن کے مقابلے میں بڑھا دیا جاتا ہے۔
(سفر السعادہ بر حاشیہ کشف الغمہ صفحہ ۱۵۴)

رمضان المبارک کے جمعہ کا مرتبہ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رمضان کے جمعہ کی فضیلت ایسی ہی ہے جیسے کہ مہینوں پر رمضان کو فضیلت۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۷۰۹، مجمع الزوائد صفحہ ۱۶۴، سفر السعادۃ صفحہ ۱۵۵)

سفر السعادۃ میں مجدالدین الفیروز آبادی نے لکھا ہے کہ جو جمعہ کے دن گناہوں سے بچ گیا وہ سارا ہفتہ گناہوں سے محفوظ رہے گا، ایسے ہی جیسے جو رمضان میں گناہوں سے محفوظ رہا وہ تمام سال محفوظ رہے گا، اور جس کو عمر میں حج کی سعادت نصیب ہوگئی وہ بقیہ عمر گناہوں سے محفوظ رہے گا۔ (یہ حج مبرور کی علامت ہے)۔
(سفر السعادہ بر حاشیہ کشف صفحہ ۱۵۵)

ہر جمعہ کو حج اور عمرہ کا ثواب پایا جاسکتا ہے

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے لئے ہر جمعہ کو حج اور عمرہ کا ثواب ہے پس حج کا ثواب اس کے لئے جو جمعہ کو بہت جلد جائے اور عمرہ کا اس کو جو جمعہ پڑھ کر عصر کا انتظار کرے۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۷۳۷، سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۲۴۱، شرح مہذب جلد ۴ صفحہ ۵۹۲)

فائدہ: یہ جمعہ کے دن جامع مسجد جلد از جلد زوال سے پہلے جانے کی فضیلت حج کے ثواب کی طرح ہے۔

جمعہ کی دو رکعت اور دنوں کی ہزار رکعت سے افضل

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جمعہ کی دو رکعت اور دنوں کی ہزار رکعت سے افضل ہے۔ جمعہ کی ایک تسبیح اور دنوں کی ہزار تسبیح سے افضل ہے۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۷۱۹)

فائدہ: یہ جمعہ کے انوار، ملائکہ کی آمد اللہ کے خصوصی فضل کی وجہ سے ہے کہ جس طرح مکان سے عمل کا ثواب بڑھتا ہے اسی طرح زمانہ کے اعتبار سے بھی اعمال کا ثواب بڑھ جاتا ہے۔

جمعہ مساکین کا حج ہے

حضرت ابن عباس سے مرفوعاً روایت ہے کہ جمعہ کا دن مساکین کے حج کا دن ہے۔ (کنز العمال صفحہ ۷۰۷)

فائدہ: جمعہ کے دن سب سے پہلے مسجد جانے والا مکہ میں اونٹ اس کے بعد گائے پھر اس کے بعد جانے والا میں مینڈھے کی قربانی کا ثواب پاتا ہے جو موسم حج میں ہوتا ہے شاید اسی وجہ سے یہ ثواب ہو۔ (مرقات جلد ۴ صفحہ ۱۵۲)

جمعہ صاف و شفاف آئینہ کے مانند

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر تمام دن پیش کئے گئے (یعنی ان

کی صورت۔مثالیہ پیش کی گئی) تو جمعہ صاف شفاف آئینہ کے مانند تھا۔اور اس کے بیچ میں ایک سیاہ نقطہ تھا، میں نے پوچھا یہ کیا ہے کہا گیا وقت مستجاب ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے۔

ان کے ہاتھ میں ایک بہترین آئینہ تھا جو خوب روشن تھا اس کے بیچ میں ایک سیاہ نکتہ تھا آپ نے فرمایا یہ کیسا آئینہ ہے جس میں یہ ہے، فرمایا کہ یہ جمعہ ہے آپ نے پوچھا جمعہ کیا ہے، فرمایا تمہارے رب کے دنوں میں سے ایک بڑا عظیم دن ہے۔ (سفر السعادۃ برحاشیہ کشف صفحہ۱۳۳)

جمعہ کا دن چمکدار اور اس کی رات روشن ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جمعہ کی رات روشن اور اس کا دن چمکدار۔ (مسند احمد مرتبہ صفحہ۱۰، مجمع الزوائد جلد۲صفحہ۱۱)

فائدہ: انوار، برکات حضرات ملائکہ کی تشریف آوری درود پاک کے انوار عبادات الٰہی کی زیادتی کی وجہ سے دن چمکدار اور رات روشن ہو جاتی ہے، جس کا اہل دل مشاہدہ کرتے ہیں۔

جمعہ کے دن جہنم کا دھونکا یا نہیں جاتا

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جہنم کو ہر دن دھونکایا جاتا ہے مگر جمعہ کو نہیں۔ (ابوداؤد صفحہ۱۵۵)

فائدہ: اسی نہ دھونکانے کی وجہ سے علامہ قرطبی نے مستنبط کیا ہے کہ زوال کے وقت جمعہ کے دن نوافل جائز ہے۔ (اتحاف السادۃ جلد۳صفحہ۱۲۷)

مگر احناف کے یہاں جمعہ کے دن بھی زوال کا اعتبار ہے اور نماز مکروہ ہے، جمعہ کے دن جہنم کو نہ دھونکانا جمعہ کی برکت سے ہے۔

حضرت واثلہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ ہر دن جب نصف ہو جاتا ہے تو جہنم کو دھونکایا جاتا ہے مگر جمعہ کے دن ٹھنڈا رہتا ہے۔ (طبرانی، کنز جلد۷صفحہ۷۰۸)

مدینہ منورہ میں جمعہ کا ثواب ایک لاکھ سے زائد

حضرت بلال بن الحارث کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا، مدینہ منورہ میں رمضان کا ثواب دوسری جگہ کے مقابلہ میں ایک لاکھ جمعہ سے بہتر ہے۔اور مدینہ طیبہ میں جمعہ پڑھنا دوسری جگہ کے مقابلے میں ایک لاکھ

جمعہ سے بہتر ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۱۴۸)

فَائِدَہ: مدینہ طیبہ کی برکت سے رمضان اور جمعہ کی فضیلت ایک لاکھ سے زائد ہے، حج کے موقعہ پر مدینہ طیبہ جانے والے اس کا اہتمام کریں کہ جمعہ مدینہ طیبہ میں پڑھیں تا کہ عظیم ثواب حاصل کر سکیں۔

جمعہ کے دن دیدارِ الٰہی کا شرف

امام شافعی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے کہ نبی پاک ﷺ نے حضرت جبرئیل سے پوچھا کہ یوم المزید کیا ہے (جن کا ذکر قرآن پاک میں "یوم مزید" میں ہے) فرمایا: تمہارے رب نے فردوس جنت میں ایک وادی بنائی ہے جو مشک کے ٹیلوں سے ہے جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو اس دن اللہ پاک حسب منشا حضرات ملائکہ کے ساتھ نزول فرماتے ہیں، اور ان کے ارد گرد نور کا منبر ہوتا ہے ان پر حضرات انبیاء کرام کے بیٹھنے کی جگہ ہوتی ہے، ان منبروں کو سونے کے منبروں سے گھیر دیا جاتا ہے جو یاقوت اور زمرد سے جڑے ہوتے ہیں ان پر شہداء، صدیقین ہوں گے یہ مشک کے ٹیلے کے ارد گرد بیٹھے ہوئے ہوں گے اللہ پاک ان سے خطاب فرماتے ہوئے کہیں گے، میں تمہارا رب ہوں میں نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا پس تم سوال کرو، میں عطا کروں گا پس وہ کہیں گے اے میرے رب ہم آپ سے آپ کی رضا مندی کا سوال کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں تم سے راضی ہو چکا ہوں جو تم تمنا کرو گے میں دوں گا، اور ہمارے پاس "مزید" ہے پس وہ جمعہ کے دن چاہیں گے کہ اس دن ان کا رب خیر اور بھلائی سے نوازے گا یہی وہ دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ عرش مبارک پر مستوی ہو جائے گا، اسی دن حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی پیدائش اور اس کی دن قیامت قائم ہوگی۔

(رواہ الشافعی فی مسندہ ابوبکر بن ابی الدنیا، سفر السعادۃ برحاشیہ کشف الغمہ صفحہ ۱۳۲)

فَائِدَہ: جمعہ کا دن وہ بابرکت دن ہے کہ آخرت میں جنت میں بھی یہ دن رہے گا، اور اس دن خصوصیت کے ساتھ دیدار الٰہی کا شرف حاصل ہوگا، متعدد روایتوں میں خصوصیت اور اہتمام کے ساتھ اس دن خدائے پاک کا نہایت اہتمام کے ساتھ خدا کے مقرب بندوں کو دیدار الٰہی کا ذکر ہے۔ سفر السعادہ میں ہے کہ جمعہ کے دن خدائے پاک کی تجلی نمودار ہوگی۔ (صفحہ ۱۵۷)

علامہ مجد الدین نے سفر السعادہ میں ذکر کیا ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ جب آخرت میں جمعہ کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ عرش سے کرسی پر نزول فرمائیں گے، اور نور کے منبروں سے کرسی کو چاروں طرف سے گھیر لیا جائے گا اس پر حضرت انبیاء کرام بیٹھیں گے، پھر ان منبروں کو سونے کی کرسیوں سے گھیر دیا ہوگا، ان پر صدیقین اور شہداء بیٹھیں گے، پھر بلند بالا منزلوں والے اپنے بالا خانہ سے اتریں گے اور وہ مشک کے ٹیلوں پر بیٹھ جائیں گے کہ یہ منبر پر بیٹھے والوں کو اور کرسی پر بیٹھنے والوں کو نہ دیکھ سکیں گے اس جانب کہ مجلس والوں کو پھر باری تعالیٰ جل شانہ کا

دیدار ہوگا اور فرمائیں گے سوال کرو سب کہیں گے ہم آپ سے آپ کی خوشی کا سوال کرتے ہیں پس ان کی رضا مندی حاصل ہوگی پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے سوال کرو سب کہیں گے ہم آپ سے آپ کی خوشی کا سوال کرتے ہیں، پس ان کی رضا مندی حاصل ہوگی پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے سوال کرو پس وہ سوال کریں گے پس ان کی تمام رضا مندی حاصل ہوگی پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے سوال کرو پس وہ سوال کریں گے پس ان کی تمام خواہشات اور تمنائیں پوری ہوجائیں گی پھر ان پر ایسی نعمتیں نچھاور کردی جائیں گی جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا ہوگا نہ کانوں نے سنا ہوگا نہ کسی انسان کے دل میں خطرہ گزرا ہوگا پھر اللہ کرسی سے عرش کی جانب چلے جائیں گے اور بالا خانے والے ان کے بالا خانوں پر چلے جائیں گے ان کے بالا خانے سفید موتی لال یاقوت اور سبز زمرد سے بنے ہوں گے نہ یہ بالا خانے گریں گے نہ ٹوٹیں گے اس میں نہریں ہوں گی اس میں پھل ہوں گے اس میں ان کی بیویاں، خدام کے رہنے کی جگہ ہوگی اہل جنت جمعہ کے دن مباشرت کریں گے جیسے اہل دنیا دنیا میں بارش کے موقعہ پر (خصوصاً عرب) فرحاں شاداں رہتے ہیں۔ (سفر السعادہ بر حاشیہ کشف الغمہ صفحہ ۱۳۹)

جمعہ کے دن اور رات میں اہل برزخ اہلِ قبور کے ساتھ خصوصی رعایت

ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے محمد بن واسع سے روایت کی ہے کہ مردے کو اپنی زیارت کرنے والوں کا علم جمعہ کے دن اور نیز اس کے ایک دن بعد تک ہوتا ہے اور ایک دن قبل بھی۔ (شرح الصدور صفحہ ۲۰۳)

ابن ابی الدنیا نے حضرت ضحاک سے روایت کی کہ جس نے ہفتہ کو طلوع آفتاب سے پہلے کسی قبر کی زیارت کی تو مردے کو اس کا علم ہوجاتا ہے اس لئے کہ ابھی تک جمعہ کے اثرات باقی رہتے ہیں۔

(شرح الصدور للسیوطی صفحہ ۱۰۴)

ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے عاصم محدری کے خاندان کے ایک شخص سے روایت کی کہ انہوں نے عاصم کی موت کے کئی سال بعد ان کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کیا آپ مر نہیں چکے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ ہاں پوچھا کہاں قیام پذیر ہیں، کہا بخدا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں اور میرے ساتھ ہر جمعہ کی رات کو اور صبح کو بکر بن عبداللہ مزنی ہوتے ہیں اور تمہارے احوال معلوم کرتے ہیں، پھر دریافت کیا ہم تمہارے پاس زیارت کو آتے ہیں تو تم ہم کو پہچانتے ہو، جواب دیا کہ اس کا علم ہمیں جمعہ کے دن اور رات کو سورج نکلنے تک ہوتا ہے یہ جمعہ کی فضیلت و عظمت سے ہوتا ہے۔ (شرح الصدور للسیوطی صفحہ ۲۲۶)

ابن مندہ نے بیان کیا کہ ابوحماد ایک متقی گورکن تھے بتایا کہ جمعہ کے روز دوپہر کو قبرستان گیا تو جس قبر سے گزرا قرآن پڑھنے کی آواز سنی۔ (شرح الصدور)

فائدہ: جمعہ کے دن اور رات اہل قبور کے ساتھ خصوصی رعایت کی جاتی ہے ان کو زیارت کا بخوبی اچھی طرح

علم اور شناخت ہوتی ہے، بعض اور وضاحت کے ساتھ پہچان لیتے ہیں تمام ارواح کی حسب انس اور تعارف کے ایک دوسرے سے ملاقات ہوتی ہے اور وہ ملتے اور جمع ہوتے ہیں علامہ یمنی یافعی نے بیان کیا کہ بالخصوص جمعہ کی رات کو روحیں آپس میں بیٹھتی اور کلام کرتی ہیں۔ (شرح الصدور للسیوطی صفحہ ۲۲۴)

علامہ یافعی کے حوالہ سے شرح الصدور میں ہے کہ جہنم جمعہ کی رات عذاب سے محفوظ رہتی ہے جمعہ کی برکت کی وجہ سے، نسفی نے تو یہاں تک کہا کہ جمعہ کے دن اور رات میں کافر سے بھی عذاب اٹھالیا جاتا ہے، حتیٰ کہ رمضان میں بھی۔ (شرح الصدور صفحہ ۱۸۱)

سفر السعادہ میں ہے کہ جمعہ کے دن کی یہ خصوصیت ہے کہ مؤمنین کی روحیں اپنی قبروں میں آ جاتی ہیں جو ان کی زیارت کو جاتا ہے ان کو یہ پہچان لیتے ہیں بمقابلہ دوسرے دنوں کے۔

(برحاشیہ کشف الغمہ صفحہ ۱۵۹، شرح الصدور صفحہ ۳۵۷)

اس سے معلوم ہوا کہ اور دنوں صرف پیش کردہ اطلاع کے ساتھ مل جاتا ہے یا اجمالی علم ہوتا ہے اور جمعہ کے دن تفصیلی علم اور تعارف ہوتا ہے۔

جمعہ کے دن موت کی فضیلت

جمعہ کے دن موت سے فتنہ قبر سے محفوظ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں انتقال کر جائے اللہ پاک اسے فتنہ قبر سے بچادے گا۔

(ترمذی صفحہ ۲۰۵، مسند احمد مرتب جلد ۶ صفحہ ۷، مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۷۹، ابن عبدالرزاق)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جمعہ کے دن مر جائے وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔ (مجمع صفحہ ۳۱۹، شرح الصدور، بیہقی)

جو جمعہ کے دن انتقال کر جائے عذاب قبر سے بھی محفوظ اور شہادت کا ثواب بھی

حضرت ایاس بن بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جمعہ کے دن انتقال کرے گا اس کے لئے شہید کا ثواب ہوگا اور وہ فتنہ قبر سے محفوظ رہے گا۔ (حمید، مرقاۃ جلد ۴ صفحہ ۲۴۱، مرقات جلد ۳ صفحہ ۲۴۲)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات (جمعرات دن کے بعد والی رات) انتقال کر جائے وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا اور قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس پر شہداء کی مہر لگی ہوگی۔ (مرقات صفحہ ۲۲۲، مرقاۃ صفحہ ۵۵۴۴۱)

ابن شہاب نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے قول مبارک نقل کیا ہے کہ جمعہ کی رات یا دن میں مر جائے تو فتنہ قبر

سے محفوظ رہے گا اور شہید لکھا جائے گا۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۲۶۹)

حساب بھی نہیں اور شہادت کا بھی مرتبہ

حضرت عطاء سے منقول ہے کہ جو مسلمان مرد یا عورت جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں انتقال کر جائے وہ عذاب قبر سے اور فتنۂ قبر سے محفوظ رہے گا اور اس پر کوئی حساب نہیں اور قیامت کے دن وہ ایسے گواہوں کے ساتھ آئے گا جو گواہی دیں گے یا اس کے پاس شہادت کی مہر ہوگی۔ (مرقاۃ المفاتیح، مرقات صفحہ ۲۴۲)

فَائِدَہ: شب جمعہ یا جمعہ میں موت کی یہ فضیلت ہے فتنۂ قبر سے مراد عذاب قبر ہے۔ (مرقات)

شارحین مشکوٰۃ نے حکیم ترمذی کے قول کو نقل کیا ہے اس دن کی موت سعادت اور نیک بختی کی دلیل ہے اس دن اسی کی وفات ہوگی جس کے حق میں سعادت مقدر ہوگی۔ (مرقات صفحہ ۲۴۲، مرعات صفحہ ۲۴۲)

معلوم ہوا کہ شب جمعہ یا دن جمعہ کی وفات بڑی مبارک ہے۔

1. ایک یہ کہ وہ سوال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا جس کے وجہ سے وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔
2. شہادت کا ثواب پائے گا۔
3. قیامت میں وہ اپنے گواہوں کے ساتھ آئے گا جو اس کی شہادت دیں گے یا اس پر شہادت کی مہر ہوگی جس کی وجہ سے وہ شہیدوں کے ثواب پانے والوں میں داخل ہو جائے گا۔
4. اس کا حساب بھی نہ ہوگا، بڑی اہم فضیلت ہے کہ عذاب قبر سے محفوظ اور حساب سے بھی بری اللہ پاک محض اپنے فضل سے جمعہ کی موت نصیب فرمائے، آمین۔ اس فضیلت کے پیش نظر جمعہ کی رات یا دن میں کسی بھی وقت انتقال ہو جائے تو اس کی تدفین مغرب کے قبل کر دی جائے تاکہ جمعہ کی فضیلت کو پائے کہ جمعہ کے دن جہنم کا دروازہ بند رہتا ہے، لہٰذا جہنم کی کھڑکی کے نہ کھلنے سے وہ عذاب نار برزخی سے محفوظ رہے گا۔

جمعہ کی نماز میں کون سی سورت کا پڑھنا مسنون ہے

حضرت سمرہ بن جندب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ جمعہ کو "سبح اسم ربك الاعلى" اور "هل اتاك حديث الغاشيه" پڑھتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۶۰، ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۴۲، الفتح الربانی صفحہ ۱۱۳)

نعمان بن بشر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا کہ نبی پاک ﷺ جمعہ کی نماز میں سورہ جمعہ اور سورہ غاشیہ پڑھتے تھے۔ (مسلم صفحہ ۲۸۸، داؤد صفحہ ۱۶۰، نسائی، ابن ماجہ، صفحہ ۷۸، الفتح جلد ۶ صفحہ ۱۱۱، دارمی صفحہ ۳۶۸)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جمعہ کے دن سورہ جمعہ پڑھ کر مومنین کو ابھارتے تھے اور منافقین پڑھ کر ان کو خوف دلاتے تھے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۹۱، تلخیص صفحہ ۶۷، ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۴۲)

نعمان بن بشر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جمعہ اور عیدین کے دن "سبح اسم ربك

الاعلی" اور "هل اتاك" پڑھا کرتے تھے۔ (دارمی صفحہ ۳۶۸، تلخیص صفحہ ۷۶، ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۴۲)

علامہ شعرانی لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ جمعہ کی نماز میں کبھی سورہ جمعہ اور منافقین اور کبھی جمعہ اور غاشیہ اور کبھی الاعلیٰ اور غاشیہ پڑھتے تھے، علامہ شعرانی نے مزید یہ بھی لکھا ہے آپ شب جمعہ کی مغرب میں سورہ کافرون سورہ اخلاص اور عشاء میں سورہ جمعہ اور منافقین پڑھتے تھے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۴۹)

شرح احیاء میں ہے کہ آپ ﷺ شب جمعہ کی مغرب میں سورہ کافرون اور سورہ قل ھواللہ احد پڑھتے تھے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۴۹)

شرح احیاء میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ شب جمعہ کی مغرب میں سورہ کافرون اور سورہ قل ھواللہ احد پڑھتے تھے اور عشاء میں سورہ جمعہ و منافقین پڑھتے تھے۔ (اتحاف السادہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۵)

شب جمعہ میں سورہ دخان کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص شب جمعہ میں سورہ دخان پڑھے گا اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۵۱۳، اتحاف جلد ۳ صفحہ ۲۹۳)

سورہ آل عمران کی فضیلت

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ جو رات میں سورہ دخان پڑھے گا اس کے لئے ستر ہزار فرشتے دعاء مغفرت کریں گے۔ جو سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران شب جمعہ میں پڑھے گا اس کا ثواب ساتوں زمین ساتوں آسمان کو گھیر لے گا۔

اور حضرت ابن عباس سے مرفوعاً یہ مروی ہے کہ جو سورہ آل عمران جمعہ کے دن پڑھے گا اس کے لئے فرشتے سورج ڈوبنے تک دعا کرتے رہیں گے۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۵۱۴، اتحاف صفحہ ۱۱)

شب جمعہ میں یٰسین کی فضیلت

حضرت ابوامامہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شب جمعہ میں سورہ یٰسین پڑھے گا اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۵۱۴، اتحاف السادہ صفحہ ۲۹۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جو سورہ یٰسین اور صافات شب جمعہ میں پڑھے گا اس کی حاجات پوری ہوں گی۔ (اتحاف صفحہ ۱۱)

جمعہ کے دن صبح کی نماز میں سورہ الم سجدہ اور سورہ دہر پڑھنا سنت ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں الم سجدہ اور "هل اتى على الانسان" پڑھا کرتے تھے (بخاری صفحہ ۱۲۲، مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۸۸، ابن ماجہ صفحہ ۵۹، نسائی، مسند احمد، ابن شیبہ صفحہ ۱۴۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز میں الم سجدہ اور ہل اتی علی الانسان پڑھتے تھے۔ (مسلم صفحہ ۲۸۸، مسند احمد، ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۴۱)

مصعب بن سعید نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز میں الم تنزیل السجدہ اور ہل اتی علی الانسان پڑھا کرتے تھے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۵۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن صبح کی نماز میں الم تنزیل اور ہل اتی علی الانسان پڑھا کرتے تھے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۵۹)

طبرانی میں حضرت ابن عباس کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ہر جمعہ کو آپ پڑھتے تھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں کہ رسول پاک جمعہ کے دن فجر کی جماعت میں الم تنزیل اور حم السجدہ پڑھتے تھے۔

حضرت شعبی کہتے ہیں کہ جب بھی میں حضرت ابن عباس کے پاس رہا تو (دیکھا کہ) انہوں نے الم سجدہ اور ہل اتی جمعہ میں (فجر میں) پڑھا۔ (نیل صفحہ ۲۷۷، ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۴۰)

حضرت ابراہیم نخعی مستحب سمجھتے تھے کہ جمعہ میں وہ سورتیں پڑھیں جس میں سجدہ ہے (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۴۰)

ابوالحوص نے بیان کیا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن الم سجدہ اور مفصل کی کوئی سورہ (ہل اتی) پڑھتے تھے۔ (صفحہ ۱۴۰)

جمعہ کی فجر میں صحابہ وتابعین ان دونوں سورتوں کو اہتمام سے پڑھتے چنانچہ اجلہ صحابہ میں ابن مسعود، ابن عباس، حضرت علی، سعید، سعد وقاص حضرت ابوہریرہ کی روایتیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کو روایت کرتے ہیں گزر چکی آپ کے اس عمل اور اہتمام کی روایتیں تمام صحاح ستہ میں اس کے علاوہ دسیوں کتب حدیث میں روایتیں بھری ہیں اسی وجہ سے حضرت ابن عباس حضرت علی تابعین میں حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن علامہ عراقی نے بیان کیا کہ حضرت عمر، حضرت عثمان، ابن مسعود، ابن عمر عبداللہ بن زبیر وغیرہم نے پڑھا اور سجدہ کیا۔ (نیل صفحہ ۲۷۸)

ان سورتوں کا اکثر معمول رکھنا اور کبھی چھوڑنا سنت ہے

حافظ نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مواظبت فرماتے یا اکثر ان سورتوں کو پڑھا کرتے چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہمیشہ مواظبت سے پڑھنے کا ذکر ہے علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اکثر ائمہ ان احادیث کی وجہ سے ان سورتوں کو مستحب قرار دیتے ہیں امام نخعی، ابن سیرین اہل کوفہ، شوافع حنابلہ اسحاق راہویہ نے کہا انہیں سورتوں کا پڑھنا سنت ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۱۸۵)

معارف میں نخعی کے حوالے سے ہے کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک ان سورتوں کا پڑھنا مستحب ہے۔

(معارف جلد ۴ صفحہ ۴۱۰)

حافظ بن حجر نے بیان کیا کہ اگر ہمیشہ پڑھنے سے لوگوں میں فرضیت کا گمان ہو تو کبھی چھوڑ دے ابن عربی نے بیان کیا کہ اکثر پڑھو گے کبھی چھوڑ دے۔ (فتح الباری جلد۲ صفحہ ۳۷۸)

بکثرت صحابہ کرام سے متعدد روایتوں میں صحیح، حسن، ضعیف تمام قسم کی احادیث میں آپ سے جمعہ کے دن صبح کی فرض نماز میں الم سجدہ اور دوسری میں سورہ دہر کا پڑھنا منقول ہے اس پر صحابہ، تابعین اور اسلاف کرام کا عمل چلا آرہا ہے۔

اور اہل علم ارباب فقہ وفتاویٰ کا صالحین مشائخ کا اس پر تعامل چلا آرہا ہے حرمین شریفین میں اس کا اہتمام ہے حج مبارک کے موقعہ پر جہاں لاکھوں کا ازدحام ہوتا ہے، امام الحرمین شریفین کے ان سورتوں کے پڑھنے کا معمول ہے خیال رہے کہ بعض مساجد کے ذمہ دار یا امام جہالت و نادانی کی وجہ سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ امامت اور جماعت میں تخفیف کا حکم ہے اور یہ سورتیں لمبی ہو جاتی ہیں یہ شریعت اور سنت سے جہالت کی بات ہے جس رسول اور شارع علیہ السلام نے تخفیف کا حکم دیا ہے، اسی نے ان سورتوں کو پڑھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ تخفیف سے خارج نہیں، فقہاء کرام نے بیان کیا ہے مسنون قرأت تخفیف کے ذیل میں داخل ہے پھر جب سنت سے ثابت ہے اور آپ نے جو شریعت کی سب سے زیادہ رعایت کرنے والے تھے پڑھا ہے تو پھر اپنی رائے کو دخل دینا اور اسے تخفیف کے خلاف سمجھنا درست نہیں۔

ان سورتوں کا ہمیشہ یا اکثر پڑھنا باعث کراہت نہیں

علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں احناف کے اس اصول کی کہ نماز میں کوئی سورت متعین کرنا مکروہ ہے وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ اس وقت ہے جب کہ اسے حتمی اور واجبی سمجھے کہ دوسری سورت کو کافی اور درست نہ سمجھے، اگر اس نیت سے پڑھے کہ آپ نے پڑھا ہے تو مکروہ نہیں محیط میں ہے کہ کبھی دوسری سورہ بھی پڑھ لے تاکہ جہلا یہ نہ سمجھیں کہ اس کے علاوہ جائز نہیں۔ (عمدہ صفحہ ۱۸۵)

حافظ ابن حجر نے بھی محیط کے حوالہ سے بیان کیا کہ دوام پر کراہت اس وقت ہے جب کہ ان سورتوں کا پڑھنا واجب قرار دے ہاں کبھی چھوڑ بھی دے تاکہ جاہل یہ نہ سمجھیں کہ اس کے علاوہ درست نہیں۔

(فتح جلد۲ صفحہ ۳۷۹)

علامہ شامی نے بیان کیا کہ دوام پر کراہت اس وقت ہے جب کہ ان سورتوں کو ایسا واجب سمجھے کہ اس کے بغیر نماز ہی نہ ہوگی۔ (صفحہ ۴۴)

ظاہر ہے کہ ایسا واجب کوئی نہیں سمجھتا، فلا کراھۃ فی الاکثار۔

معلوم رہے کہ ان سورتوں کو پورا پڑھنا مسنون ہے بعض لوگ آدھی سورت پر اکتفا کر لیتے ہیں سو اس سے

سنت ادا نہ ہوگی چنانچہ حافظ نے ذکر کیا ہے کہ ایک رکعت میں پوری سورہ پڑھے۔ (فتح صفحہ ۴۷۸)

افسوس! آج اس سنت پر عمل متروک ہے غفلت اور نادانی کی وجہ سے یہ سنت چھوٹ گئی ہے اولاً تو مساجد کے امام حافظ یا قاری اس سنت سے واقف نہیں ہوتے اگر ہوتے ہیں تو مقتدیوں کے اعتراض کے خوف سے اس سنت کو چھوڑ دیتے ہیں بھلا اس مسنون عمل پر کیا اعتراض بھلا آپ کی اس پر کسی مؤمن کے لئے کراہت کی بات ہوسکتی ہے، ہرگز نہیں سنت پر تو عمل اور مضبوطی سے پکڑنے کا حکم ہے اس سے تو اور خوش ہونا چاہئے کہ نماز سنت کے مطابق ہو رہی ہے جس سے ثواب زیادہ ہوگا۔

اہم مساجد، دینی مراکز و مدارس میں اس سنت پر اہتمام سے عمل کرنا چاہئے مدارس کی مساجد میں اس کا خیال نہ رکھنا بڑی محرومی کی بات ہے، جب ان اہم مراکز میں عمل ہوگا تو دوسرے لوگ اس کی اقتدا کریں گے اور جانیں گے کہ ہاں سنت ہے اور جب ان مدارس کی مساجد میں سنتوں پر عمل نہ ہوگا اور ان مراکز سے سنت کی ترویج نہ ہوگی تو پھر کہاں سے ہوگی مساجد میں ایسے امام کا انتخاب ہو جو حافظ، قاری و پابند سنت ہو، تاکہ سنت کے مطابق نماز ہو۔

جمعہ کی نماز کے لئے پیدل جانا مستحب ہے اور باعث فضیلت ہے

حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جمعہ کے دن اہتمام سے غسل کرے صبح جلد از جلد چلا جائے اور پیدل جائے سوار نہ ہو اور امام کے قریب رہے اور غور سے خطبہ سنے اور کوئی لغو کا کام نہ کرے تو اس کے لئے ہر قدم پر ایک سال روزے اور نماز کا ثواب ملے گا۔

(شرح مہذب جلد۴ صفحہ ۵۴۲، ابوداؤد صفحہ ۱۱۱، ترمذی صفحہ ۱۱۱، نسائی، ابن ماجہ صفحہ ۷۶، سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ ۲۲۹)

فائدہ: امام نووی نے لکھا ہے کہ جمعہ کے لئے پیدل جانا سنت ہے شوافع اور جمہور علماء حضرات صحابہ اور تابعین اسی کے قائل ہیں۔

ابن منذر نے لکھا ہے کہ نماز کے لئے پیدل جانا زید بن ثابت، انس بن مالک، ابوثور احمد اور منذر کے نزدیک مختار ہے۔ (شرح مہذب صفحہ ۵۴۲)

خیال رہے کہ اس حدیث بالا میں ہے کہ جمعہ کے لئے پیدل جائے سوار نہ ہو اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے لئے جانے والا اس فضیلت کا حامل اس وقت ہوگا جب کہ یہ پیدل جائے ہاں مگر یہ کہ کوئی عذر مرض وغیرہ ہو تو پھر اجازت ہے۔ (اتحاف السادہ جلد۳ صفحہ ۲۵۵)

شہروں میں جن لوگوں کو اپنی سواری کی سہولت ہے آپ دیکھیں گے ذرا سا بھی فاصلہ ہوتا ہے تو وہ سواری سے جاتے ہیں یہ خلاف سنت پیدل چلنے کے عظیم ثواب سے محروم رہتے ہیں، آج کے اس دور میں متمدن ملکوں

اور علاقوں میں تو نماز کے لئے بھی پیدل جانا معیوب ہوگیا ہے جمعہ عیدین میں سواری کار، موٹر سائیکل سے جاتے ہیں، قریب ہو تو بہتر نہیں بہت بڑے ثواب سے محرومی کا باعث ہے قدم کی نیکی کا ثواب اس سے نہیں ملتا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے مسجد پیدل جایا کرو تم سے جو بہتر تھے حضرت ابوبکر حضرت عمر، حضرات مہاجرین وانصار پیدل جایا کرتے تھے۔ (سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ ۲۲۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھی بات صدقہ ہے مسجد کی جانب پیدل جانا صدقہ ہے۔ (سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ ۲۲۹)

علامہ زبیدی نے شرح احیاء میں لکھا ہے کہ تمام عبادت عید، بقر عید، جنازہ، مریض کی عیادت میں پیدل جانا سنت ہے ہاں طویل سفر ہے جیسے حج تو اس میں سواری سے جانا سنت ہے اسی طرح اگر ازدحام ہو یا جامع مسجد دور ہو پیدل جانے سے وقت (یا جماعت کے نہ ملنے اور) فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو تب گنجائش ہے۔

(اتحاف السادہ جلد۳ صفحہ ۲۵۵)

جمعہ کے دن مسجد کی صفائی اور دھونی دینا مسنون ہے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن مسجد میں دھونی (خوشبو کی دھونی) دینے فرمایا۔ (مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ ۱۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ہر جمعہ کو مسجد نبوی میں خوشبو کی دھونی دی جاتی تھی۔

(مجمع جلد۲ صفحہ ۱۱)

سفر السعادہ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر جمعہ کو مسجد میں خوشبو کی دھونی دینے کا حکم دیتے۔

(بر کشف الغمہ صفحہ ۱۴۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مسجد میں عود کی دھونی دیتے تو جمعہ کے دن دیتے۔ (سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ ۲۴۴)

حضرت ابن عمر نے سعید بن زید کو کہا کہ وہ جمعہ کے دن دھونی دے دیا کریں۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۱)

حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن مسجد میں دھونی دینے کو فرمایا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۵۴، کنز العمال جلد۷ صفحہ ۶۶۷)

فَائِدَہ: جمعہ کا دن مبارک اور مسجد میں ازدحام کا دن ہے ایسے موقعہ پر خوشبو کا اہتمام ہو کیونکہ گندگی کو دور کرتا ہے طبیعت میں حلاوت اور نشاط پیدا کرتا ہے۔

ہر جمعہ کو مسجد کی اہتمام سے صفائی کی جائے فرش اور صف جھاڑ دی جائیں، وضو خانہ وغیرہ صاف کر دیا

جائے، اب دھونی کے بجائے اگربتی کا رواج ہے لہٰذا اگربتی جابجا سلگا دی جائے سفر السعادۃ میں ہے کہ جمعہ کے دن مسجد میں بخور کا جلانا، خوشبو کا سلگانا مستحب ہے۔

جمعہ کی سنتوں کے متعلق احادیث وآثار

سب سے پہلے تحیۃ المسجد پڑھے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جمعہ سے قبل دو رکعت پڑھتے اور جمعہ کے بعد دو رکعت حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب مسجد میں داخل ہو تو اس وقت تک مت بیٹھو تاوقتیکہ دو رکعت نماز نہ پڑھ لو۔ (صحاح ستہ)

شرح احیاء میں ہے کہ جب جامع مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے قبل دو رکعت نماز پڑھ لو (اگر امام خطبہ نہ دے رہا ہو تب)۔ (اتحاف صفحہ ۲۹۶)

جمعہ کی نماز دو رکعت جماعت کے ساتھ ہو

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کا فرمان مبارک ہے سفر کی دو رکعت ہے چاشت کی دو رکعت ہے عید کی دو رکعت ہے جمعہ کی دو رکعت ہے۔

(ابن ماجہ صفحہ ۷۴، الفتح الربانی جلد ۶ صفحہ ۱۰۷)

فائدہ: جمعہ کی نماز دو رکعت ہے آپ ﷺ ہمیشہ جمعہ کی دو رکعت پڑھتے اسی طرح خلفاء راشدین حضرات صحابہ کرام تابعین عظام کا عمل رہا اور اسی پر امت کا تعامل ہے۔ اس کے خلاف ظہر کی چار رکعت پڑھنا یا سمجھنا درست نہیں جمعہ کی یہ دو رکعت نماز جماعت اور خطبہ کے ساتھ ہے اگر جماعت نہ ہو تو تنہا پڑھنے پر چار رکعت ظہر کی پڑھی جائے گی اس لئے جہاں جمعہ کی جماعت نہیں ہوئی وہاں ظہر پڑھی جائے گی۔

جمعہ سے قبل چار رکعت ایک سلام سے آپ ﷺ پڑھتے

حضرت ابوعبیدہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ جمعہ سے قبل چار رکعت اور اس کے بعد چار رکعت پڑھتے تھے۔ (عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۲۵۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جمعہ سے قبل چار رکعت سنت پڑھتے تھے اور فصل نہ فرماتے (بلکہ ایک سلام سے پڑھتے)۔ (ابن ماجہ صفحہ ۷۹، تلخیص صفحہ ۷۹، نیل الاوطار صفحہ ۲۵۴)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو جمعہ کی نماز کے لئے آئے وہ جمعہ سے قبل چار پڑھے اور جمعہ کے بعد چار پڑھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر جمعہ سے قبل چار رکعت پڑھتے تھے۔ (طحاوی جلد ا صفحہ ۱۹۹)

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جمعہ سے پہلے چار رکعت پڑھتے تھے۔ (اتحاف السادۃ صفحہ ۲۷۶)

حضرت ابراہیم نخعی جمعہ سے پہلے چار رکعت پڑھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۳۱)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ایک مرفوع روایت میں ہے کہ جو جمعہ سے پہلے پڑھے تو چار رکعت پڑھے اور جمعہ کے بعد پڑھے تو چار پڑھے حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جمعہ سے پہلے چار اور جمعہ کے بعد چار رکعت پڑھتے تھے۔ (کنز جلد ۷ صفحہ ۳۴۹)

فَائِدَہ: جمعہ سے قبل بھی چار رکعت سنت ہے بعض حضرات نے جمعہ سے قبل سنت سے انکار کیا ہے، امام بخاری نے باب الصلوٰۃ بعد الجمعۃ وقبلھا قائم کر کے جمعہ سے قبل بھی نماز کی سُنّیت ومشروعیت کی طرف اشارہ کیا ہے اور سنت ظہر پر قیاس کیا ہے امام نووی نے بھی چار رکعت قبل جمعہ مستحب قرار دیا ہے، ابن ابی شیبہ نے بھی الصلوٰۃ قبل الجمعۃ پر باب قائم کیا ہے۔ (صفحہ ۱۳۰)

اور حضرت ابن مسعود کے عمل مذکور کو پیش کر کے چار رکعت کے سنت کی طرف اشارہ کیا ہے یہی قول احناف کا بھی ہے۔ (اتحاف السادہ جلد ۲ صفحہ ۲۷۶)

جمعہ کے بعد کی سنتیں دو رکعت

حضرت سالم نے اپنے والد سے روایت کی کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جمعہ کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے۔
(مسلم صفحہ ۲۸۸، ابن ماجہ صفحہ ۷۹)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ جمعہ کے بعد کوئی نماز نہ پڑھتے یہاں تک کہ گھر آ کر دو رکعت پڑھتے، حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جمعہ کے بعد دو رکعت گھر ہی میں پڑھتے تھے۔ (طحاوی صفحہ ۱۹۸، ابوداؤد صفحہ ۱۶۱، نسائی صفحہ ۲۱۱)

حضرت نافع نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر جب جمعہ سے لوٹتے تو گھر میں دو رکعت پڑھتے اور کہتے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بھی اسی طرح کرتے۔ (فتح الباری صفحہ ۴۲۶، مسلم)

ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جمعہ کے بعد گھر تشریف لا کر دو رکعت پڑھتے۔ (صفحہ ۴۴۰)

چار رکعت

یعنی آپ کبھی گھر تشریف لاتے اور دو رکعت پڑھتے یا تو مسجد میں چار رکعت کے بعد یا ابتداءً دونوں احتمال ہے ابن قیم نے لکھا ہے مسجد میں پڑھتے تو چار رکعت پڑھتے گھر آ کر پڑھتے تو دو رکعت پڑھتے۔

ابن عبیدہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جمعہ سے قبل چار رکعت اور جمعہ کے بعد

چار رکعت پڑھتے تھے۔ (طبرانی، عمدۃ القاری صفحہ ۲۵۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جمعہ سے قبل چار رکعت اور جمعہ کے بعد چار رکعت ایک سلام سے پڑھتے تھے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۹۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو تم میں سے جمعہ کے بعد نماز پڑھے تو چار رکعت پڑھے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے جمعہ کے بعد امت کو چار رکعت پڑھنے کا حکم دیا اور صحیح روایت میں آپ سے جمعہ کے بعد دو رکعت بھی ثابت ہے، آپ ﷺ سے جمعہ کی دو رکعت سنت گھر میں پڑھنا ثابت ہے، اس لئے گھر میں آکر پڑھنا بہتر ہے اور مسجد میں بھی علامہ ابن قیم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ اثر نقل کیا ہے کہ جب وہ مسجد میں پڑھتے تو چار رکعت پڑھتے اور گھر میں پڑھتے تو دو رکعت پڑھتے۔ (زاد المعاد جلد ا صفحہ ۴۴۰)

شرح مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابن مسعود، علقمہ، نخعی، اسحاق اور امام ابوحنیفہ چار رکعت کے قائل ہیں۔
(الفتح جلد ۶ صفحہ ۱۱۷)

اسی طرح امام شافعی نے کتاب الام میں چار رکعت ذکر کیا ہے۔ (الفتح)

چھ رکعت

حضرت ابو اسحٰق نے بیان کیا کہ عطا نے بکثرت مجھ سے یہ روایت کی کہ میں نے حضرت ابن عمر کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھی جب جمعہ کی نماز پڑھ لی تو کھڑے ہوئے اور دو رکعت پڑھی پھر کھڑے ہوئے چار رکعت پڑھی امام طحاوی فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر جمعہ کے بعد دو رکعت اور پھر چار رکعت پڑھتے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود ہم لوگوں کو چار پڑھنے کا حکم دیتے تھے جب حضرت علی تشریف لائے تو انہوں نے بتایا کہ چھ رکعت پڑھو۔ (طحاوی صفحہ ۱۹۹، ابن عبدالرزاق صفحہ ۲۴۷)

قتادہ نے ذکر کیا کہ حضرت ابن مسعود جمعہ کے بعد چھ رکعت پڑھتے تھے۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۹۵)

شرح مسند احمد میں ہے کہ حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت ابو موسیٰ، حضرت عطا، حضرت سفیان ثوری اور حضرت امام ابو یوسف چھ رکعت کے قائل ہیں البتہ امام یوسف اولاً چار رکعت پھر دو رکعت پڑھنے کو کہتے ہیں۔
(الفتح الربانی صفحہ ۱۱۷)

امام احمد بن حنبل کا بھی ایک قول چھ رکعت کا ہے، عطا بن ابی رباح نے کہا میں نے حضرت ابن عمر کو دیکھا کہ جب جمعہ سے فارغ ہوئے تو تھوڑا مصلیٰ سے ہٹ کر دو رکعت پڑھی پھر آگے بڑھے اور چار رکعت پڑھی۔
(ابن عبدالرزاق صفحہ ۲۴۷)

امام طحاوی نے بھی چھ رکعت کو مختار مانا ہے امام ابو یوسف چار رکعت پہلے پڑھنے کے اس وجہ سے قائل تھے کہ دو رکعت پڑھنے سے مثل نماز جمعہ کے نہ ہو جائے۔ (بذل جلد۲ صفحہ۱۹۹)

مصنف ابن عبدالرزاق میں اسی قول کو تسلیم کیا ہے خیال رہے کہ اولا چار رکعت ہی پڑھنا اولیٰ ہے اور اسی پر امت کا تعامل بھی ہے، معارف السنن میں ہے کہ امام ابو یوسف اور امام طحاوی جمعہ کے پہلے چار رکعت کے قائل ہیں اسی کے اکثر مشائخ قائل ہیں۔ (صفحہ۴۱۵)

شرح ترمذی میں ہے کہ چھ رکعت پڑھنے کے قائلین حضرت علی ابن عمر ابو موسیٰ اور یہی رائے عطا اور ثوری اور امام ابو یوسف کی ہے ہاں مگر امام ابو یوسف چار رکعت کی تقدیم کے قائل ہیں۔ (معارف السنن جلد۴ صفحہ۴۱۱)

المعتصر کے حوالہ سے معارف السنن میں آپ ﷺ سے بھی ایک روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ جب جمعہ پڑھتے تو اس کے بعد دو رکعت پڑھتے پھر چار رکعت پڑھتے۔ (معارف جلد۴ صفحہ۴۱۴)

اسی وجہ سے امام ترمذی رَحِمَهُ اللهُ تَعَالىٰ نے سنن میں حضرت علی رَضِىَ اللهُ تَعَالىٰ عَنْهُ سے جمعہ کے بعد اولاً دو پھر چار رکعت نقل کیا ہے اور یہی قول سفیان ثوری اور امیر المؤمنین عبداللہ بن المبارک کا ذکر کیا ہے۔

(سنن ترمذی جلد۱ صفحہ۱۱۸)

جس نے جمعہ کی نماز میں تشہد پالیا اس نے جمعہ پالیا

حضرت ابو ہریرہ رَضِىَ اللهُ تَعَالىٰ عَنْهُ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے ایک رکعت پالی اس نے پوری نماز پالی۔ (سنن ترمذی صفحہ۱۱۸، ابن ماجہ صفحہ۷۸)

حضرت ابو ہریرہ رَضِىَ اللهُ تَعَالىٰ عَنْهُ کی ایک روایت میں ہے کہ جس نے جمعہ کی ایک رکعت پالی اس نے نماز (جمعہ پالیا)۔ (نسائی صفحہ۴۱۸)

حضرت سالم سے مرسلاً مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی نماز کی ایک رکعت کو پالیا اس نے نماز پالی ہاں مگر یہ کہ فوت شدہ کی قضاء کرے۔ (نسائی صفحہ۴۱۸، معارف السنن جلد۴ صفحہ۴۱۹، اعلاء السنن صفحہ۶۴)

حضرت ابن عمر رَضِىَ اللهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا سے مرفوعاً روایت ہے کہ جس نے جمعہ کی ایک رکعت یا اس کے علاوہ (تشہد آخری رکوع سجود) پالیا تو باقی نمازیں ملا کر پوری کر لے پس اس کی نماز پوری ہوگئی۔ (تحفۃ الاحوذی جلد۱ صفحہ۳۷۲)

حضرت ابوداؤد سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو جمعہ میں امام کو تشہد میں پالے اس نے گویا جمعہ پالیا۔ (بدائع، معارف السنن صفحہ۴۱۹)

حضرت عبداللہ سے مروی ہے کہ جس نے تشہد پالیا اس نے گویا نماز پالی۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ، اعلاء السنن صفحہ۶۴)

حضرت ابو ہریرہ رَضِىَ اللهُ تَعَالىٰ عَنْهُ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے امام کو سلام سے پہلے

تشہد میں پالیا اس نے نماز پالی۔ (دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۱۲)

فائدہ: جمعہ کی فضیلت اور اہمیت کا تقاضہ تو یہ ہے کہ خطبہ اور اذان سے پہلے جائے خدانخواستہ کبھی ایسا ہو جائے کہ صرف دوسری رکعت یا تشہد ہی ملے تب بھی اس کا جمعہ ہوگیا الگ سے ظہر پڑھنے کی ضرورت نہیں، جیسا کہ دار قطنی کی حدیث ابوہریرہ سے معلوم ہوا۔

علامہ عینی نے بیان کیا ہے حدیث پاک میں مذکور ایک رکعت سے مراد بعض الصلوۃ ہے، اور تشہد کا پانے والا نماز کا پانے والا ہے۔ (معارف السنن جلد ۴ صفحہ ۴۱۸)

چنانچہ احناف میں شیخین کا قول ہے کہ تشہد میں جو شریک ہو اس نے جمعہ پالیا (معارف) لہٰذا اسے جمعہ کے علاوہ ظہر کی ضرورت نہیں، ہاں البتہ اگر امام نے سلام پھیر لیا تو پھر اسے ظہر پڑھنی ہوگی یا شہر میں دوسری جگہ جمعہ ہوتا ہو تو وہاں شریک ہو جائے۔

شرح ترمذی میں ہے کہ جس نے جمعہ کی ایک رکعت پالی یا تشہد پالیا تو بقیہ رکعت پوری کرے، ظہر نہ پڑھے۔ (تحفۃ الاحوذی صفحہ ۳۷۲)

جمعہ کے لئے اذان سے پہلے جلد از جلد جانا سنت ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جمعہ کے دن پہلے جلد از جلد جانے والا ایسا ہے جیسے ہدی کے لئے اونٹ بھیجنے والا پھر اس کے بعد آنے والا ایسا ہے جیسے ہدی (قربانی کے لئے مکہ میں) بکری بھیجنے والا پھر اس کے بعد آنے والا ایسا ہے جیسے بطخ صدقہ کرنے والا پھر اس کے بعد آنے والا ایسا ہے جیسے انڈا صدقہ کرنے والا۔ (نسائی جلد ا صفحہ ۲۰۰)

فائدہ: اس حدیث میں سب سے پہلے جلد جانے والے کے لئے مکہ مکرمہ میں اونٹ کی قربانی کا ثواب کہا گیا ہے ظاہر ہے یہ فضیلت اسی کو ملے گی جو سب سے پہلے اور جلدی یعنی اذان سے قبل بلکہ زوال سے قبل ہی جائے گا۔

اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو غسل کرائے اور غسل کرے اور صبح جلد از جلد جائے اور امام کے قریب بیٹھے اور خاموش بیٹھے اور کوئی ادھر اُدھر کا کام نہ کرے تو اسے ہر قدم پر ایک سال روزے کا اور ایک سال نماز کا ثواب ملے گا۔ (نسائی صفحہ ۲، ترمذی صفحہ ۱۱۱)

اس حدیث پاک میں جلد سے جلد جانے امام کے قریب بیٹھنے کا بہت بڑا ثواب ذکر کیا گیا ہے۔

فائدہ: جمہور نے دن کے اول حصہ میں جانا مراد لیا ہے، ملا علی قاری نے بیان کیا کہ پہلے جا کر ذکر، نفل اور انتظار میں رہنے کی ترغیب ہے ظاہر ہے کہ زوال کے بعد یہ کہاں حاصل ہوگا۔ (مرقاۃ صفحہ ۲۵۲)

فائدہ: شرح منیہ المصلی میں ہے کہ جمعہ کے لئے تبکیر "جلد از جلد" مسجد میں (زوال سے قبل) جانا مستحب ہے۔ (کبیری صفحہ ۵۵۰)

محدثین نے "التبکیر فی الجمعہ" کا باب قائم کیا ہے جس کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ جمعہ کے لئے جلد از جلد جانا سنت باعث فضیلت ہے، کبیری نے اوپر کی دونوں حدیثوں کو ذکر کر کے تبکیر اول وقت کے استحباب کو ثابت کیا ہے۔ (صفحہ ۵۵۰)

شرح ترمذی میں ہے کہ تمام علماء جمہور کے نزدیک تبکیر دن کے شروع میں جانا مستحب ہے۔
(معارف السنن صفحہ ۳۳۶، شرح مہذب نووی جلد ۴ صفحہ ۵۴۴)

سب سے پہلی بدعت جمعہ کے لئے جلدی نہ جانا ہے

ملا علی قاری نے شرح مرقات میں بیان کیا ہے کہ پہلی بدعت (منکر امر) جو امت میں رائج ہوئی وہ جمعہ میں جلدی نہ جا کر دیر سے جانا ہے۔ (مرقات المفاتیح صفحہ ۲۵۲، کبیری صفحہ ۵۵۹)

فائدہ: چنانچہ جمعہ کے دن لوگ بڑی جسارت سے اذان کے بعد دنیاوی کام دکانداری وغیرہ میں لگے رہتے ہیں بڑے افسوس کی بات ہے بعض لوگ تو اذان کے بعد نہانے دھونے اور نظافت اختیار کرتے ہیں ایسی صورت میں یقیناً وہ خطبہ کے وقت یا خطبہ کے بعد پہنچیں گے ایمان کا تقاضہ ہے کہ جمعہ کی تیاری بہت پہلے سے شروع کریں اور اذان سے قبل مسجد میں جا کر صلوٰۃ التسبیح، ذکر، تلاوت اور درود میں مشغول رہیں، بہتر تو یہ ہے کہ جمعہ کے دن جمعہ سے قبل کبھی دنیاوی کام میں مشغول ہی نہ ہوں جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد مشغول ہوں۔

جمعہ کے دن دیر سے آنے والوں کے متعلق ملائکہ کی تفتیش

عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرات ملائکہ جمعہ کے دن مسجد کے دروازوں پر بھیج دیئے جاتے ہیں جو آنے والوں کو لکھتے ہیں۔ جب امام نکل آتا ہے (منبر کی طرف خطبہ کے لئے) تو وہ رجسٹر بند کر لیتے ہیں اور (دیر سے آنے والے کے متعلق) ملائکہ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں، فلاں کو کیوں دیر ہوگئی، تو فرشتہ (دوسرا) کہتا ہے اے اللہ اگر وہ گروہ گمراہی میں پڑ گیا ہے تو اسے ہدایت عطا فرما اور اگر مرض میں مبتلا ہے تو اسے صحت عطا فرما۔ اور اگر غربت میں پڑا ہے تو اسے غنی بنا دے۔
(صحیح ابن خزیمہ صفحہ ۱۳۵)

بعض روایتوں میں اس طرح آیا ہے کہ جب جمعہ کے دن وہ تاخیر کرتے ہیں تو ملائکہ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ کیا بات ہے فلاں نے دیر کر دی (خطبہ سے پہلے نہیں آئے ان کا نام رجسٹر میں نہیں آیا) پس وہ ان کے بارے میں (دعا کرتے ہوئے کہتے ہیں) اے اللہ دیر سے آنے کی وجہ ان کا غریب ہونا ہے تو ان کو غنی کر

دیجئے اور مرض و بیماری ہے تو اس کو صحت دیجئے، کوئی مصروفیت ہے تو اسے فارغ کر دیجئے، اگر لہو غفلت ہے تو اس پر توجہ کیجئے یہاں تک کہ وہ دل سے آپ کی طاعت کی جانب متوجہ ہو جائے۔ (اتحاف السادہ جلد ۳ صفحہ ۲۵۹)

فائدہ: دیکھئے اس روایت میں فرشتے از راہ محبت دیر سے آنے والوں کو دریافت کرتے ہیں آخر وہ پہلے کیوں نہیں آئے کیا وجہ ہے ان کا نام رجسٹر ثواب میں نہ آسکا، اس کے بعد وہ ان کے حق میں دعا کرنے لگ جاتے ہیں چونکہ ان کو از راہ شفقت رحم آجاتا ہے وہ پہلے آنے کے عظیم ثواب سے محروم ہو گئے اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن مسجد میں جلد از جلد آنا ثواب عظیم کا باعث ہے۔

عاجز کے نزدیک یہ تفتیش اور دریافت اس شخص کے متعلق ہو سکتی ہے جو پہلے اور جلد آنے کے عادی تھے مگر کسی عذر وغیرہ کی وجہ سے نہ آسکے وہ لوگ جو ہمیشہ ہی دیر سے آنے کے عادی ہیں اور جماعت کے وقت آتے ہیں ان کے متعلق کیا سوال کی ضرورت پیش آئے گی ان کی عادت تو خود ہی جواب ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حضرات ملائکہ کو صالحین عبادت گزار کے ساتھ کتنا تعلق ہے۔

امام کے قریب سے قریب بیٹھنا مستحب ہے

حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ میں حاضر ہوا کرو اور امام سے قریب بیٹھا کرو جو امام سے دوری اختیار کرے گا وہ جنت میں بھی دور پیچھے رہے گا گو جنت میں داخل ہو جائے۔

(سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۲۳۸، احمد، کنز جلد ۸ صفحہ ۳۴۷، مجمع جلد ۲ صفحہ ۱۷۷)

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو غسل کرے اور اہل کو کرائے (بیوی کو) جمعہ کے دن اور دن میں جلد از جلد جائے اور امام کے قریب جا بیٹھے خاموش رہے (خطبہ کے وقت) کوئی لغو حرکت نہ کرے ہر قدم کے بدلے جو مسجد کی طرف اٹھے ایک سال کے روزے کا اور ایک سال کی نماز کا ثواب ملتا ہے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۷۸)

فائدہ: جمعہ کے دن دیگر دوسرے مسنون و مستحب امور کے ساتھ امام کے قریب بیٹھنے کا ذکر اور اس کی ترغیب ہے۔

ظاہر ہے کہ امام کے قریب بہت جلد ہی آنے والا بیٹھ سکتا ہے، شرح احیاء نے جمعہ کی ان فضیلت اور ثواب جس کا ذکر مختلف احادیث میں ہے جمع کر کے پندرہ شرطیں بیان کی ہیں ان میں سے ایک امام کے قریب بیٹھنا بھی ہے۔ (شرح احیاء صفحہ ۲۶۵)

مجمع الزوائد میں حضرت کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قریب بیٹھنے والے کو دگنا اور دور بیٹھنے والے کو ایک گنا ثواب ملتا ہے۔ (جلد ۲ صفحہ ۱۷۷)

امام کے قریب بیٹھنے والا جہاں امام کے قریب ہونے کو حاصل کرتا ہے وہاں مسجد کے افضل ترین جگہ کا بھی پانے والا ہوتا ہے، شرح مہذب میں امام نووی نے لکھا ہے کہ امام کے قریب بیٹھنا مستحب ہے۔ (جلد۲صفحہ۵۴۵)

کہ مسجد میں سب سے افضل ترین صف اول کا وہ مقام جو امام کے بالکل پیچھے ہوتا ہے، شرح مسند احمد میں ہے کہ جو یہ چاہے کہ جنت کے درجات میں سبقت کرے اور اونچے مرتبہ پر رہے وہ جمعہ میں چلا جائے اور امام کے نزدیک تر بیٹھے۔ (الفتح الربانی جلد۲صفحہ۲۳)

جمعہ میں دیر سے آنے والے شیاطین کے پھندے اور اس کے پھیرے میں

عطا خراسانی کہتے ہیں کہ میں نے کوفہ کے منبر پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب جمعہ کا دن ہو جاتا ہے تو شیاطین اپنے جھنڈوں کو لے کر بازار کی طرف نکل جاتے ہیں اور لوگوں پر روکنے والی چیزیں پھینکتے ہیں (دنیاوی مصروفیت اور مشاغل میں غفلت کے ساتھ لگا دیتے ہیں) ان کو جمعہ میں (جلدی آنے سے) روکنے کے لئے (جس کے نتیجہ میں وہ جمعہ میں دیر سے آتے ہیں۔

(عمدۃ القاری صفحہ۱۷۳، مجمع الزوائد صفحہ، ترغیب صفحہ۵۰۰)

فَائِدَۃ: ادھر حضرات فرشتے مسجد کے دروازوں پر کھڑے ہو جاتے ہیں تاکہ جلد از جلد آنے والوں کا نام لکھیں ادھر شیاطین لوگوں کے پاس پہنچ جاتے ہیں اور دنیا کے مشاغل میں پھنسا دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ عین نماز شروع ہونے کے وقت آتے ہیں حالانکہ جمعہ کی اذان کے بعد اچھا خاصہ وقت ملتا ہے ادھر جمعہ کی اذان کے بعد مزدوری دوکانداری دنیاوی سارے دھندے ناجائز ہو جاتے ہیں، اس کے باوجود وہ لگے رہتے ہیں گویا شیاطین کے شکاری ہیں اس کے شکار اور پھندے میں پھنس کر آخرت کی دولت کو کھو بیٹھتے ہیں۔

جمعہ کے دن اول وقت جانے سے کیا مراد ہے اس کی تفصیل

بکثرت صحیح احادیث پاک میں یہ مرقوم ہے کہ جمعہ کے دن اول وقت جلد از جلد پہلے جانے والے کو حرم میں اونٹ کی قربانی کا ثواب ملتا ہے، اس لئے حدیث پاک میں لفظ "التبکیر، التھجیر، الرواح" کا لفظ آیا ہے اس کی تفصیل اور مراد میں شارحین نے اہل علم کے مختلف اقوال ذکر کئے ہیں۔

❶ دن کا اول وقت طلوع شمس کے بعد مراد ہے: راح کے معنی دن کے شروع حصہ میں جانا ہے جمہور علماء نے تبکیر کے معنی (جو جمعہ کی حدیث میں ہے) دن کا شروع حصہ لیا ہے۔ امام شافعی اور ابن حبیب مالکی اس کے قائل ہیں۔

امام شافعی کے یہاں وقت مرغوب اور وقت فضیلت یہی ہے علامہ ماوردی نے اسی کو اصح قرار دیا ہے، امام نووی، رافعی اور رویانی نے اسی کو قبول کیا ہے۔ (عمدۃ القاری جلد۶ صفحہ۲۰۲)

مرقاۃ المفاتیح میں ہے کہ اس کو یعنی طلوع شمس کے وقت کو امام ثوری، امام ابوحنیفہ، شافعی اور حنابلہ نے اختیار کیا ہے۔ (صفحہ۴۶۴، استذکار جلد۵ صفحہ۹)

۲ دن خوب بلند ہو جانے کا وقت یعنی وقت چاشت اس کو صیدلانی نے اختیار کیا ہے۔

(صفحہ۴۶۴، عمدۃ القاری جلد۶ صفحہ۱۷۲)

۳ نصف نہار کا وقت مراد ہے۔ چونکہ حدیث پاک میں التہجیر ہے ہاجرہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی "السیر فی الحر" کے ہیں، شدید گرمی کے وقت چلنا جو زوال سے پہلے اور بعد کو متصلاً شامل ہے۔ (مرقاۃ صفحہ۴۶۵)

زوال شمس کے بعد متصلاً وقت مراد ہے۔ (استذکار جلد۵ صفحہ۹)

امام مالک نے فرمایا زوال شمس کے بعد کا نصف قلیل لطیف وقت مراد ہے۔

امام مالک، قاضی حسین اور امام الحرمین نے اس سے مراد زوال کے فوراً بعد سے لے کر امام کے منبر پر بیٹھنے کا وقت مراد لیا ہے اسی کو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اختیار کیا ہے۔ (مرقاۃ صفحہ۴۶۵)

ملا علی قاری نے بھی لکھا ہے کہ مراد اس سے مسجد کی جانب زوال کے بعد جانا ہے۔ (مرقات صفحہ۲۵۱)

۴ امام رافعی نے ذکر کیا ہے کہ جو اپنے بعد کے اعتبار سے سب سے پہلے مسجد میں آئے وہ اول ہے، یعنی خواہ زوال سے پہلے آئے یا بعد میں۔ (اتحاف، عمدہ صفحہ۱۷۲)

اسی وجہ سے "المتھجر" کا مطلب جلد از جلد آنے والا لکھا جاتا ہے۔

چنانچہ ملا علی قاری التبکیر کی تفصیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ حجازی زبان ہے جس کے معنی کسی چیز کی طرف جلد پہل کرنا ہے۔ (مرقات صفحہ۲۰۱)

سب سے پہلی بدعت جوامت میں رائج ہوئی وہ جمعہ کے دن تاخیر سے آنا ہے۔

(مرقات صفحہ۲۵۱، مرقاۃ صفحہ۴۶۴)

اسی وجہ سے علامہ عینی سے ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ زوال کے بعد (تاخیر) سے آنے والا قربانی اور جمعہ کی فضیلت سے محروم رہے گا۔ (عمدۃ صفحہ۱۷۰، مرقات صفحہ۲۵۲)

سنت اور مستحب کی رعایت پر جمعہ کی فضیلت اور ثواب کا حامل ہوگا

حضرت اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو غسل کرائے اور خود بھی کرے اور جلد از جلد جمعہ کو آئے اور امام کے قریب بیٹھے اور خاموشی سے خطبہ سنے تو اس کے دو جمعہ کے درمیان کے گناہ بلکہ مزید تین دن کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (بیہقی، اتحاف السادہ جلد۳ صفحہ۲۶۳)

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو غسل کرے حسب استطاعت

نظافت اور صفائی حاصل کرے اپنے پاس کا تیل یا اپنے پاس کا خوشبو لگائے (اس کے پاس نہ ہو تو اہل خانہ سے لے کر لگالے) پھر جمعہ کو آئے اور دو آدمیوں کے بیچ میں گھس کر نہ بیٹھے (جب کہ وہ دونوں ملے بیٹھے ہوں) پھر جتنا ہو سکا نماز (سنت اور نفل) پڑھتا رہا، پھر امام نے جب خطبہ دیا تو خاموشی سے سنتا رہا تو اس کے اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (بخاری صفحہ، طحاوی جلد ۱ صفحہ ۲۱۶)

ایک سال کے روزے اور نماز کا ثواب کب ہوگا

حضرت اوس بن ادریس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے غسل کیا اور کرایا اور صبح جلد چلا اور امام کے قریب جا بیٹھا اور خاموش رہا اور اِدھر اُدھر کوئی لغو حرکت نہیں کی تو اسے ہر ایک قدم کے بدلے ایک سال روزے کا اور نماز کا ثواب ملے گا۔

(ابن ماجہ صفحہ ۷۶، طحاوی صفحہ ۲۱۶، اتحاف السادہ جلد ۳ صفحہ ۲۶۴، مجمع صفحہ ۱۷۸)

حضرت ابوطلحہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جمعہ کو غسل کرایا (بیوی کو) اور خود غسل کیا اور صبح جلد از جلد چلا امام کے قریب بیٹھا خاموش رہا لغو حرکت نہیں کی اسے مسجد کی جانب جانے کے ہر قدم پر ایک سال روزے اور ایک سال نماز کا ثواب ملے گا۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۷۸)

فَائِدَہ: اس حدیث پاک میں جمعہ کے مستحبات اور سنن کی رعایت پر ایک سال روزے اور نماز کا ثواب پانے کا ذکر ہے یہ روایت متعدد طرق سے ثابت ہے شرح احیاء میں علامہ زبیدی نے اس کے متعدد طرق اور سند کو ذکر کیا ہے کتنا آسان عمل کتنی بڑی فضیلت۔

پندرہ امور کی رعایت پر جمعہ کا خصوصی ثواب اور فضیلت

خیال رہے کہ یہ جو جمعہ کے اعمال پر ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ کے گناہ کی معافی اور سال بھر روزے اور نماز کا ثواب ذکر کیا گیا ہے۔ یہ اس صورت میں جب کہ ان سنتوں اور مستحب امور کی رعایت کی جائے گی جو تقریباً پندرہ ہیں:

1. غسل کرنا (یا وضو پر بھی)
2. سر کی صفائی
3. کپڑے کی صفائی عمدگی
4. اہل کو غسل کرانا
5. مسواک
6. سر میں تیل لگانا تاکہ بال کی پراگندگی دور ہو جائے

۷ خوشبو لگانا

۸ عمدہ اور اچھے کپڑے پہننا

۹ صبح جلد جانا

۱۰ پیدل جانا

۱۱ گردن نہ پھاندنا

۱۲ دو آدمیوں کے بیچ میں نہ گھسنا

۱۳ امام کے قریب ہونا

۱۴ خطبہ دھیان سے سننا

۱۵ کوئی لغو حرکت نہ کرنا اِدھر اُدھر نہ کرنا۔ (اتحاف السادہ جلد۳ صفحہ۲۶۴)

جمعہ کے دن آنے والوں کے ثواب کے مختلف درجات

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جمعہ کے دن غسل جنابت کی طرح (ذرا اہتمام سے) غسل کیا اور جلد چلا اس نے گویا اونٹ کی قربانی کا ثواب پایا۔ (بخاری صفحہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت ہے کہ جمعہ کے دن جلد از جلد جانے والا ایسا ہے جیسے ہدی کا جانور اونٹ قربانی کے لئے (مکہ میں) بھیجا ہو۔ (مسلم صفحہ۲۸۲)

فائدہ: جلد از جلد جو سب سے پہلے مسجد میں جانے والا ہوتا ہے اس کو اتنا ثواب ملتا ہے جتنا کہ اس آدمی جو حرم میں قربانی کے لئے اونٹ بھیجتا ہے، ظاہر ہے حرم کی قربانی وہ بھی اونٹ کی کتنا عظیم ثواب ہے۔ افسوس کے امت اس ثواب کو کھو رہی ہے۔

اذان کے بعد آنے والوں کو جمعہ کا خصوصی ثواب نہیں

ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے آخر سہل راوی کی زیادتی نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اس کے بعد (خطبہ کے بعد) آتا ہے بس وہ نماز کے لئے آتا ہے یعنی صرف نماز کا ثواب پائے گا (یعنی اسے کوئی زیادہ ثواب جو جمعہ کا ہوتا ہے نہیں ملے گا)۔

فائدہ: اس روایت میں صراحتاً اور دوسری تمام روایتوں سے دلالۃً یہ معلوم ہو رہا ہے کہ خطبہ شروع ہو جانے کے بعد جو لوگ آتے ہیں وہ جمعہ کے خصوصی ثواب اور فضیلت سے محروم رہتے ہیں، افسوس در افسوس کہ امت کا آج بیشتر طبقہ اکثر عوام اذان خطبہ کے بعد خطبہ شروع ہو جانے کے بعد آتے ہیں، معمولی دنیا کے عوض جمعہ کے عظیم ثواب سے محروم رہتے ہیں۔ دنیا اتنی غالب آگئی ہے جمعہ کی اذان کے بعد دنیاوی کام جو حرام ہے اس میں

مشغول رہتے ہیں عین خطبہ اور جماعت کے وقت آتے ہیں، شرح منیہ میں ہے کہ سب سے پہلی بدعت جو مسلمانوں میں جاری ہے وہ جمعہ کے دن تبکیر (جلد جانے) کا چھوڑنا ہے۔ (صفحہ۵۵۹)

فرشتے آنے والوں کا نام اور وقت لکھتے ہیں

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا حضرات ملائکہ دروازوں پر لوگوں کا نام اور کس وقت آئے لکھتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں وقت آیا، فلاں امام کے خطبہ کے وقت آیا وغیرہ۔

(عمدۃ القاری صفحہ۱۷۶، کنز العمال صفحہ۲۳۸)

فَائِدَہ: فرشتے جمعہ کے دن اول وقت سے خطبہ ہونے تک آنے والوں کا نام درج کرتے ہیں تاکہ ان کو اسی ترتیب کے اعتبار سے ثواب درج کردیں یہ فرشتے حفظ اور کراماً کاتبین کے علاوہ ہوتے ہیں۔

جمعہ کی نماز کے لئے آنے والوں کا مقام اور مرتبہ

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مرفوعاً مروی ہے کہ جب جمعہ کا دن آتا ہے تو حمد کا جھنڈا دے کر فرشتوں کو ہر اس مسجد میں جہاں جمعہ ہوتا ہے بھیج دیا جاتا ہے اور حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَامُ مسجد حرام میں رہتے ہیں، فرشتے کے ساتھ کاتبین فرشتے ہوتے ہیں جن کے چہرے چودھویں رات کی چاند کی طرح روشن رہتے ہیں ان کے ساتھ سونے کے قلم چاندی کی کاپیاں ہوتی ہیں، جس سے وہ لوگوں کے درجات لکھتے ہیں، پس جو امام کے آنے سے پہلے آتا ہے اس کا نام سابقین میں لکھا جاتا ہے (خطبہ میں حاضر) اور جو خطبہ کے بعد (نماز سے قبل) آتا ہے اس کے لئے حاضر جمعہ لکھا جاتا ہے اور جب امام سلام پھیر لیتا ہے تو قوم کے معزز لوگوں سے فرشتے مصافحہ کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری جلد۶ صفحہ۱۷۱، ابوالشیخ کنز جلد۴ صفحہ۴۰۷)

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو شیاطین بازاروں کی طرف نکل جاتے ہیں اور لوگوں کو روکتے ہیں (یعنی غافل کر کے دنیاوی مشاغل میں لگا رکھتے ہیں) اور فرشتے مساجد کے دروازے پر آبیٹھتے ہیں اور لوگوں کے نام کو لکھتے ہیں جو پہلے آتے ہیں اسی طرح جو اس کے بعد آتے ہیں یہاں تک کہ امام (خطیب) خطبہ کے لئے آجائے پس جو لوگ امام کے قریب ہوتے ہیں خاموش دھیان لگا بیٹھتے ہیں (خطبہ کے وقت) اور کوئی لغو حرکت نہیں کرتے ہیں ان کو دگنا ثواب ملتا ہے، اور جو دور ہے خاموشی اور دھیان سے (خطبہ) سنا اور کوئی لغو حرکت نہیں کی تو اسے ایک گنا ثواب اور امام کے قریب رہا مگر لغو حرکت کی (اطمینان سے نہ بیٹھا) اور نہ خاموشی سے (خطبہ سنا) تو اسے دگنا گناہ اور جس نے دوسرے سے کہا چپ رہو (خطبہ کے درمیان) تو گویا اس نے کلام کیا اور جس نے کلام کیا اس کا جمعہ نہیں (یعنی ثواب جمعہ نہیں)۔

(مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ۱۷۷)

جمعہ کے دن آمد کی ترتیب سے خدا کی مجلس کی ترتیب

علقمہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن مسعود کے ساتھ جمعہ کی نماز کو چلا تو انہوں نے تین آدمیوں کو اپنے سے پہلے آیا ہوا پایا (حالانکہ یہ جلدی گئے ہوں گے) تو کہا چوتھا نمبر (یعنی ہمارا) اور چوتھائی نمبر کوئی دور نہیں پھر فرمایا میں نے رسول پاک ﷺ سے سنا ہے فرما رہے تھے قیامت کے دن لوگ اللہ کی مجلس میں ترتیب سے بیٹھیں گے جس ترتیب سے وہ جمعہ کے دن مسجد آئے ہوں گے۔ (اتحاف صفحہ ۲۶۰، ابن ماجہ صفحہ، کنز صفحہ ۱۰۷)

فائدہ: جو شخص جمعہ میں پہلے نمبر آنے میں ہوگا اسی طرح وہ سب سے پہلے نمبر پر اللہ کے قریب بیٹھے گا، اسی ترتیب سے دوسرے اور تیسرے، کتنی بڑی فضیلت ہے جمعہ کے دن پہلے اور جلد از جلد آنے کی جسے خدا کے بالکل قریب اول نمبر پر بیٹھنا ہو وہ جمعہ کے دن مسجد میں سب سے پہلے اور اول پہنچ جائے لہٰذا جسے اول آنے کی وجہ سے زیادہ بیٹھنے کا وقت ملے گا وہ دیدار الٰہی کے شرف سے مستفیض ہوگا۔

جمعہ کے اعتبار سے دیدار الٰہی کا شرف

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اہل جنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو اپنے اعمال کے اعتبار سے اس میں نزول و قیام کریں گے دنیا کے اعتبار سے جمعہ کے دن کی مقدار وہ دیدار الٰہی کریں گے۔ (ابن ماجہ، ترمذی، نیل الاوطار صفحہ ۲۴۱)

فائدہ: اس حدیث پاک کا واضح مطلب تو یہ ہے کہ چونکہ وہاں ایام دن رات نہیں ہوں گے تو حساب کے اعتبار سے جو دن جمعہ کا پڑے گا اس دن دیدار الٰہی سے نوازے جائیں گے چونکہ دوسری حدیث سے صراحۃً ثابت ہے کہ جمعہ کے دن دیدار الٰہی ہوگا اور اس حدیث کا ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جمعہ کے اعمال اور عبادت کی مقدار دیدار الٰہی سے نوازے جائیں گے۔

جمعہ کے دن دو مرتبہ اذان سنت ہے

حضرت سائب بن یزید کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن پہلی اذان آپ ﷺ کے عہد میں اس وقت ہوتی تھی جب کہ امام منبر پر بیٹھتا تھا اسی طرح حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے زمانہ میں رہا جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ آیا اور لوگوں کی کثرت ہوگئی تو دوسری اذان (تکبیر کو شامل کر کے کہا گیا ہے) مقام زوار میں (مسجد سے باہر) زیادہ کی گئی۔ (بخاری صفحہ ۱۲۵، ترمذی صفحہ ۱۱۵)

خیال رہے کہ عہد نبوت میں منبر کے سامنے جو اذان ہوتی ہے صرف یہی ایک اذان تھی ہمارے زمانہ میں سب سے پہلے اذان ہوتی ہے یہ اس وقت نہیں تھی مکحول کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری اذان کا حضرت

عمر فاروق نے اضافہ کیا چنانچہ علامہ عینی لکھتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا زمانہ آیا، مسلمانوں کی کثرت ہوگئی، تو حضرت عمر نے مؤذنوں کو حکم دیا کہ مسجد کے باہر اذان دیں تا کہ لوگ اذان کو سن سکیں (چونکہ پہلے اذان خطبہ کے وقت ہوتی تھی) پھر ان کو حکم دیا کہ جس طرح عہد نبوی میں عہد ابی بکر میں اذان (ان کے سامنے دیا جاتا تھا) اسی طرح میرے سامنے اذان دیں۔ پھر حضرت نے فرمایا ہم نے اس کی ایجاد کی ہے مسلمانوں کے زائد کثیر ہو جانے کی وجہ سے اور یہ آپ کی سنت ماضیہ ہے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۲۱۱)

اکثر روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی شہرت ہوگئی اور حضرت عمر کے آخیر زمانہ میں ہونے کی وجہ سے اس کی ترویج نہ ہوسکی۔

زورا، مسجد کے دروازے کے باہر طرف کا نام ہے ابن الطابی نے کہا ایک بڑا سا پتھر تھا جو مسجد کے دروازے پر تھا اسی پر اذان ہوتی تھی۔ (عمدہ صفحہ ۲۱۲)

یہ پہلی اذان حضرت عمر اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جاری کردہ ہے، بدعت اور خلاف سنت نہیں چونکہ خلفاء راشدین کا کوئی امر بدعت نہیں ہوتا، آپ نے خود فرمایا "**علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین**" (ابن ماجہ)

یہ حضرات نبی علیہ السلام کے بلاواسطہ فیض یافتہ تھے ان حضرات سے خلاف سنت امور کا ارتکاب نہیں ہو سکتا، لہٰذا اس پر رد کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور تعلیم کا گویا انکار کرنا ہے، امام بخاری نے ذکر کیا کہ حضرت عثمان کے اس تحریر پر عمل کا سلسلہ چل پڑا، یعنی تمام اسلامی شہروں میں یہی طریقہ دو اذان اور ایک اقامت کا چل پڑا۔ (عمدہ صفحہ ۲۱۴)

شامی میں ہے کہ اذان دو مرتبہ دے۔ (الشامی جلد ۲ صفحہ ۱۶۱)

جمعہ کی پہلی اذان کے بعد تمام کام ممنوع اور حرام

یا ایہا الذین امنوا اذا نودی للصلٰوۃ من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکراللّٰہ.

اے ایمان والے جب جمعہ کی اذان دے دی جائے تو اللہ کی یاد کی طرف تیزی سے چل پڑو، یعنی جب جمعہ کی پکار اذان ہو جائے تو سب کچھ چھوڑ کر عبادت جمعہ کے لئے چل پڑو، معارف القرآن میں ہے، نداء صلوٰۃ سے مراد اذان ہے، آیت کے معنی یہ ہیں کہ جب جمعہ کے دن جمعہ کی اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو، یعنی نماز وخطبہ کے لئے مسجد کی طرف چلنے کا اہتمام کرو، جب دوڑنے والا کسی دوسرے کام کی طرف توجہ نہیں دیتا اذان کے بعد تم بھی کسی اور کام کی طرف بجز اذان وخطبہ کے توجہ نہ دو۔ (معارف القرآن جلد ۸ صفحہ ۴۴۱)

اذان جمعہ کے بعد جو خرید وفروخت کو اس آیت نے حرام کر دیا ہے اس پر عمل کرنا تو بیچنے والوں اور

خریداروں سب پر فرض ہے مگر اس کا عمل انتظام اس طرح کیا جائے کہ دکانیں بند کر دی جائیں تو خریداری خود بخود بند ہو جائے گی۔ (معارف القرآن)

علامہ ابن نجیم بحرالرائق میں لکھتے ہیں پہلی ہی اذان سے خرید و فروخت کا چھوڑنا واجب ہے اور پہلی اذان (جو خطبہ سے پہلے دی جاتی ہے کا اعتبار ہے چونکہ یہی اعلان کے لئے ہے اور یہی قول مذہب صحیح ہے) (صفحہ ۱۶۸)

معارف میں ہے کہ ہر وہ کام جو جمعہ کی طرف جانے کے اہتمام میں مخل ہو وہ سب بیع کے مفہوم میں داخل ہے اس لئے اذان جمعہ کے بعد کھانا پینا سونا کسی سے بات کرنا یہاں تک کہ کتاب کا مطالعہ کرنا وغیرہ سب ممنوع ہے صرف جمعہ کی تیاری کے متعلق جو کام ہوں وہ کئے جا سکتے ہیں۔ (معارف جلد ۸ صفحہ ۴۴۲)

علامہ قرطبی نے ذروالبیع کی تفسیر میں لکھا ہے تمام وہ معاملات اور امور جو سعی جمعہ سے روک دیں شرعاً حرام ہیں۔ (القرطبی جلد ۹ صفحہ ۱۰۵)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو جمعہ کی اذان کے بعد خرید و فروخت سے منع کرتے تھے، حضرت میمون بیان کرتے ہیں کہ جب جمعہ کی اذان ہو جاتی تو مدینہ پاک میں اعلان کیا جاتا ہے کہ خرید و فروخت حرام ہوگئی، خرید و فروخت حرام ہوگئی۔

ضحاک اور مسلم بن یسار سے تو یہ منقول کہ جمعہ کے دن زوال کے بعد ہی سے دوکانداری خرید و فروخت منع ہے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۳۴، عمدہ صفحہ ۱۶۴)

مجاہد سے تو منقول ہے کہ جو زوال کے بعد خرید و فروخت کرے اس کی بیع ہی مردود ہے، جب جمعہ کی اذان ہو جاتی تو حضرت انس فرماتے اٹھو اور دوڑ جاؤ مسجد۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۵۷)

فَائِدَہ: جب جمعہ کی اذان ہو جائے تو خرید و فروخت حکم قرآنی کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہوتا ہے۔
(کذا فی عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۱۶۴)

درمختار میں ہے کہ اصح قول یہ ہے کہ پہلی اذان (جو مسجد کے باہر دی جاتی ہے) سے دنیاوی امور چھوڑنا اور جمعہ کی طرف چل پڑنا واجب ہوتا ہے۔ (الشامی جلد ۲ صفحہ ۱۶۱)

جن حضرات پر جمعہ واجب نہیں ان حضرات کے لئے یہ مشاغل درست ہیں۔ (القرطبی جلد ۹ صفحہ ۱۰۴)

خطبہ کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل وسنن

جب اذان یا خطبہ شروع ہو جائے تو آنے والا کوئی نماز نہ پڑھے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو اور امام منبر پر آ جائے تو نہ نماز پڑھے اور نہ گفتگو کرے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۸۴، طبرانی)

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ جب حضرت بلال اذان سے فارغ ہو جاتے تو آپ ﷺ خطبہ شروع فرماتے اور جب خطبہ شروع فرماتے تو پھر کوئی دو رکعت نماز کے لئے کھڑا نہ ہوتا۔ (زاد المعاد صفحہ ۱۳۱)

فائدہ: خیال رہے کہ حضرات احناف کا مسلک یہ ہے کہ اذان شروع ہو جانے کے بعد تحیۃ المسجد یا جمعہ کی سنت پڑھنی ممنوع ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کے مطابق امام کے منبر پر آ جانے کے بعد نماز نہیں پڑھتے تھے۔

علامہ نووی کے اعتراف کے مطابق حضرت عمر، حضرت عثمان حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی یہی مسلک تھا، وہ خروج امام کے بعد نماز یا کلام کو جائز نہیں سمجھتے تھے، اور یہی مسلک بعض دوسرے صحابہ اور تابعین سے بھی مروی ہے۔ (درس ترمذی)

عقبہ بن عامر الجہنی سے مروی ہے کہ امام منبر پر ہو تو نماز پڑھنا گناہ ہے، ثعلبہ بن مالک نے کہا کہ میں نے حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پایا کہ امام کے نکلنے پر نماز کو اور خطبہ کلام کو چھوڑ دیتے تھے ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ آدمی جمعہ کے دن مسجد میں آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو تو بیٹھ جائے، نماز نہ پڑھے۔

اسی طرح تابعین میں امام شعبی، زہری، ابو قلابہ مجاہد اس کے قائل ہیں کہ خطبہ کے وقت کوئی نماز نہ پڑھی جائے گی۔ (بذل صفحہ ۱۹۳)

چنانچہ شعبی نے قاضی شریح کے متعلق لکھا ہے کہ جب وہ جمعہ کے دن مسجد میں آتے اگر امام نہ آیا ہوتا تو دو رکعت نماز پڑھتے، اور اگر امام آ جاتا تو نہ پڑھتے۔

معمر کہتے ہیں میں نے حضرت قتادہ سے پوچھا کہ امام جمعہ کا خطبہ دے رہا ہو اور کوئی آئے اور اس نے نماز نہ پڑھی ہو تو پڑھے یا نہ پڑھے، کہا میں تو بیٹھ جاؤں گا۔

جریج نے حضرت عطاء سے پوچھا کہ امام کے خطبہ کے وقت میں تم آؤ تو نماز پڑھو گے یا نہیں، تو عطاء نے کہا خطبہ دے رہا ہو تو ہم نہیں پڑھیں گے۔ (ابن عبد الرزاق صفحہ ۲۴۶)

اس کے برخلاف دوسرے حضرات شوافع اور اہل حدیث وغیرہ کا ہے، خطبہ شروع ہو جانے کے بعد بھی تحیۃ المسجد پڑھی جا سکتی ہے، چونکہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی مسجد آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو، یا خطبہ دینے کے لئے نکل چکا ہو تو دو رکعت نماز پڑھ لے۔

(بخاری، مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۸۷)

کیا جمعہ کی پہلی اذان جواب ہوتی ہے خلافِ سنت ہے

خیال رہے کہ اس جمعہ کی پہلی اذان کو رائج کرنے در اوپر کی روایت بخاری، ترمذی وغیرہ سے حضرت

عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں لیکن بعض روایت سے جیسے علامہ عینی کی عمدہ القاری سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاذ نے کہا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مؤذنین کو حکم دیا کہ وہ مسجد سے باہر اذان دیں تاکہ لوگ سن سکیں (چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ صرف خطبہ کے وقت اذان ہوتی تھی) اور یہ کہا کہ ان کے سامنے بھی (خطبہ کے وقت) اذان دینا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دی جاتی تھی، پھر فرمایا ہم نے اس کی ابتداء کی مسلمانوں کی کثرت کی وجہ سے۔ (معارف السنن صفحہ ۳۸۶)

اس اذان کی ابتداء کرنے والے بہر حال یا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، دونوں حضرات صحابہ کرام میں بڑی جلالت قدر کے مالک سابقون الاولون میں بڑی فضیلت ومنقبت کے حامل خلفاء راشدین میں شامل ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سنت پر عمل کرنے کی تاکید کی ہے، اسی طرح خلفاء راشدین کے اختیار کردہ دینی باتوں کی بھی، لہٰذا ان دونوں حضرات کا کوئی عمل بدعت نہیں ہوسکتا۔

علامہ شاطبی کی الاعتصام میں، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو دینی ذمہ داروں نے دینی امور کو اختیار کیا وہ بھی سنت میں داخل ہے بدعت نہیں ہے، ان کی اختیار کردہ چیزیں بدعت نہیں ہوسکتیں، کیا نہیں دیکھتے آپ نے اپنی سنت کے ساتھ ان کی سنت کو ملا کر اتباع کا حکم دیا۔ (معارف السنن جلد ۴ صفحہ ۳۹۸)

اذان جمعہ شروع میں صرف ایک ہی تھی، جو خطبہ کے وقت امام کے سامنے کہی جاتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پھر صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں اسی طرح رہا، حضرت عثمان غنی کے زمانہ میں جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوگئی اور اطراف مدینہ میں پھیل گئے، امام کے سامنے والے خطبہ کی اذان دور تک سنائی نہ دیتی تھی، تو عثمان غنی نے ایک اور اذان مسجد سے باہر اپنے مکان زورا پر شروع کرادی، جس کی آواز پورے مدینہ میں پہنچنے لگی، صحابہ کرام میں سے کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا، اس لئے یہ اذان اول باجماع صحابہ شروع ہوگئی، اور اذان جمعہ کے وقت بیع وشراوغیرہ تمام مشاغل حرام ہونے کا حکم جو پہلے اذان خطبہ کے بعد ہوتا تھا، اب پہلی اذان کے بعد سے شروع ہوگیا۔ (معارف القرآن جلد ۸ صفحہ ۴۴۲)

دوسری اذان منبر کے سامنے مسجد میں ہوگی

خیال رہے کہ یہ اذان عہد نبوت میں ایک روایت کے مطابق منبر کے سامنے مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی، مسجد کے دروازے پر یا مسجد سے باہر ہونے کا مقصد باہر کے لوگوں میں اعلان تھا، اب اس اعلان کا مقصد پہلی اذان سے پورا ہوگیا، اب یہ دوسری اذان خطبہ کے بعد حاضرین کی اطلاع اور جانشین کی بیداری کے لئے ہے۔ (معارف السنن صفحہ ۴۴۳)

چنانچہ حافظ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ مسجد سے باہر اذان اعلان کے لئے، اور خطیب کے سامنے کی اذان انصات اور خاموش رہنے کے لئے ہے۔ (جلد۲صفحہ۳۹۴)

اسی طرح مکحول کی روایت میں ہے، حضرت عمر فاروق نے جمعہ میں مسجد کے باہر میں اذان کا حکم دیا اور یہ بھی حکم دیا کہ ان کے سامنے بھی اذان دی جائے جیسا کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں تھا۔ (صفحہ۳۹۵)

حضرت عمر کے اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ کے وقت جو اذان ہوتی تھی وہ آپ کے سامنے منبر کے سامنے مسجد کے اندر ہوتی تھی۔

معارف السنن میں ہے کہ مذاہب اربعہ کی کتابوں میں ہے کہ یہ اذان داخل مسجد خطیب کے سامنے ہوگی۔

(معارف صفحہ۴۰۲)

چنانچہ احناف کے علاوہ مالکیہ اور شوافع کے یہاں بھی اس کی تصریح ہے۔

جب مؤذن اذان سے فارغ ہو جاتا تو آپ ﷺ خطبہ کے لئے کھڑے ہوتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ منبر پر بیٹھ جاتے، مؤذن اذان سے فارغ ہو جاتا تو آپ ﷺ کھڑے ہو کر پھر خطبہ دیتے۔ (سنن کبریٰ جلد۳صفحہ۲۰۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب مؤذن اذان دے کر خاموش ہو جاتا تب آپ ﷺ کھڑے ہوتے اور خطبہ دیتے۔ (مجمع الزوائد جلد۲صفحہ۱۸۳)

فائدہ: جمعہ کا خطبہ صحت جمعہ کی شرائط میں سے ہے، اس کا دینا واجب ہے۔

اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اگر خطبہ نہ دے گا تو چار رکعت پڑھنی ہوگی، جن میں ابن سیرین طاؤس ہیں، اسی وجہ سے مجاہد عطاء طاؤس کہتے ہیں اگر کوئی خطبہ میں شریک نہ ہو سکا تو وہ چار رکعت پڑھے گا۔

(جلد۳صفحہ۲۶۷)

خطبہ کے وقت لوگوں کو بیٹھنے کا حکم دیتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جمعہ کے دن (خطبہ کے لئے) منبر پر بیٹھ گئے تو لوگوں سے فرمایا، بیٹھ جاؤ، چنانچہ حضرت ابن مسعود مسجد کے دروازے پر تھے، جب انہوں نے سنا تو وہیں پر بیٹھ گئے، تو آپ نے فرمایا یہاں آؤ، اے ابن مسعود۔ (سنن کبریٰ جلد۳صفحہ۲۰۶)

خطبہ اطمینان سے اور بیٹھ کر سننا لازم ہے، یعنی کھڑے کھڑے سننا خلاف سنت ہے استماع اور سنجیدگی کے خلاف کوئی امر کرنا مکروہ ہے۔

خطبہ میں ہاتھوں کا اٹھانا، اور حرکت دینا ممنوع ہے

حصین بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں عمارہ بن رویبہ کے پاس بیٹھا تھا اور بشر بن مروان ہمیں خطبہ دے رہے تھے، جب دعا کا موقعہ آیا (دعائیہ جملہ) کا تو ہاتھ اٹھایا، تو اس پر عمارہ نے کہا کہ ان دونوں ہاتھوں کا اللہ برا کرے۔ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا وہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے، جب دعا فرماتے تو اس طرح کرتے اور صرف اپنے انگشت شہادت کو اٹھاتے۔ (ترمذی، احمد نیل الاوطار جلد۲ صفحہ ۲۷۰، ابوداؤد صفحہ ۱۵۷)

فائدہ: خطبہ کے دعائیہ جملہ پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا خلاف سنت ہے، جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا خلاف سنت ہے تو خطابی اشارے کے لئے ہاتھ اٹھانا اور حرکت دینا جیسا کہ عام تقریروں میں بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے، بدرجہ اولیٰ خلاف سنت ہوگا، شرح ابوداؤد میں ہے کہ آپ دونوں ہاتھوں سے اشارہ نہ کرتے، پس دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرنا خلاف سنت مکروہ ہوگا۔ (جلد۲ صفحہ ۱۸۵)

علامہ عینی نے ذکر کیا ہے کہ خطیب خطبہ میں ذرا سا دائیں بائیں ہوسکتا ہے۔ (عمدۃ القاری جلد۶ صفحہ ۲۲۱)

شرح بخاری میں ہے کہ خطبہ میں سامعین کو سمجھانے کے لئے ہاتھوں کو حرکت دینا اور اشارہ کرنا مکروہ ممنوع ہے۔ (فیض الباری جلد۲ صفحہ ۳۲۵)

امام جب منبر پر بیٹھ جائے تو لوگوں کا رخ امام کی طرف ہو جائے

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب منبر پر بیٹھ جاتے تو ہم لوگ آپ کی طرف اپنا رخ کر لیتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۹۸)

عدی بن ثابت نے کہا آپ ﷺ جب خطبہ دیتے تو حضرات صحابہ آپ کی طرف اپنا منہ کر لیتے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۱۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ جب منبر پر بیٹھ جاتے تو ہم لوگ آپ ﷺ کی جانب رخ کر کے بیٹھ جاتے۔ (ترمذی صفحہ ۲۲۰، عمدہ صفحہ ۲۲۰)

فائدہ: شمس الائمہ نے بیان کیا کہ دائیں بائیں کی طرف اپنا چہرہ کر لیں، شارح احیاء کی رائے ہے کہ لوگ رخ قبلہ ہی خطبہ سنیں ورنہ صف بندی میں ازدحام کی وجہ سے پریشانی ہوگی۔ (شرح احیا جلد۳ صفحہ ۲۲۹)

اسی طرح شرح ترمذی میں ہے کہ بہتر یہ ہے کہ تمام لوگ رخ قبلہ رہیں۔ (معارف السنن جلد۴ صفحہ ۳۶۴)

منبر پر جاتے تو سلام کرتے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب منبر پر جاتے تو سلام کرتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۰۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب منبر پر چڑھ جاتے تو لوگوں کی طرف رخ فرماتے، اور سلام کرتے۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۱۲۴)

علامہ عینی نے بیان کیا کہ سلام کرنا احناف کے نزدیک (خطبہ کی) سنتوں میں نہیں، اسی کے قائل اکثر احناف ہیں، اعلاء السنن میں ہے کہ اس باب کی احادیث گو ضعیف ہیں مگر ان کے مجموعہ سے اس کی اصل کا علم ہوتا ہے، انہوں نے احادیث کے پیش نظر سلام کو مشروع قرار دیا ہے، سراج الوہاج میں ہے کہ خطیب سلام کرے۔ (اعلاء السنن صفحہ ٦٦)

''بہر حال احادیث سے سلام کا ثبوت ہے۔''

منبر پر جب آپ بیٹھ جاتے تب مؤذن اذان کہتا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب جمعہ کے لئے آتے، منبر پر بیٹھ جاتے تب مؤذن اذان کہتا۔ (تلخیص الحبیر صفحہ ٦٧، ابوداؤد صفحہ ١٥٦)

سعید بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ تشریف لاتے منبر پر بیٹھ جاتے، مؤذن اذان دیتا، اذان ختم ہو جاتی تو آپ کھڑے ہوتے خطبہ دیتے۔ (تلخیص الحبیر صفحہ ٦٧)

فَائِدَہ: شرح احیاء میں ہے کہ امام جب ٹھیک سے بیٹھ جائے تو اس کے سامنے اذان دے، اور یہ کہ منبر مصلّی کے دائیں طرف ہونا سنت ہے۔ (جلد ۳ صفحہ ۲۲۸)

علامہ عینی نے بیان کیا کہ عہد نبوت، عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں اذان اس وقت دی جاتی تھی جب کہ امام (منبر پر) بیٹھ جاتا۔ (بنایہ صفحہ ۱۸۰)

خطبہ کی اذان کے جواب میں اختلاف ہے، زیلعی شارح کنز کے نزدیک اذان کا جواب مکروہ نہیں ہے، بعضوں نے اسے مکروہ بھی قرار دیا ہے۔

یہ اختلاف امام کے بارے میں ہے، بہر حال مقتدی اور سامعین تو زبان سے جواب نہیں دیں گے بلکہ اگر دینا ہو تو دل سے دیں۔ (معارف السنن صفحہ ۳۴۲)

علامہ شامی لکھتے ہیں کہ خطیب کے سامنے کی اذان کا جواب دینا بالاتفاق منع ہے۔ (الشامی جلد ۱ صفحہ ۳۹۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ میں دو خطبہ دیتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ میں دو خطبہ دیتے۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۲۷، سنن کبریٰ صفحہ ۱۹۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبہ دیتے، جب منبر پر چڑھتے تو بیٹھ

جاتے، یہاں تک کہ اذان ہوتی، تو آپ کھڑے ہوتے، پھر (خطبہ کے درمیان) بیٹھتے تو بات نہ کرتے خاموش رہتے، پھر کھڑے ہوتے خطبہ دیتے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۲۲۸، الفتح الربانی جلد ۶ صفحہ ۸۹)

فائدہ: آپ ﷺ نے ہمیشہ جمعہ سے قبل خطبہ دیا ہے، کبھی اسے ترک نہیں فرمایا، یہ خطبہ دو رکعت کے قائمقام ہے، چنانچہ حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ جمعہ کی چار رکعت تھی خطبہ کے بعد اسے دو رکعت کر دیا گیا۔

(بنایہ صفحہ ۸۰۱)

اسی وجہ سے روایت میں ہے کہ جو خطبہ نہ پائے چار رکعت پڑھے، شرح منیہ کبیری میں ہے کہ خطبہ تمام جمہور علماء کے نزدیک شرط ہے، سوائے امامیہ کے یہاں۔ (کبیری صفحہ ۵۵۵)

ابن شہاب زہری نے کہا بغیر خطبہ کے جمعہ ہی نہیں۔ (بنایہ شرح صفحہ ۸۰۱)

آپ ﷺ خطبہ کھڑے ہو کر دیتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے۔ پھر بیٹھتے پھر کھڑے ہوتے جیسا کہ تم لوگ اب کرتے ہو۔ (بخاری صفحہ ۱۲۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے۔ (بخاری صفحہ ۱۲۵)

جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے پھر بیٹھتے پھر کھڑے ہوتے اور خطبہ دیتے، کون کہتا ہے کہ آپ نے بیٹھ کر خطبہ دیا ہے۔ جس نے کہا جھوٹ کہا۔ (سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۱۹۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے۔

(مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۱۲۸، عمدہ جلد ۶ صفحہ ۲۱۸)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ جمعہ کے دن کھڑے ہو کر خطبہ دیتے۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۲۸)

فائدہ: آپ ﷺ کی عادت طیبہ تھی کہ خطبہ خواہ جمعہ کا ہو یا عیدین وغیرہ کا جب بھی دیتے کھڑے ہو کر دیتے، کہ اس میں سامعین کی رعایت ہے، خطیب اور قوم کا مواجہہ ہوتا ہے، خطبہ کھڑے ہو کر دینا سنت ہے، اور بعضوں کے نزدیک واجب ہے، امام بخاری اور دیگر محدثین نے "الخطبة قائما" کا باب قائم کیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ خطبہ کھڑے ہو کر ہی سنت ہے۔

عینی علی الہدایہ میں ہے کہ ہمارے یہاں کھڑا ہونا سنت (موکدہ ہے)۔ (بنایہ صفحہ ۸۰۳)

بدائع میں ہے کہ خطبہ کھڑے ہو کر دے کہ ہمارے نزدیک سنت اور جمہور علماء کے نزدیک واجب ہے۔

(بذل جلد ۲ صفحہ ۱۸۱)

جمعہ کا خطبہ اونچائی پر سے دیتے

حضرت عامر مزنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو میں نے منی میں دیکھا کہ خچر پر خطبہ دے رہے تھے۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۷۰)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کھجور کے ایک تنے پر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۹۵)

حضرت ابی بن کعب کہتے ہیں کہ آپ ﷺ خطبہ ایک تنے پر دیتے تھے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۲۱۵)

علامہ عینی نے اہل سیر کے حوالہ سے بتایا کہ لکڑی کے منبر سے پہلے آپ مٹی کے منبر پر، کسی اونچی مٹی کے تودے پر خطبہ دیتے تھے۔ (جلد ۶ صفحہ ۲۱۵)

فَائِدَہ: ابن قیم نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے زمین پر، منبر پر (لکڑی کے بنے ہوئے) سواری پر اونٹ پر خطبہ دیا ہے، آپ خطبہ کے لئے اسی اونچی چیز کو اختیار کرتے تاکہ اونچائی کی وجہ سے سب کا مواجہہ ہو۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ منبر نہ ہو تو کسی اونچی چیز پر خطبہ دے، کسی لکڑی کے تنے پر دے تاکہ آپ کی اتباع ہو۔ (عمدہ صفحہ ۲۱۶)

جمعہ کا خطبہ منبر پر دیتے

حضرت عمر بن حریث رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ جمعہ کا خطبہ منبر پر دیتے اور آپ پر کالا عمامہ ہوتا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۷۷)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جمعہ کا خطبہ عید و بقرعید کا منبر پر دیتے، جب مؤذن اذان سے فارغ ہو جاتا تو آپ کھڑے ہوتے اور خطبہ دیتے۔ (طبرانی، سبل الہدیٰ صفحہ ۲۱۳)

حضرت جریر ذکر کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ہمیں ایک چھوٹے سے منبر پر خطبہ دیا اور صدقہ کی ترغیب دی۔ (سبل صفحہ ۱۱)

حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں منبر اختیار کروں تو میرے باپ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامُ نے اختیار کیا اور اگر عصا، کو اختیار کروں تو میرے باپ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامُ نے اختیار کیا۔ (کشف الاستار صفحہ ۳۰۴)

یعنی دونوں حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامُ کی سنت ہے، منبر پر چڑھ کر خطبہ دینا یا عصاء کے سہارے دینا۔

فَائِدَہ: امام بخاری نے اور دیگر محدثین نے باب قائم کیا "الخطبة علی المنبر" اس سے اس بات کی وضاحت ہے کہ خطبہ خطیب منبر پر چڑھ کر دے گا، فرش مسجد پر کھڑا ہو کر نہیں دے گا کہ خلاف سنت ہے، آپ

کے منبر کے تین درجات تھے، یعنی تین سیڑھیاں تھیں، آپ کا منبر مصلّٰی سے دائیں جانب تھا یہی سنت ہے۔
(عمدہ صفحہ ۲۱۵)

دوخطبوں کے درمیان بیٹھتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکر خطبہ دیتے پھر بیٹھتے پھر کھڑے ہوکر خطبہ دیتے جیسے تم لوگ اس وقت کرتے ہو۔ (بخاری صفحہ ۱۲۵)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوخطبوں کے درمیان بیٹھتے۔
(سنن کبریٰ صفحہ ۱۹۷)

سماک بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کھڑے ہوکر دیتے، ہاں مگر ذرا بیٹھتے پھر کھڑے ہوجاتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۵۶، ابن ماجہ صفحہ ۷۷، الفتح الربانی)

حضرت جابر بن سمرہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شروع میں نہیں بیٹھتے تھے، ایک ہی خطبہ دیتے تھے، بعد میں آپ نے درمیان میں بیٹھنا شروع فرمایا، اس لئے اسے جلسہ استراحت کہا جاتا ہے۔
(بنایہ جلد ۲ صفحہ ۸۰۲)

فَائِدَة: امام ترمذی کہتے ہیں دوخطبوں کے درمیان بیٹھ کر فرق کرنا ہے (۱۱۳) ارباب حدیث نے **الجلوس بین الخطبتین** کے نام سے باب قائم کر کے اس کے مسنون ہونے کی وضاحت کی ہے، اسی طرح **الجلسة خفيفة** قائم کر کے واضح کیا ہے کہ یہ بیٹھنا بالکل ذرا سا ہوگا، چنانچہ حافظ نے بیان کیا کہ اس بیٹھنے کی مقدار سورہ اخلاص یا جلسہ استراحت کی تعداد بیٹھے۔ (فتح جلد ۲ صفحہ ۲۲۸)

اسی طرح شرح احیاء میں ہے۔ (جلد ۳ صفحہ ۲۳۰)

طحاوی میں ہے کہ صرف اتنی مقدار بیٹھے جسے بیٹھنا کہا جاسکے۔ (بنایہ صفحہ ۸۰۲، عمدہ جلد ۶ صفحہ ۲۲۸)

درمختار میں ہے کہ تین آیت کی تعداد بیٹھے۔ (شامی صفحہ ۱۲۸)

عینی میں ہے کہ دوخطبوں کے درمیان بیٹھنا ہمارے یہاں سنت ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۲۲۸)

حافظ نے ذکر کیا کہ شوافع اسے واجب قرار دیتے ہیں۔ (فتح صفحہ ۴۰۶)

دوخطبوں کے درمیان بیٹھتے تو خاموش رہتے

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ کھڑے ہوکر خطبہ دیا، پھر تھوڑی دیر بیٹھتے اور کلام نہ فرماتے (بلکہ خاموش رہتے) پھر اٹھتے اور کھڑے ہوکر خطبہ دیتے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ بیٹھتے تو بات نہ کرتے۔
(عمدہ صفحہ ۲۲۸، ابوداؤد صفحہ ۱۵۶، الفتح الربانی صفحہ ۸۹، بذل المجہود جلد ۲ صفحہ ۱۸۲، نسائی صفحہ ۳۳۵)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ دو خطبوں کے درمیان جو ذرا بیٹھتے تو کلام گفتگو نہ کرتے، حافظ نے لکھا ہے کہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ذکر یا دعا سراً آہستہ نہ کرتے۔ (فتح الباری صفحہ ۴۰۶)

اس وقت امام دل سے ذکر یا دعا کر سکتا ہے۔

شرح احیاء میں ہے کہ امام بیٹھے ہوئے دعا کرے کہ یہ وقت مستجاب ہے مقتدی خاموش رہے ہاں دل سے دعا کر سکتا ہے۔ (جلد ۳ صفحہ ۲۳۰)

ابن قیم نے زاد المعاد میں ذکر کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے میں کلام نہ فرماتے، اسی وجہ سے محدثین نے دو خطبوں کے درمیان سکوت پر باب قائم کیا ہے۔ (نسائی صفحہ ۳۳۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ طویل نہ دیتے مختصر دیتے

حضرت جابر بن سمرہ سوائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے وعظ کو لمبی نہ فرماتے، بلکہ چند مختصر کلمے ہوتے۔ (سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۲۰۸)

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ آپ خطبہ تو مختصر دیتے اور نماز لمبی ادا فرماتے۔ (زاد المعاد صفحہ ۴۲۶)

فائدہ: ابوصالح دمشقی نے بیان کیا کہ کبھی لوگوں کی رعایت میں خطبہ طویل بھی کبھی فرما دیتے تھے۔

جمعہ کے دن مختصر وعظ فرماتے

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وعظ جمعہ کے دن طویل نہ فرماتے، چند مختصر کلمات ہوتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۵۸، نیل الاوطار)

فائدہ: خطبہ میں آپ وعظ فرماتے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن چونکہ کثیر تعداد لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے ایسے موقعہ پر وعظ اور آخرت کی ترغیب وقت کے مناسب احکام شرعیہ کا مختصر سا بیان ہونا چاہئے تا کہ دین سے تعلق باقی رہے۔

نماز لمبی اور خطبہ مختصر کرنے کی تاکید فرماتے

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ خطبہ مختصر دیں۔
(احمد، مسلم، نیل الاوطار صفحہ ۲۶۹، دارمی جلد ۱ صفحہ ۳۶۵)

ابووائل کہتے ہیں کہ حضرت عمار نے بلیغ اور مختصر خطبہ دیا، اور فرمایا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز لمبی خطبہ مختصر سمجھداری کی بات ہے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۰۸)

حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کثرت سے ذکر کرتے، باتیں کم کرتے، نماز لمبی کرتے اور خطبہ مختصر فرماتے، کسی ضرورت سے بیوہ اور مسکین کے ساتھ چلنے میں عار محسوس نہ فرماتے۔ (نسائی، سبل صفحہ ۲۲۶، نیل صفحہ ۲۲۹)

حضرت جابر بن سمرہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ خطبہ کو طویل کرنے سے منع فرماتے تھے۔

(کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۳۷۵)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ خطبہ مختصر ہونا مسنون مستحب ہے، لمبا ہونا، طویل ہونا خلاف سنت ہے، اسی وجہ سے آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے بعد ایک زمانہ آئے گا کہ خطبہ تو طویل کریں گے اور نماز مختصر، چنانچہ حجاج بن یوسف ثقفی سے آپ ﷺ کی یہ پیشین گوئی پوری ہوگئی، کہ وہ خطبہ طویل دیتا تھا، خطبہ تمہید ہے، اور نماز اصل اور مقصود ہے ظاہر کہ تمہید اصل سے مختصر ہوتی ہے۔

آپ ﷺ کے خطبہ دینے کی ہیئت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ جب خطبہ دیتے تو (بیان کے وقت) آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں، آواز بلند ہو جاتی، جوش بھڑک اٹھتا ایسا جیسے کسی لشکر کو ڈرا رہے ہوں۔

(مسلم صفحہ ۲۸۴، مرعاۃ جلد ۲ صفحہ ۲۹۶)

علامہ ابن قیم آپ ﷺ کے خطبہ کے متعلق لکھتے ہیں آپ جب خطبہ دیتے تو آپ کی دونوں آنکھیں بدل ہو جاتیں آواز میں بلندی پیدا ہو جاتی جوش پیدا ہو جاتا۔ (زاد المعاد صفحہ ۴۲۵)

ابن شہاب زہری نے بیان کیا کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ اولاً آپ منبر پر آکر بیٹھ جاتے، جب مؤذن اذان دے کر فارغ ہو جاتا تو آپ کھڑے ہوتے، پہلا خطبہ دیتے، پھر اس کے بعد ذرا بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہوتے اور دوسرا خطبہ دیتے، جب ختم فرمانے لگتے تو استغفار فرماتے پھر منبر سے اتر جاتے، نماز کے لئے بڑھ جاتے، اور آپ کھڑے ہوتے تو عصاء کے سہارے منبر پر کھڑے ہوتے، اسی طرح حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کرتے۔ (مراسیل، ابوداؤد صفحہ ۷)

خطبہ بلند آواز سے دیتے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ بلند آواز سے خطبہ دیتے۔

(مسلم صفحہ ۲۸۵، ابن ماجہ)

فائدہ: خطبہ میں آواز کا بلند ہونا سنت ہے، خطیب کو چاہئے کہ ذرا سینہ کشادہ کر کے بلند آواز سے دے، اس کے لئے موجودہ دور میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال بہت بہتر ہے۔ (مرعاۃ جلد ۲ صفحہ ۲۹۷)

خطبہ میں حمد وثناء و درود کے بعد اما بعد کہنا سنت انبیاء ہے

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کھڑے ہوئے میں نے آپ کو سنا جب آپ خطبہ دے رہے تھے تو فرمایا۔ اما بعد۔ (بخاری صفحہ ۱۲۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے حمد وثنا کیا اور کہا اما بعد۔

(فتح الباری صفحہ ۴۰۵)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے خطبہ میں حمد وثنا ذکر کرتے، آپ کی آواز بلند ہو جاتی، پھر فرماتے اما بعد، فان خیر الحدیث کتاب اللہ۔

(مسلم صفحہ ۲۸۴، فتح الباری صفحہ ۴۰۵، سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۲۰۷)

فائدہ: علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ میں حمد، ثناء اور شہادتین کے بعد اما بعد فرماتے۔

(زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۴۲۶)

فائدہ: تمام خطبوں میں خواہ جمعہ، عیدین کا ہو یا وعظ ونصیحت کا ہو، یا کتابی خطبہ وتمہید کتاب ہو، اما بعد کے بعد مضامین کو شروع کرنا سنت ہے، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر باب قائم کر کے اس کے مسنون ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے، سب سے پہلے اس کلمہ کا استعمال حضرت داؤد علیہ السلام نے کیا بعضوں نے کہا، یعرب بن قطحان نے سب سے پہلے اس کا تکلم کیا۔ (الفتح الربانی جلد ۶ صفحہ ۹۷)

حافظ نے شرح بخاری میں بیان کیا ہے کہ یہ صرف خطبہ ہی کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ رسائل اور کتابوں کے آغاز میں بھی سنت ہے۔ (صفحہ ۴۰۵)

معلوم ہوا کہ صرف خطبہ ہی میں نہیں بلکہ دیگر تمام تقاریر وعظ و بیان میں بھی اس کا حمد وثنا کے بعد کہنا سنت ہے، افسوس واعظوں اور مقرروں سے یہ سنت ترک ہوگئی۔

خطبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھتے

عمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی بہن سے روایت کرتی ہیں کہ میں نے سورہ قاف کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے ہی یاد کیا، جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جمعہ پڑھا کرتے تھے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۵۷)

خولہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ میں جمعہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ سنتی آپ منبر پر ہوتے اور ق والقرآن مجید پڑھتے اور میں مسجد کے آخر میں عورتوں کے صف کے آخر میں ہوتی۔

(سبل الہدیٰ صفحہ ۲۲۵، طبقات سعد جلد ۸ صفحہ ۲۱۶)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر قل یا ایہا الکفرون اور قل ہو اللہ احد پڑھتے

تھے۔ (مجمع جلد۲ صفحہ۱۹۰)

فائدہ: خطبہ میں قرآن کی آیتوں کا پڑھنا سنت ہے۔ (بذل جلد۲ صفحہ۲۰۲)

شرح احیاء میں ہے کہ ہمارے اصحاب کے یہاں خطبہ میں قرآن پڑھنا سنت ہے، کبھی آپ نے "**واتقوا یوما ترجعون فیه الی الله**" کبھی "**یا ایها الذین امنو اتقوا اللّٰہ وقولوا لا سدیدا**" اور کبھی "**ونادوا یامالك لیقض علینا**" کبھی "**اذا زلزلت**" وغیرہ پڑھی ہے، اگر قرآن کی کوئی آیت پڑھے تو اکثر علما کا قول ہے کہ اعوذ باللہ پڑھے بسم اللہ نہ پڑھے۔ (اتحاف جلد۳ صفحہ۲۲۶)

بذل المجہود میں ہے کہ خطبہ اولیٰ میں ہمارے یہاں قرآن کی قرأت سنت ہے۔ (صفحہ۱۸۲)

علامہ شامی نے کہا متواتر روایتوں سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ خطبہ میں قرآن پاک پڑھتے تھے، محیط کے حوالہ سے ہے کوئی سورہ یا کوئی آیت پڑھے، شامی نے کہا کہ اگر سورہ پڑھے اعوذ باللہ بسم اللہ پڑھے، اگر آیت پڑھے تو اکثر علماء نے کہا صرف اعوذ باللہ پڑھے۔ (الشامی صفحہ۱۴۸)

علامہ شعرانی لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ خطبہ میں اس کثرت سے سورہ قاف پڑھتے تھے کہ ایک جماعت نے اسے بار بار پڑھنے کی وجہ سے یاد کرلیا تھا۔ (کشف الغمہ صفحہ۱۴۷)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے جمعہ کے دن (خطبہ میں) سورہ تبارک پڑھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے خطبہ میں سورہ مائدہ اور سورہ توبہ پڑھی اور فرمایا اللہ کے حلال کردہ کو حلال اور اللہ کے حرام کردہ کو حرام جانو۔ (عبد بن حمید، سبل الہدیٰ جلد۸ صفحہ۲۲۹)

دوسرے خطبہ میں بھی قرآن کی کوئی آیت پڑھتے

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کھڑے ہوکر خطبہ دیتے پھر بیٹھتے پھر کھڑے ہوتے، قرآن کی آیت پڑھتے، نصیحت فرماتے۔ (نسائی صفحہ۲۰۹)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے خطبہ میں بھی قرآنی آیات کا پڑھنا سنت ہے، شرح ترمذی میں ہے کہ ہمیشہ کوئی متعین آیت نہیں پڑھتے کبھی یہ کبھی وہ۔ (تحفہ صفحہ۳۶۳)

آپ ﷺ کا خطبہ کیسا ہوتا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ جو خطبہ جمعہ میں دیا کرتے تھے اس میں اللہ کی حمد وثنا بیان کرتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ۲۰۸)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ ہم لوگوں کو خطبہ دیتے اس کی حمد وثنا بیان کرتے جس کے وہ لائق ہے پھر کہتے:

”مَنْ يَهْدِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَخَيْرُ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَشَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.“

یونس ابن شہاب زہری سے حضور پاک ﷺ کے خطبہ جمعہ کے بارے میں پوچھا گیا، ابن شہاب نے کہا آپ کا خطبہ یہ ہوتا:

”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بِحَمْدِهٖ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِهٖ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا، مَنْ يَهْدِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدٌ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَنَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَعْصِهِمَا فَقَدْ غَوٰى نَسْئَلُ اللّٰهَ رَبَّنَا اَنْ يَجْعَلَنَا مِمَّنْ يُطِيْعُهٗ رَسُوْلَهٗ وَيَتَّبِعُ رِضْوَانَهٗ وَيَجْتَنِبُ سَخَطَهٗ فَاِنَّمَا نَحْنُ بِهٖ وَلَهٗ.“

(سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ ۲۱۵، ابوداؤد صفحہ ۱۵۷)

سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ہر جمعہ کو مؤمن مرد، مؤمن عورتوں، مسلم مرد اور مسلم عورتوں کے لئے استغفار فرماتے۔ (کشف الاستار جلد ۱ صفحہ ۳۰۷، مجمع الزوائد صفحہ ۱۹۰)

آپ ﷺ خطبہ شروع کس طرح فرماتے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب خطبہ دیتے تو یہ فرماتے۔

”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَنْ يُطِعَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَعْصِهِمَا فَاِنَّهٗ لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ وَلَا يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئًا.“

(ابوداؤد صفحہ ۱۵۷، زاد المعاد صفحہ ۴۲۵)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ خطبہ میں اما بعد کے بعد یہ فرماتے۔

”فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ“ (مسلم صفحہ ۲۸۵)

سنن نسائی میں ہے کہ آپ ﷺ خطبہ میں ”كل بدعة ضلالة في النار“ پڑھتے۔

(زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۴۲۷)

حضرت حسن بصری کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے جمعہ کے دن خطبہ میں یہ بیان فرمایا:

"يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ لَكُمْ عِلَمًا فَانْتَهُوا اِلٰى مَعَالِمِكُمْ، وَاِنَّ لَكُمْ نِهَايَةً فَانْتَهُوا اِلٰى نِهَايَتِكُمْ فَاِنَّ الْمُؤْمِنَ بَيْنَ مَخَافَتَيْنِ، بَيْنَ اَجَلٍ قَدْ مَضٰى لَا يَدْرِىْ كَيْفَ صَنَعَ اللّٰهُ فِيْهِ وَبَيْنَ اَجَلٍ قَدْ بَقِىَ لَا يَدْرِىْ كَيْفَ اللّٰهُ بِصَانِعٍ فِيْهِ فَلْيَتَزَوَّدِ الْمُؤْمِنُ لِنَفْسِهٖ بِنَفْسِهٖ وَمِنْ دُنْيَاهُ لِاٰخِرَتِهٖ، الدُّنْيَا خُلِقَتْ لَكُمْ، وَالَّذِىْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ مَا بَعْدَ الْمَوْتِ مُسْتَعْتَبٍ وَمَا بَعْدَ الدُّنْيَا دَارٌ اِلَّا الْجَنَّةُ اَوِالنَّارُ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِىْ وَلَكُمْ." (سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۲۲۳، بیہقی فی الشعب)

خطبہ کن مضامین پر مشتمل ہوتا

آپ ﷺ کے خطبوں کی روایتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا خطبہ کم از کم ان دس امور پر مشتمل ہوتے تھے:

١. حمد
٢. خدا تعالیٰ کی تعریف وتمجید اور بڑائی وغیرہ
٣. شہادتین
٤. درود کا ذکر
٥. وعظ نصیحت
٦. کلمات قرآنیہ
٧. عامۃ المسلمین کے لئے دعاؤں کا کرنا، چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب نے ان امور کا خطبہ میں ہونا مسنون قرار دیا ہے۔ (حجۃ اللہ البالغۃ جلد ۲ صفحہ ۷۵)

اسی طرح فقہاء کرام نے بھی ان امور کا ہونا ذکر کیا ہے، ابن قیم نے زاد المعاد میں ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ کے خطبہ کا مدار اور اس کے بنیادی امور یہ امور تھے:

١. خدا کی حمد
٢. نعمتوں کے اوپر اس کی ثناء اور تعریف
٣. اس کے صفات اور ان کے کمالات کا ذکر
٤. اسلام کے بنیادی امور کی تعلیم
٥. جنت اور جہنم کا ذکر

❻ آخرت کا ذکر

❼ تقویٰ کی ترغیب

❽ خدا کی رضا مندی اور ناراضگی والے اعمال کا بیان۔ (زاد المعاد، سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۲۲۲)

علامہ شعرانی نے ذکر کیا کہ آپ ﷺ کے خطبہ جمعہ وغیرہ میں حمد ثنا درود پاک، وعظ نصیحت اور قرآن ہوتا تھا۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۴۷)

خطبہ اور اس کی شرائط وآداب

خطبہ کا نماز سے قبل ہونا، وقت جمعہ میں خطبہ کا ہونا، کم از کم تین سننے والوں کا ہونا۔ (شامی جلد ۲ صفحہ ۱۴۸)

ذکر خدا کا ہونا، خواہ تحمید ہو یا تہلیل ہو یا تسبیح ہو۔

حضرات صاحبین کے نزدیک ضروری ہے کہ تشہد کے تعداد ذکر تحمید وتجید وغیرہ پر مشتمل ہو۔ (شامی صفحہ ۱۴۸)

خطبہ کا زبانِ عربی میں ہونا۔ (الشامی جلد ۲ صفحہ ۱۴۸)

خطبہ کے سنن وآداب یہ ہیں

اذان کے بعد خطبہ شروع کرنا، وضو کے ساتھ پڑھنا، کھڑے ہو کر پڑھنا، قوم کی طرف رخ کر کے پڑھنا، کسی اونچی چیز، منبر پر پڑھنا، بلند آواز سے پڑھنا، مختصر پڑھنا، ابتداءً آہستہ سے اعوذ باللہ پڑھنا خطبہ اولاً حمد الٰہی، الحمد للہ الخ سے شروع کرنا، ان کے انعامات پر ثناء کا ذکر ہونا، شہادتین کا ہونا، درود پاک کا پڑھنا وعظ ونصیحت کے کلمات کا ہونا، سورہ یا آیت قرآنیہ کا ہونا، خلفاء راشدین اور حضرت عباس وحضرت حمزہ کا ذکر ہونا، تمام مسلمانوں کے حق میں دعاء کا ہونا، دو خطبوں کا ہونا، دو خطبوں کے درمیان تھوڑا سا بیٹھنا، دوسرے خطبے میں بھی قرآن کی آیتوں کا پڑھنا، دونوں خطبوں کی مقدار طوال مفصل کی سورتوں کے مثل ہونا۔

(معارف السنن صفحہ ۳۶۴، حلبی صفحہ ۵۵۵، زاد المعاد، حجۃ اللہ البالغہ، روائع)

شرح منیہ میں ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک خطبہ جمعہ کے لئے شرط ہے، صرف فرقہ امامیہ اس سے اختلاف کرتے ہیں۔ (حلبی صفحہ ۵۵۵)

ملا علی قاری نے بیان کیا کہ جمعہ کا خطبہ دو رکعت کے قائم مقام ہے۔ (مرقات جلد ۳ صفحہ ۲۵۲)

خطبہ کے وقت ہر گفتگو اور بات سے منع فرماتے خواہ نیک ہی کیوں نہ ہو

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم نے خطبہ کے وقت کسی کو (جو بول رہا ہو منع کرتے ہوئے) کہا چپ رہو تو بھی غلط کام کیا، بس تم خاموش رہو۔

(بخاری، سنن کبریٰ صفحہ ۲۱۹، دارمی جلد ۱ صفحہ ۳۶۴، ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۲۴)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے خطبہ کے وقت کسی کو کہا چپ رہو۔ اس نے غلط کیا۔ (ابن ابی شیبہ ۱۲۴)

زید بن صومان سے مروی ہے کہ اگر کسی آدمی کو دیکھو کہ خطبہ کے وقت جمعہ کے دن باتیں کر رہا ہے تو اگر وہ قریب ہے تو اس کے بدن کو دبا دو (تا کہ وہ سمجھ جائے) اور اگر وہ دور ہے تو اشارہ سے منع کرو (مگر زبان سے مت بولو)۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۱۷)

علقمہ نے کہا کہ اپنی انگلی منہ پر رکھ کر اشارہ کرے (مگر زبان سے نہ کہے)۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۱۷)

خطبہ خاموش ہو کر سنے، اور سکون سے رہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو وضو کرے، اچھی طرح وضو کرے، پھر جمعہ میں آئے، امام کے قریب رہے، خاموشی سے رہے اور سنے تو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہ بلکہ تین دن کے زائد گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، اگر اس نے ایک کنکری بھی (بیٹھے ہوئے) چھوا تو لغو حرکت کی۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۲۳)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب امام خطبہ دے تو تم خاموش جاؤ (کوئی دینی بات بھی مت کرو) تاوقتیکہ وہ فارغ نہ ہو جائے۔ (مسند احمد مرتب جلد ۶ صفحہ ۱۰۰، نیل صفحہ ۲۷۲)

فائدہ: اگر دور ہونے کی وجہ سے خطبہ کی آواز بھی نہ آئے تو چپ رہنا واجب ہے، جمہور علماء اس کے قائل ہیں۔ (عمدۃ جلد ۶ صفحہ ۱۷۶)

خطبہ کے وقت تمام ذکر ممنوع ہے۔ (معارف صفحہ ۳۴۱)

خطبہ کے وقت بولنے والا مثل گدھے کے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے جمعہ کے دن امام کے خطبہ کے وقت کچھ بولا، وہ مثل گدھے کے ہے جو کتابوں کا بوجھ لادے ہو۔

(مسند احمد الفتح الربانی جلد ۶ صفحہ ۹۸، ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۲۵)

فائدہ: شرح بخاری میں ہے کہ تمام قسم کا کلام (حتیٰ کہ امر بالمعروف بھی) خطبہ کے وقت کرنا مکروہ اور ممنوع ہے۔ (صفحہ ۲۴۰)

فائدہ: امام بخاری نے باب قائم کیا ہے "الانصات یوم الجمعة والامام یخطب" جس سے مراد یہ ہے کہ خطبہ کے وقت بالکل خاموشی اور دھیان سے رہو۔ (بخاری)

عینی میں ہے کہ خطبہ دو رکعت کے قائم مقام ہے لہٰذا جس طرح نماز میں کلام ممنوع ہے اسی طرح خطبہ میں

بھی ممنوع ہوگا۔ (عمدہ جلد ۶ صفحہ ۲۴۰)

خطبہ سے فراغت کے بعد اقامت سے قبل گفتگو کر سکتے ہیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر سے اترے، اور ایک آدمی سے ضرورت کے سلسلہ میں بات کی، پھر مصلیٰ کی طرف بڑھے اور نماز پڑھائی۔

(الفتح الربانی جلد ۶ صفحہ ۱۰۰، ترمذی، اتحاف الخیرہ جلد ۳ صفحہ ۵۹)

فائدہ: امام کے خطبہ سے فارغ ہونے پر گفتگو میں کوئی قباحت نہیں۔ (بلوغ الامانی صفحہ ۱۰۰)

امام صاحب کے ایک قول میں اس وقت بھی مکروہ ہے۔ (نیل صفحہ ۲۷۵)

ابراہیم نخعی اس وقت بھی کلام مکروہ قرار دیتے تھے اسی کو امام صاحب نے اختیار کیا ہے۔

(ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۷، زید ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۳۶)

گردنوں کو پھاندتے ہوئے آگے جانا سخت منع ہے

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو جمعہ کے دن لوگوں کی گردنوں کو پھاند کر آگے بڑھے گا اس کا جہنم میں پل بنایا جائے گا۔ (ترمذی صفحہ ۱۱۴، ابن ماجہ صفحہ ۷۸)

فائدہ: یعنی اسے پل بنا کر لوگوں کو اس کی گردنوں کے اوپر سے گزارا جائے گا، جیسے کہ دوسروں کے گردنوں کو پھاند کر آگے بڑھا تھا۔ (اتحاف)

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے، ایک شخص لوگوں کی گردن پھاند کر آگے آرہا تھا، آپ نے اس سے فرمایا، دیر سے آئے اور لوگوں کو تکلیف دی۔

(ترغیب صفحہ ۵۰۴، ابوداؤد صفحہ ۱۵۹، نسائی، کبیری صفحہ ۵۶۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث میں ہے کہ آپ خطبہ دے رہے تھے ایک شخص لوگوں کی گردن کو پھاندتا ہوا آگے بڑھا اور آپ کے قریب جا بیٹھا، آپ نے نماز کے بعد اس سے فرمایا، میں نے تم کو دیکھا کہ لوگوں کی گردنوں کو پھاندتے ہوئے جا رہے تھے، ان کو تم نے تکلیف دی، اور جس نے کسی مسلمان کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی، اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ کو تکلیف پہنچائی۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۵۰۴)

فائدہ: امام ترمذی نے ذکر کیا کہ علماء کی جماعت نے گردن پھاند کر جانے کو شدید مکروہ قرار دیا ہے، علامہ عینی نے بیان کیا کراہت سے مراد یہاں تحریم ہے احادیث پاک میں وعید کی وجہ سے اس کا مکروہ تحریمی ہونا راجح ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح جلد ۳ صفحہ ۴۷۷)

شرح احیاء میں لکھا ہے کہ بعض صورتوں میں گردن پھاند کر آگے جانا جائز ہے اگر صف اول میں جگہ بالکل

خالی ہو، تو پیچھے والوں کی گردن پھاند کر آگے گزرنا درست ہے، چونکہ انہوں نے ثواب کو چھوڑا اپنا حق ضائع کیا (یہ پہلے آنے کی وجہ سے ان کو آگے بیٹھنے کا حق تھا) ایک حدیث میں اس کا جفاء اور امور جہالت میں ہونا منقول ہے کہ صف اول کو چھوڑ کر پچھلی صف میں بیٹھے، چنانچہ حسن بصری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ ان لوگوں کی گردنوں کو پھاند کر آگے گزر جاتے تھے، جو مسجد کے دروازہ کے قریب بیٹھے رہتے تھے، ایسوں کا کوئی احترام نہیں، حسن بصری فرماتے ہیں کہ جگہ ہو تو آگے جانے میں کوئی حرج نہیں۔ (اتحاف جلد۳ صفحہ۲۶۲، عمدۃ القاری صفحہ۲۰۸)

اس سے معلوم ہوا کہ صف اول کو چھوڑ کر یا آگے کے حصہ کو چھوڑ کر لوگ پیچھے بیٹھے ہوں، جیسا عموماً جاڑے کے موسم میں دھوپ کی وجہ سے ہوتا ہے، سو یہ مکروہ امر کا ارتکاب ہے، ذرا سی دھوپ کے لئے وعید اختیار کرنا درست نہیں، اس صورت میں گردن پھاند کر آگے جایا جا سکتا ہے۔

شرح منیہ میں ہے جب امام خطبہ دے رہا ہو تو بالکل بات نہ کرے کہ خطبہ کی حالت میں حرام ہے۔
(کبیری صفحہ۵۶۵)

ہاں البتہ صف اول میں جگہ نہ ہو اور جگہ نکالنے کے لئے یا صفوں کے بیچ میں فی الحال بیٹھنے کے لئے گردنوں کو پھاند کر آگے جانا درست نہیں یہی محل وعید ہے، شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ امام پیچھے سے آئے اس کے لئے گردنوں کو پھاند کر جانا درست ہے۔ (مرقات، مرعات، اتحاف صفحہ۲۶۲)

مرعاۃ المفاتیح میں ہے کہ دو شرطوں کے ساتھ گردنوں کو پھاندنا جائز ہے:

1. اس سے تکلیف نہ ہو (مثلاً لوگ کشادہ بیٹھے ہوں)
2. امام بھی خطبہ کے لئے نہ آیا ہو، امام کے آنے کے بعد امام کے قریب ہونے کے لئے ایسا کرنا حرام ہے۔

(جلد۴ صفحہ۴۷۷)

بہتر یہ ہے کہ آگے جگہ رہنے پر بھی گردنوں کو پھاند کر آگے نہ جائے بلکہ پیچھے جہاں جگہ مل جائے، بیٹھ جائے۔ (اتحاف السادۃ جلد۳ صفحہ۲۶۲)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب نے اجازت دی ہے کہ اگر لوگوں کو اذیت نہ ہو (کہ لوگ کشادہ پھیل کر بیٹھے ہوں تو آگے امام کے قریب جگہ ہونے پر جانا درست ہے)۔ (عمدۃ القاری)

خطبہ کے وقت حبوہ دونوں گھٹنوں کو ہاتھ سے جوڑ کر بیٹھنا مکروہ ہے

حضرت معاذ بن انس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْهُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے جب امام خطبہ دے رہا ہو "حبوہ" بنا کر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ (ترمذی صفحہ۱۱۴، ابوداؤد صفحہ۱۵۸)

فَائِدَة: حبوہ اسے گوٹ مار کر بیٹھنا بھی کہا جاتا ہے، یعنی دونوں گھٹنوں کو کھڑا کر دے اور کسی کپڑے رومال

وغیرہ سے پیٹھ اور پیروں کو باندھ دے، یا اپنے دونوں ہاتھوں سے باندھ لے یہی طریقہ ہمارے دیار میں رائج ہے، اس طرح بیٹھنے کی بعض روایت کے اعتبار سے عمومی ممانعت ہے چونکہ لنگی کی صورت میں کشف عورت ہوتا ہے، امام ترمذی نے ذکر کیا کہ علماء کی ایک جماعت نے اس طرح بیٹھنے کو جمعہ کے دن خطبہ کی حالت میں منع کیا ہے، اور اس خصوصیت کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اس طرح نیند آتی ہے، پھر اس میں بسا اوقات قرار نہیں رہتا ہے، اس وجہ سے بھی اس کی ممانعت ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح جلد۴ صفحہ۴۷۹، مرقات جلد۳ صفحہ۲۵۸)

نماز سے قبل حلقہ بنا کر بیٹھنا منع ہے

حضرت شعیب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے جمعہ کے دن نماز سے قبل حلقہ بنا کر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ (سنن کبریٰ صفحہ۲۳۴)

حضرت واثلہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا، جمعہ کے دن امام سے پہلے حلقہ بنا کر مت بیٹھو قبلہ کی طرف رخ کر کے بیٹھو، اسی طرح نہ عید کی نماز کے بعد بیٹھو (حلقہ لگا کر بلکہ امام کی جانب منہ کر کے خطبہ سنو)۔ (مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ۱۷۸، کنز جلد۸ صفحہ۳۸۲)

علامہ شعرانی لکھتے ہیں کہ آپ حلقہ بنا کر بیٹھنے سے اس وجہ سے منع فرماتے کہ اس سے جگہ تنگ ہو جاتی ہے۔

شرح ابوداؤد میں ہے ملا علی قاری کے حوالہ سے ہے کہ مسجد میں حلقہ کی ہیئت بنا کر بیٹھنا ممنوع ہے۔ (بذل صفحہ۱۷۷)

مطلب یہ ہے کہ دو زانو قبلہ رخ ہو کر بیٹھے، اِدھر اُدھر رخ کر کے بیٹھنا ادب کے خلاف مکروہ ہے۔

اگر مسجد میں اونگھ آنے لگے تو اپنی جگہ بدل دے

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جمعہ کے دن مسجد میں تم سے کسی کو اونگھ آنے لگے تو جگہ بدل دے۔ (سنن کبریٰ صفحہ۲۳۷)

حضرت حسن کی روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا نیند اور اونگھ جمعہ کے دن شیطان کی طرف سے ہے، جب تم میں سے کسی کو اونگھ آوے تو اپنی جگہ بدل دو۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ۱۲۰)

فائدہ: جگہ بدل دینے سے اونگھ نہیں آتی چونکہ جگہ بدلنے سے حرکت اور ہیئت تبدیل ہو جاتی ہے اور یہ اونگھ اور سستی کا دافع ہے لہٰذا اگر بیٹھے بیٹھے اونگھ آنے لگے تو جگہ بدل دے اس جگہ سے اٹھ کر دوسری جگہ چلا جائے۔

جب امام منبر پر آئے تو کلام اور نماز ممنوع

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد میں

آئے اور امام کو منبر پر پائے تو نہ نماز پڑھے اور نہ کلام کرے تاوقتیکہ ممنوع ہو جاتی ہے۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۵۷)

ہشام نے اپنے والد عروہ سے نقل کیا کہ جب امام آجائے (منبر پر) تو نماز درست نہیں۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۱۱)

حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم خطیب کے نکلنے کے بعد گفتگو اور نماز کو مکروہ سمجھتے تھے۔ (طحاوی صفحہ ۲۱۷)

عروہ نے کہا جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو نماز درست نہیں۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲، بنایہ صفحہ ۸۳۸، مرقات صفحہ ۲۶۹)

ابن شہاب زہری نے کہا کہ امام جب خطبہ میں ہو اور کوئی مسجد میں آئے تو بیٹھ جائے نماز نہ پڑھے۔

(بنایہ صفحہ ۸۳۸، مرقات صفحہ ۲۶۹، طحاوی صفحہ ۲۱۷)

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے مؤطا میں بیان کیا کہ امام زہری نے کہا امام کا آنا (منبر کی طرف خطبہ کے لئے) نماز کو روک دیتا ہے اور اس کا خطبہ دینا کلام گفتگو کو ممنوع کر دیتا ہے۔

(تلخیص الحبیر جلد ۲ صفحہ ۸۷، مرقات صفحہ ۲۶۲، موطا)

ابن مسیب کہتے ہیں کہ امام کا نکلنا (خطبہ کے لئے یعنی منبر پر آنا) نماز کا اور کلام دونوں کو ممنوع کر دیتا ہے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جمعہ کے دن نماز پڑھتے اور جب امام آجاتا تو نماز نہیں پڑھتے۔

(ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۴)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت سعد نے کہا کہ نماز مت پڑھو۔ اس آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے اللہ کے رسول سعد نے مجھے کہہ دیا، نماز مت پڑھو، تو آپ نے سعد سے پوچھا کہ اے سعد تم نے کیوں منع کیا سعد نے جواب دیا، وہ گفتگو کر رہا تھا، اور آپ خطبہ دے رہے تھے، آپ نے فرمایا تم نے ٹھیک کہا۔

(ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۲۶)

ابن مالک القرظی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر اور حضرت عثمان (کے عہد میں) دیکھا کہ جب وہ جمعہ کے لئے آتے تو ہم سب نماز ترک کر دیتے تھے اور جب وہ خطبہ دینے لگے تو گفتگو ترک کر دیتے۔ (جلد ۲ صفحہ ۱۲۴)

عقبہ بن عامر نے کہا امام منبر پر ہو تو نماز پڑھنا گناہ ہے۔ (طحاوی صفحہ ۲۱۷)

شرح مرقات میں ہے کہ شوافع کے یہاں بھی شروع خطبہ سے کلام مکروہ ہے۔ (مرقاۃ جلد ۲ صفحہ ۲۶۶)

ابن عبدالبر مالکی یہ فرماتے ہیں کہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ جب امام آجائے تو خطبہ سننے کے علاوہ کوئی عمل نہ کرے۔ (الاستذکار جلد ۵ صفحہ ۵۱)

فائدہ: امام طحاوی نے بیان کیا کہ امام خطبہ دے رہا ہو اور کوئی مسجد میں آئے تو اب اس کے لئے کوئی نماز

پڑھنا جائز نہیں یہی مسلک جمہور احناف کا ہے، چنانچہ احناف نے ان روایت مذکورہ سے جو ثابت ہو رہا ہے کہ جب امام منبر کی طرف آ جائے اور مؤذن اذان دینے لگے تو پھر کسی بھی نماز کا پڑھنا خواہ سنت ہو یا تحیۃ المسجد ہو درست نہیں، اور آپ نے جو کسی صحابی سے نماز پڑھنے کہا تھا وہ کسی خاص جزوی مصلحت کی وجہ سے کہا تھا اور آپ نے اس وقت خطبہ بند کر دیا تھا۔ (کذا فی ابن ابی شیبہ جلد۲ صفحہ ۱۱۰)

شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ راجح قول یہ ہے کہ خطبہ شروع ہوتے ہی کلام حرام ہے۔ (مرعاۃ جلد۴ صفحہ ۴۶۸)

امام اعظم کے نزدیک جیسے ہی امام منبر کی طرف آنے لگے کلام ممنوع ہو جاتا ہے۔ (مرعاۃ صفحہ ۴۷۰)

آپ خطبہ کے وقت یا درمیان کوئی اہم دینی بات فرما لیتے

قیس نے اپنے والد سے ذکر کیا ہے کہ میرے والد آئے اور دھوپ میں کھڑے ہو گئے اور آپ خطبہ دے رہے تھے تو آپ نے حکم دیا کہ وہ سائے میں آ جائے۔ (سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ ۲۱۸، ابن ابی شیبہ جلد۲ صفحہ ۱۱۶)

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جمعہ کے دن (منبر پر) تشریف فرما ہوئے تو فرمایا، بیٹھ جاؤ۔ حضرت ابن مسعود نے دروازہ مسجد پر سنا تو وہیں دروازہ پر بیٹھ گئے، تو آپ نے فرمایا یہاں آ جاؤ اے ابن مسعود۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۵۶)

فائدہ: حافظ ابن حجر نے اس حدیث پر کلام کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بظاہر یہ بات ہوگی کہ آنے والوں میں سے کوئی نماز پڑھنے کھڑا ہوا ہوگا، تو آپ نے اسے بیٹھنے کا حکم دیا، چونکہ جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو نماز کی حرمت پر اجماع ہے، اور یہ بھی امکان ہے کہ کوئی کھڑا ہو کر خطبہ سننے لگا ہو تو اس پر آپ نے فرمایا اجلسوا بیٹھ جاؤ، تو آپ کا کلام امر بالمعروف اور منکر پر نکیر تھا اور خطبہ میں منکر پر نکیر تھا اور خطبہ میں منکر پر نکیر خطیب کر سکتا ہے، ہاں مگر سامعین کو اس کی اجازت نہیں۔

فائدہ: فتح القدیر کے حوالہ سے ہے کہ امام دینی اہم امور خطبہ کے درمیان ذکر کر سکتا ہے، بدائع کے حوالہ سے ہے کہ خطیب امر بالمعروف اور کسی منکر پر نکیر کر سکتا ہے۔ (معارف السنن صفحہ ۳۸۲)

اعلاء السنن میں ہے کہ ہمارے یہاں خطیب کا خطبہ کے درمیان گفتگو مکروہ ہے، ہاں مگر امر بالمعروف اور کسی منکر پر نکیر کی اجازت ہے۔ (جلد۸ صفحہ ۸۱)

شرح بخاری میں ہے کہ خطیب خطبہ کے درمیان کسی منکر پر نکیر اور سامعین کو متنبہ کر سکتا ہے (سامعین کی زبان میں پھر خطبہ عربی میں دینے لگے) ہاں سامعین کو اجازت نہیں۔ (فیض الباری جلد۲ صفحہ ۳۲۵)

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خطبہ کی اذان کا جواب دیتے

سہل بن حنیف کہتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان کو سنا کہ اور وہ منبر پر تھے جب مؤذن

نے اذان دی اللہ اکبر کہا تو انہوں نے بھی اللہ اکبر کہا، مؤذن نے "اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ" کہا تو حضرت معاویہ نے بھی کہا، پھر جب مؤذن نے کہا اشھد ان محمد رسول اللّٰہ، تو حضرت معاویہ نے کہا میں بھی (گواہی دیتا ہوں) پھر جب اذان ختم ہوگئی تو فرمایا، میں نے اس مقام پر حضور ﷺ سے جب مؤذن نے اذان دی تو ایسا ہی سنا (یعنی آپ نے جواب دیا)۔ (بخاری صفحہ ۱۲۵)

فَائِدَۃ: علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خطیب مؤذن کا جواب دے گا، مزید اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خطیب خطبہ سے قبل منبر پر بیٹھے گا۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۲۳)

مگر مقتدی حضرات اذان خطبہ کا جواب نہ دیں گے خاموش رہیں گے۔ (درمختار)

جمعہ کے دن جمعہ سے پہلے وعظ

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جمعہ کے روز خطبہ سے پہلے منبر پر کھڑے ہوکر احادیث بیان فرماتے تھے، پھر امیر المؤمنین حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ خطبہ دیتے تھے۔ (مستدرک حاکم جلد ا صفحہ ۱۰۸)

حضرت ابوالضراری فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن بسر جمعہ کے دن پہلے وعظ فرماتے تھے، جب خطیب جمعہ کے لئے تشریف لاتے تو وعظ بند فرمادیتے۔ (مستدرک حاکم جلد ا صفحہ ۱۸۸)

حضرت تمیم داری حضرت عمر اور حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دور خلافت میں خطبہ سے پہلے وعظ فرماتے تھے۔ (مسند احمد صفحہ ۴۴۹، اصابہ صفحہ ۱۸۴)

فَائِدَۃ: اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن نماز و خطبہ سے قبل وعظ وتقریر کا معمول حضرات صحابہ کرام سے ثابت ہے، ہر جامع مسجد میں اس کا اہتمام اور انتظام ہونا چاہئے، تاکہ لوگوں کو دین کی باتیں معلوم ہوں، ورنہ اس زمانہ میں لوگوں کا ایسا ذہن اور مزاج کہاں کہ دین اور آخرت کے لئے وقت نکالیں، اسی موقعہ پر کچھ دینی بیان ہوجانا چاہئے تاکہ دینی معلومات رہے، ایسے موقعہ پر خالص دینی بیان ہونا چاہئے، منکرات کا ذکر آخرت کی باتیں، مسائل وفضائل اور زمانہ اور ماحول کی رعایت کرتے ہوئے بیان اور وعظ نصیحت ہونا چاہئے، اختلافی اور سیاسی امور سے اس بیان کا تعلق نہ ہونا چاہئے۔

جمعہ اور عیدین کا خطبہ عربی میں ہونا سنت اور لازم ہے

خطبہ جمعہ کا عربی زبان میں ہونا ضروری ہے، غیر عربی اردو وغیرہ زبان میں دینا خلاف سنت مکروہ تحریمی ہے، علامہ عبدالحئی الفرنگی محلی، عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں لکھتے ہیں:

"فانہ لاشک فی ان الخطبۃ یعبر بغیر العربیۃ خلاف السنۃ المتوارثۃ من النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم والصحابۃ رضی اللّٰہ عنھم اجمعین فیکون مکروھا

تحریما" (جلد اصفحہ ۲۴۲)

علامہ زبیدی شارح احیاء عربی زبان ہونا خطبہ کے لئے بقول صحیح شرط قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"وهل يشترط كون الخطبة كلها بالعربية وجهان الصحيح اشتراطه."

(اتحاف السادۃ جلد ۳ صفحہ ۲۲۶)

"مسند الهند حجة الله في الارض" محدث شاہ ولی اللہ قدس سرہ بھی خطبہ کا عربی میں ہونا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں، چوں خطب آنحضرت ﷺ وخلفاء ھلم جراً ملاحظہ کردیم تنقیح آں وجود چند چراست، حمد، شہادتین، وصلوٰۃ برآنحضرت ﷺ......عربی بودن، نیز بجہت عمل ستمر مسلمیں "مشارق ومغارب باوجود آنکہ دربسیارے اقالیم مخاطبان عجمی بودند۔" (مسوی صفحہ ۱۵۴)

آپ ﷺ اور خلفاء راشدین اوران کے بعد کے اسلاف پر جب ہم غور کرتے ہیں تو ان امور کو خطبہ میں پاتے ہیں، حمد، شہادتین، درود......اوران خطبوں کا عربی زبان میں ہونا، اس وجہ سے کہ بہت سے ممالک میں ان خطبوں کے مخاطب عجمی زبان کے لوگ ہوتے تھے، جوعربی نہیں جانتے تھے اس کے باوجود تمام ممالک اسلامیہ مشرق ومغرب میں مسلمانوں کا دائمی عمل ہی رہا کہ خطبہ عربی زبان میں پڑھا گیا (وہاں کی معروف زبان میں نہیں پڑھا گیا)۔

اسی طرح موطا کی عربی شرح میں شاہ صاحب لکھتے ہیں "وكون الخطبة عربية فلا ستمرار اهل المسلمين في المشارق والمغارب مع ان في كثير من الاقاليم كان المخاطبون اعجميين."

(جواہر الفقہ صفحہ ۳۵۵)

امام نووی بھی شرح مہذب میں لکھتے ہیں۔

"هل يشترط كون الخطبة بالعربية فيه طريقان اصحهما وبه قطع الجمهور يشترط لانه ذكر مفروض فشرط فيه العربية كالتشهد وتكبيرة الاحرام"

(شرح مہذب جلد ۴ صفحہ ۵۲۲)

کیا خطبہ عربی زبان میں ہونا شرط ہے، اس میں دوقول ہے: اصح یہ ہے کہ عربی میں ہونا شرط ہے، یہی جمہور کا قطعی قول ہے اورشرط اس وجہ سے ہے کہ یہ وہ ذکر ہے جوفرض ہے "فاسعوا الى ذكر الله" کی وجہ سے پس عربی کا ہونا شرط ہوگا جیسے تشہد اور تکبیر تحریمہ۔

دیکھئے خطبہ کو ذکر قرار دیا گیا ہے، قرآن میں اس خطبہ کو ذکر قرار دیا گیا ہے، اور ذکر میں ترجمہ اور مخاطب کی زبان کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا، جیسے نماز، قرآن، ذکر وغیرہ میں چنانچہ اسے تشہد اور تکبیر تحریمہ کے مانند قرار دیا گیا ہے،

ظاہر ہے کہ اس میں عربی کے علاوہ کسی زبان کی بالا جماع اجازت نہیں، اسی طرح خطبہ جمعہ کا بھی یہی حکم ہے، پھر جب یہ دو رکعت کے گویا قائم مقام ہے تو اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

جواہر الفقہ میں ہے، خطبہ جمعہ وعیدین کا عربی میں ہونا سنت ہے اس کے خلاف دوسری زبانوں میں (مثلاً اردو میں) پڑھنا بدعت ہے۔ (جلد ا صفحہ ۳۶۶)

بعض لوگ عربی پڑھ کر اس کا ترجمہ سناتے ہیں یہ بھی خلاف سنت ہے، چنانچہ جواہر الفقہ میں ہے، اسی طرح عربی میں خطبہ پڑھ کر اس کا ترجمہ ملکی زبان میں قبل از نماز سنانا بھی بدعت ہے، جس سے بچنا ضروری ہے، البتہ خطبہ عیدین میں عربی خطبہ پڑھ کر ترجمہ سنا دیا جائے تو مضائقہ نہیں۔ (جواہر الفقہ جلد ا صفحہ ۳۶۵)

مزید تفصیل کے لئے جواہر الفقہ جلد اول اور کتب فتاویٰ دیکھئے جہاں اس کی مفصل بحث ہے۔

منبر نبوی کا حیرت انگیز واقعہ

اُبی ابن کعب کی روایت میں ہے کہ جب مسجد (نبوی) کی چھت کھجور کے شاخوں اور تنوں کی تھی آپ خطبہ ایک کھجور کے تنے پر دیتے تھے، آپ کے اصحاب سے ایک شخص نے کہا کہ اے اللہ کے رسول کیا ایک منبر نہ بنا دوں جس پر آپ جمعہ کے دن کھڑے ہو کر خطبہ دیا کریں، اور آپ کے خطبہ کو (سہولت کے ساتھ) سنیں، آپ نے فرمایا ٹھیک ہے، اس نے تین سیڑھی کا ایک منبر بنا دیا جب منبر بن گیا تو آپ نے اسی منبر پر خطبہ دینا شروع کیا، تو وہ تنہ جس پر پہلے آپ خطبہ دیا کرتے تھے تو وہ رونے لگا، جب آپ نے اس کی آواز سنی کہ وہ رو رہا ہے تو آپ منبر پر سے اترے اس پر اپنا دست مبارک پھیرا پھر منبر پر چلے گئے، حضرت عائشہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے ہاتھ پھیرا تو وہ خاموش ہو گیا۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۲۱۵)

حضرت جابر بن عبداللہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا کہتے ہیں کہ جب آپ کے لئے منبر بنا دیا گیا تو ہم نے اس تنے سے رونے کی آواز سنی، گابھن اونٹنی کی طرح کراہنے کی آواز تھی، یہاں تک کہ آپ منبر سے اترے اور اس پر ہاتھ پھیرا۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۱۲۵)

حضرت ابوسعید خدری رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ سے مرفوعاً روایت ہے کہ کھجور کا تنہ تھا جس پر آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جمعہ کے دن خطبہ دیا کرتے تھے، تو آپ سے ایک مرتبہ کہا گیا کہ لوگوں کی کثرت ہوگئی ہے وہ لوگ آپ کو چاہتے ہیں کہ (خطبہ دیتے وقت) آپ کو دیکھیں، اگر آپ منبر بنوا لیتے اس پر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تو لوگ آپ کو دیکھتے (اس لئے کہ بیان کرنے والے کو دیکھنے کی وجہ سے سننے والوں کو ایک خاص ذوق ہوتا ہے) آپ نے فرمایا، ہاں (پھر فرمایا) کون منبر بنائے گا، ایک شخص کھڑا ہوا کہا میں اے اللہ کے رسول: آپ نے پوچھا تم بنا لوگے، اس نے کہا، ہاں، اور انشاء اللہ نہیں کہا، آپ نے اس کا نام پوچھا تمہارا نام کیا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ چنانچہ وہ بیٹھ گیا، پھر آپ ﷺ نے دوبارہ کہا کون منبر بنادے گا، ایک شخص کھڑا ہوا اس نے کہا میں، آپ ﷺ نے پوچھا تم بنادو گے، اس نے کہا ہاں، اور انشاء اللہ نہیں کہا، آپ ﷺ نے پوچھا نام کیا ہے، اس نے کہا، فلاں، آپ ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ، پھر آپ ﷺ نے اعلان کیا، کون ہمارے لئے منبر بنائے گا، ایک شخص کھڑا ہوا، اس نے کہا میں، آپ ﷺ نے پھر پوچھا تم بنادو گے، اس نے کہا ہاں انشاء اللہ، آپ ﷺ نے نام پوچھا، اس نے کہا ابراہیم، آپ نے (اجازت دی) فرمایا بناؤ تم، (چنانچہ اس نے بنا کر جمعہ تک پیش کر دیا اور مسجد میں آگیا) پس جب جمعہ کا دن ہوا اور لوگ جمعہ میں آئے، تو آپ ﷺ منبر پر (خطبہ دینے) چڑھے، اور ٹھیک سے بیٹھ گئے...... تو اس تنہ نے رونا شروع کر دیا یہاں تک کہ میں نے سنا اور صف کے آخر میں تھے انہوں نے بھی (رونے کی آواز) سنا، آپ ﷺ منبر سے اتر پڑے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ اگر چپ نہ کرتے تو قیامت تک اس سے رونے کی آواز آتی رہتی مطلب بن حطب کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس تنہ کے بارے میں حکم دیا کہ زمین کھود کر اسے دفن کر دیا جائے چنانچہ منبر کے نیچے دفن کر دیا۔ (وفاء الوفا، جلد۲ صفحہ۳۹۱)

یہ تنہ آپ ﷺ کے مصلی کی دائیں جانب (اس وقت کی مسجد) کی دیوار سے متصل تھا، قاضی عیاض مالکی کے حوالے سے ہے کہ آپ ﷺ نے (اسے خاموش کرنے کے بعد) کہا کہ اگر تم چاہو تو اس باغ میں تم کو لوٹا دیا جائے جہاں تم رکے تھے، وہاں تم دوبارہ شاداب ہو جاؤ گے، بڑے ہو جاؤ گے پھر خوشے اور کھجور تم میں دوبارہ پیدا ہو جائیں گے، اور چاہو تو جنت میں بو دوں تمہارے پھل کو اولیاء اللہ (جنتی) کھائیں، پھر آپ ﷺ نے اس کی طرف کان لگایا کہ وہ کیا کہتا ہے، تو اس نے کہا ہمیں جنت میں بو دیجئے، تاکہ مجھے اولیاء اللہ کھائیں، اور ایسی جگہ میں رہوں جہاں فنا نہیں ہے، چنانچہ جو قریب تھے انہوں نے بھی سنا، آپ ﷺ نے فرمایا، ٹھیک ہے پھر آپ نے فرمایا، اس نے دار البقا کو اختیار کیا دار الفناء کے مقابلہ میں، چنانچہ حضرت حسن جب اسے بیان کرتے تو روتے تھے، اور کہتے اے اللہ کے بندو، ایک لکڑی آپ کی محبت میں روتی ہے تم تو اس سے زائد مستحق ہو کہ اشتیاق محبت ملاقات میں گریہ کرو۔ (وفاء الوفاء، جلد۲ صفحہ۳۹۰)

علامہ سمہوری نے وفاء میں قاضی عیاض کے حوالہ سے لکھا ہے کہ کھجور کے تنہ کے سسکنے اور رونے کا واقعہ مشہور ہے اور خبر متواتر سے منقول ہے، اہل صحاح نے اس واقعہ کو ذکر کیا ہے، متعدد اصحاب کرام سے یہ مروی ہے۔ (جلد۲ صفحہ۳۹۴)

انتباہ: آپ ﷺ جس منبر پر خطبہ دیا کرتے تھے، جس کا ذکر حدیث پاک میں ہے، وہ منبر مسجد نبوی کے

آگ لگنے کے واقعہ میں جل گیا تھا، اور لوگ اس کی برکت سے محروم ہوگئے یہ ۶۵۴ء کا واقعہ ہے۔

لہٰذا موجودہ منبر جس کی زیارت کی جاتی ہے آپ کا منبر نہیں ہے صاحب الوفاء نے بیان کیا کہ ہمارے زمانہ میں جو منبر تھا اسے رکن الدین بادشاہ نے بنا کر نصب کیا تھا۔ (جلد ا صفحہ ۴۰۸)

مختلف خلفاء اسلام اور شاہان اسلام نے اپنے زمانہ میں بہتر سے بہتر بنا کر اس منبر کی جگہ رکھوا دیا کرتے تھے، معلوم ہوا کہ منبر کی جگہ تو وہی ہے، مگر منبر نہ آپ کے زمانہ کا ہے اور نہ خلفاء راشدین کے زمانہ کا، لہٰذا جو لوگ اس منبر کو بوسہ لینے اور چھوکر برکت حاصل کرتے ہیں، اس کی اہمیت نہیں۔

حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ روایت میں ہے کہ آپ نے اسے گلے لگایا، یہاں تک وہ خاموش چپ ہوگیا، پھر آپ منبر پر چڑھ آئے اور خدا کی حمد وثنا بیان کیا (خطبہ دیا) پھر آپ نے فرمایا، یہ کھجور کا تنہ رونے لگا رسول خدا کی محبت وعشق میں، جب کہ آپ نے اسے چھوڑ دیا (اس پر چڑھ کر خطبہ نہ دیا)، قسم خدا کی اگر میں نہ اترتا اور گلے نہ لگاتا تو وہ قیامت تک چپ نہ ہوتا۔ (مطالب عالیہ صفحہ ۱۷۰)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تنہ پر خطبہ دیتے تھے، ایک رومی شخص نے آکر کہا میں آپ کے لئے ایک منبر بنا دوں جس پر آپ خطبہ دیں، چنانچہ اس نے یہ منبر بنا دیا جسے تم دیکھ رہے ہو، جب آپ کھڑے ہوئے اور اس پر (منبر) خطبہ دیا، تو اس سے اس طرح رونے کی آواز آئی جس طرح اونٹنی اپنے بچے کے لئے (یعنی زور سے) آپ اتر گئے اور اسے بدن سے لگایا تو وہ خاموش ہوگیا، پھر آپ نے اسے زمین میں دفن کرنے کا حکم دیا، گڑھا کھود کر دفن کر دیا گیا۔ (مطالب عالیہ جلد ا صفحہ ۱۷۰)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے تنہ پر خطبہ دیتے تھے جب منبر بنا دیا گیا اور اس پر چڑھے تو اس کھجور کے ستون سے اونٹنی کے بچہ کے مانند آواز آنے لگی، جسے اہل مسجد نے سنا، تو آپ نیچے اترے اور اسے گلے لگا لیا، تو وہ خاموش ہوگیا۔ (نسائی صفحہ ۲۰۷)

مصنف ابن عبدالرزاق میں ہے، معمر نے اہل مدینہ سے نقل کیا ہے کہ اس کھجور کے تنہ کو مسجد نبوی ہی میں دفن کر دیا گیا، چنانچہ جس مقام پر دفن کیا گیا ہے وہاں پر ایک ستون کھڑا کر دیا ہے، جسے استوانہ حنانہ کہتے ہیں۔

(ابن عبدالرزاق صفحہ ۱۸۷)

چنانچہ ریاض الجنۃ کے ستونوں میں سے ایک ستون ہے۔ (وفاء الوفاء صفحہ ۲۹۴)

شرح ترمذی میں ہے تین قوی روایتوں سے اس تنہ کا دفن ہونا ثابت ہے۔ (معارف السنن جلد ۴ صفحہ ۳۵۹)

یحیٰ بن سعید کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کھودنے کا اور اسے دفن کر دیا۔

(وفاء الوفاء جلد ا صفحہ ۳۸۹)

بریدہ کی روایت دارمی ہے کہ آپ ﷺ نے منبر بننے کے بعد کھجور کے تنہ کو چھوڑ دیا تو وہ اونٹنی کے بچے کی طرح کراہنے لگا، آپ نے جب اس کے کراہنے کی آواز کو سنا تو اس کے قریب گئے، اور اس پر اپنا ہاتھ رکھا، اور (اسے چپ کرتے ہوئے) کہا، یا تو تم کو اسی جگہ گاڑ دوں جس جگہ تم تھے، پس اسی طرح (سبز شاداب ہو جاؤ) جیسے کہ پہلے تھے، تم کو جنت میں بو دوں (یعنی مسجد میں دفن کر دوں تو تم جنت میں رک جاؤ گے) تو تم جنت کی نہروں چشموں سے سیراب ہوگے، خوب اچھے پھلدار ہو جاؤ گے، تمہارے پھل کو اولیاء اللہ کھائیں گے، اور ہمیشہ رہو گے، چنانچہ اس نے آپ ﷺ کی بات کو سنا اور کہا ہاں ایسا ہی کیجئے، آپ سے جب پوچھا گیا کہ اس نے کیا کہا، تو آپ نے جواب دیا، اس نے جنت میں اگنے کو ترجیح دی۔ (وفاء صفحہ ۳۸۹)

آپ ﷺ کا منبر کیسا تھا اور کس رخ تھا؟

آپ کا منبر پہلے تو کھجور کا تنہ تھا، اس سے قبل اونچی مٹی پر خطبہ دیتے تھے، آپ کے اصحاب نے لکڑی کا منبر بنا دیا تو اسی پر چڑھ کر کھڑے ہو کر خطبہ دینے لگے۔

آپ ﷺ کے منبر کے تین درجات یعنی تین سیڑھیاں تھیں، اسی طرح تمام خلفائے راشدین کے زمانہ میں رہیں اس کے بعد حضرت معاویہ کے زمانہ میں مروان نے اس کے چھ درجات بنا دیئے۔ (وفاء الوفاء صفحہ ۳۹۹)

آپ ﷺ کا منبر شریف مصلّٰی کے دائیں جانب تھا، اور یہی سنت ہے۔

(عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۲۱۵، ۲۱۶، الشامی صفحہ ۱۶۱)

آپ کے منبر کی لمبائی تین ہاتھ ایک بالشت تین انگلی تھی۔ (وفاء الوفاء صفحہ ۴۰۵)

ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ کے منبر کے تین درجات یعنی تین سیڑھیاں تھیں۔

(جلد ا صفحہ ۴۲۹، الشامیہ صفحہ ۱۶۱)

سعد بن ابراہیم کی روایت میں ہے کہ سب سے پہلے منبر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اختیار کیا۔

(بزار صفحہ ۳۰۴)

ابوصالح الدمشقی نے بھی ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ کے منبر کی تین سیڑھیاں تھیں۔

(سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۲۲۲، وفاء الوفاء جلد ا صفحہ ۴۰۰)

علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے منبر استعمال کیا، آپ کے منبر میں تین سیڑھیاں تھیں، جسے مدینہ کے ایک بڑھئی جس کا نام یاقوم تھا جو روم کا باشندہ تھا، اور سعد بن العاص کا غلام تھا بنا کر دیا تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب زمانہ آیا تو دوسری سیڑھی پر خطبہ دیتے تھے، (ادباً آپ کے مقام پر نہیں

بیٹھتے تھے) حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا جب عہد آیا تو وہ بھی ایک سیڑھی نیچے اتر کر بیٹھتے تھے جس پر صدیق اکبر بیٹھتے تھے۔

پھر حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا زمانہ آیا تو انہوں نے ایک سیڑھی کا اضافہ کیا اور اسی پر بیٹھتے تھے اور تین سیڑھیوں کو اوپا چھوڑ بیٹھتے تھے۔ (کشف الغمہ جلد ا صفحہ ۱۴۸)

شرح مسند احمد میں ہے کہ مستحب یہ ہے کہ منبر چھوٹا ہو، اور اس میں سیڑھیاں ہوں۔ (الفتح جلد ۶ صفحہ ۸۵)

شرح ابوداؤد میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے منبر کی تین سیڑھیاں مروان کے زمانہ تک رہیں، مروان نے سب سے پہلے نیچے کی جانب سے تین سیڑھیاں بنوائیں، چھ سیڑھیاں کر دیں۔ (بذل المجہود صفحہ ۱۷۸)

حضرت معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مروان کو حکم دیا کہ اس منبر کو اس کی جانب شام بھیج دیا جائے، چنانچہ جب اس کے اکھاڑنے کا حکم دیا تو ایک تیز آندھی آئی، مدینہ میں اندھیرا چھا گیا، ایک روایت میں سورج گرہن ہو گیا (اور بہانہ بنا کر ارادہ ملتوی کر دیا) اور اس کے چھ درجے بنا دیئے اور کہا کہ میں نے اونچا لوگوں کے ازدحام اور کثرت کی وجہ سے کیا۔ (وفاء الوفاء صفحہ ۳۹۹)

جمعہ کے دن قبولیت دعا کا وقت

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے جمعہ کا ذکر فرمایا، تو یہ کہا کہ اس میں ایک ایسا وقت ہے، کہ اس وقت کوئی بندہ مؤمن کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے اور اللہ سے کوئی دعا کرتا ہے تو اسے قبول فرمالیتے ہیں، اور آپ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا وقت بہت تھوڑا ہے۔ (بخاری صفحہ ۱۲۸، مسلم صفحہ ۲۸۱، نسائی صفحہ ۲۱۱)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا، جمعہ کے دن ایک ایسا وقت ہے کہ اس وقت کوئی دعا کرتا ہے تو اللہ پاک اسے قبول فرماتا ہے۔ (مسلم جلد ا صفحہ ۲۸۱)

عمر بن عوف مزنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جمعہ میں ایک ایسا وقت ہے کہ جو بندہ اس میں دعا کرتا ہے تو اللہ پاک اسے قبول فرماتا ہے۔ (ترغیب جلد ا صفحہ ۴۹۴)

حضرت ابولبابہ کی روایت ہے کہ اس میں ایک وقت جس میں بندہ جو دعا کرتا ہے اللہ پاک اسے قبول فرماتے ہیں تاوقتیکہ وہ کسی ناجائز امر کا سوال نہ کرے۔ (ترغیب صفحہ ۴۹۰)

عبداللہ بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مجلس میں تشریف فرما تھے میں نے کہا کہ میں اللہ کی کتاب تورات میں پاتا ہوں کہ جمعہ کے دن ایسا وقت ہے جس میں مؤمن نماز پڑھتا ہے، اللہ پاک سے کوئی سوال دعا کرتا ہے تو اللہ پاک اس کی ضرورت کو پوری فرما دیتے ہیں۔ (ترغیب جلد ا صفحہ ۴۹۴)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جمعہ کے دن بارہ گھنٹے ہیں، اس میں ایک وقت ایسا ہے کہ کوئی مسلمان دعا کرتا ہے اللہ پاک اسے قبول فرماتے ہیں۔ (ترغیب جلد اصفحہ ۴۹۴)

جمعہ کے دن ساعت مستجاب اور مقبول کا بیان اور اس کی تفصیل

متعدد صحیح احادیث میں گزرا کہ جمعہ کے دن ایک اہم خصوصیت جو کسی اور دوسرے دن کو حاصل نہیں ہے وہ ایک مستجاب وقت ہے، جس میں دین و دنیا کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، وہ کون سا وقت ہے، اس میں محققین علماء کے مختلف اقوال ہیں۔

علامہ عینی نے شرح بخاری میں چالیس اقوال نقل کئے ہیں اسی طرح حافظ نے فتح الباری میں چالیس اقوال گنائے ہیں ملا علی قاری نے شرح مشکاۃ میں ذکر کیا ہے کہ قریبا پچاس اقوال ہیں اس کے متعلق جس طرح لیلۃ القدر کے متعلق اختلاف اور مختلف اقوال ہیں اسی طرح اس کے متعلق ترتالیس قول کو نیل الاوطار میں علامہ شوکانی نے نقل کیا ہے، قریب پچیس قول شارح احیاء نے بیان کیا ہے، حافظ ابن حجر کے بیان کردہ اقوال اختصار کے ساتھ پیش کئے جاتے ہیں۔

❶ یہ وقت مستجاب اٹھا دیا گیا ہے۔

❷ یہ وقت مستجاب سال کے صرف ایک جمعہ میں ہے۔

❸ شب قدر کی طرح دن کے اوقات میں مخفی ہے۔

❹ یہ وقت مستجاب ہر جمعہ میں منتقل ہوتا رہتا ہے، کبھی کسی وقت کبھی کسی وقت۔

❺ جب مؤذن صبح کی اذان دیتا ہے۔

❻ طلوع فجر سے طلوع شمس تک رہتا ہے۔

❼ طلوع فجر سے طلوع شمس تک اور عصر سے غروب تک۔

❽ تین وقت رہتا ہے، طلوع فجر سے طلوع شمس تک عصر سے مغرب تک اور منبر پر جانے سے لے کر اقامت تک۔

❾ طلوع شمس کے وقت کا پہلا مرحلہ۔

❿ عین طلوع شمس۔

⓫ دن کا تیسرا وقت۔

⓬ زوال سے لے کر یہاں تک کہ سایہ نصف ہاتھ ہو جائے۔

⓭ ایک ہاتھ ہونے تک۔

۱۴ زوال شمس کے بعد ایک بالشت جب سایہ ہو جائے تب سے ایک ہاتھ تک۔

۱۵ جیسے ہی زوال ہو۔

۱۶ جب مؤذن جمعہ کی اذان دے۔

۱۷ زوال سے لے کر نماز میں داخل ہونے تک۔

۱۸ زوال سے لے کر امام کے آنے تک۔

۱۹ زوال سے لے کر غروب شمس تک۔

۲۰ امام کے آنے سے لے کر نماز کے ختم ہونے تک۔

۲۱ امام کے نکلنے کے وقت (منبر کی طرف آنے کے وقت)

۲۲ امام کے نکلنے سے لے کر نماز ختم ہونے تک۔

۲۳ حرمت بیع سے لے کر حلت بیع تک (یعنی اذان سے لے کر ختم جمعہ تک)۔

۲۴ اذان اور نماز کے درمیان۔

۲۵ امام منبر پر بیٹھ جانے کے بعد سے نماز تک۔

۲۶ اذان کے وقت، وعظ امام کے وقت، تکبیر کے وقت۔

۲۷ انہی اوقات مذکورہ میں مزید امام کے منبر پر۔

۲۸ جب امام خطبہ شروع کرے۔

۲۹ جب امام منبر پر پہنچ جائے اور خطبہ شروع کرے۔

۳۰ دو خطبوں کے درمیان جب بیٹھے۔

۳۱ امام کے منبر پر سے اترتے وقت۔

۳۲ جب جماعت کھڑی ہو جائے اور مصلیٰ پر چلا جائے۔

۳۳ صف کی درستگی سے لے کر جماعت کھڑی ہونے تک۔

۳۴ جس وقت آپ ﷺ جمعہ پڑھاتے تھے۔

۳۵ عصر سے لے کر سورج ڈوبنے تک۔

۳۶ نماز عصر میں۔

۳۷ عصر سے لے کر وقت مختار تک (اصفرار شمس سے غروب تک)۔

۳۸ عصر کے بعد مطلقاً۔

۳۹ بیچ دن سے آخر دن تک۔

۴۰ اصفرار شمس سے غروب تک۔

۴۱ عصر کا آخری وقت۔

۴۲ جب کہ سورج کا ٹکیہ آدھا ڈوب جائے، یا سورج ڈوبنے لگ جائے یہاں تک کہ مکمل غروب ہو جائے۔

(فتح الباری صفحہ ۴۲۰، نیل الاوطار)

۴۳ ایک قول حافظ نے بھی نقل کیا ہے کہ امام کے شروع فاتحہ سے لے کر آمین تک ہے۔

وقت مستجاب کے متعلق اصوب اور راجح قول

ارباب تحقیق نے ان روایات مختلفہ اور اقوال متعددہ میں سے دو روایتوں کو اصوب اور راجح قرار دیا ہے۔

۱ حضرت ابوموسیٰ کی روایت۔

۲ حضرت عبداللہ بن سلام کی روایت۔

حضرت ابوموسیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں وقت مستجاب امام کے منبر پر جانے کے بعد سے ختم نماز تک ہے۔

عبداللہ بن سلام کی روایت میں یہ وقت عصر سے لے کر مغرب تک ہے، اسی کے قائل حضرت ابن عباس ہیں، حافظ نے کہا اصح الحدیث تو حضرت ابوموسیٰ کی روایت ہے اور اشہر الاقوال حضرت عبداللہ بن سلام کی روایت ہے۔ (فتح الباری صفحہ ۴۲۱، مرقاۃ صفحہ ۴۲۴)

امام نووی، بیہقی، قرطبی ابن عربی نے اول کو راجح قرار دیا ہے اور ترجیح دی ہے۔

امام احمد نے فرمایا اکثر حضرات نے ابن سلام کی روایت (عصر کے بعد) کو ترجیح دی ہے، اسحٰق، طرطوشی، ابن زملکانی، امام شافعی، ابن قیم نے زاد المعاد میں اسی کو مختار مانا ہے۔

(مرقاۃ جلد ۴ صفحہ ۴۲۵، حضرت ابن عباس، سعید ابن جبیر اسی کے قائل ہیں، استذکار صفحہ ۸۶)

علامہ انور شاہ کشمیری نے بھی اسی عصر کے بعد کے وقت کو اصوب قرار دیا ہے۔ (فیض الباری جلد ۲ صفحہ ۳۵۸)

حافظ نے ابن عبدالبر کے قول کو نقل کیا ہے کہ ان دونوں اوقات میں دعا کی کوشش کرے، اسی طرح حافظ ابن حجر اور دیگر علماء نے بیان کیا ہے، اگر تمام اوقات میں دعا کرے تو وہ وقت مستجاب پالے گا۔ (فتح الباری)

جمعہ کا مستجاب عصر سے لے کر مغرب تک

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: وہ وقت جس کی جمعہ میں امید و انتظار

کیا جاتا ہے، اسے عصر سے لے کر مغرب تک تلاش کرو، اور وہ ایک مٹھی کے برابر ہے۔

(مجمع الزوائد صفحہ ۱۶۶، ترمذی، مشکوٰۃ)

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے کہا جمعہ کے دن سولہ گھنٹے ہیں، اس میں ایک ایسا وقت ہے جس میں جو دعا کی جاتی ہے قبول ہو جاتی ہے، اسے آخر وقت عصر کے بعد تلاش کرو۔

(ترغیب صفحہ ۴۹۵، نسائی ابوداؤد صفحہ ۱۵۰، سنن کبریٰ صفحہ ۲۵۱، استذکار جلد ۵ صفحہ ۹۶)

حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا وہ وقت جمعہ کا جس میں کوئی مؤمن دعا کرتا ہے کسی بھلائی کا تو اسے قبول کر لی جاتی ہے، وہ عصر کے بعد ہے۔

(مسند احمد صفحہ ۲۴۶، استذکار جلد ۵ صفحہ ۹۶)

ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، جمعہ میں وہ وقت جس میں دعا قبول ہوتی ہے، وہ جمعہ کا آخری وقت ہے، سورج ڈوبنے سے قبل، جس سے لوگ زیادہ غافل ہیں۔

فائدہ: حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نبی پاک ﷺ سے نقل کیا ہے کہ وہ مستجاب وقت جمعہ کے دن جس میں دعا قبول ہوتی ہے عصر سے لے کر غروب شمس تک ہے۔ (استذکار جلد ۵ صفحہ ۹۶)

زیادہ غفلت کی وجہ یہ ہے کہ یہ وقت بازار اور خرید و فروخت اور تفریح کا ہوتا ہے جسے یہ مشغول رہ کر اس وقت سے غافل ہو جاتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی طویل حدیث میں ہے کہ عبداللہ بن سلام نے کہا کہ وہ جمعہ کے دن کا آخری وقت ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۵۰، ترمذی)

ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس بھی اسی کے قائل ہیں کہ عصر سے لے کر غروب شمس تک ہے۔ (استذکار جلد ۵ صفحہ ۸۶)

مرجانہ حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی خادمہ کہتی ہیں کہ حضرت فاطمہ اپنے والد رسول پاک ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ وہ وقت (مستجاب) سورج کے ڈوبنے کے وقت ہے، چنانچہ حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا جب جمعہ کا دن ہوتا تو اپنے غلام زید کو سورج کی جانب دیکھنے بھیجتیں جب وہ بتاتے کہ سورج کے ڈوبنے کا وقت آ رہا ہے تو دعا کی جانب متوجہ ہو جاتیں یہاں تک کہ سورج ڈوب جاتا۔

(فتح الباری صفحہ ۴۲۱، طبرانی، دار قطنی، بیہقی، نیل الاوطار صفحہ ۲۴۳)

حضرت عبداللہ بن سلام سے مروی ہے کہ اللہ پاک نے تخلیق آدم کی ابتداء ہفتہ کے دن فرمائی، پس ہفتہ اور اتوار کے دن زمین کی پیدائش ہوئی، خوراک وغیرہ کی پیدائش منگل و بدھ کو کی آسمان کی پیدائش جمعرات و جمعہ کو

فرمائی، جمعہ کے آخری وقت میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اور بڑی جلد ہوئی، پس یہی آخری وقت وقت مستجاب ہے۔ (معارف السنن صفحہ ۳۱۶)

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو عصر کے بعد جمعہ کے دن پیدا کیا۔ (معارف صفحہ ۳۱۵)

حضرت طاؤس جب عصر کی نماز پڑھتے تو کسی سے بات نہ کرتے اور اِدھر اُدھر متوجہ نہ ہوتے دعا اور ذکر میں غروب شمس تک مشغول رہتے۔ (استذکار جلد ۵ صفحہ ۹۷)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب عصر کی نماز پڑھتے تو غروب شمس تک کسی سے بات نہ فرماتے (ذکر عبادت میں لگے رہتے) (استذکار جلد ۵ صفحہ ۸۶)

مشائخ اور صوفیا اور عباد کا معمول رہا ہے کہ وہ عصر سے مغرب تک مسجد میں معتکف ذکر مراقبہ میں مشغول رہتے۔

جمعہ کا وقت مستجاب، اذان سے لے کر نماز تک

حضرت میمونہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ وقت امام کے کھڑے (خطبہ کے لئے یا نماز کے لئے کھڑے ہونے تک ہے)۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۶۷)

حضرت عوف بن مالک کہتے ہیں کہ ہمیں امید ہے کہ وہ وقت ان تین اوقات میں سے کسی ایک وقت میں ہے۔

❶ جب مؤذن اذان دے، امام جب تک منبر پر رہے، اور تکبیر کے وقت۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۶۷)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ وہ وقت جمعہ کا (مستجاب) وہ امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر نماز کے پورے ہونے تک ہے۔

(ترغیب صفحہ ۴۹۳، مسلم صفحہ ۲۸۱، ابوداؤد صفحہ ۱۵۰، نیل صفحہ ۲۴۴)

حضرت عوف مزنی کی روایت میں ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت کے متعلق پوچھا، کہ وہ کون سا وقت ہے تو آپ نے فرمایا، وہ نماز کے شروع ہونے سے لے کر ختم ہونے تک ہے۔

(ترغیب جلد ۱ صفحہ ۴۹۴، ابن ماجہ صفحہ ۷۹، ترمذی صفحہ ۱۱۱، نیل)

ابن ابی موسیٰ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پوچھا کہ کیا تمہارے والد جمعہ کے وقت مستجاب کے بارے میں کچھ بیان کرتے ہیں انہوں نے کہا، ہاں، میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے کہ وہ امام کے بیٹھنے سے لے کر نماز کے اختتام تک ہے۔

(مسلم صفحہ ۲۸۱، سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۵۰)

جمعہ کے دن سنت کے مطابق زندگی گزارنے کی ترتیب

١ شب جمعہ میں درود پاک کا کثرت سے اہتمام کرے۔

٢ ہر دن تہجد نہ پڑھ سکتا ہو تو شب جمعہ میں یعنی کم از کم اس مبارک شب میں تہجد پڑھ لیا کرے، اگر نماز کا موقعہ نہ مل سکے تو بیٹھ کر ذکر استغفار میں اور مراقبہ میں وقت گزارے کہ یہ وقت بہت قیمتی ہے خصوصاً شب جمعہ میں اور اس کی نورانیت بڑھ جاتی ہے جس کا مشاہدہ یا احساس اہل ذوق کو ہوتا ہے۔

٣ صبح کی نماز سے قبل تین مرتبہ استغفار پڑھے "استغفر الله الذی لا اله الا هو القیوم واتوب الیه"
(مجمع الزوائد صفحہ ۱۶۸، الاذکار صفحہ ۱۹)

٤ جمعہ کی صبح کی نماز میں پہلی رکعت اور سورہ الم سجدہ اور دوسری رکعت میں پوری سورہ دہر پڑھے، اگر امام مسجد نہ پڑھتا ہو تو اس سنت کی ترغیب دے، کہ سنت ایسی چھوٹی کہ لوگوں کو معلوم بھی نہیں کہ یہ سنت ہے، خصوصاً مدارس کی مساجد میں اس کا خیال رہے کہ اس سے اس کی ترویج ہوگی۔

٥ فجر کے وقت "صبح کے اذکار مسنونہ کا ورد کرے"

٦ تلاوت کرے، سورہ کہف پڑھے، کہ یہ جمعہ کے دن سنت ہے، شامی میں ہے کہ دن کے شروع میں پڑھ لے۔

٧ اشراق کی دو یا چار رکعت پڑھ لے۔

٨ حسب موقعہ چاشت دو یا چار رکعت پڑھ لے، کہ ان اعمال مذکورہ کی ہر دن فضیلت ہے، جمعہ کے دن جمعہ کی وجہ سے اس کا ثواب فضیلت، نورانیت بڑھ جاتی ہے۔

٩ زوال سے قبل ہی غسل سے فارغ ہو جائے، اور اسی سے غسل کی طہارت سے جمعہ کی نماز پڑھے۔

١٠ غسل کے وضو میں مسواک کرے، اگر غسل کسی عذر سے نہ کر سکے تو وضو میں مسواک کا اہتمام کرے۔

١١ موجودہ کپڑوں میں اچھا عمدہ کپڑے پہنے، بہتر ہے کہ ایسا ایک جوڑا رکھ لے جو عمدہ ہو اور جمعہ اور عیدین میں اسے پہن کر جائے۔

١٢ عطر لگائے، عطر رکھنے کا اہتمام کرے، صرف عید بقر عید ہی میں سنت نہیں بلکہ جمعہ وغیرہ میں بھی ہے۔

١٣ عمامہ باندھے، جمعہ کے دن سنت ہے، کسی رومال وغیرہ کا عمامہ کی طرح لپیٹ لینا بھی کافی ہے۔ (حدیث)

١٤ اذان سے قبل بلکہ زوال سے پہلے مسجد میں جانے کا اہتمام کرے۔ (حدیث)

١٥ جب مسجد کے دروازے پر جائے تو دروازے پر چوکھٹ پکڑ کر (اگر موقعہ ہو اور گنجائش ہو تو) یہ دعا پڑھے۔

"اللهم اجعلنی اوجه من توجه الیك واقرب من تقرب الیك وافضل من

سالك ورغب اليك" (اذکار نووی صفحہ ۱۷۳، ابن سنی)

۱۶ مسجد میں داخل ہونے کی مسنون دعائیں پڑھے۔

۱۷ زوال کا وقت نہ ہوتو تحیۃ المسجد کی دو رکعت بیٹھنے اور دیگر اذکار سے پہلے پڑھے۔

۱۸ جمعہ کی اذان کے بعد جمعہ کی چار رکعت سنن قبلیہ پڑھے۔

۱۹ صف اول میں امام محراب کے بالکل قریب بیٹھے۔

۲۰ صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کا اہتمام کرے، نماز سے پہلے جائے کہ اس سے سہولت فارغ ہو جائے، اگر اس وقت نہ پڑھ سکے تو جمعہ کے دن صبح یا جمعہ کے بعد پڑھ لے کہ آپ ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روزانہ نہ ہو سکے تو جمعہ جمعہ پڑھنے کی تاکید فرمائی تھی، اکابرین کا طریق یہ رہا ہے کہ زوال کے بعد ظہر سے قبل پڑھ لیا کرتے تھے، اسی لئے جمعہ کے دن تبکیر جلد جانے کی فضیلت اور تاکید ہے تاکہ ان جیسی عبادتوں کے ثواب کی سہولت حاصل کرے۔

۲۱ سنت کے بعد اور خطبہ سے قبل وقت ملے تو نوافل نماز میں مشغول رہے، یا استغفار درود ذکر تلاوت میں مشغول رہے کہ مبارک و مستجاب وقت ہے، خاموش بیٹھنا بھی گناہ کا سبب ہے۔

۲۲ خطبہ کی جب اذان شروع ہو جائے تو اذان کا جواب زبان کی آواز سے نہ دے دل دل میں دے اور اذکار و نماز کو بند کر دے۔

۲۳ خطبہ غور سے اور دھیان سے سنے۔

۲۴ ایسی شکل اور ہیئت سے نہ بیٹھے کہ نیند آئے۔

۲۵ دھیان توجہ انابت الی اللہ کے ساتھ اور خشوع الٰہی اختیار کرتے ہوئے امام کے ساتھ نماز پڑھے۔

۲۶ جمعہ کی نماز ہی بہتر اور مسنون ہے کہ امام پہلی رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری میں سورہ منافقین پڑھے یا پہلی رکعت میں سبح الاسمر ربك الاعلى اور دوسری میں سورہ غاشیہ پڑھے۔ (مسلم تلخیص)

۲۷ سلام کے بعد یہ دعا اور ورد کرے، سورہ اخلاق، سورہ فلق اور سورہ ناس، سات سات مرتبہ اسی جگہ بیٹھے بیٹھے پڑھے۔ اگر فرصت اور موقعہ ہوتو سلام کے بعد یہ سو مرتبہ پڑھ لے "سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم، وبحمده، واستغفر الله" (اتحاف صفحہ ۲۷۲)

۲۸ جمعہ کی نماز کے بعد اولاً چار رکعت پھر دو رکعت سنت پڑھے۔

۲۹ جمعہ کے دن نماز سے فارغ ہونے پر دوپہر کا کھانا کھائے۔

۳۰ جمعہ کے دن جمعہ کے بعد کھانا کھا کر حسب ضرورت وفرصت قیلولہ کرے۔

۳۱ جمعہ کے بعد تجارت دکانداری وملازمت وصنعت وحرف کے امور میں حسب معمول لگ جائے۔

۳۲ اگر بازار جانا ہو کچھ خرید وفروخت کرنا ہو تو جمعہ سے فارغ ہونے پر کرے، کہ جمعہ کے بعد ان امور میں برکت ہے۔

۳۳ عصر کی نماز حسب معمول جماعت سے پڑھ کر اسی جگہ بیٹھے بیٹھے یہ درود اسی بار پڑھے۔

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِیِّ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا"

(زاد الابرار)

۳۴ اگر ہو سکے تو عصر سے لے کر مغرب تک مسجد میں معتکف رہ کر درود پاک میں مشغول رہے، اور دعا کرے کہ یہ وقت مستجاب ہے۔

۳۵ غروب سے چند ساعت پہلے ذکر و دعا میں مشغول رہے کہ یہ قبولیت دعا کا وقت ہے۔

جمعہ کے دن کے اوراد، وظائف، اذکار، دعائیں

۱ استغفار: حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جو جمعہ کی صبح کو نماز صبح سے پہلے یہ استغفار تین مرتبہ پڑھے گا، اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے خواہ سمندر کے جھاگ کے برابر کیوں نہ ہو۔

(ابن سنی طبرانی اوسط، شرح احیاء ۲۹۱، مجمع جلد ۲ صفحہ ۱۶۸)

"استغفر اللّٰہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ"

۲ حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ جو یہ استغفار سات مرتبہ جمعہ کے دن پڑھے گا، اسی دن انتقال ہو جائے گا تو جنت میں جائے گا، اگر شب جمعہ میں پڑھا اور شب ہی میں مر گیا تو جنت میں داخل ہو جائے گا:

"اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّی لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَابْنُ اَمَتِکَ وفی قَبْضَتِکَ نَاصِیَتِی بِیَدِکَ اَصْبَحْتُ اَوْ اَمْسَیْتُ عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ بِنِعْمَتِکَ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِی اَنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ." (شرح احیاء جلد ۳ صفحہ ۲۹۱، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۷۸)

۳ عون نے حضرت اسماء سے نقل کیا ہے کہ جو "قل ھو اللّٰہ احد، قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس" سات سات مرتبہ نماز جمعہ کے بعد اسی جگہ بیٹھے بیٹھے پڑھے گا، ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اس کی حفاظت ہوگی۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۵۹، اذکار صفحہ ۱۷۳)

علامہ سیوطی نے سورہ فاتحہ کا بھی اسی کے ساتھ پڑھنا ذکر کیا ہے، چنانچہ احیاء العلوم میں امام غزالی نے سورہ فاتحہ، سورہ احد، اور معوذتین کا سات سات مرتبہ پڑھنا ذکر کیا ہے، اور اس کی خاصیت یہ بیان کی کہ وہ ایک ہفتہ

تک شیطان سے محفوظ رہے گا۔

شرح احیاء میں ہے کہ جو شخص اس عمل پر ہمیشگی اور مداومت اختیار کرے گا، اللہ پاک اسے مردوں میں اور عورتوں میں مقبولیت اور ہیبت سے نوازے گا، بعضوں نے بیان کی کہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک تمام برائیوں سے محفوظ رہے گا۔

❹ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مرفوعاً منقول ہے کہ جو شخص جمعہ کی نماز کے بعد اسی جگہ بیٹھا ہوا اٹھنے سے قبل (فرض کے بعد فوراً) یہ سو مرتبہ پڑھے گا اس کے ایک لاکھ گناہ اور اس کے والدین کے چوبیس ہزار گناہ معاف ہوں گے۔ (کنز صفحہ ۷۶۷، اتحاف جلد ۳ صفحہ ۲۷۲)

"سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ وَاسْتَغْفِرُ اللّٰهَ"

ابن حبان کی روایت میں ہے کہ خدا اسے غنی بنا دے گا۔

وسعت رزق اور غنا کے اوراد

امام غزالی نے احیاء میں بیان کیا کہ جمعہ کے بعد یہ دعا بہتر ہے، جو شخص اس دعا پر ہمیشگی کرے گا اللہ پاک اسے مخلوق سے مستغنی رکھے گا اور بلا شان و گمان اسے رزق دے گا، شر احیاء میں ہے کہ اس پر رزق ظاہری اور باطنی کے دروازے کھل جائیں گے، جو شخص ہر جمعہ کے بعد اس کا التزام کرے گا، دوسرا جمعہ بھی نہیں آئے گا کہ اسے غنا حاصل ہوگا، بعض مشائخ نے اس کی خاصیت بیان کی ہے کہ قرض بھی ادا ہو جائے گا، اور مخلوق سے غنا حاصل ہوگا۔

علامہ زبیدی نے لکھا ہے کہ اس مذکورہ دعا کو ان سورتوں (فاتحہ اخلاص وغیرہ جس کا ذکر اوپر گزرا) کے پڑھنے کے بعد پڑھے۔

"اَللّٰهُمَّ يَاغَنِيُّ يَا حَمِيْدُ يَا مُبْدِئُ يَا مُعِيْدُ يَا رَحِيْمُ يَاوَدُوْدُ اَغْنِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَبِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ" (شرح احیاء ۲۷۱)

ترجمہ: "اے اللہ اے غنی اے قابل تعریف اے پیدا کرنے والے اے دوبارہ لوٹانے والے اے رحم کرنے والے اے مہربان حلال کے ذریعہ ہمیں حرام سے بچا اور اپنے فضل سے ہمیں اپنے غیر سے محفوظ فرما، بعض مشائخ کی روایت میں ہے کہ جو نماز جمعہ کے بعد اسے ستر مرتبہ پڑھے گا اس کا قرضہ ادا ہو جائے گا، اور وہ مالدار ہو جائے گا۔"

"اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ"

ترجمہ: ”ہمیں حرام سے بچادے اور اپنے فضل سے اپنے غیر سے محفوظ فرمادے۔“

(شرح احیا صفحہ ۲۷۱)

دعائے مستجاب جمعہ

علامہ سخاوی نے بیان کیا کہ ابوموسیٰ مدینی سے موقوفاً مروی ہے کہ جو جمعہ کے دن مسجد جلد جائے اور تھوڑا یا زیادہ جو کچھ صدقہ کرے پھر جب جمعہ کی نماز سے فارغ ہو جائے تو یہ دعا پڑھے:

”اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ هُوَ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، وَاَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ الَّذِيْ مَلَأَتْ عَظْمَتُهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الَّذِيْ عَنَتِ لَهُ الْوُجُوْهُ وَخَشَعَت لَهُ الْاَبْصَارُ وَوَجِلَتِ الْقُلُوْبُ مِنْ خَشْيَتِهٖ اَنْ تُصَلِّيْ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنْ تَقْضِي حَاجَتِيْ.“

اس کے بعد دعا قبول ہوگی، اسی میں ہے کہ بے وقوفوں کو یہ دعا نہ سکھاؤ کہ کسی گناہ یا قطع رحمی کا ارتکاب کر بیٹھیں، اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ جمعہ سے قبل کسی مسکین کو کھانا کھلائے۔ (اتحاف السادۃ جلد ۳ صفحہ ۳۰۲)

علامہ زبیدی نے بیان کیا کہ شیخ ابوعبداللہ مغاوری نے بیان کیا کہ جسے کوئی حاجت پیش آئے وہ جمعہ کی نماز کے بعد بارہ مرتبہ پڑھے:

”یَااَللّٰهُ یَا وَاحِدُ یَا اَحَدُ یَا جَوَّادَ اَنْفِعْنِي بِنَفْحَةَ خَيْرٍ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ“

(اتحاف صفحہ ۲۷۳)

شیخ زبیدی نے لکھا ہے کہ اگر فرض نماز کے بعد پڑھے تو گیارہ بار پڑھے اور دعا کرے۔

جمعہ کے دن کے مسنون و ماثور اعمال

امام غزالی رَحِمَهُ اللهُ تَعَالیٰ نے جمعہ کے مبارک و اہم دن کے مسنون و ماثور اعمال ترتیب کے ساتھ بیان کئے ہیں جس سے جمعہ کے آداب و اعمال مستحسنہ کا علم ہوتا ہے، اور ہر مؤمن کو اس دن اسی ترتیب سے گزارنی چاہئے۔

❶ اس کی تیاری جمعرات ہی کے دن سے شروع کرے، مثلاً کپڑے صاف کرے، بال ناخن بنالے، جمعہ کے دن صبح کی تیاری سے جو چیز مانع ہو اسے ختم کرے، ہو سکے تو جمعرات کو ملا کر روزہ رکھے۔

شب جمعہ میں نماز، تلاوت قرآن میں وقت گزارے، اس رات قرآن پاک ختم کرے، اس کی بڑی

فضیلت ہے، بعض اسلاف اس رات کو جامع مسجد میں گزارتے، مستحب ہے کہ اس رات اہل سے ملے یا دن میں ملے۔

② صبح ہو جائے تو اولاً غسل کرے۔

③ تزئین نظافت اس دن اختیار کرنا مستحب ہے، یعنی اچھا کپڑا، مسواک، خوشبو، بال ناخن کی صفائی وغیرہ عمامہ، خوشنما لباس۔

④ صبح جلد از جلد جامع مسجد جانا، جانے میں خشوع، تواضع سکنت کا اظہار کرنا، اعتکاف کی نیت کرنا۔

⑤ مسجد میں نہ لوگوں کی گردنوں کو پھاندنا۔

⑥ مسجد میں لوگوں کے آگے گزر کر نہ بیٹھنا۔

⑦ صف اول میں جگہ حاصل کرنا۔

⑧ امام کے آتے ہی نماز کا سلسلہ بند کر دے، بلکہ کلام و گفتگو بند کر دے، اذان کا جواب دے، اور خطبہ دھیان سے سنے۔

⑨ ان امور مذکورہ کی رعایت کرنے کے بعد جب نماز جمعہ سے فارغ ہو جائے تو سورہ فاتحہ سات اور معوذتین اور قل ہو اللہ احد سات سات مرتبہ پڑھے، اسلاف سے منقول ہے جو ایسا کرے گا وہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک شیطان سے محفوظ رہے گا، اس کے بعد جمعہ کے بعد کی سنتیں چھ رکعت پڑھے، چار رکعت پھر دو رکعت۔

(اتحاف السادۃ جلد۳ صفحہ۱۷۶)

مزید نماز کے علاوہ دیگر امور مستحب جمعہ کے دن بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

① جمعہ کے بعد، جنازہ، مریض کی عیادت اپنے احباب کی ملاقات۔

② عصر کے بعد سے مغرب تک دعا درود، استغفار وغیرہ میں لگا رہے۔

③ درود شریف خوب کثرت سے ورد رکھے۔

④ قرآن کی تلاوت بکثرت کرے، سورہ کہف پڑھے۔

⑤ صلاۃ التسبیح کا معمول رکھے۔

⑥ صدقہ خیرات کرنا اس دن خاص کر کے مستحب ہے کہ اس کا ثواب دیگر ایام سے زائد ملتا ہے۔

(اتحاف السادۃ شرح احیاء جلد۳ صفحہ۳۰۱)

یوم جمعہ کے خصائص

علامہ ابن قیم نے زادالمعاد میں، سفر السادۃ میں علامہ مجد الدین شیرازی نے جمعہ کے متعدد خواص اور

امتیازی شرف. بیان کیا ہے جو احادیث وآثار سے ثابت اور منقول ہیں۔ (زاد صفحہ ۳۷۵، کشف صفحہ ۱۴۰)
جن کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

۱ فجر کی نماز میں الم سجدہ اور دوسری رکعت میں هل اتی علی الانسان پڑھنا۔

۲ جمعہ کے دن کثرت سے درود پاک کا پڑھنا۔

۳ نماز جمعہ کا فرائض اسلام میں سے اہم الفرائض ہونا، بڑی جامع مسجد میں مسلمانوں کا بڑا اجتماع اور کثیر مقدار میں جمع ہونا۔

۴ اس دن غسل کرنا، اور نظافت و پاکیزگی کی تاکید سے اہتمام کرنا۔

۵ عطر و خوشبو کا اہتمام۔

۶ مسواک کا اہتمام اور اس کی تاکید۔

۷ جلد از جلد نماز جمعہ کے لئے نکلنا اور اس کے ثواب وفضیلت کا حاصل کرنا۔

۸ امام کی آمد سے قبل تک نماز ذکر میں مشغول رہنا۔

۹ خطبہ کے سننے کا واجب ہونا۔

۱۰ اس دن سورہ کہف کا پڑھنا۔

۱۱ شوافع وغیرہ کے نزدیک اور امام یوسف کے نزدیک جمعہ کے دن زوال کے وقت نماز کا مباح اور درست ہونا۔

۱۲ جمعہ کی نماز میں سورہ جمعہ، سورہ منافقین، یا سبح اسم اور سورہ غاشیہ پڑھنا۔

۱۳ جمعہ کا دن ہفتہ کا عید ہونا۔

۱۴ عمدہ لباس کا پہننا۔

۱۵ مساجد کو خوشبو کی دھونی دینا۔

۱۶ جمعہ کے وقت سفر کا ممنوع ہونا۔

۱۷ جمعہ کے دن پیدل چلنے والے کو ہر قدم پر ایک سال روزہ اور نماز کا ثواب ملنا۔

۱۸ جمعہ کا دن کفارہ سیئات کا ہونا۔

۱۹ جمعہ کے دن جہنم کا نہ دھونکایا جانا بقیہ ہر دن جہنم کا دھونکایا جانا۔

۲۰ اس جمعہ کے دن وقت مستجاب کا ہونا۔

۲۱ جمعہ کی نماز کا دوسری نمازوں کے مقابلہ میں کچھ خصوصیات پر مشتمل ہونا۔

۲۲ خطبہ کا ہونا، جس میں حمد وثنا درود و پند نصیحت وعدو عید عبرت کی باتیں سنانا۔
۲۳ اس دن عبادت کے لئے فارغ ہونا مستحب ہے، جیسے مہینوں میں ماہ رمضان اسی طرح ہفتہ میں جمعہ کے دن۔
۲۴ جمعہ کے دن تعجیل پر قربانی کا ثواب۔
۲۵ اس دن صدقہ کا ثواب دوسرے دنوں کے مقابلہ میں زائد ہے۔
۲۶ جنت میں اس دن دیدار الٰہی کا شرف حاصل ہوگا۔
۲۷ اس دن کو قرآن نے یوم شاہد کہا ہے۔
۲۸ اس دن آسمان وزمین پہاڑ وسمندر، بلکہ تمام مخلوق سوائے انس وجن کے خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔
۲۹ اس دن کو اللہ پاک نے مؤمن کے لئے ذخیرہ ثواب بنایا، اہل کتاب یہود ونصاریٰ نے اسے ضائع کر دیا۔
۳۰ ہفتوں میں سب سے بہتر افضل دن ہے، جیسے مہینوں میں رمضان المبارک، راتوں میں شب قدر، زمینوں میں یکہ مخلوق میں آپ۔
۳۱ قبروں میں ان کی روحیں آتی ہیں، زائرین کو، گزرنے، والوں کو پہچانتے ہیں دوسرے دنوں کے مقابلہ میں ان کی قوت معرفت بڑھ جاتی ہے۔
۳۲ تنہا روزہ رکھنا اس دن مکروہ ہے۔
۳۳ مسلمانوں کے اجتماع اور بند نصیحت اور آخرت کی ترغیبی بیان وذکر کا دن ہے۔
ان تینتیس خاصتوں کو علامہ مجد الدین شیرازی اور علامہ ابن قیم نے ذکر کیا ہے۔

(زاد المعاد صفحہ ۳۷۵، سفر السعادۃ پر حاشیہ کشف الغمہ صفحہ ۱۴۰)

عاجز کے نزدیک مزید اور خاصیتیں اور فضائل جو یوم جمعہ سے متعلق ہیں، جس کا احادیث وآثار سے علم ہوتا ہے وہ یہ ہیں۔
۳۴ عید وبقر عید سے بھی زیادہ فضیلت کا حامل ہے۔
۳۵ سیّد الایام دنوں کا سردار ہے۔
۳۶ ہفتے کی عید ہے۔
۳۷ عبادت کا ثواب اس دن بڑھا دیا جاتا ہے۔
۳۸ اس کا دن چمکدار تابناک، رات روشن ہے۔
۳۹ یہ دن پانچ خصوصیتوں کا حامل ہے۔

۶۰ اس دن کا اہتمام اور اس کی تیاری جمعرات سے ہی کرنا۔

۶۱ اس دن جہنم کے دروازے کا بند ہو جانا۔

۶۲ اس دن یا رات میں موت ہونے سے سوال قبر اور عذاب قبر سے محفوظ رہنا۔

۶۳ اس دن کی موت سے شہادت کا ثواب پانا۔

۶۴ اس دن کی موت سے حساب کا نہ ہونا۔

۶۵ اس دن جہنم سے ایک خاص مقدار کا آزاد ہونا۔

۶۶ جمعہ کے دن ہر دروازے پر فرشتہ کا مقرر ہونا اور دروازوں پر جھنڈا گاڑنا۔

۶۷ جمعہ کا دن مساکین کے لئے حج کا دن ہونا۔

۶۸ جمعہ کے غسل جنابت پر ثواب کا ملنا۔

۶۹ اہلیہ کے لئے سبب غسل بننے پر مرد کو ثواب ملنا۔

جمعہ کے دن درود کی فضیلت

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر درود جمعہ کے دن خوب کثرت سے پڑھا کرو۔ ہماری امت کا درود ہر جمعہ کو مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ جس کا درود تم میں سے زائد ہوگا میرے نزدیک اس کا مرتبہ سب سے زائد ہوگا۔ (جلاء الافہام صفحہ ۱۲۷، الترغیب صفحہ ۵۰۳)

جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھنے کا حکم

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ یہ یوم مشہود ہے۔ اس میں ملائکہ حاضر ہوتے ہیں۔ اور تم میں سے جو مجھ پر درود پڑھتا ہے وہ مجھ کو پیش کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس سے فارغ ہو جائے۔ حضرت ابو درداء نے پوچھا موت کے بعد بھی۔ آپ نے فرمایا اللہ پاک نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام کے جسموں کو کھائے۔ (الترغیب جلد ۲ صفحہ ۵۰۳)

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے دنوں میں افضل ترین دن جمعہ کا دن ہے اسی میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اسی دن ان کا انتقال ہوا اسی دن صور پھونکا جائے گا اسی دن اٹھائے جائیں گے اس دن تم کثرت سے درود پڑھو، تمہارا درود ہمارے اوپر پیش کیا جاتا ہے۔ حضرات صحابہ نے کہا ہمارا درود آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کس طرح پیش کیا جائے گا کہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام قرار دیا ہے کہ نبیوں کے جسم کھائے۔ (جلاء الافہام صفحہ ۳۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کثرت سے درود پڑھا کرو جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا خدائے پاک اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔

(جلاء الافہام صفحہ ۳۲)

حضرات صحابہ کا جمعہ کے دن کثرت درود کا معمول

حضرات صحابہ کرام جمعہ کے دن کثرت درود کو مستحب سمجھتے تھے (یعنی جمعہ کے دن درود پاک کا اہتمام فرماتے تھے۔ (جلاء الافہام صفحہ ۳۲)

جمعہ کی فضیلت اور درود کی تاکید

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے دنوں میں افضل ترین دن جمعہ کا ہے اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی، اسی دن وصال ہوا، اسی دن صور پھونکا جائے گا، اسی دن اٹھائے جائیں گے، پس اس دن خوب مجھ پر درود پڑھو، تمہارا درود ہم پر پیش کیا جائے گا، حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا اے اللہ کے رسول ہمارا درود آپ پر موت کے بعد کس طرح پیش کیا جائے گا، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا تو آپ نے فرمایا خدا عزوجل نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ حضرات انبیاء کے جسموں کو کھائے۔ (الترغیب جلد ۲ صفحہ ۵۰۴)

فائدہ: علامہ سخاوی کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن درود شریف کی فضیلت حضرت ابو ہریرہ حضرت انس اوس بن اوس ابوامامہ ابودرداء ابومسعود حضرت عمران کے صاحبزادے عبداللہ وغیرہ حضرات سے نقل کی گئی ہے حافظ ابن قیم سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ جمعہ کے دن درود شریف کی زیادہ فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اطہر سارے مخلوق کی سردار ہے۔ (فضائل درود صفحہ ۴۰)

اسی وجہ سے یوم جمعہ میں درود کا ثواب ستر گنا بڑھ جاتا ہے۔ (فضائل درود صفحہ ۱۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جمعہ کے دن اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر خوب کثرت سے درود پڑھا کرو اس لئے کہ وہ ہر جمعہ کو پیش کیا جاتا ہے حسن بصری سے مرفوعاً منقول ہے کہ جمعہ کے دن خوب کثرت سے درود پڑھا کرو کہ وہ مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ (سنن سعید بن منصور القول صفحہ ۱۵۴)

جمعہ کے دن کے لئے ایک خاص فرشتہ مقرر

یزید رقاشی کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن کے لئے ایک خاص فرشتہ مقرر ہے جو شخص اس دن درود پڑھتا ہے وہ اس رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاتا ہے اور کہتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے فلاں شخص نے یہ درود

پیش کیا ہے۔ (جلاء الافہام صفحہ ۵۲، سعید بن منصور القول صفحہ ۱۵۴)

ابن شہاب زہری سے مرسلاً مرفوعاً منقول ہے کہ جمعہ کی روشن رات اور روشن دن میں کثرت سے مجھ پر درود پڑھو، وہ پیش کیا جاتا ہے، اور زمین انبیاء کرام کے جسموں کو نہیں کھاتی مٹی تمام بنی آدم کو کھالیتی ہے صرف ریڑھ کی ہڈی چھوڑ دیتی ہے۔ (القول صفحہ ۱۵۴)

ایوب سختیانی نے کہا مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ جمعہ کے دن درود پہنچانے کے لئے ایک فرشتہ مقرر ہے جو درود کو (اہتمام سے) آپ کو پہنچاتا ہے۔ (القول صفحہ ۱۵۴)

جمعہ کے دن درود قضاء حاجات کا باعث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سب سے زیادہ مجھ سے قیامت کے دن وہ شخص قریب ہوگا جو مجھ پر ہر موقعہ پر کثرت سے درود پڑھنے والا ہوگا، جو شخص جمعہ کے دن جمعہ کی رات میں درود پڑھے گا اللہ پاک اس کی سو حاجتیں پوری کرے گا، ستر آخرت کی اور تیس دنیا کی ہوں گی، پھر اللہ پاک ایک فرشتہ مقرر فرمادے گا وہ میری قبر میں (اس کے درود کو) اس طرح (اہتمام سے) پیش کرے گا۔ جس طرح تم تحائف پیش کرتے ہو وہ فرشتہ اس کے نسب اور قبیلہ کے ساتھ تعارف کراتے ہوئے مجھے خبر دے گا میں اپنے روشن صحیفہ میں درج کرلوں گا۔ (بیہقی جلد ۳ صفحہ ۱۱، القول صفحہ ۱۵۱)

جمعہ کے درود سے شفاعات اور شہادت

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھ پر جمعہ کے دن درود (بکثرت) پڑھے گا قیامت کے دن اسے میری شفاعت نصیب ہوگی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ جمعہ کی شب میں اور جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھو، جو ایسا کرے گا، میں اس کے لئے شہادت دوں گا، اور قیامت کے دن شفاعت کروں گا۔ (بیہقی صفحہ ۱۱۱ القول صفحہ ۱۸۶)

جمعہ کے دن حضرات ملائکہ کا خاص اہتمام

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے فرشتوں کو نور سے پیدا کیا یہ زمین پر جمعہ کی رات اور صبح کے علاوہ نہیں آتے، ان کے ہاتھوں میں سونے کا قلم، چاندی کی دوات، نور کا کاغذ رہتا ہے، جس سے وہ صرف (اس دن کا) درود لکھتے ہیں۔ (القول صفحہ ۱۸۸)

شب جمعہ میں درود کی فضیلت اور تاکید

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کی روشن رات میں

اور روشن دن میں کثرت سے درود پڑھا کرو کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے میں تمہارے لئے دعاء کروں گا استغفار چاہوں گا۔ (ابن بشکوال، القول صفحہ ۱۵۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اپنے نبی پر شب جمعہ میں کثرت سے درود پڑھا کرو۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۳ صفحہ ۱۱۱)

جمعرات کی شام سے ہی اہتمام

حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل ہے کہ جب جمعرات کے دن عصر کا وقت ہوتا ہے تو اللہ پاک آسمان سے ملائکہ کو نازل فرماتے ہیں جن کے پاس چاندی کے صحیفے، سونے کا قلم ہوتا ہے جو شخص جمعہ کی شب سے لے کر جمعہ کے غروب شمس تک درود پڑھتا ہے اسے وہ لکھ لیتے ہیں۔ (بیہقی فی الشعب صفحہ ۱۱۲، القول صفحہ ۱۸۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جمعرات کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو نازل فرماتے ہیں جن کے پاس چاندی کے رجسٹر سونے کا قلم ہوتا ہے، جمعرات اور جمعہ کی شب کو جو بکثرت درود پڑھتا ہے اسے لکھ لیتے ہیں۔ (القول صفحہ ۱۸۶)

فائدہ: جمعہ کے دن اور اس کی رات میں درود کی بڑی فضیلت ہے اس کا اہتمام جمعرات سے شروع ہو جاتا ہے شب جمعہ اور یوم جمعہ کا درود مخصوص ملائکہ لکھنے کے لئے نازل ہوتے ہیں اور جمعہ کے دن کا درود خاص اہتمام کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا جاتا ہے۔

یوم جمعہ کے بعض اہم درود

دار قطنی کی روایت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر اسی مرتبہ درود شریف پڑھے گا اس کے اسی سال کے گناہ معاف کئے جائیں گے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درود کس طرح پڑھی جائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "**اللھم صل علی محمد عبدك ونبیك ورسولك النبی الامی**" (القول البدیع صفحہ ۴۸۸)

درود شب جمعہ

حضرت امام شافعی کو انتقال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا اور مغفرت کی وجہ پوچھی انہوں نے فرمایا یہ پانچ درود شریف جمعہ کی رات کو میں پڑھا کرتا تھا:

"**اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا اُمِرْتَ بِالصَّلٰوةِ عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا**

تُجِبُّ اَنْ يُصَلِّي عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا يَنْبَغِي اَنْ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ."

(القول صفحہ ۲۴۲)

سات جمعہ کو سات مرتبہ پڑھنے کی فضیلت

ایک حدیث میں نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص سات جمعوں تک ہر جمعہ کو سات مرتبہ اس درود کو پڑھے اس کے لئے میری شفاعت واجب ہے۔

"اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تَكُوْنُ لَكَ رِضًى وَلِحَقِّهٖ آدَاءً وَاَعْطِهِ الْوَسِيْلَةَ وَالْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِيْ وَعَدْتَهٗ وَاجْزِهٖ عَنَّا مَا هُوَ اَهْلُهٗ وَاجْزِهٖ عَنَّا مِنْ اَفْضَلِ مَا جَزَيْتَ نَبِيًّا عَنْ اُمَّتِهٖ وَصَلِّ عَلٰى جَمِيْعِ اِخْوَانِهٖ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصَّالِحِيْنَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ." (القول البدیع صفحہ ۴۲، فضائل درود شریف صفحہ ۴۵)

جمعہ کے دن عصر کے بعد درود کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث میں نقل کیا گیا ہے جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے اسی مرتبہ درود پڑھے تو اس کے اسی سال کے گناہ معاف ہوں گے اور اسی سال کی عبادت کا ثواب اس کے لئے لکھا جائے گا۔ "اللهم صل على محمد النبى الامى وعلى آله وسلم تسليماً" (القول البدیع صفحہ ۱۸۸)

حضرت سہیل بن عبداللہ کی روایت میں ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن عصر کے بعد یہ درود شریف اسی مرتبہ پڑھے گا اس کے اسی سال کے گناہ معاف ہوں گے۔ "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى آلِهٖ وَسَلِّمْ" (القول البدیع صفحہ ۱۸۹)

فائدہ: اس دوسری حدیث میں اسی جگہ بیٹھ کر جس جگہ نماز پڑھی ہے قید نہیں ہے۔ اس حدیث کے اطلاق سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اگر کسی وجہ سے متصلاً اسی وقت اسی جگہ نہ پڑھ سکے تو مغرب سے قبل جب بھی جہاں بھی موقعہ ملے اسی مرتبہ یہ درود شریف پڑھ لے گا تو اس فضیلت کا حامل اور حاصل کرنے والا ہو جائے گا۔

جمعہ کے دن سو مرتبہ درود کی فضیلت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو جمعہ کے دن سو مرتبہ درود پڑھے گا وہ قیامت کے دن اس قدر نور کے ساتھ آئے گا کہ اس کا نور تمام مخلوق کو تقسیم کر دیا جائے تو کافی ہو جائے گا۔

فائدہ: جمعہ کے دن کسی بھی وقت پڑھ لے فجر کے بعد یا جمعہ کے بعد پڑھ لے تو بہتر ہے۔

(ابو نعیم، القول صفحہ ۱۸۹)

ایک روایت میں ہے کہ جو جمعہ کے دن مجھ پر سو مرتبہ درود پڑھے گا اللہ پاک اس کے اسی سال کے گناہ معاف فرمادیں گے۔

آپ ﷺ کی جانب سے سلام مبارک کا تحفہ

ابن عبداللہ المکی نے بیان کیا کہ میں نے ابوالفضل القومانی سے سنا کہ خراسان سے ایک شخص آیا اس نے کہا کہ میں نے خواب میں رسول پاک ﷺ کی زیارت کی اس وقت میں مسجد نبوی میں تھا آپ نے فرمایا جب تم ہمدان جاؤ تو تو ابوالفضل بن زیرک کو میرا اسلام پہنچا دینا۔ میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول یہ کس وجہ سے آپ ﷺ نے فرمایا چونکہ وہ ہر جمعہ کو مجھ پر سو مرتبہ یا اس سے زائد درود پڑھتا ہے۔

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی آلِهٖ مُحَمَّدٍ جَزَی اللّٰهُ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنَّا مَا هُوَ اَهْلُهٗ" (القول صفحہ ۱۵۵)

جمعہ کے دن اسی مرتبہ درود کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ پر درود پل صراط پر نور کا باعث ہے جو شخص جمعہ کے دن اسی مرتبہ درود پڑھے گا اس کے اسی سال کے گناہ معاف ہوں گے۔

(ابن شاہین، ابوالشیخ، القول صفحہ ۱۸۸)

دارقطنی کی روایت میں ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن اسی مرتبہ مجھ پر درود پڑھے گا خدائے پاک اس کے اسی سال کے گناہ معاف فرمائیں گے پوچھا گیا کس طرح پیش کیا جائے گا آپ نے فرمایا اس طرح کہو:

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ"

فَائِدَہ: خیال رہے کہ ایک روایت میں اسی سال کی فضیلت عصر کے بعد پڑھنے پر بھی ہے اس روایت میں جمعہ کے دن میں فضیلت ہے عصر کے بعد کی کوئی قید نہیں۔ دونوں روایتیں الگ الگ ہیں۔

جمعہ کے دن ایک ہزار درود کی فضیلت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا: جو جمعہ کے دن ایک ہزار درود پڑھا کرے گا وہ جب تک اپنا ٹھکانہ جنت میں نہ دیکھ لے گا اس وقت تک اسے موت نہیں آئے گی۔

(الترغیب صفحہ ۵۰۱، ابن شاہین)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے زید ابن وہب سے کہا دیکھو جمعہ کے دن

ایک ہزار مرتبہ درود پڑھنے کو نہ چھوڑنا یہ درود پڑھا کرو۔

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ" (جلاء الافہام صفحہ ۳۳، القول صفحہ ۱۸۲)

دنیا میں آزادیٔ جہنم کا پروانہ

خلاد بن کثیر جب نزع کا وقت آیا تو ان کے سرہانے ایک پرچہ ملا جس میں لکھا تھا کہ یہ خلاد بن کثیر کا جہنم سے آزادی کا پروانہ ہے لوگوں نے اس کے اہل خانہ سے پوچھا اس کا کیا عمل تھا، اہل خانہ نے کہا ہر جمعہ کو ایک ہزار بار درود پڑھا کرتا تھا۔

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ" (القول البدیع صفحہ ۱۸۹)

جمعہ کے دن سورہ کہف کی فضیلت

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو سورہ کہف جمعہ کے دن پڑھے گا اس کے لئے دونوں جمعہ کے درمیان نور روشن کردیا جائے گا۔ (ترغیب صفحہ ۵۱۲)

پڑھنے والے اور بیت اللہ کے درمیان نور کا سلسلہ

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جو سورہ کہف شب جمعہ کو پڑھے گا اس کے اور اس کے بیت اللہ کے درمیان نور روشن کردیا جائے گا۔ (ترغیب صفحہ ۵۱۲، دارمی جلد ۲ صفحہ ۴۵۴)

ایک نور اس کے پیر سے لے کر آسمان تک

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو سورہ کہف جمعہ کے دن پڑھے گا اس کے پیر سے آسمان تک ایک نور روشن ہوگا جو قیامت کے دن اسے روشنی دے گا، اور اس کے دونوں جمعہ کے درمیان کے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ (ترغیب صفحہ ۵۱۳، اتحاف صفحہ ۲۹۲)

نور بھی اور فتنہ دجال سے بھی حفاظت

اسحاق بن عبداللہ بن فروہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کو میں ایسی سورت نہ بتا دوں کہ (نزول کے وقت) جس کی مشائعت میں ستر ہزار فرشتے آئے جس سے آسمان و زمین کا بیشتر حصہ بھر گیا۔ اسی طرح اس کے بعد آنے والے سے لوگوں نے کہا ہاں اللہ کے رسول، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو سورہ کہف جمعہ کے دن پڑھے گا ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک بلکہ تین دن زائد تک کہ گناہوں کی مغفرت ہو جائے گی اور ایسے نور سے نوازا جائے گا جس کا سلسلہ آسمان تک ہوگا اور دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔

(القرطبی جلد ۵ صفحہ ۳۵۴، کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۵۷۴)

سورہ کہف کی شروع اور آخری آیتیں دجال سے حفاظت کا باعث

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو سورہ کہف کے شروع کی دس آیتوں کو حفظ کرلے گا، وہ دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آخری کی دس آیتوں کو جو یاد کرلے گا، وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔

(مسلم صفحہ۲۷۱)

فَائِدَہ: امام نووی نے بیان کیا ہے شروع اور آخر جو "افحسب الذین" سے ہے دونوں کی خاصیت ہے کہ دجال کے فتنوں سے حفاظت کا باعث ہے۔

سر سے پیر تک ایمان سے پر

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جو سورہ کہف کی دس آیتوں کو پڑھے گا وہ سر سے لے کر پیر تک ایمان سے بھر جائے گا۔ (ابوالشیخ اتحاف صفحہ۲۹۲)

ایک ہفتہ تک فتنے سے حفاظت

حضرت علی سے مروی ہے کہ جو سورہ کہف جمعہ کے دن پڑھے گا وہ آٹھ دن تک فتنوں سے محفوظ رہے گا، اگر دجال (اس کی موجودگی میں) نکلے گا تو اس کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔

جذام مرض و دیگر امراض سے حفاظت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کی شب یا دن کو سورہ کہف پڑھے گا، اس کو ایک نور دیا جائے گا جو پڑھنے والے کے مقام سے لے کر مکہ تک ہوگا۔ (یعنی بیت اللہ سے اس کا خاص ربط و تعلق ہو جائے گا) اور دوسرے جمعہ تک کی مغفرت ہو جائے گی بلکہ اور تین زائد کی، اور اس پر ستر ہزار فرشتے صبح تک دعا کرتے رہیں گے، اور بیماریوں سے ورم سے، سینے کی بیماریوں سے، برص سے، جذام سے، دجال سے محفوظ ہو جائے گا۔ (احیاء العلوم، اتحاف السادہ جلد۳ صفحہ۲۹۳)

جمعہ کے دن سورہ کہف کی فضیلتوں سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن اس کا پڑھنا باعث فضیلت ہے۔ تمام علماء اور فقہاء کرام نے اس کا پڑھنا سنت قرار دیا ہے رات یا دن میں کسی وقت بھی پڑھ لینا کافی ہے۔

(شامی صفحہ۱۶۴، شرح مہذب)

افسوس آج جمعہ کے دن کی یہ سنت مسلمانوں کی زندگی سے نکلتی جا رہی ہے۔ عوام تو عوام خواص اور جو امت میں اہل دین کہلاتے ہیں، ان میں بھی اس کا اہتمام نہیں ہے۔ ارباب مدارس جس طرح تعلیم کی تاکید کرتے ہیں

اسی طرح ان مسنون امور پر عمل کرنے اور زندگی میں لانے کی تاکید کرنی چاہئے۔

حیرت ہے جب مدارس کا مقصد علم دین اور سنت وشریعت کی ترویج ہے تو پھر مسنون اعمال کی کیوں نہیں تاکید کی جاتی ہے۔ خدا کرے ارباب انتظام کے فہم میں ان امور کا احساس ہو جائے۔

جمعہ کے بعد احباب ورفقاء کے یہاں اللہ کے واسطے ملاقات کو جانا اور کچھ کھانا پینا

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ جمعہ کے دن بہت خوش ہوتے تھے کہ جب ہم لوگ نماز جمعہ سے فارغ ہوتے تو ایک ضعیفہ تھی اس کے پاس ملاقات کو چلے جاتے۔ وہ چقندر لیتی اسے ہانڈی میں ڈالتی کچھ جَو لیتی اسے ہانڈی میں ڈال کر پکاتی، نماز جمعہ کے بعد وہ ہم لوگوں کو پیش کر دیتی، اس وجہ سے ہم لوگ خوش ہوئے کہ ہم لوگ جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے بعد ہی کھاتے اور قیلولہ کرتے۔

(بخاری جلد۲ صفحہ۸۱۳، سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ۲۴۱)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس عجوزہ صحابیہ کے پاس تشریف لے جاتے آپ کی اتباع میں یہ حضرات بھی اللہ واسطے گئے اور جو کچھ وہ پیش کرتیں کھا لیتے اور محبت نبوی کی موافقت کی وجہ سے بہت خوش ہوئے۔

چنانچہ علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ حضرات صحابہ نماز جمعہ کے بعد فارغ ہونے کے بعد لوٹ آتے تھے اور رزق کی تلاش میں لگ جاتے تھے۔ (عمدہ جلد۶ صفحہ۲۵۲)

جمعہ سے فراغت کے بعد کون سے امور بہتر ہیں

جمعہ کے بعد: کھانا، احباب کے یہاں جا کر کچھ کھانا پینا، حسب ضرورت بازار سے اشیاء ضروریہ خرید و فروخت کرنا، مریض کی عیادت، جنازہ میں شرکت وغیرہ مستحب اور شرع سے ثابت ہیں۔

علامہ عینی نے بخاری کی شرح میں امام بخاری کی بیان کردہ آیت باری "**وابتغوا من فضل اللّٰہ**" کے ذیل میں لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے وقت رزق کے حاصل کرنے کی سعی کو منع کر دیا تھا تو اب اس کی اجازت دی کہ نماز سے فارغ ہو کر رزق اور حوائج زندگی کے حصول میں لگ جاؤ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے قول "**فاذا قضیت الصلٰوۃ**" کی تفصیل کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ دنیا حاصل کرنے کے لئے پھیل جاؤ ہاں مگر یہ کہ مریض کی عیادت کرو، جنازہ میں شرکت اللہ کے واسطے احباب کی ملاقات اور زیارت کے لئے پھیلنا اور جانا ہے۔

(عمدہ صفحہ۲۵۱)

اسی طرح حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہاں دنیا حاصل کرنے کا حکم نہیں دیا گیا (یعنی ضرورت ہو یا

نہ ہو جاؤ دنیا کماؤ یہ مطلب نہیں) بلکہ اس سے مراد مریضوں کی عیادت، جنازہ کی حاضری اور احباب سے اللہ واسطے ملنا ہے۔ (یعنی جمعہ کے بعد یہ کرے تو اچھا ہے)۔ (القرطبی جلد۹ صفحہ ۱۰۵)

خرید وفروخت

حضرت عبداللہ بن بسر المازنی صحابی رسول جب جمعہ کی نماز پڑھ لیتے تو تھوڑی دیر بازار گھوم آتے پھر مسجد چلے آتے اور جتنا چاہتے نماز پڑھتے ان سے پوچھا گیا ایسا کیوں کرتے ہو تو انہوں نے جواب دیا آپ ﷺ کو ایسا ہی کرتے ہوئے دیکھا (کہ جمعہ کی نماز کے بعد بازار گئے) اور انہوں نے یہ آیت "فاذا قضیت الصلٰوۃ" پڑھی۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۹۴)

فَائِدَہ: اس صحابی کے نزدیک فضل اللہ سے مراد رزق اور حوائج زندگی کے حصول کے لئے بازار جانا مراد ہوگا۔ اور آپ ﷺ کو کسی ضرورت سے اس موقعہ پر بازار جاتے ہوئے دیکھا ہوگا۔ اس لئے ان کو ضرورت ہوگی یا نہ ہوگی اتباع نبوی میں بازار گئے۔

جمعہ کے بعد تجارت میں برکت

حضرت عراک بن مالک جب جمعہ کی نماز پڑھ لیتے تو مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور کہتے اے اللہ! میں نے تیری بلاہٹ کو قبول کیا، تیرے فریضہ کو ادا کر دیا، تیرے حکم کے مطابق زمین پر پھیل گیا، پس اپنے فضل سے ہمیں رزق عطا فرما، آپ بہترین رزق عطا فرمانے والے ہیں۔ (تفسیر احکام القرآن، قرطبی جلد۹ صفحہ ۱۰۵)

بعض سلف سے منقول ہے کہ جو شخص نماز جمعہ کے بعد تجارتی کاروبار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے ستر مرتبہ برکات نازل فرماتے ہیں۔ (معارف القرآن جلد۸ صفحہ ۴۴۳)

جمعہ کے دن کھانا اور قیلولہ بعد جمعہ سنت ہے

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ جمعہ کے دن جمعہ کے بعد قیلولہ کرتے تھے اور دوپہر کا کھانا جمعہ کے بعد کھاتے تھے۔ (بخاری صفحہ ۱۲۹)

علامہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ ہم (صحابہ کی جماعت) قیلولہ اور کھانے کے بعد جمعہ کے بعد کرتے تھے چونکہ اس دن جلدی سے جمعہ کی نماز کو محبوب سمجھتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جمعہ کی نماز (زوال کے بعد) بہت جلد پڑھتے تھے اور جمعہ کے بعد قیلولہ (کھانا کھانے کے بعد) کرتے تھے۔ (بخاری صفحہ ۱۲۸)

علامہ عینی اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ اور دنوں میں پہلے قیلولہ کرتے تب ظہر کی نماز پڑھتے اور جمعہ

کے دن پہلے اول وقت (زوال کے بعد متصلاً) نماز پڑھتے پھر قیلولہ کرتے۔ (عمدہ صفحہ ۲۰۱)

فَائِدَۃ: جمعہ کے دن چونکہ نماز زوال ہوتے ہی پڑھی جاتی ہے، اور دوپہر کا کھانا جس کے بعد عموماً کچھ قیلولہ کرنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ اگر کھانا کھا کر نماز پڑھی جائے گی تو تاخیر ہو جائے گی اور زوال کے بعد متصلاً جمعہ ادا ہو سکے گا، اس لئے اولاً نماز پھر کھانا، لہٰذا بہر صورت جمعہ کے دن اولاً نماز پڑھنا سنت اور پھر کھانا کھانا سنت ہے، اذان جمعہ سے قبل کھانا جائز ہے مگر خلاف سنت ہے۔ اور اذان جمعہ کے بعد کھانے کا مشغلہ ناجائز ہے، شدت بھوک کی صورت میں گنجائش ہے۔

جمعہ کے دن سفر کی اجازت

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ سفر سے نہیں روکتا، تاوقتیکہ نماز (جمعہ) کا وقت نہ آ جائے۔ (کنز العمال)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا جس پر سفر کے نشانات تھے آپ نے سنا وہ کہہ رہا تھا اگر جمعہ نہ ہوتا تو آج میں سفر میں نکل جاتا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا سفر کر لو جمعہ سفر سے نہیں روکتا۔
(نیل جلد ۳ صفحہ ۲۲۸، تلخیص صفحہ ۷۰)

ابن ابی ذائب کہتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب کو جمعہ کے دن سفر کرتے دیکھا تو میں نے کہا آپ جمعہ کو سفر کرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن سفر فرمایا ہے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۶)

ابن شہاب زہری نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن چاشت کے وقت نماز جمعہ سے پہلے سفر کیا ہے۔ (زاد المعاد، مصنف ابن عبد الرزاق)

ابن کیسان نے بیان کیا کہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے جمعہ کے دن کا سفر کیا اور نماز کا انتظار نہیں کیا۔
(تلخیص صفحہ ۷۰، نیل الاوطار صفحہ ۲۲۹)

فَائِدَۃ: معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن سفر شرعاً درست ہے البتہ جمعہ کے وقت نہ کرے جمعہ پڑھنے کے بعد نکلے نہ جمعہ کے دن سفر کرنا خلاف سنت نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

جمعہ کے دن سفر کب ممنوع ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب جمعہ کا وقت آ جائے تو سفر میں مت نکلو یہاں تک کہ جمعہ پڑھ لو۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۰۶)

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن سفر میں کوئی حرج نہیں تاوقتیکہ جمعہ کا وقت نہ آ جائے۔
(ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۶)

ابن سیرین سے مروی ہے کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جمعہ تم کو سفر سے نہیں روکتا ہاں مگر یہ کہ جمعہ کی نماز کا وقت آ جائے۔ (زادالمعاد صفحہ ۳۷۵)

اس سے معلوم ہوا کہ صبح صادق کے بعد زوال سے قبل جمعہ کے دن سفر میں کوئی حرج نہیں اور جمعہ پڑھ لینے کے بعد تو سفر میں کوئی اشکال ہی نہیں۔

بعضوں نے جمعہ کے دن سفر سے منع کیا ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جمعہ کے دن سفر کرتا ہے فرشتے اس کے متعلق بددعا کرتے ہیں کہ اس کا سفر میں کوئی مصاحب نہ ہو۔ یعنی کوئی رفیق اور ساتھی اسے نہ ملے، تاکہ تنہائی کی وحشت اس کے لئے مانع سفر ہو جائے۔ (تلخیص صفحہ ۷۰، الفتح جلد ۶ صفحہ ۳۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو دو فرشتے اس پر بددعا کرتے ہیں کہ سفر میں اس کا کوئی مصاحب نہ ہو۔ اور اس کی ضرورتیں پوری نہ ہوں۔

(نیل الاوطار جلد ۳ صفحہ ۲۲۲، الفتح الربانی صفحہ ۳۲)

امیر المؤمنین عبداللہ بن مبارک نے اوزاعی اور انہوں نے عطیہ سے نقل کیا ہے آدمی جب جمعہ کے دن سفر کرتا ہے تو دن اس پر بددعا دیتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ اس کی ضرورت میں اس کی اعانت نہ کی جائے اور کوئی مصاحب نہ بنے۔ (مصنف زادالمعاد جلد ا صفحہ ۳۸۵)

معمر سے منقول ہے کہ انہوں نے یحییٰ بن کثیر سے جمعہ کے دن سفر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اسے مکروہ کہا۔ (زادالمعاد)

فائدہ: جمعہ کے دن صبح سے لے کر جمعہ کے وقت آنے سے قبل سفر کرنے کے سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام شافعی کے قول جدیدہ میں اور امام مالک اور امام احمد کے ایک قول میں مطلقاً ممانعت ہے، امام احمد کے ایک قول میں صرف سفر جہاد کی اجازت ہے۔ امام ابواسحٰق مروزی اور امام الحرمین نے صرف سفر واجب کی اجازت دی اس کے برخلاف وقت جمعہ کی آمد سے قبل بیشتر حضرات نے سفر کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ احناف، امام احمد اور امام مالک اور شوافع کے قول قدیم میں بالکل اجازت ہے۔ (نیل الاوطار صفحہ ۲۲۹)

قول محقق

قول محقق یہ ہے کہ جمعہ کا وقت داخل ہو جائے یعنی زوال کے بعد سفر کی اجازت نہیں، چنانچہ علامہ شوکانی نے علامہ عراقی سے بعضوں کا اجماع نقل کیا ہے کہ زوال کے بعد سفر جائز نہیں، چنانچہ درمختار میں شرح منبد کے

حوالے سے ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ زوال کے بعد نماز سے قبل سفر مکروہ ہے۔

علامہ شامی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے تحقیق فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ زوال سے قبل چونکہ وجوب متوجہ نہیں ہوتا اس وجہ سے سفر جائز ہے۔ (جلد۲ صفحہ۱۶۲)

یہی معمول بہ اور مفتی بہ قول ہے، ابن قیم نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے کبیری شرح منیہ میں بھی زوال سے پہلے سفر کو صحیح قول پر جائز قرار دیا ہے۔ (صفحہ۵۶۵)

اس سے معلوم ہوا کہ علامہ شوکانی نے جو احناف کا قول تمام نمازوں کی طرح جمعہ کی نماز سے قبل سفر جائز لکھا ہے، یہ صحیح نہیں بلکہ جمعہ کی نماز سے قبل زوال کے بعد سفر مکروہ ہے۔ (نیل صفحہ۲۳۰)

البتہ اگر زوال کے بعد جمعہ سے قبل ٹرین یا ہوائی سفر ٹکٹ یا ریزویشن ہو چکا ہو یا سفر کی یہی ترتیب بن رہی ہو یا رفقاء یا سہولت سفر اسی میں ہو تو گنجائش ہے۔ (کذافی النیل صفحہ۲۳۰)



عید و بقرعید کی نماز کے سلسلے میں آپ ﷺ کی پاکیزہ اسوہ وطریق کا بیان

عید کی دو رکعت نماز پڑھتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ عید کے دن نکلے دو رکعت نماز پڑھی۔

(ابوداؤد صفحہ ۱۶۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ عید یا بقرعید کے دن نکلے اور لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائی پھر واپس آگئے۔ نہ اس سے پہلے نماز پڑھی نہ اس کے بعد۔

(بخاری صفحہ ۱۳۳، ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۸۸)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے بقرعید کی نماز بقیع (عیدگاہ) میں دو رکعت پڑھائی۔ (بخاری صفحہ ۱۳۳)

فائدہ: آپ ﷺ کا عید میں دو رکعت پڑھنا تواتر سے ثابت ہے عہد صحابہ سے اب تک اس پر اجماع ہے۔ (معارف صفحہ ۴۲۶)

عید و بقرعید میں آپ ﷺ غسل فرماتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ عید و بقرعید کے دن غسل فرماتے۔

(تلخیص صفحہ ۱۸۷، ابن ماجہ صفحہ ۹۳، تحفہ صفحہ ۳۷۴)

حضرت ابورافع کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ عید و بقرعید میں غسل فرماتے۔ (بزار، جمع صفحہ ۱۸۸)

مجاہد نے بیان کیا کہ حضرات صحابہ عید و بقرعید کے غسل کو مستحب سمجھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۸۱)

شرح منیہ میں ہے کہ غسل فجر کے بعد کرے۔ اگر فجر سے پہلے کرلیا تو بھی کافی ہے۔ (صفحہ ۵۶۶)

عید کی نماز کس وقت ادا فرماتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ عید کی نماز کے لئے نہ نکلتے، یہاں

تک کہ سورج بلند ہو جاتا۔ (مجمع صفحہ ۱۹۹)

حضرت جندب سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ہم لوگوں کو عید کی نماز پڑھائی جب کے سورج دو نیزے کے مثل اوپر آ گیا تھا۔

ابوالحویرث سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے عمر بن خرم کو نجران لکھ کر بھیجا کہ عید کی نماز اور بقرعید کی نماز ذرا جلدی پڑھائیں اور عید میں ذرا تاخیر کریں۔ (ابن ماجہ، ابوداؤد، مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۷، تلخیص صفحہ ۸۹)

فائدہ: سورج طلوع ہونے کے بعد ذرا بلند ہو جائے تو دونوں کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ بقرعید میں ذرا جلدی بہتر ہے تاکہ لوگوں کو قربانی میں سہولت ہو۔ اور عید میں ذرا موقع دیا جائے تاکہ غسل وغیرہ اور کچھ کھا کر آنے میں سہولت ہو۔ اسی وجہ سے تاخیر مستحب ہے۔ (شامی صفحہ ۱۷۱)

عید و بقرعید میں عمدہ لباس زیب تن فرماتے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ عید و بقرعید میں چادر زیب تن فرماتے۔

(ابن سعد صفحہ ۱۴۸، ابن ابی شیبہ، سنن کبریٰ صفحہ ۲۸۰)

قاسم ابن اصبغہ کی روایت میں کہ آپ عمامہ باندھتے تھے اور لال چادر زیب تن فرماتے۔

(سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۳۱۰)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں کہ آپ ﷺ عید و بقرعید میں عمامہ باندھتے لال چادر استعمال فرماتے۔ (ابن سعد صفحہ ۱۴۸)

عروہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ عید میں حضرمی چادر میں ملبوس ہوئے جس کی لمبائی چار ہاتھ ایک بالشت تھی۔ (سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۸۷)

جعفر ابن محمد کی روایت میں کہ آپ ﷺ یمنی دھاری دار لباس بقرعید کو زیب تن فرماتے۔

(تلخیص جلد ۲ صفحہ ۸۷)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس سیاہ عمامہ تھا جسے آپ عیدین میں باندھتے تھے اور اس کا شملہ پشت پر ڈال لیتے تھے۔ (حاوی، سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۳۱۰)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس عمدہ دھاری دار لال چادر تھی جسے آپ ﷺ عیدین میں زیب تن فرماتے۔ (سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۲۸۰)

جعفر ابن محمد کی روایت میں کہ آپ ﷺ عید میں عمامہ زیب تن فرماتے۔ (سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۲۸۰)

فائدہ: عیدین میں آپ ﷺ عمدہ اور خاص بہتر از بہتر لباس زیب تن فرماتے، اور یہی مستحب بھی ہے۔

آپ ہر سال نیا جوڑا جیسا کہ آج کل رائج ہے نہیں سلواتے، بلکہ ایک عمدہ جوڑا رکھے رہتے جسے عیدین میں استعمال فرماتے تھے۔

روایت میں جو لال چادر کا ذکر ہے اس سے مراد خالص لال چادر نہیں ہے کہ یہ مردوں کو منع ہے، بلکہ دھاری دار مراد ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس کی روایت میں ذکر ہے۔

عید سے پہلے اور بعد میں کوئی نماز نہ پڑھتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید کی دو رکعت نماز پڑھتے نہ اس سے پہلے اور اس کے بعد کوئی نماز پڑھتے۔ (بخاری صفحہ ۱۳۵، ابن ماجہ صفحہ ۹۲)

حضرت ابوسعید کی ایک روایت میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید سے قبل کوئی نماز نہیں پڑھتے، گھر لوٹتے تو گھر میں دو رکعت پڑھ لیتے۔

فائدہ: عید سے قبل تو مطلقاً نہ گھر میں نہ عیدگاہ میں پڑھتے، اس دن اشراق بھی ممنوع ہے عید کے بعد عیدگاہ میں کوئی نماز نہ پڑھتے۔ (ابن خزیمہ جلد ۲ صفحہ ۳۶۲)

ہاں عید کے بعد گھر نفل میں پڑھ سکتے ہیں عید سے قبل اور بعد میں کوئی سنت نہیں اس پر جماع ہے۔
(معارف السنن جلد ۴ صفحہ ۴۴۳، تحفہ صفحہ ۳۷۸)

عید بقرعید کے نماز سے پہلے اشراق بھی گھر میں یا مسجد میں پڑھنا ممنوع ہے۔ (فیض الباری جلد ا صفحہ ۳۶۵)

عیدین میں عمدہ خوشبو وعطر سنت ہے

حضرت حسن ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ عید میں موجود عطر میں بہترین عطر لگائیں۔ (طبرانی، حاکم، تلخیص الحبیر صفحہ ۸۷، شرح مہذب جلد ۵ صفحہ ۶)

فائدہ: جس طرح جمعہ کے دن عطر اور خوشبو کا استعمال سنت ہے اسی طرح عید اور بقرعید کے موقع پر بھی عمدہ سے عمدہ خوشبو کی ترغیب ہے، چنانچہ عیدین کے سنن و مستحبات میں جس طرح غسل اور عمدہ لباس ہے اسی طرح عمدہ خوشبو لگانا بھی سنت ہے۔

ملا علی قاری نے جمع الوسائل شرح شمائل میں ذکر کیا ہے۔ (جلد ۲ صفحہ ۵)

کبیری میں ہے عید کے دن غسل، مسواک اور عطر لگانا مستحب ہے۔ (صفحہ ۵۶۶)

درمختار میں ہے۔ عید سے قبل غسل، مسواک اور عطر مستحب ہے۔

(شامی صفحہ ۱۷۸، شرح مہذب جلد ۵ صفحہ ۶، فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۱۷)

افسوس کہ آج عمدہ کپڑے اور جوتے میں تو کافی رقم خرچ کرتے ہیں مگر عطر میں یا تو مفت کے متلاشی رہتے

ہیں یا ارزاں سے ارزاں گویا خوشبودار تیل پر اکتفا کرتے ہیں، خیال رہے عمدہ عطر پر رقم لگانا ثواب کا باعث ہے، صرف عید و بقرعید میں نہیں بلکہ ہر جمعہ کو سنت ہے۔ اسی لئے ہمیشہ عطر رکھنے کا معمول رکھے۔ آپ ﷺ کے پاس عطرداں رہتا جس میں عطر رکھتے۔ (دیکھئے شمائل کبریٰ جلد دوم عطر کا باب)

معلوم ہونا چاہئے عید و بقرعید میں نماز کے قبل سرمہ لگانے کی کوئی ایسی روایت نہیں ملی جس سے سنت ثابت ہو، سرمہ رات میں لگانا سنت ہے، اسی وجہ سے جہاں غسل، مسواک عطر، عمدہ لباس وغیرہ کا ذکر کیا جاتا ہے وہاں سرمہ لگانے کے مستحب ہونے کو ذکر نہیں کیا جاتا ہے۔

عیدگاہ جس راستہ سے جاتے اس کے خلاف دوسرے راستہ سے آتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جس راستے سے عیدگاہ جاتے اس راستہ کے خلاف واپس آتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۹۰، ابوداؤد صفحہ ۱۶۳)

حضرت مطلب بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بھی ہے کہ آپ ﷺ عیدگاہ شاہراہِ اعظم سے جاتے، اور جب واپس آتے تو دوسرے راستہ دارِ عمار کی طرف سے آتے۔

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ عید کے لئے جس راستے سے جاتے اس کے خلاف دوسرے راستہ سے واپس آتے۔ (کشف الاستار جلد ا صفحہ ۳۱۲)

فائدہ: امام رافعی نے ذکر کیا ہے کہ آپ جانے میں طویل راستہ اختیار کرتے اور آنے میں مختصر راستہ اختیار فرماتے، اور اس کا یہ مقصد ہوتا کہ دونوں راستوں کے فقراء کی مدد ہو جاتی، دونوں طرف صلہ رحمی لوگوں کے ساتھ ہو جائے اور یہ مقصد ہو سکتا ہے کہ دونوں راستے آپ کی برکت سے مشرف ہو جائیں۔ (سبل الہدیٰ صفحہ ۳۲۴)

بہر حال سنت یہ ہے کہ جانے اور آنے میں دو مختلف راستوں کا اختیار کرنا سنت ہے۔

عینی میں ہے کہ جمہور علماء اس کے مستحب ہونے کے قائل ہیں۔ (عمدہ صفحہ، معارف جلد ۴ صفحہ ۴۴۹)

عید و بقرعید کی نماز بلا اذان و تکبیر کے پڑھتے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ کے ساتھ عید میں تھا آپ ﷺ نے بلا اذان اور تکبیر کے خطبہ سے پہلے پڑھی۔ (مسلم صفحہ ۲۹۰، بخاری، ابوداؤد صفحہ ۱۶۳، نسائی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ عید میں تھا۔ آپ نے بلا اذان و تکبیر کے عید کی نماز پڑھائی۔ (مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۳۹)

آپ ﷺ نے عید و بقرعید کی نماز نو مرتبہ پڑھی، مگر کبھی اذان و اقامت نہیں ہوئی۔ جمہور علماء صحابہ

تابعین ان کے بعد کے تمام حضرات کا یہی مسلک ہے، ابن قدامہ نے کہا اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں جن کا اعتبار کیا جائے۔ (معارف جلد۴ صفحہ ۴۲۹)

امام ترمذی فرماتے ہیں، اسی پر تمام صحابہ اور بعد کے لوگوں کا عمل ہے کہ عیدین اور نوافل کے لئے اذان نہیں دی جائے گی۔

عید و بقر عید میں سب سے پہلا کام نماز کا ہوتا ہے

حضرت ابوسعید رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ سے مروی ہے کہ عید و بقر عید میں آپ عید گاہ جاتے، اور سب سے پہلا کام آپ کا نماز پڑھنا ہوتا۔ (بخاری، مسلم صفحہ ۱۳۱)

عبداللہ بن عمر رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا کہتے ہیں کہ سب سے پہلا کام آپ کے (غسل وغیرہ کے بعد) عید و بقر عید میں نماز کا ہوتا۔ (مجمع صفحہ ۲۰۲)

عید و بقر عید کی نماز کے لئے عید گاہ جاتے

حضرت ابوسعید خدری رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بقر عید میں اور عید میں عید گاہ تشریف لے جاتے، اور اولاً نماز پڑھتے۔ (بخاری صفحہ ۱۳۱، مسلم، ابن خزیمہ جلد۲ صفحہ ۳۴۲)

حضرت براء رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بقر عید کے دن بقیع (عید گاہ) تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز پڑھائی۔ (بخاری صفحہ ۱۳۲)

حضرت علی رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ فرماتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ آدمی عید گاہ جائے، مسجد میں سوائے بوڑھوں اور کمزور مریضوں کے علاوہ کوئی نہ پڑھے۔ (جلد۸ صفحہ ۷۳۹)

فَائِدَة: عید و بقر عید کی نماز عید گاہ ہی میں سنت ہے، مسجد میں بلا عذر کے خلاف سنت ہے، ابن قیم نے لکھا ہے کہ آپ ہمیشہ عید گاہ میں پڑھتے تھے، صرف ایک مرتبہ بارش کے عذر سے مسجد میں پڑھی ہے۔ (زاد المعاد صفحہ ۴۴۱)

نماز عید کے لئے عید گاہ جانا سنت ہے، بلا عذر اس کا ترک مکروہ ہے، آج کل لوگ عید گاہ کو چھوڑ کے محلے کی ہی مسجد میں پڑھ لیتے ہیں یہ ایک مکروہ امر کا ارتکاب کرتے ہیں، ذرا مشقت اٹھا کر عید گاہ میں جانے کی کوشش کریں۔

عذر مثلاً بارش کی وجہ سے عید کی نماز مسجد میں پڑھتے

حضرت ابوہریرہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ سے مروی ہے کہ عید کے دن (ایک موقعہ پر) بارش ہوگئی تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے نماز مسجد میں پڑھائی۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۶۴، ابن ماجہ تلفف جلد۲ صفحہ ۸۹)

حضرت عبداللہ بن عامر رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ کی روایت میں ہے حضرت عمر کے زمانہ میں عید کے دن بارش

ہونے لگی تو عیدگاہ نہیں گئے، جہاں نماز عید و بقرعید کی ہوتی تھی، لوگوں کو مسجد میں جمع کیا اور وہیں پڑھی۔
(کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۶۳۷)

ابو اسحاق سے منقول ہے کہ حضرت علی نے حکم دیا کہ کمزور لوگوں کو مسجد میں عید کی دو رکعت پڑھا دو۔
(کنز جلد ۸ صفحہ ۶۳۹)

محلہ کی مسجد میں عید و بقرعید کی نماز بیماروں ضعیفوں اور بوڑھوں کے لئے ہے

ابو اسحاق نے بیان کیا کہ حضرت علی نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ کمزوروں کو مسجد میں دو رکعت عید کی نماز پڑھا دیں (اور وہ خود عیدگاہ گئے)۔ (اعلاء صفحہ ۱۷، سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۳۱۰)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا گیا کہ شہر میں کمزور ضعیف لوگ ہیں جو عیدگاہ تک نہیں جا سکتے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کو نائب بنا دیا جوان لوگوں کو مسجد میں نماز عید پڑھا دے (اعلاء صفحہ ۱۷، سنن کبریٰ صفحہ ۳۱۰)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں عید و بقرعید کی نماز کمزوروں بوڑھوں کے لئے ہے، افسوس کہ اس دور میں جوان اور صحت مند بھی محلے کی مسجد میں سستی کی وجہ سے نماز پڑھ لیتے ہیں، ہاں البتہ عیدگاہ کافی فاصلہ پر ہو اپنی سواری نہ ہو تو اس پریشانی کی وجہ سے گنجائش ہے۔

خطبہ عیدین میں خصوصیت سے صدقہ کی تاکید فرماتے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن نکلتے، لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھاتے، پھر سلام پھیرتے اپنی سواری پر لوگوں کی طرف رخ کرتے ہوئے کھڑے ہو جاتے اور لوگ صف بستہ بیٹھے ہوئے ہوتے ان سے آپ فرماتے (خطبہ میں) صدقہ کرو، زیادہ عورتیں صدقہ کرتیں، بندے انگوٹھیاں اور دوسری چیزیں (زیورات) صدقہ کرنے لگ جاتیں، پھر کسی لشکر کو اگر بھیجنا ہوتا تو اسے روانہ فرماتے ورنہ واپس لوٹ آتے۔ (زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۴۴۵، نسائی صفحہ ۳۴۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی دو رکعت پڑھی پھر عورتوں کے پاس آئے اور آپ کے ساتھ حضرت بلال بھی تھے اور ان کو صدقہ کا حکم دیا بس وہ اپنے زیورات کو ڈالنے لگیں (حضرت بلال کے کپڑے میں)۔ (بخاری صفحہ ۱۳۱)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں عید کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا آپ نے بلا اذان و اقامت کے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی، نماز ختم ہوئی تو آپ حضرت بلال کے سہارے کھڑے ہوئے حمد و ثناء کے بعد لوگوں کو وعظ فرمایا، ان کو نصیحت فرمائی اور طاعت کی ترغیب دی پھر عورتوں میں تشریف لے گئے ساتھ میں حضرت بلال بھی تھے آپ نے ان عورتوں کو تقویٰ کا حکم دیا نصیحت فرمائی، خدا کی حمد و ثناء کی پھر ان کو بھی

ان اطاعت کی ترغیب دی، کہ صدقہ کرو، تمہاری اکثر عورتیں جہنم میں ملیں گی۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ عید و بقرعید کے موقعہ پر صدقہ خیرات کی ترغیب دی جائے اور مردوں کے علاوہ عورتوں سے بھی صدقہ خیرات لی جائے تاکہ عورتوں میں بھی صدقہ رائج ہو اور ان کو بھی اس کا عظیم ثواب ملے۔

(نسائی صفحہ ۲۳۴، سنن الباری جلد ۲ صفحہ ۳۳۷)

عید و بقرعید کے موقعہ پر عورتوں میں بھی وعظ کا اہتمام فرماتے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز خطبہ سے پہلے پڑھائی، پھر لوگوں کو خطبہ دیا، پھر آپ جب فارغ ہوگئے (خطبہ سے) تو منبر سے اترے اور عورتوں میں تشریف لے گئے، اور ان میں وعظ فرمایا۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۳۵۷، ابوداؤد صفحہ ۱۶۲)

حضرت جابر ہی کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خدا کے تقویٰ کی تاکید کی ان میں وعظ و نصیحت فرمائی خدا کی حمد وثنا کی ان کو خدا کی اطاعت کی تاکید کی، صدقہ کرنے کو کہا، فرمایا تم میں سے زیادہ جہنم جانے والی ہیں اس پر ایک کمزور ضعیف عورت نے وجہ پوچھا آپ نے فرمایا شکایتیں زیادہ اور شوہر کی ناشکری کی وجہ سے اس پر عورتوں نے اپنے ہاروں کو زیوروں کے بندوں کو، انگوٹھیوں کو صدقہ کرنا شروع کیا اور سب حضرت بلال کے کپڑے میں ڈالنے لگیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا مردوں کے علاوہ عورتوں کو بھی عید کے دن صدقہ و خیرات کا اہتمام چاہیے۔

(بخاری صفحہ ۱۹۷، مسلم صفحہ ۲۸۹، ابن خزیمہ صفحہ ۳۵۷، طیالسی صفحہ ۱۴۷)

عیدین کی نماز میں کیا سورہ پڑھے

ابوداؤد لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین میں سورہ "ق والقرآن المجید" اور "اقتربت الساعة وانشق القمر" پڑھتے۔

(ابوداؤد صفحہ ۱۶۳، ترمذی صفحہ ۱۱۹، نسائی صفحہ ۲۳۲، مسلم صفحہ ۲۹۱، دار قطنی، ابن خزیمہ صفحہ ۳۴۶)

مروہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید و بقرعید میں "سبح اسم ربك الاعلیٰ" اور "هل اتاك حديث الغاشيه" پڑھتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید بقرعید کی نماز میں "عما يتساء لون" اور "والشمس وضحاها" پڑھا کرتے۔ (برزا، مجمع الزوائد صفحہ ۱۱، تحفۃ الاحوذی صفحہ ۳۷۵)

فائدہ: آپ عید و بقرعید کی نماز میں جیسا کہ امام نووی نے بیان کیا ہے کہ سورہ قاف بھی "اقتربت" کبھی "سبح اسم ربك الاعلیٰ" اور "هل اتاك" پڑھتے۔ (تحفہ صفحہ ۳۷۵)

بیشتر رواتیوں میں سورہ اعلیٰ سورہ غاشیہ کا ذکر ہے۔ اس لئے حسب سہولت بہتر ہے کہ یہ دونوں سورتیں پڑھے۔ دوسری سورتوں کو بھی پڑھنا درست بلا کراہت ہے۔

عید و بقر عید میں خاص کر کیا دعا مانگے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عید و بقر عید میں آپ کی یہ دعا ہوتی تھی:

"اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ عِیْشَۃً نَقِیَّۃً وَمِیْتَۃً سَوِیَّۃً وَمَرَدًّا غَیْرَ مَخْزِیٍّ وَلَا فَاضِحٍ اَللّٰھُمَّ لَا تُھْلِکْنَا فَجَاَۃً وَلَا تَاْخُذْنَا بَغْتَۃً وَلَا تُعْجِلْنَا عَنْ حَقٍّ وَلَا وَصِیَّۃٍ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ الْعَفَافَ وَالْغِنٰی وَالتُّقٰی وَالْھُدٰی وَحُسْنَ عَاقِبَۃِ الْاٰخِرَۃِ وَالدُّنْیَا وَنَعُوْذُبِکَ مِنَ الشَّکِّ وَالشِّقَاقِ وَالرِّیَاءِ وَالسُّمْعَۃِ فِیْ دِیْنِکَ یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ." (مجمع جلد۲ صفحہ۲۰۱)

خطبہ عصا یا کمان کے سہارے دیتے

ابن جریج نے عطا سے پوچھا کہ آپ کیا عصا کے سہارے خطبہ دیتے انہوں نے جواب دیا ہاں کسی کے سہارے ٹیک لگا کر خطبہ دیتے۔ (شرح السنہ جلد۲ صفحہ ۵۷۶، کتاب الام جلد۱ صفحہ۲۱۱، سبل صفحہ۲۱۸)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی عصا وغیرہ کے سہارے خطبہ دیتے۔ (مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ۱۹۰)

حضرت براء کی روایت ہے کہ آپ کو عید کے دن کمان دیا گیا آپ نے اس کے سہارے خطبہ دیا۔

(ابوداؤد صفحہ۱۶۲)

فائدہ: ابن قیم نے زادالمعاد میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دینے کھڑے ہوتے تو عصا لیتے اور اس کے سہارے منبر پر خطبہ دیتے اسی طرح آپ کے بعد خلفاء راشدین بھی عصاء کے سہارے خطبہ دیتے۔

(جلد۱ صفحہ۱۸۹)

خیال رہے کہ عید و بقر عید میں سیدھے نماز سے آکر بلا بیٹھے کھڑے ہو کر خطبہ دیا جائے گا، بخلاف جمعہ میں اولاً منبر پر آکر بیٹھا جائے گا پھر خطبہ دیا جائے گا چونکہ یہاں ختم اذان کا انتظار ہے، اور عید میں اذان نہیں ہے۔

(شامی صفحہ۲۵)

خطبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا بیان اور ذکر کرتے؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ میں قرآن پڑھتے اور نصیحت کرتے۔

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ خطبہ کھڑے ہو کر دیتے قرآن پڑھتے نصیحت کی باتیں

فرماتے۔ (ابن ماجہ، ابوداؤد، صفحہ ۱۵۶، نسائی، ابن ماجہ)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیتے تو اس آیت کو کبھی نہ چھوڑتے "یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللّٰہ وقولو قولا سدیدا" سے "فاز فوزا عظیما" تک۔

فائدہ: کبیری میں ہے کہ خطبہ میں عید کے احکام، صدقہ فطر کے احکام اور بقرعید میں قربانی اور تکبیر تشریق کے احکام ومسائل بیان کرے۔ (صفحہ ۵۷۱)

حمد وثناء کے بعد لوگوں کو نصیحت کرتے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید یا بقرعید میں عیدگاہ جاتے اولاً نماز پڑھتے پھر فارغ ہونے کے بعد کھڑے ہوتے اور لوگوں کی طرف رخ کرتے اور لوگ اپنی جگہ بیٹھے خطبہ سنتے۔ آپ ان کو نصیحت فرماتے۔ وعظ فرماتے اور حکم دیتے (خدا کے احکام کو ادا کرنے کی تاکید کرتے)۔ (بخاری صفحہ ۱۳۱، ابوداؤد، مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۹۰)

دو خطبہ دیتے دونوں کے درمیان بیٹھتے

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ دو خطبہ دیتے اور دونوں خطبوں کے درمیان فصل کے لئے بیٹھتے۔

عامر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز بغیر اذان واقامت کے پڑھی اور دو خطبہ دیا کھڑے ہو کر اور دونوں کے درمیان فصل کے لئے تھوڑا بیٹھے۔ (بزار جلد ۱ صفحہ ۱۳۵)

فائدہ: جس طرح جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان تین "سبحان اللّٰہ" یا ایک "قل ھوا اللّٰہ احد" کی مقدار بیٹھتے اسی طرح عیدین کے موقعہ پر بھی آپ ذرا دیر بیٹھتے اسی وجہ سے خطیب کے لئے بیٹھنا سنت ہے۔ خیال رہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد جب امام منبر پر جائے گا تو سیدھے کھڑا ہو کر خطبہ دے گا اولاً بیٹھے گا نہیں جیسا کہ جمعہ میں ہوتا ہے چونکہ وہاں اذان کے ختم کا انتظار رہے یہاں نہیں۔ (شامی جلد ۲ صفحہ ۱۷۵)

دو خطبوں کے درمیان بیٹھتے تو خاموش رہتے

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جمعہ کے دن خطبہ دیتے اور ذرا دیر بیٹھتے تو خاموش رہتے۔

فائدہ: دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے میں خاموش رہنا سنت ہے، ہاں دل اور قلب میں ذکر یا دعا کرسکتا ہے۔

خطبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر دیتے

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی روایت ہے کہ آپ ﷺ خطبہ کھڑے ہو کر دیتے پھر بیٹھتے پھر کھڑے ہوتے اور خطبہ دیتے۔

(مسلم جلد ا صفحہ ۲۸۳، نسائی صفحہ ۲۰۹، ابن ماجہ صفحہ ۷۷)

فائدہ: جمعہ عید و بقر عید کے خطبوں کو کھڑا ہو کر دینا سنت ہے۔

خطبہ بلند آواز سے دیتے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ جب لوگوں کو خطبہ دیتے تو آنکھیں لال ہو جاتیں اور آواز بلند فرماتے۔ (سبل الہدیٰ صفحہ ۲۱۶، طبقات ابن سعد)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیں (اتنے بلند آواز سے) خطبہ دیا کہ پردہ نشین عورتوں نے گھروں سے سن لیا۔ (ابو یعلی جلد ۳ صفحہ ۱۳۷)

کسی اونچی چیز مثلاً منبر پر خطبہ دیتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جمعہ کے دن عید کے دن بقر عید کے دن منبر پر خطبہ دیتے۔ (طبرانی)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے سواری (اونٹنی کے اوپر) عید کا خطبہ دیا۔ (تلخیص صفحہ ۹۲)

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے قربانی کے دن اپنی سواری پر خطبہ دیا۔

(بخاری، مسلم، تلخیص صفحہ ۲)

ابن سیرین سے مرسلاً مروی ہے کہ آپ ﷺ عید و بقر عید کے دن نماز کے بعد اپنی سواری پر خطبہ دیتے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۳۱۹)

ابو کاہل الاحمسی سے مروی ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو عید کے دن دیکھا ہے کہ چھیدے ہوئے ناک والی اونٹنی پر خطبہ دے رہے تھے اور ایک حبشی اس کی لگام پکڑے تھے۔ (ابن ماجہ، نسائی، مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۴۸)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ عیدین کا خطبہ کسی اونچی چیز پر دے تا کہ لوگوں کا مواجہہ ہو، اگر عیدگاہ میں منبر بنا ہو تو اسی پر دے ورنہ کسی اونچی چیز کو اختیار کرے۔ شامی اور مرقات میں ہے کہ منبر کا بنا لینا اچھا ہے۔

(شامی صفحہ ۱۶۹)

ملا علی قاری کی رائے ہے کہ عیدین کی نماز چونکہ فضاء میدان میں ہوتی ہے اس لئے وہاں منبر کی ضرورت نہیں، تاہم منبر کے عیدگاہ میں بنا لینے کو انہوں نے بھی اچھا قرار دیا ہے البتہ منبر کو لے جانا عیدگاہ میں مکروہ لکھا ہے۔ (مرقات صفحہ ۲۸۴)

عیدین کے خطبہ میں کثرت سے تکبیر پڑھتے

سعد بن قرظ رسول پاک ﷺ کے مؤذن کہتے ہیں کہ آپ خطبہ کے درمیان تکبیر کہتے، عیدین کے خطبہ میں بہت کثرت سے تکبیر کہتے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۹۱، زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۴۴۸)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ عید و بقر عید میں امام کے لئے سنت ہے کہ منبر پر بیٹھنے کے بعد ابتداء خطبہ میں نو تکبیریں کہے پھر اٹھنے کے بعد سات تکبیریں کہے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۹۹)

فائدہ: یعنی آپ خطبہ میں کثرت کے ساتھ تکبیر پڑھتے۔

فائدہ: حافظ نے لکھا ہے کہ مستحب ہے کہ شروع خطبہ میں نو تکبیر کہے اور دوسرے میں سات تکبیر کہے۔ (تلخیص صفحہ ۹۲)

فائدہ: کبیری میں ہے کہ نماز کے بعد دو خطبہ دے اور اس کی ابتداء تکبیر سے کرے، یعنی اللہ اکبر، اللہ اکبر سے شروع کرے۔ (صفحہ ۵۷۰)

بحر الرائق میں ہے کہ عیدین کے خطبہ کی ابتداء تکبیر سے کرے۔ (جلد ۲ صفحہ ۱۷۵)

خطبہ سے پہلے عید کی نماز پڑھتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے خطبہ سے پہلے عید کی نماز پڑھی۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ عید کے دن نکلے بلا اذان و اقامت۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۳۴۵)

اولاً نماز پڑھی پھر جا کر خطبہ دیا۔ (کنز جلد ۸ صفحہ ۶۴۱)

فائدہ: آپ ﷺ عید و بقر عید کے موقعہ پر اولاً نماز پڑھتے پھر خطبہ دیتے۔

چنانچہ اسامہ کہتے ہیں کہ عیدین کی نماز خطبہ سے پہلے ہے، اسی پر امت کا تعامل ہے، لہٰذا اس سنت کے خلاف کرنا جائز نہیں۔ (کنز جلد ۸ صفحہ ۶۴۳)

نماز کے بعد لوگوں کی طرف رخ کرتے

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے عید کی نماز پڑھی سلام کیا تو کھڑے ہوئے اور لوگوں کی طرف رخ کیا (خطبہ کے لئے)۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۳۴۷)

فائدہ: خطبہ میں آپ کا رخ لوگوں کی طرف ہوتا چونکہ لوگوں سے آپ خطاب فرماتے۔

عیدین کا خطبہ نماز کے بعد دیتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نماز کے بعد خطبہ دیتے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۳۴۸)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ حضرت ابوبکر حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ پہلے عید کی نماز پڑھتے بعد میں خطبہ دیتے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۰۲)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ خطبہ سے پہلے عیدین کی نماز پڑھتے پھر خطبہ دیتے۔ (ترمذی صفحہ ۱۱۹، بخاری ومسلم جلد ۱ صفحہ ۲۹۰، ابن ماجہ صفحہ ۹۱)

فَائِدَہ: عمدۃ القاری میں ہے کہ عیدین کا خطبہ نماز کے بعد سنت ہے اسی کو جمہور امت نے قبول کیا۔ (معارف جلد ۴ صفحہ ۴۲۷)

ابن منذر نے بیان کیا کہ اجماع امت ہے کہ عیدین کا خطبہ نماز کے بعد ہوگا۔ (مرقات جلد ۳ صفحہ ۲۸۶)

مروان کے متعلق منقول ہے کہ اس نے نماز سے قبل جمعہ کی طرح خطبہ دیا جس پر حضرات صحابہ نے سخت انکار کیا۔ (مرقات)

حضرت ابوسعید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مروان پر منبر عیدگاہ لے جاتے اور نماز سے پہلے خطبہ دینے پر گرفت فرمائی۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۶۲)

اپنے اہل عیال واہل خانہ کے ساتھ عیدگاہ جاتے

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ عید کے لئے فضل بن عباس، عبداللہ بن عباس، حضرت علی، جعفر، حسن حسین، اسامہ بن زید بن حارثہ، ایمن ابن ام ایمن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے ساتھ تشریف لائے راستہ میں بلند آواز سے تکبیر کہتے جاتے، یہاں تک کہ عیدگاہ پہنچ جاتے۔ (سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۲۷۹)

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ عیدین کے لئے اپنے اہل خانہ اہل عیال کے ساتھ تشریف لے جاتے۔ (مجمع صفحہ ۲۰۰، مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۳۶۳)

فَائِدَہ: آپ ﷺ عید کے لئے تنہا تشریف نہ لے جاتے بلکہ گھر کے اپنے اور چچازاد بھائی اور نواسہ ودیگر رشتے کے بچوں کے ساتھ جاتے، اس سے معلوم ہوا کہ اپنے اہل خانہ بچوں وغیرہ کے ساتھ عیدگاہ جانا مستحب ہے خوشی اور عبادت میں بچوں کو بھی اپنے ساتھ رکھے تاکہ وہ بھی امور دین سیکھیں۔

عیدگاہ کھلے میدان کی شکل میں ہو تو سترہ امام کے آگے گاڑ دے

حضرت عبدالرحمن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ عیدین میں نیزہ لے کر چلتے اور اس کی طرف نماز پڑھتے۔ (یعنی سترہ بنا کر)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے عیدگاہ میں عید کی نماز نیزے کو سترا بنا کر پڑھا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۹۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب عیدگاہ جاتے تو آپ کے ساتھ نیزہ لے لیا جاتا جسے آپ کے سامنے گاڑ دیا جاتا اور اسی کی طرف (سترہ بنا کر) نماز پڑھتے۔ چونکہ عیدگاہ کھلا میدان تھا (سامنے) کوئی سترہ (دیوار وغیرہ) نہیں تھا۔ (بخاری صفحہ ۱۳۳، نسائی ابن ماجہ صفحہ ۹۲)

فائدہ: خیال رہے کہ اگر عیدگاہ بنی ہوئی ہو اور اس کے پچھم رخ میں کوئی دیوار وغیرہ ہو تو تب کوئی بات نہیں اگر کھلا میدان ہو تو ایسی سورت میں امام کے سامنے کوئی عصا، لاٹھی یا نیز وغیرہ گاڑ دیا جائے تا کہ سترہ ہو جائے۔ اگر آدمی نہ گزرے تب بھی سترہ کا استعمال سنت ہے اور صرف امام کا سترہ کافی ہے، مقتدی کے لئے بھی ہو جائے گا۔

عید کی نماز سے پہلے کھجور وغیرہ کھا کر جاتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید سے کچھ پہلے چھوہارہ کھا کر جاتے، اور آپ طاق عدد میں کھاتے۔ (بخاری صفحہ ۱۳۰، مشکوۃ صفحہ ۱۲۶، کنز جلد ۸ صفحہ ۶۴۴)

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے لئے نہ نکلتے جب تک کہ کچھ کھا نہ لیتے اور بقر عید میں آپ بلا کچھ کھائے جاتے اور واپس آ کر اپنی قربانی کا کلیجی کھاتے۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۲۸۳، حاکم جلد ۱ صفحہ ۲۹۴، تحفہ جلد ۱ صفحہ ۳۸۱)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ عید الفطر کی نماز کے لئے جانے سے قبل کچھ کھا لیتے اور لوگوں کو اسی کا حکم فرماتے۔ (طبرانی، مجمع جلد ۲ صفحہ ۱۹۹)

شرح منیہ میں ہے کہ بقر عید میں بلا کچھ کھائے ہر ایک جائے خواہ قربانی کرے یا نہ کرے۔ (صفحہ ۵۶۶)

نماز کے لئے عیدگاہ پیدل جانا سنت ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے لئے پیدل تشریف لے جاتے اور پیدل ہی واپس تشریف لاتے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے عید کے لئے پیدل جانا سنت ہے واپسی میں خواہ سوار ہوئے۔ (کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۶۳۲)

حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے لئے پیدل جاتے۔

(مجمع جلد ۲ صفحہ ۲۰۲)

فائدہ: فقہاء کرام نے عیدین اور جمعہ کے لئے پیدل جانا مسنون و مستحب قرار دیا ہے۔ (کبیری، شامی صفحہ ۱۶۸)

ترمذی میں حضرت علی سے مروی ہے کہ سنت یہ ہے کہ عید کے لئے پیدل جائے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں

اکثر علماء پیدل جانے کو مستحب قرار دیتے ہیں اور یہ کہ بلا عذر سواری سے نہ جائے۔ (تحفۃ الاحوذی جلد ۱ صفحہ ۳۷۴)

عیدگاہ تکبیر کہتے جانا سنت ہے

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ عید کے لئے گھر سے نکلتے تو گھر سے لے کر عیدگاہ تک تکبیر کہتے ہوئے تشریف لاتے۔ (سنن کبریٰ، کنز صفحہ ۳۴۲)

حافظ نے لکھا ہے کہ آپ عید و بقر عید میں تکبیر و تہلیل ادا کرتے ہوئے جاتے،، بحرالرائق میں ہے کہ عید میں آہستہ اور بقر عید میں ذرا آواز سے تکبیر کہتا جائے۔ (بحر صفحہ ۱۷۲)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مرفوعا روایت ہے کہ اپنی عید کو تکبیر سے مزین کرو۔ (تلخیص جلد ۲ صفحہ ۸۵)

فَائِدَۃ: ابن قیم نے لکھا ہے کہ آپ گھر سے عیدگاہ تک تکبیر پڑھتے ہوئے جاتے۔ (زاد صفحہ ۴۴۲)

کبیری میں ہے کہ عیدگاہ کے راستہ میں تکبیر کہتے ہوئے جانا مستحب ہے بعضوں نے بیان کیا ہے کہ عیدگاہ پہنچنے پر ختم کردے بعضوں نے کہا شروع نماز پر ختم کرے۔ (کبریٰ صفحہ ۱۱)

صبح میں عیدگاہ جانے سے قبل صدقہ فطر ادا فرما دیتے

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ عید الفطر کے دن صبح نہ نکلتے جب تک کہ اپنے (فقراء مسکین) اصحاب کو صدقہ فطر صبح ادا نہ فرما دیتے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۳۵)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا نکلنے سے پہلے صدقہ فطر ادا کردو۔ (کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۶۴۷)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے منقول ہے کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ عید کے لئے نہ نکلے تاوقتیکہ صدقہ فطر نہ نکال دے اور یہ کہ (عید کے لئے) جانے سے قبل کچھ کھائے۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۱۹۹)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے نماز کی طرف نکلنے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ (نیل الاوطار، اعلاء السنن جلد ۹ صفحہ ۹۷۲)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی ایک حدیث میں نماز سے پہلے ادا کرنے پر مقبولیت کی بشارت ہے۔
(ابوداؤد، ابن ماجہ، اعلاء جلد ۹ صفحہ ۹۷)

فَائِدَۃ: فقہاء کرام نے بیان کیا کہ عید سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا مستحب ہے۔ (کبیری صفحہ ۵۶۶)

ہدایہ میں ہے کہ عید سے قبل صدقہ فطر نکال کر فقراء کو دے دے تاکہ نماز سے قبل اس کا دل فارغ ہو جائے۔ (فتح القدیر صفحہ ۲۷)

تمام علماء کے نزدیک صدقہ فطر کا پہلے ادا کرنا مستحب ہے۔ (اعلاء السنن جلد۹ صفحہ ۹۷)

آپ ﷺ عید و بقر عید میں کتنی تکبیریں زائد فرماتے

حضرت سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ نبی پاک ﷺ عید و بقر عید میں کتنی تکبیر ادا فرماتے تو ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آپ ﷺ چار تکبیریں فرماتے ایسے جیسے جنازہ میں (ابوداؤد صفحہ ۱۶۳، سنن کبریٰ صفحہ ۲۹۱، الفتح الربانی جلد ۶ صفحہ ۱۴۲، ابن عبدالرزاق صفحہ ۲۹۴)

اسود نے بیان کیا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عیدین میں نو، نو تکبیریں کہتے تھے، قرأت سے پہلے چار تکبیر (ایک تحریمہ اور تین زائد) پھر تکبیر کہتے اور رکوع میں جاتے (یہ پانچ ہوگئیں)۔

پھر دوسری رکعت قرأت سے فارغ ہوتے تو چار تکبیر کہتے اور رکوع میں جاتے تین تکبیر زائد اور ایک تکبیر رکوع اس طرح نو تکبیر ہوگئیں۔ (ابن عبدالرزاق جلد۲ صفحہ ۲۹۳)

عبداللہ بن الحارث کہتے ہیں کہ بصرہ میں حضرت ابن عباس کے ساتھ میں نے عید الفطر کی نماز پڑھی نو تکبیریں کہیں (جس کی تفصیل گزری) شرح منیہ میں ہے کہ عید و بقر عید میں تین، تین تکبیر کے قائل ابن مسعود، ابوموسیٰ، حذیفہ، عقبہ بن عامر، ابن زبیر، ابومسعود البلادی، حسن ابن سیرین ثوری، امام احمد ایک قول میں امام بخاری نے حضرت ابن عباس کا بھی مسلک نقل کیا ہے اسی طرح حضرت عمر، حضرت براء، حضرت ابوسعید بھی اسی کے قائل ہیں۔ (صفحہ ۵۶۸، شرح مہذب، معارف السنن صفحہ ۴۳۵)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں عید میں چار تکبیریں ہیں۔

(طبرانی، کبیر، الفتح جلد ۶ صفحہ ۱۴۳، معارف جلد۴ صفحہ ۴۳۵)

عنایہ علی الہدایہ میں ہے کہ حضرت عمر حضرت ابوہریرہ حضرت ابن زبیر بھی اسی کے قائل ہیں۔ (معارف صفحہ ۱۱)

فائدہ: تکبیرات زائدہ کی مقدار کے سلسلے میں مختلف اقوال ہیں حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوموسیٰ وغیرہ کی روایت کو سامنے رکھتے ہوئے امام ثوری اور امام اعظم نے تین، تین زائد تکبیریں جو پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے ساتھ چار اور دوسری رکعت میں تکبیر رکوع کے ساتھ چار بنتی ہیں جس کا ذکر اوپر کی روایتوں میں ہے۔

چنانچہ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ حضرت جابر اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تین، تین تکبیر کہتے تھے، ابن عبدالبر نے الاستذکار میں لکھا ہے کہ صحیح سند سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عمر، علی، ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم تین تکبیریں کہتے۔ (تلخیص جلد۲ صفحہ ۹۴)

تکبیر زائدہ کے درمیان کتنا وقفہ رہے

عیدین کی تکبیروں کے درمیان کوئی ذکر مسنون نہیں اور وقفہ دو تکبیروں کے درمیان تین سبحان اللہ کے برابر

ہونا چاہئے۔ (معارف جلد۴ صفحہ ۴۳۵)

فَائِدَہ: بحر میں ہے کہ وقفہ تین تسبیح کے برابر ہے۔ ہاں بھیڑ کی کمی زیادتی کی وجہ سے اس میں کمی بیشی بھی ہو سکتی ہے۔ (بحر الرائق جلد۲ صفحہ ۱۷۴، اسی طرح شامی میں ہے۔ جلد۲ صفحہ ۱۷۲)

تکبیر زائدہ میں ہاتھ اٹھاتے

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ تکبیرات کے درمیان ہاتھ اٹھاتے عیدین کی چھ تکبیریں زائدہ میں ہاتھوں کو کان تک اٹھا کر چھوڑ دیا جائے گا۔ (بحر الرائق صفحہ ۱۷۴، بیہقی، فتح القدیر جلد۲ صفحہ ۱۷۷، اعلا صفحہ ۱۱۵، طحاوی)

بقرعید کی نماز عید کے مقابلہ میں جلدی ادا کرتے

حضرت جندب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ہمیں بقرعید کی نماز پڑھائی اور سورج ایک نیزہ کے برابر (اونچا تھا)۔ (تلخیص الحبیر صفحہ ۸۹)

حضرت ابوالحویرث سے منقول ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے عمر بن خرم کو نجران میں یہ حکم لکھ کر بھیجا کہ بقرعید کی نماز میں ذرا جلدی کریں اور عید کی نماز میں ذرا تاخیر کریں۔

(سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ ۲۸۲، تلخیص صفحہ ۸۹، شرح تہذیب جلد۵ صفحہ ۴)

فَائِدَہ: معلوم ہونا چاہئے کہ عید اور بقرعید دونوں نمازوں کا وقت تو طلوع شمس سے شروع ہو کر زوال سے قبل تک رہتا ہے مگر سنت یہ ہے کہ بقرعید کی نماز کو جلد سورج کے ذرا بلند ہونے کے بعد "اشراق کے بعد" سورج میں تیزی آنے سے پہلے پڑھ لی جائے، اس کی حکمت بظاہر یہ ہے کہ چونکہ قربانی کی مصروفیت ہوگی اور ادھر نماز سے پہلے پڑھ لی جائے، اس کی حکمت بظاہر یہ ہے کہ چونکہ قربانی کی مصروفیت ہوگی اور ادھر نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا مسنون ہے قربانی کے جانور کے گوشت وغیرہ کلیجی سے کھانے کی ابتداء مسنون ہے اس لئے جلد ادا کرنا سنت قرار دیا، ابن نجیم لکھتے ہیں بقرعید کی نماز کا جلدی ادا کرنا مستحب ہے اور عید الفطر میں ذرا تاخیر کرنا۔

(بحر الرائق جلد۱ صفحہ ۱۷۳، شامی جلد۲ صفحہ ۱۷۲، شرح مہذب جلد۵ صفحہ ۴۰)

اس سے معلوم ہوا کہ شہروں کی بعض مساجد میں جو بقرعید کی نماز زوال کے قریب تاخیر سے ہوتی ہے یہ جائز مگر خلاف سنت ہے، بہتر ہے کہ عیدگاہ میں اور ان مساجد میں پڑھی جائے جہاں جلد سنت کے مطابق ہوتی ہوتا کہ سنت وقت کی رعایت کے ساتھ عید کی ادائیگی ہو، اور اس کا مسنون وقت طلوع شمس کے دو گھنٹہ سے قبل قبل ہے چونکہ اس وقت سورج میں تیزی نہیں آتی، چونکہ ہدایہ میں ہے کہ ایک یا دو نیزہ سورج بلند ہوتا تو آپ نماز پڑھ لیتے تھے۔ (فتح القدیر جلد۲ صفحہ ۷۳)

اسی وجہ سے حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تاخیر ہونے پر امام پر نکیر کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہم لوگ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس وقت پڑھ کر فارغ ہو جاتے تھے۔ (فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۷۳)

بقرعید میں بغیر کچھ کھائے عیدگاہ جاتے

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بقرعید میں کچھ نہ کھاتے یہاں تک کہ واپس نماز پڑھ کر تشریف لے آتے پھر اپنی قربانی سے کھاتے۔ (مجمع جلد ۷ صفحہ ۱۹۹، ابن ماجہ صفحہ ۱۲۶، ترمذی صفحہ ۱۲۰)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بقرعید کے دن (نماز سے قبل) نہ کھاتے تاوقتیکہ واپس نہ آجاتے۔ (تلخیص صفحہ ۹۰)

فائدہ: معارف میں ابن قدامہ کے حوالے سے ہے کہ عید میں کچھ کھا کر جانا اور بقرعید میں نماز کے بعد کھانا یہ سنت ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف معلوم نہیں۔ (جلد ۴ صفحہ ۴۵۰)

ابن مسیب نے کہا کہ عید الفطر میں سنت یہ ہے کہ یہ پیدل جائے اور غسل اور جانے سے قبل کچھ کھالے۔

کوئی چیز کھائے تو طاق عدد میں کھائے صحیح بخاری کی معلق حدیث میں ہے کہ طاق عدد میں کھائے۔ (معارف)

خیال رہے کہ کسی شیریں اور میٹھی چیز کا کھانا سنت ہے۔ (معارف صفحہ ۴۵۳)

اس سے معلوم ہوا کہ عید میں بعض نمکین اشیاء کا بعض مقام پر جو معمول ہے وہ سنت اور کسی اصل سے ثابت نہیں ہے مگر جائز ہے خیال رہے کہ ہمارے دیار میں سوئیوں کا معمول ہے، اس میں بہتر ہے کہ طاق چمچہ کھائے۔

بقرعید کے موقع پر عید کی نماز سے فارغ ہو کر قربانی فرماتے پھر اس میں سے آپ کھاتے بعض روایت میں ہے کہ اس کی کلیجی کھاتے۔

معارف میں درمختار کے حوالے سے جو قربانی نہ کرے اس کے لئے بھی نہ کھانا مستحب ہے۔ (صفحہ ۴۵۱)

عید بقرعید میں ایک دوسرے کو کس الفاظ سے مبارک باد دی

ابن عمر الانصاری ذکر کرتے ہیں کہ وہ عید کے دن حضرت واثلہ (جو صحابی ہیں) سے ملے تو میں نے "تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَمِنْكَ"، تو انہوں نے کہا "تقبل الله منا ومنك" (مجمع جلد ۲ صفحہ ۲۰۶)

کبیری میں ہے کہ حضرت ابوامامہ الباہلی، حضرت واثلہ بن الاسقع "تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَمِنْكَ" کہا کرتے تھے اسی طرح لیث بن سعد سے بھی منقول ہے، ہمارے احناف کے یہاں بھی اس کی کوئی کراہت نہیں ہے۔ (صفحہ ۵۷۳)

علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ حضرات صحابہ کرام نماز عید سے لوٹتے ہوئے آپ ﷺ کو کہتے "تقبل الله منا ومنك" اسی طرح لوگ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو کہتے وہ بھی کہتے اور اس پر نکیر نہ فرماتے۔

(کشف الغمہ صفحہ ۱۵۲)

بقر عید کے دن اولاً نماز پھر خطبہ پھر قربانی

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیں بقر عید کے دن خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ سب سے پہلا عمل جو آج کے دن ہمارا ہے وہ اولاً نماز پڑھنا ہے، پھر ہم واپس (عید گاہ) سے جائیں گے تو قربانی کریں گے، جس نے ایسا کیا اس نے ہماری سنت کو ادا کیا اور جس نے ذبح نماز سے پہلے کر لی، پس گویا اس نے اہل کے لئے بکری کا گوشت جلد حاصل کر لیا، قربانی اس کا کچھ ادا نہ ہوا۔

(نسائی صفحہ ۲۳۲، بخاری صفحہ ۱۳۳، مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۲۹۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں آپ ﷺ نے ہم لوگوں کو عید کے دن خطبہ دیا (نماز کے بعد) پھر بھورے میں مینڈھے کی جانب آئے اور ذبح کیا۔ (نسائی صفحہ ۲۳۵)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ بقر عید کے دن عیدگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے آپ ﷺ تشریف لائے اور سلام کیا پھر فرمایا آج کے دن تمہارا پہلی عبادت نماز ہے پھر آپ نے اس پر ٹیک لگایا۔

(آپ نے خطبہ دیتے ہوئے) اللہ کی حمد وثناء بیان کیا، اور اوامر ونواہی کو بیان کیا اور فرمایا جو آج جلدی (نماز سے قبل) قربانی کرے گا پس گویا وہ گوشت ہے جو اس نے گھر والوں کے لئے اختیار کیا (قربانی نہیں ادا ہوگی) اور ایک روایت میں اس طرح ہے سب سے پہلا کام جو ہم آج شروع کریں گے وہ یہ ہے کہ نماز پڑھیں گے، پھر واپس ہوں گے تو قربانی کریں گے جو ایسا کرے گا اس نے ہماری سنت کو ادا کیا اور جو نماز سے قبل ذبح کرے گا تو وہ گوشت ہے جو اس نے گھر والوں کے لئے پہلے کر لیا، قربانی بالکل نہیں ذبح تو نماز کے بعد ہے۔

(مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۲۰۲، سبل الہدیٰ صفحہ ۳۲۱)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں پر اور جس مقام پر عید کی نماز ہے جیسے قصبات وشہروں میں وہاں نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہی قربانی ہوگی، نماز سے قبل قربانی صحیح نہ ہوگی۔ بحر الرائق اور شامی وغیرہ میں ہے کہ گاؤں والے جہاں عید کی نماز نہیں ہے صبح کے بعد وہ کھا سکتے ہیں بخلاف شہر والوں کے لئے نماز کے بعد مستحب ہے۔ (بحر الرائق صفحہ ۱۷۶، شامی صفحہ ۱۷۶)

فیض الباری میں ہے کہ گاؤں والے علی الصبح قربانی کر سکتے ہیں۔ (جلد ۲ صفحہ ۳۵۷)

بقر عید میں یوم عرفہ کی صبح سے ایام تشریق تک تکبیر فرماتے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ کی صبح سے ایام تشریق کے عصر تک تکبیر فرماتے۔ (بنایہ ۸۸۷، تلخیص الحبیر صفحہ ۹۳، دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۵۰، سنن کبریٰ صفحہ ۳۱۵)

عمر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ کی صبح سے تکبیر شروع فرماتے اور ایام تشریق کے آخری دن (تیرہ ذی الحجہ کی عصر تک) پڑھتے۔ (بنایہ صفحہ ۸۸۷، حاکم)

حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد عرفہ کی صبح سے ایام تشریق کے آخری دن عصر تک تکبیر فرماتے۔ (شرح مہذب جلد ۵ صفحہ ۳۱ تا ۳۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ عرفہ کی صبح سے ایام تشریق کے اخیر تک تکبیر کہے۔

(مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۱۸۶)

ابن قیم نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بقر عید میں عرفہ کی صبح سے ایام تشریق (۱۳) کی عصر تک تکبیر فرماتے۔

(زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۱۴۹)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ بقر عید میں عرفہ کی صبح تیرہ تاریخ کے عصر تک ہر فرض کے بعد تکبیر تشریق کہنا سنت ہے۔

علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن عباس سفیان ثوری، اور حضرت ابوبکر و حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی طرح منقول ہے۔ (بنایہ صفحہ ۸۸۴)

پس ہر نماز کے بعد خواہ جماعت کے ساتھ ہو یا تنہا ہو ہلکی آواز سے تکبیر کہنا سنت موکدہ ہے۔

درمختار میں ہے کہ عرفہ کی صبح سے پانچویں دن کے عصر تک تکبیر کہے، یہی مفتی بہ قول ہے۔

(شامی صفحہ ۱۸۰، فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۸۰)

کبیری شرح منیہ میں ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک یہ تکبیر واجب ہے۔ (صفحہ ۵۷۴)

تکبیر کس طرح ادا کرے

شریک کہتے ہیں کہ میں نے ابو اسحاق سے پوچھا کہ حضرت علی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کس طرح تکبیر کہتے تھے، کہا وہ دونوں اس طرح کہتے تھے: "اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ."

حضرت ابراہیم سے منقول ہے کہ حضرات صحابہ کرام عرفہ میں نماز کے بعد رخ قبلہ یہ پڑھتے تھے:

"اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ." (فتح القدیر صفحہ ۸۲)

فائدہ: اگر امام تکبیر بھول جائے تو مقتدی زور سے تکبیر کہہ کر یاد دلا دے، تنہا نماز پڑھنے والا بھی اور مسبوق بھی تکبیر کہے گا۔ (فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۸۲)

وتر اور نفل نمازوں کے بعد تکبیر نہیں کہی جائے گی۔ (عنایہ علی الفتح جلد ۲ صفحہ ۸۰)

نماز بقرعید کے بعد قربانی کردہ گوشت اولاً نوش فرماتے

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بقرعید کے دن کچھ نہ کھاتے، یہاں تک کہ نماز کے بعد واپس آ جاتے اور جب واپس آتے تو اپنی قربانی میں سے کلیجی کھاتے۔

(حاکم جلد ۱ صفحہ ۲۹۴، سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۲۸۳)

مسند احمد میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بقرعید کے موقعہ پر نماز سے قبل نہ کھاتے نماز کے بعد اپنی قربانی سے کھاتے۔ (تحفۃ الاحوذی جلد ۱ صفحہ ۳۸۱)

فائدہ: بقرعید کے موقعہ پر ہر ایک کے لئے خواہ قربانی کرے یا نہ کرے نماز سے قبل کچھ نہ کھانا اور بلا کھائے جانا مستحب ہے، اسی کو فقہاء احناف نے الاصح کہا ہے۔ (شامی صفحہ ۱۷۶)

بدائع میں ہے کہ ادب یہ ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے قبل کچھ نہ کھائے، اور قربانی میں سے کھائے اگر کوئی کھائے تو کوئی گناہ اور کراہت نہیں۔ (معارف السنن جلد ۴ صفحہ ۴۵۲)

علامہ شامی نے ذکر کیا ہے کہ مندوب مستحب ہے کہ بقرعید کی صبح کو بلا کھائے نماز پڑھنے جائے، حضرات صحابہ کرام سے بتواتر یہ منقول ہے کہ وہ بچے بھی کھانے سے رکے رہے اور چھوٹے بچے بھی دودھ نہ پیتے بقرعید کی صبح کو بعض فقہاء نے گاؤں والوں کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ صبح کھا سکتے ہیں چونکہ گاؤں میں قربانی صبح سے ہو جاتی ہے۔ (شامی صفحہ ۱۷۶)

مطلب یہ نکلا کہ گاؤں میں چونکہ عید کی نماز نہیں ہوتی اس وجہ سے ان کے یہاں قربانی صبح ہو جاتی ہے اس لئے یہ لوگ صبح قربانی کے بعد کھا سکتے ہیں، بخلاف جہاں نماز ہوتی ہو، وہاں نماز اور قربانی کے بعد کھانا مستحب ہے اور اتنی دیر تک رکے رہنا سنت ہے لیکن کسی جگہ کو اگر نماز بہت تاخیر سے ہوتی ہو یا کھانے کی ضرورت ہو تو کھا سکتا ہے کوئی گناہ نہیں اور یہ حکم تمام لوگوں کے لئے ہے عورتوں اور بچوں کے لئے بھی اور ان لوگوں کے لئے بھی جو قربانی کسی وجہ سے نہیں کر رہے ہیں۔

عید و بقرعید کے دنوں میں عورتوں کا مہندی لگانا

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ مجھے خبر ملی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں (عید کے ایام میں) عشاء کے بعد

سے صبح تک مہندی لگانے میں رہتی تھیں۔ (ابن عبدالرزاق جلد۳ صفحہ۳۳۳)

حضرت طاؤس اپنی تمام عورتوں کو حکم دیتے تھے کہ وہ ہاتھ پیر میں مہندی لگائیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ عید و بقر عید کے موقعہ پر اہتمام سے مہندی لگانا عورتوں کے لئے مسنون ہے ان کی زینت میں مہندی داخل ہے، چنانچہ ہمارے دیار میں عیدین کی راتوں میں عورتوں کا مہندی لگانا اسی ازواج مطہرات کی سنت رائج ہے۔

عید بقر عید کی نماز کے بعد مصافحہ اور معانقہ کا اہتمام خلاف سنت اور بدعت ہے

خیال رہے کہ مصافحہ ملاقات کے وقت مسنون ہے اس کا وقت وقت ملاقات اور وقت رخصت ہے، کسی بھی نماز کے بعد خواہ عید و بقر عید ہی کیوں نہ ہو مصافحہ اور نہ معانقہ مسنون ہے، بلکہ بدعت اور رسم ہے جس کا کرنا مکروہ ہے اس لئے علماء امت نے اس کی تردید کی ہے، ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں "صرح بعض علمائنا انها مكروهة وحينئذ انها من البدع المذمومة." (مرقات جلد۹ صفحہ۷۴)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں، آنکہ بعض مردم مصافحہ می کنند بعد از جمعہ خیر نے نیست بدعت است۔ (اشعۃ اللمعات)

طیبی شارح مشکوٰۃ لکھتے ہیں "يكره المصافحة بعد الصلٰوة على كل حال لانها من سنن الروافض وهكذا الحكم فى المعانقه."

دیکھئے علامہ طیبی اسے رافضیوں کی عادت قرار دے رہے ہیں کیا کسی مؤمن کے لئے گنجائش ہے کہ رافضیوں کی عادت کو سنت سمجھ کر کرے۔

علامہ شامی نے بھی اسے مکروہ قرار دیا ہے۔

قد صرح بعض علمائنا وغيرهم مكروهة المصافحة المعتادة عقيب الصلٰوة.

علامہ عبدالحیٔ فرنگی محلی نے اس کی لا اصل ہونے پر اتفاق نقل کیا ہے "اتفوقا على ان هذه المصافحة ليس له اصل فى الشرع" فرمایا کہ اس کے مکروہ ہونے میں کوئی شک نہیں، بدعت پر باقی رہنا اس کی کہاں گنجائش، لہٰذا فتویٰ اس کے مکروہ اور ممنوع ہونے کا دینا چاہئے "ينبغي الأفتا بالمنع ...... فكيف اصرار البدعة التى لا اصل لها فى الشرع وعلى هذا فلا شك فى الكراهة."

مزید یہ کہ عوام اس بے اصل مصافحہ کو سنت اور مشروع سمجھتے ہیں، نہ کرنے والے اور روکنے والے پر طعن کرتے ہیں ایسی صورت میں اس کی کراہیت اور قباحت بڑھ جاتی ہے "على ان المصافحين فى زماننا يظنونه امرا حسنا ويشنعون على ما نعه" (السعایہ صفحہ۱۶۵)

اسی طرح دوسری معتبر کتابوں میں مثلاً خلاصہ الفتاوی، فتاویٰ ابن حجر، مجالس الابرار، اور مدخل اور فتاویٰ ابراہیم شاہی وغیرہ میں بھی اسے مکروہ کہا ہے۔

لہٰذا ایسی صورت میں عیدین کی نماز سے فارغ ہونے میں مصافحہ اور معانقہ ترک کردینا چاہئے جو چیز سنت اور دین نہیں ہے اس پر اہتمام کرنا ثواب دین کی بات سمجھنا بری بات ہے، ثواب اس میں ہے جو شریعت اور سنت سے ثابت رہے بدعت اور مکروہ کا ارتکاب اور اس پر جمے رہنا اچھی بات نہیں ہے جب تک معلوم نہیں تھا عمل کیا سو خداء پاک معاف کرے گا اب علم اور معلوم ہونے کے بعد اس کا ترک لازم ہے اور ثواب وسنت سمجھنا برا ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری مرقات میں لکھتے ہیں "فان محل المصافحة المشروعة اول الملاقاة" جلد۹ صفحہ۷۴ اسی طرح شرح مہذب میں ہے۔ (جلد۲ صفحہ۶۳۳)

شب عیدین میں عبادت کی فضیلت

حضرت عبادہ بن صامت سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو عید و بقرعید کی راتوں کو عبادت سے معمور رکھے گا، اس دن اس کا دل (قیامت کے دن) جس دن لوگوں کے دل مردہ ہوں گے زندہ رہے گا۔

(مجمع صفحہ۱۹۸، ابن ماجہ صفحہ۱۲۷، تلخیص صفحہ۸۶، الاذکار صفحہ۱۷۳)

فائدہ: عیدین کی رات میں عبادت و شب گزاری کی بڑی فضیلت ہے، کہ ایسوں کا دل قیامت کے دن زندہ رہے گا، خالد بن معدان نے کہا کہ سال میں پانچ راتیں ایسی ہیں کہ جو اس میں ثواب کی نیت سے اور وعدہ ثواب پر یقین کرتے ہوئے عبادت پر مواظبت کرے گا خدا اسے جنت میں داخل فرمائے گا، رجب کا پہلا دن، دن کو روزہ رات کو عبادت عید و بقرعید، عاشورہ اور پندرہ شعبان کی رات (سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ۳۱۹، ترغیب جلد۲ صفحہ۱۵۲)

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے عدی بن ارطاۃ کو لکھا کہ سال میں چار راتوں کی عبادت کو لازم پکڑو، کہ اس میں خدا کی رحمت متوجہ ہوتی ہے، رجب کی پہلی شب، پندرہ شعبان کی رات اور عید، بقرعید کی رات۔

(تلخیص الجبیر جلد۲ صفحہ۸۶)

علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ عیدین کی رات میں ذکر و طاعت پر ابھارتے اور ترغیب دیتے۔

(کشف الغمہ صفحہ۱۵۲)

اس لئے معتکف کے لئے مستحب ہے کہ عید کی شب عبادت کرنے کے بعد صبح مسجد سے نکلے۔

(آداب الاعتکاف)



نماز سفر کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوۂ حسنہ کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں چار رکعت والی نمازوں کو دو رکعت پڑھتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کے ارادے سے گھر سے نکلتے تو دو رکعت پڑھتے یہاں تک کہ واپس آ جاتے۔ (طیالسی منحۃ المعبود صفحہ ۱۲۵، ابن ابی شیبہ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ کی جانب نکلتے تو آپ دو رکعت پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم لوگ مدینہ واپس آ گئے۔ (بخاری مسلم صفحہ ۱۵۷، مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں رہا آپ (فرض) دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۱۴۹)

ابن قدامہ نے ذکر کیا کہ طریق تواتر سے منقول ہے کہ آپ نے حج عمرہ اور غزوہ جہاد کے سفر میں قصر کیا ہے۔ (معارف السنن جلد ۴ صفحہ ۴۵۴)

خطابی نے معالم میں کہا کہ اکثر علماء سلف اور فقہاء امصار کے مسلک یہ رہا کہ سفر میں قصر واجب ہے۔ (معارف السنن)

امن اور بلا تعب کے سفر ہو تو بھی دو رکعت ہی پڑھے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امن کے ساتھ سفر کیا سوائے خدا کے کسی کا خوف نہیں تب بھی دو رکعت پڑھتے۔ (مسند احمد جلد ا صفحہ ۲۸۵، نسائی صفحہ ۲۱۱، ترمذی صفحہ ۱۲۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ سفر خواہ کس قدر آرام راحت وسہولت سے ہو اپنی سواری اپنے احباب اپنا وقت امن اطمینان ہو تب بھی قصر کیا جائے گا، یہ سفر میں خدا کی جانب سے انعام اور رخصت ہے۔

کس مقدار سفر پر قصر فرماتے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تین میل یا تین فرسخ کے ارادے

سے نکلتے تو دو رکعت پڑھتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۷۱، سنن کبریٰ صفحہ ۱۴۶، مسلم صفحہ ۲۴۲)

فائدہ: تین میل کی مسافت سے سفر میں قصر کا حکم جاری ہو جاتا ہے، یہاں مراد اس سے تین دن کی مساحت ہے چنانچہ حضرت ابن عمر کی روایت میں ہے کہ مدینہ سے سویدا کے سفر میں قصر کیا جائے گا۔ جو بہتر شرعی میل ہے۔ امام صاحب اور اہل کوفہ نے تین مراحل سفر کا معیار قرار دیا ہے۔ (نیل صفحہ ۲۰۶، اعلاء صفحہ ۲۳۹)

اسی کا تخمینہ ہندوستانی میل قدیم میل کے اعتبار سے اڑتالیس میل ہے۔ امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ کم ازکم تین مراحل کا سفر موجب قصر ہوتا ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ نے سولہ فرسخ کو موجب قصر قرار دیا ہے۔ اور یہ دونوں اقوال متقارب ہیں۔ کیونکہ سولہ فرسخ میل بنتے ہیں۔ (درس ترمذی صفحہ ۳۳۲)

مسافر کے لئے حدود شہر نکلتے ہی قصر کا حکم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر کے ساتھ سفر کیا ہے ان میں سے ہر ایک جیسے ہی مدینہ سے نکلتے واپس آنے تک دو رکعت پڑھتے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۷۲)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ سے نکلتے تو ظہر کی رکعت (بصرہ کے اندر پڑھی) اور فرمایا کہ جب ہم اس آبادی سے نکل جائیں گے تب دو رکعت پڑھیں گے۔ (ابن ابی شیبہ، اعلاء، آثار السنن صفحہ ۶۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس وقت قصر کرتے جب مدینہ کے حدود اطراف سے باہر ہو جاتے۔

(آثار السنن، اعلاء صفحہ ۳۷۳)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے حدود شہر سے باہر جانے پر قصر کیا ہے، شہر کے اندر رہتے ہوئے نہیں۔ چنانچہ حضرت علی نے ارادہ سفر سے نکلنے کے باوجود بصرہ کے اندر پورا پڑھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ شہر اور قصبہ کے حدود اور آبادی اور اس کے متعلقات سے باہر نکل جائے تب قصر کرے۔ ورنہ حدود اور علاقے میں رہتے ہوئے وقت آجائے تو چار رکعت پڑھی جائے گی۔ اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکل کر مدینہ میں چار پڑھا اور ذوالحلیفہ کے مقام پر عصر کے وقت آگئے تو دو پڑھا۔ (سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۱۴۶)

ابن منذر نے بیان کیا کہ اس پر اجماع ہے کہ علاقے کی آبادی ختم ہونے کے بعد ہی قصر کیا جائے گا۔

(نیل الاوطار صفحہ ۲۰۷)

علامہ عینی لکھتے ہیں جب سفر کی نیت سے سوار ہو جائے یا چل پڑے تو ابھی نماز میں قصر نہ کرے گا جب تک کہ علاقے کی آبادی سے باہر نہ ہو جائے گا۔

محیط کے حوالہ سے صحیح قول لکھا ہے کہ شہر کی آبادی جب پار کرے گا تب قصر شروع کرے گا۔

(عمدۃ القاری جلد ۷ صفحہ ۱۳۱)

کب تک قصر کرتا رہے؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پندرہ دن رہے نماز قصر کرتے رہے یہاں تک کہ حنین کا رخ فرمایا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۵۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کی جانب نکلے تو قصر کرتے رہے، یہاں تک کہ مکہ مکرمہ آگئے اور وہاں دس دن قیام رہا ہم لوگ قصر کرتے رہے۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۱۶۱، صفحہ ۱۵۳، مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۸)

فائدہ: مکہ مکرمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے دن قیام فرمایا اور قصر کرتے رہے، اس سلسلے میں متعدد روایتیں ہیں۔ احناف نے پندرہ کم از کم کی روایت کو اقل درجہ ہونے کی وجہ سے راجح اور متیقن قرار دیا ہے۔

(اعلاء السنن صفحہ ۲۷۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب کسی مقام پر پندرہ دن قیام کرلے تو مکمل نماز پڑھتے۔

(ابن ابی شیبہ، بنایہ جلد ۲ صفحہ ۷۵۸، عمدۃ القاری جلد ۷ صفحہ ۱۱۷)

حضرت مجاہد ابن عباس اور حضرت ابن عمر سے نقل کرتے ہیں کہ جب تم کسی شہر میں مسافر ہو کر آؤ اور پندرہ دن قیام کا ارادہ ہو تو نماز مکمل پڑھو۔

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ جو پندرہ دن قیام کا ارادہ کرلیتے تو مکمل نماز پڑھے۔

(نیل اعلاء جلد ۷ صفحہ ۲۷۵، بنایہ جلد ۲ صفحہ ۷۵۸، اعلاء السنن صفحہ ۲۷۵)

سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جب پندرہ دن سے زائد قیام کا ارادہ کرو تو پوری نماز پڑھو۔

(عمدۃ القاری جلد ۷ صفحہ ۱۱۶)

یہی مسلک سفیان ثوری، لیث بن سعد، سعید بن مسیّب، امام مزنی وغیرہ کا ہے حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس بھی اسی کے قائل ہیں۔ (معارف صفحہ ۴۷۷)

ابن مسیّب نے بیان کیا کہ مسافر پندرہ دن تک رکے تو مکمل نماز پڑھے اور اس سے کم پر قصر کرے۔

(عمدۃ القاری جلد ۷ صفحہ ۱۱۶)

ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ پندرہ دن یا اس سے زائد رکے تو مسافر پوری نماز پڑھے گا۔

(عمدۃ القاری جلد ۷ صفحہ ۱۱۶)

سفر میں اذان کے ساتھ نماز پڑھتے

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھا مؤذن نے اذان کا

ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ذرا ٹھنڈا ہونے دو۔ (مختصر ابخاری صفحہ ۸۸)

حضرت مالک بن الحویرث کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: جب تم سفر میں جاؤ تو اذان دو (جماعت کے لئے) اور جو تم میں بڑا ہو وہ امامت کرتے۔ (بخاری صفحہ ۸۸، ترمذی صفحہ ۲۶)

فَائِدَہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ سفر میں بھی جماعت سے نماز کے لئے اذان پکار دیا کرے، سنت ہے۔

علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ تمام علماء کے نزدیک سفر میں اذان سنت ہے۔

قاضی خان کے حوالہ سے علامہ عینی نے لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب نے ذکر کیا ہے کہ جو شخص سفر میں یا گھر میں بلا اذان و اقامت کے نماز پڑھے تو یہ مکروہ ہے (خلافِ اولیٰ ہے)۔ (جلد ۳ صفحہ ۱۴۴)

عموماً ہمارے ماحول میں جماعت تو رائج ہے مگر اذان کا معمول نہیں سو جماعت سے قبل سفر وغیرہ کے موقعہ پر اذان کی سنت متروک ہوتی جارہی ہے، سفر کرنے والوں کو خصوصاً جماعت کی شکل میں جانے والوں کا اس کا اہتمام چاہئے، تاکہ یہ سنت عام اور رائج ہو، مثلاً بستی سے باہر اسٹیشن وغیرہ پر جماعت کرنی ہو تو اذان دے کر جماعت کرنی چاہئے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے "باب الاذان للمسافرین." قائم کر کے مسافر کے لئے اذان کے سنت ہونے کو ذکر کیا ہے، لہٰذا اسٹیشن وغیرہ پلیٹ فارم پر نماز پڑھے اور وقت ہو تو اذان گو ذرا آہستہ سہی دے۔ پھر اقامت تکبیر کہہ کر جماعت سے پڑھے اس کا ثواب بہت زائد ہے، مزید متروک سنت کے زندہ کرنے کا الگ ثواب ہے۔

آپ ﷺ اگر مسافر ہو کر امامت کرتے تو مقیمین کے لئے اعلان کر دیتے

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقعہ پر میں آپ ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ نے اٹھارہ راتیں قیام فرمائیں اور دو رکعت پڑھتے تھے اور (سلام کے بعد) فرماتے اے مکہ والے تم اپنی نماز کو مکمل کر لو، ہم لوگ مسافر ہیں۔ (موطا امام مالک صفحہ ۵۲، ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۸۳)

فَائِدَہ: اگر امام مسافر مقیمین کی امامت کر رہا ہے تو ایسی صورت میں مستحب یہ ہے کہ امام سلام کے بعد اعلان کر دے کہ تم لوگ اپنی دو رکعت پوری کر لو، ہم لوگ سفر کی حالت میں ہیں۔ (ہدایہ، شامی، بنایہ جلد ۲ صفحہ ۷۷)

تاکہ لوگوں کو دھوکہ نہ ہو جائے اور اپنی نماز پوری کر لیں۔ ادائیگی میں مقتدی قرأت نہیں کریں گے خاموش رہیں گے۔

مقیم لوگ مسافر کے پیچھے پوری پڑھیں گے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب امام کے پیچھے نماز پڑھتے تو چار پڑھتے، اور جب تنہا پڑھتے تو دو پڑھتے۔ (موطا صفحہ ۵۲، سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۱۵۷، مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۹)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ جب مسافر مقیم کے ساتھ نماز پڑھے گا تو ان کی طرح پوری پڑھے گا۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۳۸۲)

ابراہیم اور حسن فرماتے ہیں مسافر مقیم کے ساتھ مقیم کی نماز پڑھے گا۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۳۸۲)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر مسافر مقیم کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو اس کی اقتداء میں چار پڑھے گا۔

سفر کی نمازوں میں تخفیف قرأت

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے سفر میں فجر کی نماز میں سورہ کافرون، سورہ اخلاص پڑھا۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۳۳)

عتبہ بن عامر جہنی کی روایت میں ہے کہ میں نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ سفر میں تھا آپ نے صبح کی نماز میں معوذتین پڑھا۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۳۶۶)

حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ میں آپ کے ساتھ سفر میں تھا آپ نے صبح کی نماز میں معوذتین پڑھا۔ (سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۱۲۴)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں مختصراً قرأت فرماتے۔ مسافر کو تخفیف قرأت کی اجازت ہے۔ چونکہ تعب ومشقت اکثر رہتا ہے۔ خیال رہے کہ قرأت میں مسنون مقدار کی رعایت جو مقیم پر صبح اور ظہر وغیرہ میں ہے مسافر کو اس میں رخصت ہے۔

سفر میں عموماً سنتوں کو ادا فرماتے

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ذکر کرتے ہیں کہ میں نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ سفر میں دو رکعت اور اس کے بعد دو رکعت (سنت مثلاً ظہر وعشا) پڑھے۔ (حاشیہ ابن ماجہ صفحہ ۷۵، ترمذی صفحہ ۱۲۳)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ میں نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ سفر میں اور حضر میں (گھر میں) دونوں نماز میں نماز پڑھا ہے۔ پس میں نے آپ کے ساتھ حضر میں ظہر چار رکعت اور اس کے بعد دو رکعت پڑھا ہے، اور سفر میں ظہر دو رکعت اور اس کے بعد دو رکعت پڑھا۔ اور عصر (سفر میں) دو رکعت پڑھا اور اس کے بعد نہیں، اور مغرب ہمیشہ سفر میں حضر میں تین ہی رکعت پڑھا ہے سفر میں حضر میں کم نہیں ہوا۔ گویا یہ وتر النہار ہے اور اس کے بعد دو رکعت پڑھا۔ (ترمذی صفحہ ۱۲۳)

کبھی سنتیں نہیں پڑھتے تھے

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سفر میں (کبھی) پہلے اور بعد کی سنتیں نہیں

پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن عبدالرزاق)

فائدہ: آپ ﷺ نے کبھی ایسا بھی کیا ہے، دراصل یہ موقعہ اور وقت کی بات ہے۔ شاید درمیان سفر کی بات ہو، یا سیر کی حالت میں پڑھنے کا موقعہ نہ ہو، یا تعب و مشقت کی وجہ سے ہو، یا بیان جواز کے لئے آپ نے چھوڑ دیا ہوتا کہ امت کو سہولت رہے، چنانچہ عموماً ٹرین و جہاز پر فرض ہی پر اکتفا کرنا پڑتا ہے کہ ازدحام یا تیز رفتاری کی وجہ سے نہیں پڑھنے کا موقعہ ہوتا ہے۔

کون سی سنت سفر میں بھی آپ ﷺ نہ چھوڑتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ فجر کی دو رکعت سنت نہ گھر کے قیام میں اور نہ سفر میں نہ صحت کی حالت میں اور نہ فرض کی حالت میں چھوڑا کرتے تھے۔

حضرت ابوجعفر سے مروی ہے کہ آپ ﷺ مغرب کے بعد کی دو رکعت اور فجر کے قبل کی دو رکعت سنت نہ سفر نہ حضر میں چھوڑا کرتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۸۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت کے پیش نظر کی سنت نہ چھوڑو، اگرچہ تمہیں گھوڑے روندیں۔ علماء نے سفر میں بھی اسے ترک کرنے سے منع کیا ہے۔ سفر میں بھی یہ موکدہ ہے، امام بخاری نے بھی سفر میں فجر کی سنت پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔ (اعلاء صفحہ ۲۸۹)

ابن قیم نے بھی ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ صبح کی سنت سفر اور حضر میں ترک نہیں فرماتے تھے۔
(زاد المعاد صفحہ)

سفر میں نوافل بھی پڑھتے

حضرت عامر بن ربیعہ نے بیان کیا کہ نبی پاک ﷺ کو دیکھا کہ سفر میں رات کو سواری پر تہجد پڑھ رہے ہیں جس جانب کی سواری کا رخ ہے اسی جانب رخ کیے ہوئے۔ (بخاری صفحہ ۱۴۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ سفر کی حالت میں سواری پر رات کی نماز ادا فرماتے تھے۔ سوائے فرض نمازوں کے (کہ وہ سواری سے اتر کر ادا فرماتے تھے) اشارہ سے جس جانب سواری کا رخ ہوتا۔ (بخاری صفحہ ۵۸، مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۸)

فائدہ: سفر کی نماز میں نفل میں سواری پر پڑھنے کی صورت میں رخ قبلہ ضروری نہیں جس جانب سواری کا رخ ہو وہی گویا رخ قبلہ ہے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۳۸)

کبھی نہیں بھی پڑھتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں نبی پاک ﷺ کے ساتھ سفر میں رہا میں نے نہیں

دیکھا کہ آپ نے نفل پڑھی ہو۔ (زرقانی علی المواہب صفحہ۷۵، بخاری جلد۱ صفحہ۱۴۹)

فائدہ: کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ نفل نہیں پڑھتے۔ مثلاً موقعہ اور سہولت نہ ہونے کی وجہ سے یا تعب کی وجہ سے یا منزل کی طرف جلدی چلنے کی وجہ سے، علامہ عینی نے لکھا ہے کہ سفر میں نوافل اور سنت کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ (جلد۷ صفحہ۱۵۴)

سفر میں بھی تہجد پڑھتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کے بعد نفل نہ پڑھتے اور بیچ رات میں نماز پڑھتے۔ (بخاری صفحہ۱۴۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں (کبھی) فرض سے قبل اور بعد میں نہ پڑھتے (یعنی سنت) مگر رات کی نماز پڑھتے۔ (سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ۱۵۸)

فائدہ: تہجد کی فضیلت اور اہتمام کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے سفر میں بھی نہ چھوڑتے۔ اسی وجہ سے اہل علم کی ایک جماعت نے تہجد کو سنت موکدہ قرار دیا ہے۔ خیال رہے کہ سفر کی سنتوں میں قصر نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری جلد۷ صفحہ۱۴۴)

سفر میں سنت کے مطابق اہل فقہ یہ فرماتے ہیں کہ قیام اور پڑاؤ کی حالت ہو تو پھر پڑھے...... حضرت ابن عمر کے متعلق منقول ہے کہ فرائض کے قبل اور بعد کی سنتوں کو تو نہ پڑھتے مگر تہجد پڑھا کرتے تھے۔

(عمدۃ القاری جلد۷ صفحہ۱۵۳)

سفر کرنے سے پہلے اور سفر سے واپس آنے کے بعد نماز پڑھتے

حضرت مطعم بن مقداد کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کے لئے اپنے گھر میں چھوڑنے کے لئے اس سے بہتر کوئی شیء نہیں کہ وہ دو رکعت سفر کرتے وقت پڑھا جائے۔ (طبرانی، شرح منیہ المصلی صفحہ۳۴۱)

حضرت کعب بن مالک ذکر کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس چاشت کے وقت آتے، پہلے مسجد جاتے دو رکعت نماز پڑھتے پھر بیٹھ جاتے۔ (ملاقات کے لئے)۔ (مسلم جلد۱ صفحہ۲۴۸)

مزید سفر کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عام اسوہ حسنہ کو شمائل جلد سوم میں دیکھئے۔

تمت بفضل اللّٰہ وعونہ، ۲۶ رشوال ۱۴۲۲ ویلیل انشاء اللّٰہ الجلد الثامن انشاء اللّٰہ تعالیٰ اولہ الزکٰوۃ والصوم والجنائز وغیرھا.



راویانِ حدیث کا تذکرہ

اور

اُن پر مُحدِثین کا تبصرہ

اَہلِ مدارس سے درخواست

اس رسالہ کو حدیث کے شروع کروانے سے پہلے ضرور پڑھائیں جس سے اسماءِ رجال اور جرح وتعدیل سے مناسبت پیدا ہو جائے گی۔

مولانا مفتی خالد حسین صاحب
استاذ حدیث مدرسہ صولتیہ، مکہ مکرمہ

تالیف

محمد حسین صدیقی
استاد حدیث جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی

زمزم پبلشرز

تم مجھ سے مانگو میں تمہاری دُعا قبول کروں گا (القرآن)

کامیابی کی کُنجیاں

اردو ترجمہ

مفاتیح الفرج

جس میں دُنیا و آخرت کے تمام مسائل و پریشانیوں کا آسان حل بتایا گیا ھے

مؤلف

شیخ محمد صدیق منشاوی

مترجم

مولوی محمد عرفان

اُستاذ مدرسہ باب الاسلام مسجد، کراچی

ناشر

زمزم پبلشرز

نزد مقدس مسجد اُردو بازار کراچی